

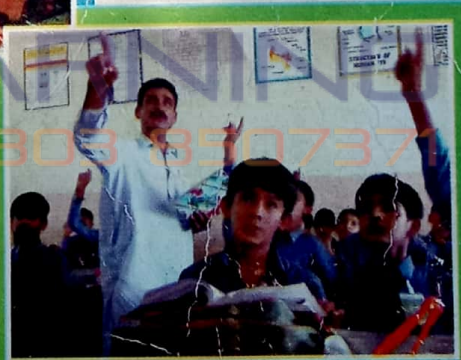
TEACHER EDUCATION IN PAKISTAN

ٹیچر ایجوکیشن ان پاکستان

8626



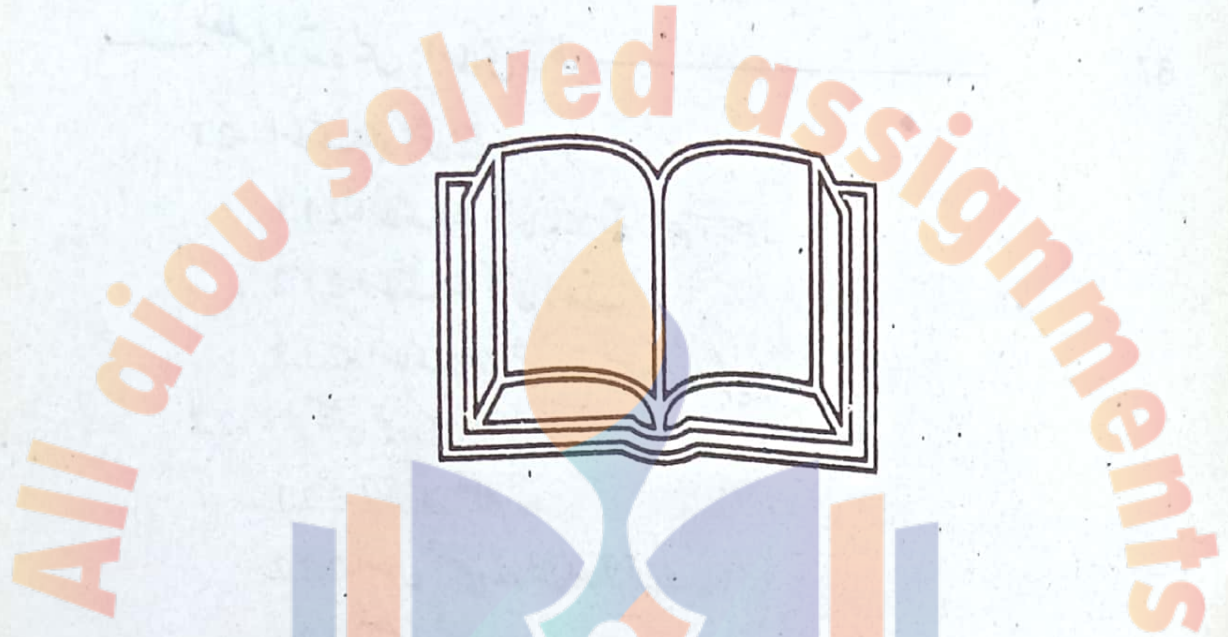
ایس ایم شاہد



اردو بازار، لاہور

فون: 37311584

مجید بک ڈپو



مندرجات

1
باب

13

نچراجو کیشن : تعارف

1.1 - نچراجو کیشن کی ماہیت و تعریف

1.2 - نچراجو کیشن کی اہمیت

1.3 - ایز آف نچراجو کیشن

1.4 - نچراجو کیشن کے مقاصد

1.5 - نچراجو کیشن کی ضرورت

1.6 - نچراجو کیشن کی وسعت

1.7 - نچراجو کیشن کی نظریاتی بنیادیں

- 1.8- ٹیچر ایجوکیشن: رہنمائی اور مشاورت کا کردار
 1.9- ٹیچر ایجوکیشن: کیونٹی اینڈ ایجوکیشن
 1.10- ٹیچر ایجوکیشن: تحقیق اور تعلیم

ب معلم اور تدریس: اسلامی تناظر

67

- 2.1- اسلامک ایجوکیشن کے چند پہلو
 2.1.1- اسلامک ایجوکیشن: ایمز، گولڈ اینڈ ایجوکیشن
 2.1.2- اسلامک ایجوکیشن: نصاب
 2.1.3- اسلامک ایجوکیشن: تدریسی حکمت عملیاں
 2.2- ایجوکیشن تھیوری: قرآنی زاویہ نگاہ
 2.2.1- قرآن اور تعلیم
 2.2.2- اصول تعلیم و تدریس اور قرآن
 2.2.3- معلم کی شخصیت
 2.3- اسلامک ایجوکیشن: معلم
 2.3.1- مسلمان استاد: منصب و کردار
 2.3.2- مسلم تعلیمی روایت میں استاد کا کردار
 2.3.3- معاصر معاشرے میں استاد کا کردار
 2.3.4- تعلیم اساتذہ: اسلامک ورلڈ کانسفرنسوں کی سفارشات

3

ب پاکستان میں ٹیچر ایجوکیشن کا ارتقاء

121

- 3.1- ٹیچر ایجوکیشن سسٹم ان پاکستان (تعلیم اساتذہ کی ساخت)
 3.2- استاذ الاساتذہ کی تعلیم و تربیت: احوال و تجاویز

- 3.2.1- قبل از ملازمت استاذ الاساتذہ کی تربیت
 3.2.2- دوران ملازمت تربیت اساتذہ
 3.2.3- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور تربیت اساتذہ
 3.3- اینگلو، انڈین ایجوکیشن
 3.4- تربیت اساتذہ کا ارتقاء
 3.5- ٹیچر ایجوکیشن کے مسائل

4

باب

163

ٹیچر ایجوکیشن: کیفیت و مستقبل

- 4.1- ٹیچر ایجوکیشن کا ڈھانچا
 4.2- ٹیچر ایجوکیشن
 4.3- ٹیچر ایجوکیشن: قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010 کے حوالے سے
 4.4- پاکستان میں پرائمری سکول کے اساتذہ کی تربیت

5

باب

213

ٹیچر ایجوکیشن کا ڈھانچا اور نصاب

- 5.1- ٹیچر ایجوکیشن کا ڈھانچا
 5.2- سرکاری شعبے میں تربیت اساتذہ کے پروگرام
 5.3- حقیقت حال
 5.4- نصابی مسائل اور ٹیچر ایجوکیشن

6

باب

231

تدریسی حکمتیں اور تداویر

- 6.1- کمپیوٹر اعانتی آموزش

1
باب



ٹیچر ایجوکیشن: تعارف

(Teacher Education: Introduction)

LEARNING
WHAT'S APP 0303 8507371

سرگرمیاں طریق تدریس کا کام دیتیں اور خاندان یا قبیلے کا بزرگ استاد کے فرائض انجام دیتا۔ اس کے لیے کسی تربیت کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی لیکن جوں جوں زندگی پیچیدہ ہوتی گئی، افراد میں تقسیم کار کا رجحان بڑھتا گیا، نصاب متنوع ہوتا گیا اور اس کی مناسب تدریس کے لیے باقاعدہ تربیت کی ضرورت محسوس ہونے لگی نیز جب لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ تربیت اطفال ہی مستقبل کے معاشرے کی نوعیت متعین کرنے کی ضامن ہے تو اس عظیم ذمہ داری کے لیے چند مخصوص افراد کو تیار کرنا معاشرے نے اپنے ذمے لے لیا اور اس ذمہ داری کے شعوری احساس کے طور پر دور جدید کا ”اساتذہ کا تربیتی نظام“ معرض وجود میں آیا چنانچہ آج ملک میں کسی بھی اصلاح کے قابل عمل بنانے کے لیے تربیت اساتذہ کا بہتر نظام ناگزیر اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے کہ افراد معاشرے میں سیاسی شعور اور فکرو عمل کے اصلاح پذیر رجحان کی تربیت بھی تو معلم کا کام ہے۔

مصور علی حمیدی نے جی بی توکما ہے کہ :

- ”حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کو ہمہ پہلو ترقی دینے کے لیے ہمیں نظام تربیت اساتذہ کو ترقی دینا ہوگی، کیوں کہ یہ تربیت یافتہ معلم ہی ہے جو طلبہ میں فطری تجسس، منطقی انداز فکر، شریعت کی ذمہ داریوں اور قیادت کے اوصاف کو جلا بخشتا ہے۔“
- معلم کے تربیت یافتہ ہونے کی اہمیت کے ساتھ ہمیں ان مقاصد کا بھی علم ہونا چاہیے جن کی تکمیل کی توقع قومی نظام تربیت اساتذہ کی، کی جاتی ہے اور وہ درج ذیل ہیں :
- (i) معلم جو کچھ پڑھا رہا ہے، اس کے نفس مضمون پر اسے پورا عبور حاصل ہو۔ (مہارت)
 - (ii) اس نفس مضمون کو طلبہ کے ذہن نشین کرانے کے فنی طریقوں سے واقف ہو (تدریسی حکمت)
 - (iii) اپنے زیر تربیت طلبہ کو سمجھنے کی اہلیت رکھنا ہو۔ (ماہر نفسیات)
 - (iv) اس کے دل میں اپنے پیشے کے لیے احترام کے پر غلوص جذبات ہوں۔ (اپروچ)
 - (v) اس کی معاشرتی حیثیت کے مطابق معقول تنخواہ اور ملازمت کے تحفظ کی ضمانت ہو۔ (منصب)
 - (vi) معاشرے میں جو اہم منصب وہ سنبھالے ہوئے ہے اور معاشرے کی تطہیر میں جو تعمیری کوششیں وہ کر رہا ہے ان کا احترام کیا جائے۔ (قدر و قیمت)

1.3- ایز آف ٹیچر ایجوکیشن (Aims of Teacher Education)

آئیں ذیل میں ٹیچر ایجوکیشن کے چند ”ایمز یعنی اہداف“ درج کریں :

- 1- یہ صلاحیت پیدا کرنا کہ وہ اپنی دیکھ بھال خود کر سکے۔
- ☆ ارد گرد کے ماحول میں خود کو ڈھالنا۔
- ☆ معاشرتی ماحول میں خود کو ڈھالنا تاکہ استاد اس شعبے میں اپنے قدم جمائے اور جہاں اس کی

”اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے“ اللہ، رحمن و رحیم کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں زیر مطالعہ کورس ”ٹیچر ایجوکیشن ان پاکستان“ (Teacher Education in Pakistan) کے مطالعے کی توفیق عطا کی، تو آئیں کورس ہذا کے پہلے باب کا آغاز کریں۔

1.1- ٹیچر ایجوکیشن کی ماہیت و تعریف (Nature of Teacher Education)

اگر کسی ملک میں تعلیمی معیار کو بڑھانا مقصود ہے تو پھر اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو بڑھانا ہوگا۔ شعبہ تدریس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی بھرتی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ بھرتی کیے گئے اساتذہ کی بہترین تدریسی تربیت کی جانے اور انہیں کام کرنے کے لیے بہترین ماحول فراہم کیا جائے۔

○ ”ٹیچر ایجوکیشن“ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انھیں یہ بتایا جائے کہ انھوں نے کس طرح پڑھانا ہے بلکہ اس تربیت کے ذریعے اساتذہ میں موجود قدرتی صلاحیتوں کو جلا بخشتا، اسے متحرک رکھنا اور استاد کو وقت، توانائی اور سرمائے کے سب سے استعمال کے ذریعے سے تدریسی نتائج حاصل کرنے کا ہنر دینا ہے۔ ٹیچر ایجوکیشن کے ذریعے اساتذہ کو یہ ہنر دینا مقصود ہوتا ہے کہ وہ اپنے مسائل کو کس طرح کم سے کم کر سکتا ہے۔ اس ایجوکیشن کے ذریعے اساتذہ کے تدریسی پیشہ ورانہ رجحانات کو بڑھانا ہوتا ہے۔

○ ٹیچر ایجوکیشن ایک ایسی ایجوکیشن ہے اور اپنی نائج، ہنر اور صلاحیت ہے جو استاد کی بطور استاد زندگی کے قریب ترین ہے۔ اس ایجوکیشن کے ذریعے اساتذہ کی شخصیت کی از سر نو تشکیل کر کے اسے استاد کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے۔

○ گویا ٹیچر ایجوکیشن سے مراد ایک ایسا ہنر ہے جو زیر تربیت اساتذہ کی تدریسی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔

1.2- ٹیچر ایجوکیشن کی اہمیت (Significance of Teacher Education)

انسانی تہذیب کے ابتدائی دور میں زندگی بالکل سادہ تھی اور ”زندگی کے لیے تیاری“ کی تعریف میں آ کر تعلیم بھی بڑی آسان اور مختصر تھی۔ ماحول کے عناصر اس کا نصاب مرتب کرتے، زندگی کی متحرک

تعییناتی ہو وہاں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے۔

☆ اپنے آپ کو پہچاننا اور اسے تسلیم کرنا۔

استاد میں صلاحیت پیدا کرنا کہ وہ بچوں کے ساتھ چھ بن جائے اور بڑوں کے ساتھ بڑا اور سکول میں ذمہ دار شخص کے طور پر کام کرے۔

اپنے مضمون میں اعلیٰ درجے کی دسترس اور مہارت حاصل کرنا اور سکول کی جانب سے ان کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانا۔

تدریسی مہارت پیدا کرنا۔

کام کرنے اور مشاہدہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

دستیاب وسائل کو زیادہ بہتر اور جامع طریقے سے استعمال کرنا جس میں انسانی اور میٹرل دونوں وسائل شامل ہیں۔

بچوں اور والدین کے مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت حاصل کرنا اور ان کے حل میں مدد دینا اور بچوں اور والدین کے رد عمل کو خوش اسلوبی سے قبول کر کے نئے نئے طریقوں سے ان کی رہنمائی کرنا۔

8- بچوں کے داخلوں، کلاس کی حاضریوں اور آئندہ کلاسوں میں سالانہ ترقی کے مسائل کو حل کرنا۔

9- سکول کے دستیاب وسائل میں اضافہ کرنے کے اقدامات کرنا۔

10- بچوں کی کامیابیوں کے ذریعے والدین کو مندرجہ ذیل حوالوں سے مطمئن رکھنا۔

☆ بچے میں جسمانی دیکھ بھال کا شعور پیدا کرنا۔

☆ بچوں کے گھر میں برتاؤ میں خوش گوار تبدیلی لاکر۔

☆ سکول، گلی محلے اور دیگر جماعتوں کے ساتھ اچھے سکوک کے ذریعے سے۔

☆ کلاس میں بچے کی کارکردگی میں بہتری لاکر۔

1.4۔ نیچر ایجوکیشن کے مقاصد (Objectives of Teacher Education)

معاشرے کا یہ فرض قرار پاتا ہے کہ وہ جن افراد کے ہاتھوں میں اپنے لوہوں کی تقدیر سونپ رہا ہے ان کی معقول علمی اور فنی تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی کرے لہذا مختلف افراد کے نزدیک تعلیم اساتذہ کے جو اہم مقاصد متعین کیے گئے ہیں۔ ان کا تذکرہ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

1- تعلیم اساتذہ کا سب سے بڑا مقصد انہیں (ذہنی تربیت اساتذہ) تعلیم کے مقاصد سے روشناس کرانا ہے تاکہ اساتذہ اپنے تعلیم و تدریس کے کام کو بہتر طریق سے انجام دیں اور وہ مقاصد پورے ہوں جن کی خاطر کوئی نظام تعلیم قائم کیا گیا ہے۔

2- اساتذہ کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان مقاصد کو سکول کا نصاب پورا کر رہا ہے یا نہیں اور اگر کر

رہا ہے تو کہاں تک تاکہ نصاب کو پڑھانے والے اسے زیادہ موثر بنانے کے لیے مناسب طریقے سے ڈھال سکیں۔

3- اساتذہ کو بچے کی ترقی اور نشوونما اور ان مدارج سے متعلق بنیادی اصولوں کو جاننا نہایت ضروری ہے جن کو طے کرتے ہوئے بچہ علم حاصل کر رہا ہے اور یہ سب اصول تعلیم و تربیت اساتذہ کے پروگرام کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

4- بچے کی عام ذہنی استعداد کا مشاہدہ کرتے ہوئے اساتذہ کا یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ ان کی قابلیت کے مطابق نفس مضمون کیسے تیار کیا جائے اور اسے جماعت میں کسی طرح پیش کیا جائے کہ اس سے طلبہ میں دلچسپی، مقصدیت اور سوچ بچار کا مادہ پیدا ہو۔

5- اساتذہ کو لازماً نصاب کے پانچ مرکزی مضامین پر مکمل عبور حاصل ہو یعنی زبان دانی، عمرانی علوم، ریاضی، جنرل سائنس، علم الادب اور علم الصحت اور ان مضامین طریقہ ہائے تدریس میں اسے مکمل مہارت ہو تاکہ دوران تدریس بچوں کا تعاون حاصل کیا جاسکے۔

6- اساتذہ سکول کی ترقی میں اس قدر دلچسپی لے سکیں وہ علاقائی سہولتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے طلبہ میں تفریحی مشاغل کا شعور اور ذمہ داری کا احساس پیدا کر سکیں۔

○ معماران قوم کی تربیت کے جو مقاصد ڈاکٹر آرم سٹرمانگ نے گنوائے ہیں، حسب ذیل ہیں:

ذہنی تربیت اساتذہ کو معاشرے میں سکول کے کردار اور اس کے صحیح مقام سے روشناس کر لیا جائے۔

ان میں بچوں کی ضروریات کا احساس پیدا کیا جائے۔ ان میں بچوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، انہیں اپنے مضمون کی اہمیت کا احساس ہو، امتحانات اور جائزے کے وسیع تر تصورات ان کے ذہن نشین ہوں۔ وہ مجرد تصورات کو واضح کر سکیں اور ان میں معاملہ فہمی اور بصیرت کے اوصاف پیدا ہوں۔

○ تعلیمی کمیشن 1959ء نے تربیت اساتذہ کے پروگرام سے حسب ذیل اہداف و مقاصد کے حصول کی توقع کی ہے:

1- ہر ایک مرحلے پر ذہین خواتین و حضرات کا انتخاب کر کے انہیں اس قسم کی تربیت دی جائے کہ حیثیت مدرس، معاشرے میں ان کا وقار بلند ہو۔

2- اساتذہ میں اتنا شعور ہو کہ وہ قومی ترقی میں مدد و معاون ثابت ہوں اور افراد کو مہارتوں کی تربیت دینے کے ساتھ ساتھ وہ ان کی ذہنی قوتوں اور قابلیتوں کو بھی اجاگر کر سکیں۔

3- اساتذہ میں پیشہ ورانہ احساس، قوم کی خدمت کرنے کی قابلیت اور تعمیری کاموں میں مدد کرنے کے لیے آمادگی پیدا ہو اور غیر ملکی آلات تدریس و درآمد کرنے کی بجائے مقامی حالات کے مطابق اور مقامی وسائل کو بروئے کار لا کر ماحول اور گرد و پیش کی اشیاء کو تدریسی معاونات کے طور پر استعمال کر سکیں۔

4- اساتذہ میں مضابطہ اخلاق کی پابندی کرنے کی اہلیت پیدا ہو۔

رہا ہے۔ ربط و تعاون کے باہمی تعلقات ڈھیلے پڑتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے سوسائٹی مختلف قسم کی بد عنوانیوں کا شکار ہو رہی ہے۔

ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک جامع اور قابل عمل تعلیمی منصوبہ بندی ضروری ہے جس کے مطابق اساتذہ کی تربیت نئے طریقوں پر کی جائے جس کی بدولت وہ طلبہ کو اپنے ماحول کے ساتھ معاشرتی مطابقت اختیار کرنے کے قابل بناسکیں۔

○ اختصاص کی ضرورت

ترقی کے باعث پیشہ ورانہ زندگی میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ سینکڑوں نئے کاموں اور پیشوں کا اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے تمام طلبہ کو ایک ہی قسم کی تعلیم دینا ناممکن اور غیر مفید ہو گیا ہے۔ مختلف پیشوں کے لیے مختلف قسم کی تعلیم دینا اور ہر کام کے لیے طلبہ میں خاص استعداد پیدا کرنا آج کے معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔

اس تقسیم کار (Division of Labour) اور اختصاص (Specialization) کے پیش نظر ہماری یونیورسٹیوں میں بھی ہر مضمون کے ماہرین خصوصی (Specialists) اپنے خاص مضامین کی تعلیم دے رہے ہیں۔ یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم بھی طلبہ کو خاص مضامین میں دی جا رہی ہے۔ صنعتی اداروں، فیکٹریوں اور دیگر کاروباری کمپنیوں میں خاص قسم کی تعلیم اور استعداد کی بنا پر ملازمتیں دی جا رہی ہیں۔ ہماری پیشہ ورانہ زندگی میں خاص قسم کی تعلیم کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔

لہذا اس طرز کی خاص قسم کی تعلیم کے لیے خاص قسم کے لوگوں اور ان کے لیے خاص قسم کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ کم وسائل سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ اساتذہ کے تربیتی اداروں میں خاص طرز کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

آبادی میں اضافے کی بدولت جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں مختلف تبدیلیاں آرہی ہیں اور نئے مسائل رونما ہو رہے ہیں۔ وہاں تعلیمی میدانوں میں بھی مختلف مسائل سامنے آرہے ہیں۔ سکولوں میں داخلے کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور زیادہ تعداد میں تربیت یافتہ اساتذہ کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ اس صورت حال سے عہدہ برآہوں نے خاطر نئے طریقہ ہائے تدریس اور نئی امدادی تکنیکوں کو تعلیمی فعاہیوں میں زیر عمل لانے کے لیے اساتذہ کی فنی تربیت ناگزیر ہو گئی ہے۔

○ بین الاقوامی تعلقات کی اہمیت

دور حاضر میں ذرائع آمدورفت اور وسائل نشر و اشاعت کی بدولت دنیا سٹ کر ایک محدود معاشرے کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا کا کوئی ملک دیگر ممالک سے الگ تھلگ رہ کر شاہراہ ترقی پر گامزن

- 5- اساتذہ کو فن تدریس میں مکمل مہارت حاصل ہو اور انھیں نفس مضمون پر بھی عبور حاصل ہو۔
- 6- اساتذہ میں اتنی قابلیت ہو کہ وہ بچوں کی مشکلات کو سمجھ کر ان کی مناسب رہنمائی کر سکیں۔

1.5- ٹیچر ایجوکیشن کی ضرورت (Need of Teacher Education)

سائنسی اور صنعتی ترقی نے ہمارے حال کو ماضی سے بے حد مختلف کر دیا ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں جہاں آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔ وہاں ہمارے سماجی، معاشی اور تعلیمی نظام میں کچھ مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ نظام تعلیم کو بہتر بنایا جائے اور اساتذہ کی تربیت نئے خطوط پر کی جائے تاکہ وہ عصر حاضر کے متنوع تقاضوں کو اچھی طرح سمجھنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کو حال اور مستقبل کی زندگی سے مطابقت اختیار کرنے کے اہل بناسکیں۔ آج کے یہ مسائل ہمارے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان پر قابو پا کر ہی ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ان کا تذکرہ یہاں موزوں معلوم ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ان نئے مسائل کا تعلیم پر کیا اثر پڑ رہا ہے اور اس سے تربیت اساتذہ کو کن نئے خطوط پر ڈھالنے کی ضرورت پڑے گی۔

○ صنعتی ترقی

سائنسی علوم کی وجہ سے صنعتی میدان میں کافی فروغ ہوا ہے۔ صنعتی ترقی نے ہماری زندگی کے ان پانچ شعبوں رراعت، آمدورفت، نشر و اشاعت، پیشہ ورانہ رجحانات اور اختصاص (Specialization) کو بلاواسطہ اور بلاواسطہ طور پر متاثر کیا ہے۔

افراد کی جگہ مشینیں لے رہی ہیں۔ مختلف اداروں اور ہوائی کمپنیوں میں اعداد و شمار کی مشینیں (Computers) استعمال کی جا رہی ہیں۔ روزمرہ زندگی، آمدورفت اور نشر و اشاعت میں خود کار قسم کی مشینوں کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ اس صنعتی ترقی کے باعث طلبہ کی تعلیم و تربیت ان خطوط پر ہونی چاہیے جس سے وہ اس پیچیدہ صنعتی دور میں کامیاب زندگی گزار سکیں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ اساتذہ کو اعلیٰ فنی تربیت دی جائے اور نئے طریقہ تدریس سے ان کو روشناس کرایا جائے۔

○ دیہاتی آبادی کا شہروں کی طرف منتقلی کا رجحان

بڑھتی ہوئی آبادی اور صنعتی ترقی کی وجہ سے لوگ دیہات سے شہروں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ انتقال سکونت کا یہ رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی اس رجحان کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہو گئے ہیں مثلاً دیہات کے لوگ جب شہروں میں پہنچتے ہیں، تو شہری زندگی کے ساتھ مطابقت اختیار کرنے میں کئی دقتیں محسوس کرتے ہیں۔ خاندانوں کی تقسیم بڑھتی جا رہی ہے۔ یکجہت میں کمی اور یکجہت میں اضافہ ہو

نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ کسی ملک کا داخلی مسئلہ بھی اب اس ملک تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے ایک عالمی مسئلے کی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس قسم کے مسائل کو حل کرنے اور دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے بین الاقوامی تعلقات کا استوار کرنا ضروری ہے۔ تنظیم، اقوام متحدہ (یو۔ این۔ او) نیٹو، سیٹو اور دولت مشترکہ وغیرہ کا قیام اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ پاکستان نے بہترین بین الاقوامی تعلقات پیدا کرنے کی خاطر امریکہ، چین اور دیگر ممالک کے ساتھ مختلف معاہدے کر رکھے ہیں اور پاکستان مختلف بین الاقوامی تنظیموں کا ممبر ہے۔ انجمن علاقائی تعاون (آر۔ سی۔ ڈی) کا قیام بھی اسی منزل کی طرف ایک قدم ہے۔

ان حالات کے پیش نظر ہر شہری کو بین الاقوامی تعلقات اور مسائل کا سمجھنا ضروری ہے۔ وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ طلبہ کائنات میں مسائل اور تعلقات کا مطالعہ وسیع ہوتے رہنا چاہیے۔ اس ضمن میں اساتذہ کی تربیت اس طرح کی جانا ضروری ہے کہ وہ طلبہ کو بین الاقوامی تعلقات اور عالمی مسائل کو سمجھنے کے قابل بنا سکیں۔

○ مستقبل بینی

کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں کہ صنعتی انقلاب اور ترقی کی بدولت ہمارا مستقبل حال سے مختلف ہو گا۔ آج مستقبل بین علم کی ایک باقاعدہ شاخ بن چکی ہے۔ ہمارے موجودہ وسائل مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یقیناً کافی ہوں گے۔ داخلے میں اضافہ، نئے نصاب کی ضرورت اور سائنسی علم کا فروغ مستقبل میں ہمارے تعلیمی مسائل ہوں گے۔ دس یا پندرہ سال کے بعد موجودہ طریقہ ہائے تدریس کے ذریعے سے ان مسائل کا حل ناممکن ہو گا۔ اس لیے طلبہ کو مستقبل کی زندگی کے لیے تیار کرنے کی خاطر تعلیمی منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے جس میں دیگر تعلیمی منصوبوں کے علاوہ تربیت اساتذہ کا بھی خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیے۔

○ بالائے دینیت اور مادہ پرستی

ماضی کی نسبت حال میں عملی علوم کو نظری علوم کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ مادیت کا رجحان بڑھ رہا ہے، بڑے بڑے ممالک مثلاً امریکہ، چین اور روس میں مذہب ایک ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جب کہ وطنیت ہر آدمی کا ذاتی معاملہ بن کر رہ گیا ہے۔

اس عالمی رجحان سے ہماری اسلامی جمہوریہ بھی بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور اگر یہاں بھی مادہ پرستی کی موجودہ رفتار حال رہی تو بعید نہیں کہ مستقبل قریب میں مذہب سے ہیزاری کا رجحان ہمہ گیر صورت اختیار کر جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو وہ مذہبی اقدار سکھائی جائیں جو اسلامی نظام حیات کی اساس ہیں تاکہ وہ مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر کامیاب زندگی گزار سکیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب تربیت اساتذہ کے

پروگرام کا دین سے ربط پیدا کیا جائے اور اس میں نظری کام کے ساتھ ساتھ عملیت پر بھی خاطر خواہ زور دیا جائے۔

○ وسائل کی کمی

عصر حاضر میں وسائل کی کمی بھی ایک شدید مسئلے کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک اس سے دوچار ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی نے اس مسئلے کو اور بھی زیادہ پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی عمارات کی قلت، جدید تدریسی تکنیکوں کی ناپائی، فرنیچر کی عدم فراہمی اور مالی مشکلات اس مسئلے کی مختلف صورتیں ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ موجودہ وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے تعلیمی معیار کو بلند کیا جائے۔ ان مشکلات پر قابو پانے اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لیے اساتذہ کی تربیت پر خاص توجہ کی جانا ضروری ہے۔ ہمارے تربیتی اداروں میں فلسفہ تعلیم، تعلیمی نفسیات اور طریقہ تدریس کو لازمی قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ تربیت ہی اساتذہ کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ تعلیمی فوائد حاصل کر سکیں۔ وسائل کی کمی کی جیسے عظیم اور اہم مسئلے سے بطریق احسن عہدہ بر آہونے کی خاطر نئے طریقہ ہائے تدریس اور نئی امدادی تکنیکوں کو تعلیمی فعالیتوں میں زیر عمل لانا ناگزیر ہو گیا ہے اور اس کے لیے اساتذہ کی مخصوص قسم کی فنی تربیت بھی وقت کی اہم ترین ہیکار ہے۔ اسی بنا پر تدریس کے دوران میں پیشہ ورانہ بالیدگی کے کورسوں (In-Service Refresher Courses) کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

○ جمہوری نظریات کا فروغ

موجودہ زمانے میں عوام کے اندر جمہوری شعور بڑھ رہا ہے۔ ماضی میں تعلیم حاصل کرنے کے حقوق زیادہ تر امراء کے لیے محفوظ تھے لیکن آج تعلیم کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں رہی۔ موجودہ معاشرے میں ہر شہری کے کچھ حقوق و فرائض ہیں جن کو جاننا اس کے لیے ضروری ہے۔ اس ضمن میں ہر شہری کو تعلیمی مواقع فراہم کرنا حکومت کا فرض ہے یہاں تک کہ ان جمہوری نظریات کے پیش نظر تعلیم محض مردوں ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ عورتوں کو بھی تعلیمی مواقع فراہم کرنا آج کے ہر جمہوری معاشرے کی اہم ذمہ داری ہے کیوں کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں خواتین کی شمولیت ایک ناگزیر ضرورت بن کر رہ گئی ہے۔

پاکستان میں بھی یہ نظریات فروغ پا رہے ہیں۔ ہر فرد کو تعلیم حاصل کرنے اور زندگی کے دیگر شعبہ جات میں حصہ لینے کی مکمل آزادی ہے اور عورتوں کو بھی اس سلسلے میں نظر انداز نہیں کیا جا رہا لیکن ان جمہوری نظریات کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ نظام تعلیم ان لوگوں کے ہاتھ ہو جو جمہوریت سے آشنا ہوں تاکہ تربیت اساتذہ کے پروگرام میں ایک فنی جمہوری روح پھونکی جائے۔

○ علم کا غیر معمولی اضافہ

آج انسان کی علمی میراث علوم و فنون کے مختلف شعبہ جات میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے اور مختلف

مضامین پر کافی کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ یہ افشار علم محض تصانیف کتب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سائنسی میدان میں بھی کافی ایجادات ہو رہی ہیں۔

ہمارے ملک میں تکنیکی اداروں میں کافی اضافہ ہو رہا ہے۔ سائنس کی تعلیم پر حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ یونیورسٹیوں میں تحقیقات کے شعبوں کا انعقاد عمل میں لایا گیا ہے اور لائبریریوں کو نئی کتب سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

علم کی اس موجودہ شرح فروغ کی بنا پر ضروری ہے کہ طلبہ کو محض مقامی علم ہی دینے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ بین الاقوامی علم بھی ان کو فراہم کیا جائے۔ اس علمی ارتقاء سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نظام تعلیم ان لوگوں کے سپرد ہو جو علم کو دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور پھر اس مقصد کے لیے ان کی صحیح تربیت بھی کی گئی ہو۔

○ زندگی کے مسائل میں باہمی ربط کا مسئلہ

زندگی لحظہ بہ لحظہ پیچیدہ ہوتی جا رہی ہے اور ایک پیچیدہ طرز کے معاشرے میں کام کرنے کے لیے ایک موثر تنظیم کا ہونا ضروری ہے۔ سکول معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں بھی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ درست ہے کہ تعلیمی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مرکزی کردار کو مدرسہ ہی انجام دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ فرائض معاشرے کو بھی انجام دینے ہوتے ہیں اور بعض ذمہ داریاں والدین کے بھی سپرد ہوتی ہیں اور اس لیے یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ معاشرہ، والدین، اساتذہ اور طلبہ کے حقوق و فرائض کا تعین کیا جائے اور ان میں آزادانہ اظہار فکر و عمل کے عنصر کو تعمیری بنیادوں پر استوار کیا جائے تاکہ معاشرے کے یہ ارکان اپنی مسلسل اور مربوط مساعی کی بدولت ملک کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ایک ممتاز مقام دلوا سکیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ باہمی ربط کون پیدا کرے؟ ہمیں یہ خیال بھی رکھنا ہو گا کہ معاشرے کے ہر رکن کی یہ آزادی اپنی تعمیری حدود سے تجاوز نہ کرے۔ یہاں پھر ہماری نظر ایک تربیت یافتہ معلم پر ہی پڑتی ہے کیوں کہ وہی مختلف اقدامات اور نئی تکنیکوں کے ذریعے سے اس باہمی ربط کو تقویت پہنچانے کے ساتھ ساتھ تعلیمی پروگرام کو موثر طریقے سے صحیح خطوط پر چلانے کی صلاحیت کا حامل ہو تا ہے۔

○ ناقص طریقہ تعلیم، طلبہ کا سکولوں سے فرار اور غلط طریقہ امتحان

اگرچہ بعض ممالک تعلیمی میدان میں نمایاں ترقی کر رہے ہیں تاہم اکثریت ان ممالک کی ہے جہاں مذکورہ بالا مسائل تعلیمی حکام کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت سے سامنے آ رہے ہیں۔ ناقص طریقہ ہائے تدریس کی بنا پر طلبہ سکولوں سے فرار کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ تعلیم کے وسیع تر مفہوم کے مطابق جملہ تعلیمی

فعاہیوں کو پرکھنا مشکل ہو رہا ہے اور اعلیٰ اور اونی قابلیت کے طلبہ میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ان مسائل پر قابو پانے کے لیے اساتذہ کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے اور اس پروگرام میں طریقہ امتحان ان کے لیے نئی تکنیکوں کو شامل کرنا بھی ضروری ہے اور ناقص تعلیم کا بھی واحد علاج اساتذہ کی تربیت اور ان کا ملازمت ریفریشر کورسوں کا بندوبست ہی ہے۔

○ اعلیٰ استعداد والے افراد کا پیشہ معلمی سے گریز

اکثر ممالک میں اعلیٰ استعداد کے لوگ محکمہ تعلیم میں آنے سے گریز کرتے ہیں اور اس محکمے میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو بہ امر مجبوری اس میں ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی پیشہ معلمی کو عام طور پر وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو حالات سے مجبور ہوں یا ان کی پسند کے دیگر پیشوں میں ان کو جگہ نہ مل سکے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ حکومت اس مسئلے کی طرف خاص توجہ دے۔ قابل افراد کو تربیتی پروگرام میں داخلہ دے۔ اساتذہ کی تنخواہوں پر نظر ثانی کرے اور انھیں ریاضی سمیت سبھی فراہم کرے تاکہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے حامل لوگ اس پیشے کی طرف راغب ہوں۔

○ نصاب کا مسئلہ

دور حاضر کے مذکورہ تقاضوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مختلف مضامین نصاب میں جگہ پا رہے ہیں۔ نصاب اور معلم کا پرانی طرز کا تعلق متروک ہو رہا ہے۔ آج نصاب، معلم کے لیے نہ کہ معلم نصاب کے لیے۔

ہمارا نصاب بھی زیادہ تر کتابی علم تک محدود ہے۔ طلبہ کے لیے فنی مہارت حاصل کرنے کے مواقع کم فراہم کرتا ہے۔ تقریباً تمام طلبہ کے لیے ملک بھر میں ایک ہی طرح کا نصاب رائج ہے۔ یہ نصاب مختلف قابلیت اور دلچسپیاں رکھنے والے طلبہ کے لیے مختلف تجربات فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ ان نقائص کو دور کرنے کے لیے ترقی یافتہ ممالک میں نئے رجحانات کے مطابق نصاب کو نئی طرز پر طلبہ کی عمر، قابلیت، صلاحیت اور دلچسپی کے مطابق بنانے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں جس میں مقامی حالات اور قومی نظریات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

ان تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کی تربیت ان نئے خطوط پر کی جائے کہ وہ طریقہ ہائے تدریس اور سمعی و بصری امدادوں سے واقفیت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی جہلیوں اور رجحانات کو سمجھنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں۔

1.6۔ نیچر ایجوکیشن کی وسعت (Scope of Teacher Education)

مقاصد کے تعین کے بعد ان کے حصول کے لیے ذرائع و وسائل کا سوال ذہن میں ابھر تا ہے۔ تربیت

ماخذہ کے پروگرام میں مضامین کے کون سے میدان منتخب کیے جائیں اور فعالیتوں کے کون سے پروگرام
”ب کے جائیں جن سے ان مقاصد کی تکمیل بطریق احسن ہو سکے۔ لوئی برونو (L. Bruno) کہتے ہیں:

”مقصد یہ ہے کہ زیر تربیت اساتذہ کو عمومی علوم و فنون، مضامین مدرسے کی خصوصی مہارت اور فن
تدریس کی تعلیم بہم پہنچائی جائے۔“ قومی تعلیمی کمیشن 1959ء نے بھی تربیت اساتذہ کے پروگرام کو انہی
تین اہم عناصر میں تقسیم کیا ہے۔ ہم تربیت اساتذہ کے مشمولات یعنی وسعت پر بحث کرتے ہوئے انہی تین
عناصر کے تحت مفکرین کی آراء کا مطالعہ کریں گے اور اس روشنی میں اپنے ہاں کے نظام تربیت اساتذہ کی
سعت کا جائزہ لیں گے۔

○ عمومی تعلیم

سٹائلز (Stiles) کے ہاں:

”عمومی تعلیم ایک ایسی اصطلاح ہے جو تعلیم کے اس حصے کو ظاہر کرتی ہے جو ذہنی بیداری، شہری ذمہ
داریوں اور شخصی مطابقت، غرض یہ ہے کہ بھرپور زندگی گزارنے کی صلاحیتیں پیدا کرتی ہے۔“ ان کے خیال
میں: ”معلم کو صرف ماہر خصوصی نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک ایسی شخصیت ہونا چاہیے جس کی تعلیم معاصر علوم
اور مختلف ثقافتی پسلوں کی تمام وسعتوں پر حاوی ہو۔“ امریکہ کی قومی تعلیمی انجمن نے عمومی تعلیم کے حسب
ذیل مقاصد گنوائے ہیں:

- 1- علم سے متعلق تمام شعبوں کے متعلق ان تصورات اور اصولوں کی سمجھ اور ان کا استعمال جو انسان کی
معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں۔
- 2- فکر کی وہ خاص عادات اور مہارتیں رائج کرنا جو بہتر تدریس کے لیے ضروری ہیں مثلاً واضح اور منطقی
انداز فکر، متعلقہ معلومات کی فراہمی اور ان سے درست نتائج کے استنباط کی تربیت۔
- 3- اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعلقات کی صحیح اور مہارتیں بہم پہنچانا۔
- 4- افراد کو اپنے نظام اقدار کے تنقیدی جائزے کے قابل بنانا۔
- 5- اپنے خصوصی مہارت کے مضمون کے مدرسے کے دوسرے مضامین سے ربط کا فہم پیدا کرنا۔

باروین (Borrowman) کہتے ہیں کہ:

عمومی تعلیم کا تعلق انسانی ذہن کے ساتھ ساتھ جسم اور جذبات سے بھی ہونا چاہیے۔

سٹائلز (Stiles) کے خیال میں:

”عمومی تعلیم کو کچھ اقدار کی ترقی کے لیے اسباب فراہم کرنے چاہئیں۔ مثلاً دیانت داری، حسن
نیت، خود ضبطی، صداقت سے محبت، احترام انسانیت، معاشرتی بہبود اور جذبہ استحسان۔“

ہمارے ہاں بالعموم عمومی تعلیم کی خاطر اسلامیات، اردو، عمرانی علوم، تعلیمی دستکاری روزمرہ سائنس

اور کمیس سیں نظر یہ پاکستان کے مضامین بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ملی۔ اے تک کی تعلیم کو عمومی
مضامین کی تسلی بخش بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

○ خصوصی مہارت کے مضامین

ہر مضمون میں مہارت کی کوشش کی ایک مضمون میں بھی کامل دستگاہ کی ضامن نہیں اور ایسا کرنے
سے معلم زیادہ اثر آفرینی کی کوشش میں اپنا پسلا تاثر بھی کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ سٹائلز کے خیال میں:

”ہر فن مؤلا استاد و ثانوی مدارس میں نسبتاً کم موثر ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی خامیاں طلبہ والدین
یا معاشرے کے علم میں نہ بھی آئیں۔“ اس کا حل یہ ہے کہ دوران تربیت ایک دو مضامین ایسے بھی ہوں جن
میں متعلم عمیق مطالعہ کرے اور ان میں کامل دستگاہ حاصل کرے، اسے ”اختصاص“ کہتے ہیں۔ اس کی
ضرورت اس لیے بھی ہے کہ پرائمری درجے کے برعکس ثانوی درجے تک نصاب زیادہ متنوع ہو جاتا ہے اور
اساتذہ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک آدھ مضمون پڑھانے میں مہارت تامہ بھی رکھتے ہوں:

”اختصاص عمیق عملیت، تربیت عادات اور ذہنی کاوشوں کو مرکوز کرنے پر آمادہ کرتا ہے نیز علم کی
تکریم سکھاتا ہے اور ایک ایسی مسلسل تحقیق کی عظمت دلوں پر راجح کرتا ہے جس کے ذریعے سے صداقت کی
تصدیق عملی کی جاسکے۔“

ہمارے ہاں تربیت اساتذہ کے ثانوی سطح کے اداروں میں اختصاص کے سلسلے میں نگاہ میں اس وسعت
اور گہرائی کے حصول کی تربیت بہم نہیں پہنچائی جاتی جو اس کے شایان شان ہے تاہم اختصاص میں انتخاب کے
کافی مواقع ہیں۔ سکول کے تمام مضامین میں تدریسی مہارتیں بہم پہنچانے کی سہولتیں موجود ہیں اور ہر زیر
تربیت معلم کو دو یا تین مضامین میں اختصاص لازم ہے تاکہ آئندہ تدریسی زندگی میں وہ اس مضمون کو اپنے
خصوصی مضمون کے طور پر اپنا سکے۔

اس ضمن میں تدریس انگریزی پیشہ کالجوں میں لازمی مضمون کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے تاہم کئی
زیر تعلیم اداروں میں اسے بھی اختیاری مضمون کا درجہ حاصل ہے۔ اختصاص کے باقی مضامین بالعموم مندرجہ ذیل
ہیں۔

تدریس اسلامیات، تدریس مطالعہ پاکستان، تدریس اردو، تدریس ریاضی، تدریس عربی، تدریس
فارسی، تدریس جغرافیہ، معاشرتی علوم، تدریس سائنس، تدریس علم الابدان و علم الصحة، تدریس گھر
معاشرت، تدریس جنرل سائنس، تدریس طبیعیات و کیمیا اور دیگر۔

○ فنی مضامین

”فنی مہارت متفرق عمرانی علوم میں، اوقات اور انسانی طرز عمل میں ایسے متوازن امتزاج سے عبارت

ہے جس کا خصوصی اور عملی اطلاق تعلیمی اداروں کے نظام پر ہو۔“

”بھلا اس کا مقصد تدریس میں مہارت بہم پہنچانا دوسروں کے رجحانات اور ان کی شخصیتوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت کی نشوونما اور تعلیم کے بنیادی شعبوں میں امدان نظر کے لیے زمین ہموار کرنا ہے۔“

پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں سے ملحقہ تربیتی اداروں میں بالعموم فلسفہ تعلیم، تعلیمی نفسیات، نظم و نسق مدرسہ، تاریخ تعلیم اور طریقہ ہائے تدریس نیز نفسیاتی اور فنی رہنمائی کے مضامین اس شعبے میں پڑھائے جاتے ہیں جو عملی تدریس کے لیے نظریاتی بنیادوں کا کام دیتے ہیں۔

فنی تعلیم کے اس نظری پہلو کے علاوہ اس کا عملی پہلو بھی ہے جو چند در چند وجوہ کی بنا پر اس سے بھی زیادہ قابل توجہ ہے۔ یہ پہلو اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اسے جداگانہ طور پر موضوع بحث بنانا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

○ تدریس کی عملی تربیت

ماہرین تعلیمات کے نزدیک عمدہ تربیت ان تمام طریقہ ہائے تدریس کا عملی اطلاق ہے جو زیر تربیت معلم نے دوران تربیت سیکھے بعض حکماء نے اس کے پھر دو شعبے مقرر کیے ہیں:

- 1- فنی دارالعمل کا مطالعہ
- 2- عملی تدریس

اول الذکر کا مقصد معلم کو عملی کام کے مشاہدے اور اس میں شمولیت کی سہولتیں بہم پہنچانا ہے کے نشوونما کے مراحل پر قریبی نظر اور ان کے مطابق تدریسی مواد اور سامان کے استعمال کا مشاہدہ اور سکول کی بہتر چیزوں کو قبول کرنے کا رجحان پیدا کرنا ہے جب کہ موخر الذکر کو شعبہ ان سب آموختہ نظریات کے عملی انطباق کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔

پاکستان میں تربیت اساتذہ کے اداروں میں فنی اداروں میں فنی دارالعمل کے مطالعے کے سلسلے میں (40-50 سے 70-80 تک اسباق دیکھنا اور عملی تدریس میں چار یا پانچ ہفتوں کا پروگرام ثانوی سطح کی تدریس کی سند سے حصول کی خاطر لازم ہے۔ اس غرض سے اکثر تربیتی اداروں کے ساتھ ہمہ وقتی تجرباتی یا مشقی مدارس کا الحاق کیا گیا ہے۔

عملی اور نظری تعلیم

باروین (Borrowman) کہتے ہیں:

”فنی کورسوں کو پیش کرتے ہوئے ہمیں تین امور پر خصوصی توجہ درکار ہے۔ پہلے ان نظری مسائل اور تجربات کا انتخاب اور ان کی تربیت جو براہ راست تعلیم پر اثر انداز

ہوتے ہیں اور وہ ہیں تعلیم کی فلسفیانہ، معاشرتی اور نفسیاتی بنیادیں۔ دوسری اہم چیز مدرس میں ان تکنیکی صلاحیتوں کی تخلیق ہے جن کی بدولت و فن تدریس سے بطریق احسن عمدہ تدریس آجوسکے۔ تیسری ضروری چیز جو سابقہ ہر پرو صلاحیتوں کے ساتھ وابستہ ہے، براہ راست تدریس سرگرمی سے مہارت ہے۔“

تدریس کی فنی تیاری کے لیے نظری بنیادیں استوار کرنے کے بعد ان کے عملی انطباق کا موقع مہیا کرنا ہر بہتر نظام تربیت اساتذہ کا جزو لا ینفک ہے۔

سٹریٹ مائر (Stratmeyer) نے انتقال تجربات کے نظریے کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ:

”کسی تجربے کے معنی خیز ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ طالب علم کو اس خصوصی ماحول اور موقع کا کافی تجربہ ہو، تاکہ جب آئندہ ایسے حالات پیش آئیں تو سابقہ تجربہ جلد ہی اس کے ذہن میں آجائے۔ ثانیاً یہ کہ وہ کافی بالغ النظر ہو کہ وہ نئے ماحول سے عمدہ تدریس کو اپنی ذہنی تسکین کا سامان بہم پہنچا سکے۔ اول الذکر سے تعلیم کے میدان میں براہ راست تجربات کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔“

انگلستان میں تو فنی تدریس پر اس قدر زور ہوتا ہے کہ تربیت اساتذہ کے اداروں میں فنی مضامین کے ساتھ درسی مضامین کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ فنی مضامین پر جتنا زیادہ وقت صرف ہو گا اسی نسبت سے عملی کام کے لیے بھی زیادہ وقت نکالا جاسکے گا اور عملی اور فطری کام کو بہتر و زیادہ مربوط کیا جاسکے گا۔

تدریس کی عملی تربیت کے لیے انگلستان کی کیل (Keel) یونیورسٹی کا نظام بہترین سمجھا جاتا ہے۔ جہاں یہ تین ماہ کا وقفہ تین سال کے عرصہ تربیت میں ایک ایک ماہ فی سال کے حساب سے پھیلا دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں مروج چار سالہ تربیتی کورس پر بحث کرتے ہوئے کونیٹ (Conant) کا کہنا ہے کہ

”عملی تربیت کی میعاد کسی صورت میں آٹھ ہفتوں سے کم نہیں ہونی چاہیے۔“

مغربی جرمنی کے نظام تربیت اساتذہ کی تقلید کی کوشش پیشتر ممالک نے کی ہے۔ وہاں کے نظام کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک عملی تربیت کے عرصے کی طوالت بھی ہے۔ وہاں تقریباً اٹھیس سال کی علمی اور فنی تربیت کے بعد زیر تربیت معلم کو پورے دو سال تک مشروط طور پر کالج کے اساتذہ کی زیر نگرانی تدریس کی عملی تربیت دی جاسکتی ہے۔ اس کھلائی سے نکلنے کے بعد ہی اسے ثانوی مدارس میں تدریس کی مستقل سند مل سکتی ہے۔

پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے زیر اہتمام تربیت اساتذہ کے کالجوں میں عملی تربیت کے خاص انتظامات موجود ہیں۔ ہر کالج کے ساتھ ایک ثانوی مدرسے کا الحاق کیا گیا ہے جہاں زیر تربیت اساتذہ کو کالج کی زیر نگرانی عملی تربیت کی سہولتیں بہم پہنچی جاتی ہیں۔ یہ تربیت بالعموم دو وقتوں میں منقسم ہوتی ہے۔ مختصر

وقفے کی تربیت ایک ہفتے کی اور طویل وقفے کی تربیت ایک ماہ کی۔ اس دوران میں طلبہ کو کمرہ جماعت میں جو اسباق دینا ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد مختلف یونیورسٹیوں میں مختلف ہے۔

○ نفس مضمون اور طریقہ ہائے تدریس کا تناسب

تربیت اساتذہ کے پروگرام میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس میں محض طریقہ ہائے تدریس ہی کی تربیت ہو یا نفس مضمون کو بھی وقت دیا جائے اور اگر دونوں کو اساتذہ کے تربیتی پروگرام کا حصہ بنانا ہے تو ان میں کیا تناسب زیادہ موزوں ہو گا۔ دراصل اس سوال کا جواب بہت حد تک اس امر پر منحصر ہے کہ فن معلمی کو اپنانے والے افراد کا نفس مضمون میں سابقہ علم کس درجہ تک ہے اور کچھ اس نظر پر بھی کہ معلم کو طریقہ ہائے تدریس کا علم بہتر معلم بنا سکتا ہے یا نفس مضمون کی مہارت۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اساتذہ کے تربیتی پروگرام میں اس بارے میں بے حد اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ ایک ہی ملک میں اس پروگرام کے طریق کار اور مفکرین تعلیم کے انداز فکر میں بھی اختلاف نمایاں طور پر موجود ہے۔ مثلاً ایک امریکی مفکر پروفیسر کوگن (Cogan) کے خیال میں :

”کالج کے نصاب میں پیشہ ورانہ کورسوں کا حصہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح وہ طالب علم جو ثانوی سکولوں میں تدریس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ اس میں خاص طور پر نفس مضمون اور باجموع تعلیم کی خامی ہوتی ہے۔“

ہمارے اپنے ملک میں بھی اس میں اختلاف رہا۔ تربیتی اداروں کے نصاب میں نفس مضمون کبھی شعبہ اختصاص کا تیس فی صد رہا کبھی پچیس فی صد اور کبھی چالیس۔ پھر ہر مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے اس میں نفس مضمون کا تناسب گھٹتا ہوتا رہا۔

گزشتہ چند سال سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ خاص طور پر پی ایچ کے فارغ التحصیل طلبہ جب کمرہ جماعت میں جاتے ہیں تو اکثر اوقات نفس مضمون کے علم میں ان کی کم مانگی فن تدریس کی بے وقاری کا باعث بنتی ہے۔ تربیتی اداروں کا فریضہ یہ تھا کہ پی ایچ تک ایک مضمون پڑھنے کے بعد طالب علم کو اپنے مضمون پر کافی مہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن کمرہ جماعت کی مطالعاتی تحقیق کے نتیجے کے طور پر فرضیے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے لگا۔ اب مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ اگر ایسے اساتذہ کا نفس مضمون میں علم ناقص ہے تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ تربیتی اداروں نے تعلیمی اداروں کو مورد الزام ٹھہرایا اور کہا کہ ہمارے ہاں جو طلبہ آتے ہیں ان کے پاس صرف ڈگری ہوتی ہے علم نہیں ہوتا۔ تعلیمی اداروں نے یہ الزام اپنے سر نہ لیا اور کہا کہ جب دوسرے پیشوں کے لیے ہمارے فارغ التحصیل طلبہ موزوں ہیں تو صرف فن تعلیم کے تربیتی ادارے ہی اس اعتراض میں کیسے حق بجانب ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں مزید تحقیقات ہونیں تو یہ چلا کہ زیر تربیت معلمین آئندہ زندگی میں تدریس کے لیے ان

مضامین کا انتخاب ہی نہیں کرتے جو انہوں نے تعلیم کے دوران پڑھے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد عبدالعزیز نے سنٹرل ٹریننگ کالج کے طلبہ کے متعلق اعداد و شمار فراہم کر کے جائزہ لیا تو اس امر کی تصدیق ہو گئی۔ ایسے فارغ التحصیل اساتذہ جب عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو بقول ڈاکٹر محمد عبدالعزیز :

”وہ ایسے سپاہی ثابت ہوتے ہیں جنہیں توپ چلانے کا ڈھنگ تو آتا ہے، مگر ان کے پاس توپ نہیں ہوتی۔“

ایک اور تحقیق محمد ظہور الحسن، خلیق احمد اور محمد عبدالرحمن اعوان نے پی ایچ کی ڈگری دینے والے تمام اداروں کے نصاب پر کی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بعض حالات میں کسی مضمون کے شعبہ اختصاص میں جو طلبہ خصوصی مہارت حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے دو تہائی طلبہ نے وہ مضمون صرف میٹرک تک پڑھا ہوتا ہے۔ مختلف مضامین میں اس کی ترتیب درج ذیل ہے :

بزل سائنس	36 فی صد	ریاضی	50 فی صد
تاریخ	52 فی صد	معاشرتی علوم	55 فی صد
اردو	67 فی صد	علم الابدان و	76 فی صد
علم طبیعیات و کیمیا	79 فی صد	علم الصحت	

اس قسم کی کئی اور تحقیقات کے نتائج بالکل ملنے جلتے سے ہیں۔ اس مسئلے کو خصوصی توجہ کا مرکز بنانا چاہیے اور پی ایچ کے نصاب پر نظر ثانی کی گئی۔ اس میں جہاں اور کئی اصلاحات عمل میں لائی گئیں وہاں اختصاص کے شعبہ میں ہر مضمون کے نفس مضمون کو بھی خاصی اہمیت دی گئی ہے اور پورے پورے کے نمبروں کے بجائے فی صد نمبر نفس مضمون کے لیے مختص کر دیئے گئے بلکہ پنجاب یونیورسٹی سے ملحقہ تربیتی اداروں میں نفس مضمون کو 100 نمبر دیے گئے۔ نہ صرف پی ایچ کے لیے بلکہ اساتذہ کے ہر سطح کے تربیتی اداروں میں نفس مضمون کو اہمیت دی گئی ہے۔

○ چند مضامین کی اہمیت اور مقاصد تدریس (اسلامیات) اہمیت

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے۔ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص اپنے انداز فکر و عمل کو اسلامی سانچے میں ڈھالے لہذا مدارس میں بچوں کو اسلامیات کی تعلیم دینا ہمارے قومی و ملی تقاضوں کی تکمیل کے لیے بے حد ضروری ہے، انسان جسم و روح کے اتصال سے عبارت ہے اور ہر دو کی متوازن تربیت معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ مذہبی تعلیم سے انسانی روح نشوونما پاتی ہے اور طاقت حاصل کرتی ہے۔ اس طاقت سے انسان اپنے جذبات پر قابو پانا سیکھتا ہے، جو موجودہ سائنسی دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ”ورنہ اگر انسان کے جذبات کو مکمل آزادی دی جائے تو وہ سائنس کے ایجاد کردہ ہتھیاروں سے انسانیت ہی کو تباہ کر دے۔“

مذہبی اصولوں کا تعلق، ان قطعی حقائق سے ہے جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر محیط ہیں اور ہر زندگی کے ہر پہلو سے متعلق مسائل پر بڑی قطعیت سے بحث کرتا ہے۔ بچوں کے ناقص ذہنوں کو ملک سے بچانے اور ان میں ذوق یقین پیدا کرنے کی خاطر انھیں اسلامیات کی تعلیم ضرور دینی چاہیے اور زندگی کے مسائل کو قطعی وضاحت کے بغیر چھوڑنا ایک اچھے نظام تعلیم کے لیے مناسب نہیں۔

تعلیم کا وسیع تر مقصد بہتر کردار کی تشکیل اور اخلاقی تعمیر ہی ہے اور اس سلسلے میں مذہب بہت نمایاں کردار ادا کر سکتا ہے۔ محمود حسن کے خیال میں:

”مذہب اصلاح اخلاق کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر انسانی خوبیوں کا تحفظ ناممکن ہے۔“

اسلامیات کی اسی اہمیت کے پیش نظر اب اسلامیات کو ہر سطح پر ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے۔

مفتاح

اسلام کے بنیادی اصولوں کو اس طرح سمجھنا کہ خدا، اس کے پیغام (قرآن) اور نبی کریم ﷺ پر یقین رکھنا۔ دوسرے نبیاء کرام اور دوسری آسمانی کتاب پر ایمان لانا اور ان کی عزت کرنا جس سے مساوات، انصاف اور عالمی اخوت کے تصورات مستحکم ہوں نیز اس سے انفرادی اور معاشرتی زندگیوں میں نیکیوں کے بلند معیار قائم کرتے ہوئے طلبہ کو پاکیزہ خیالات کا حامل اور صالح کردار کا مالک بنانا۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ فرد اور جماعت میں صداقت، انصاف، حق، عفور، رحم، دیانت، امر بالمعروف نہی منکر، سادگی، ایثار، خدمت خلق اور تلاش علم جیسی خوبیاں پیدا کی جائیں۔ توہمات و شکوک کے مقابلے میں اسلام کے عملی حقائق کو نمایاں کرنا۔ دولت یا خاندان کی وجہ سے پیدا شدہ احساس برتری کے مقابلے میں عظمت کردار کا تاثر پہنچ کرنا اور آخر میں اسلام کو ایک ترقی پذیر معاشرتی نظام اور عالمی نمائندہ حیات کی حیثیت سے پیش کرنا تاکہ امتیازی اور قومی تقاضے پورے ہو سکیں۔

اردو

زبان ہی اشرف المخلوقات کا وہ وصف ہے جو اسے دیگر حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ انسان کی معاشرتی اور مدنی زندگی کے لیے ایک اہم حربہ ہے۔ انسان اپنی روزمرہ زندگی میں اپنے اظہار خیال کی خاطر زبان کا محتاج ہے بلکہ سلیم فارانی کے نزدیک تو زبان انسانی زندگی کا محور اعظم ہے۔

تعلیم و تعلم، زبان کے استعمال کے بغیر ناقابل تصور ہے اور موثر تدریس کے لیے صرف اسی زبان کا استعمال ناگزیر ہے جسے معلم اور متعلم دونوں سمجھتے ہوں۔ معلم کو سمجھانے کی خاطر ضروری ہے کہ عمل تدریس میں وہ زبان استعمال ہو جو اس کے گھریلو اور عام معاشرتی ماحول میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ یہ زبان مادری ہاں صرف اردو ہی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے اردو کو قومی زبان کا درجہ دے رکھا ہے۔

ہمیں اپنے اسلاف کی میراث مضبوط کرنے کی خاطر، مختلف علاقائی زبانوں میں وحدت پیدا کرنے کے لیے اپنا قومی امتیاز قائم رکھنے کی غرض اور ثقافت کو ترقی دینے کے لیے اردو زبان کا سیکھنا لازم ہے۔ اس میں اتنی وسعت ہے کہ ہر قسم کے خیال اور کیفیت نفسانی کی باریک تر جھلکیاں ادا کر سکتی ہے۔

اس میں وسیع علمی اور ادبی ذخیرہ و مواد موجود ہے۔ الفاظ و اصطلاحات کی اسے کمی نہیں سیکھنے میں یہ ہر قسم کی پیچیدگی سے مبرا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ذریعہ تعلیم و تحقیق ہونے کے کئی کامیاب تجربے بھی کیے جا چکے ہیں۔ سکول میں طلبہ کو انگریزی کے علاوہ اپنے سبھی مضامین اردو ہی میں پڑھنا ہوتے ہیں۔ بلکہ انگریزی کے افعال و تراکیب بھی اردو کی مثالوں کی مدد سے آسان بنائے جاسکتے ہیں۔ لہذا تدریس و تقریر میں مدرسے کے ہر مضمون میں اظہار و بیان کی صلاحیتوں کی تخلیق تدریس اردو ہی کی مرہون منت ہے۔ اس لحاظ سے اردو زبان نثر میں کو باقی تمام درسی مضامین کی تدریس کا محور کہنا بے جا نہ ہوگا۔

اردو

خانوائی مدارس میں معلم کی ابتدائی منزل میں حاصل کردہ قابلیت (صحت، تقریر و تحریر، تلفظ اور لب و لہجہ کی درستگی اور قرات میں روانی) کو آگے بڑھانا، معلم کی قوت غور و فکر، اظہار و بیان، تقریر و تحریر، تحقیق و تخلیق اور استدلال کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ ذوق سلیم اور لطف سخن کی نشوونما، اردو شہ پاروں کا شغف اور حصول علم کا شوق پیدا کرنا۔ علاوہ ازیں اردو کو ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان کی حیثیت سے پڑھانا جس سے قومی یک جہتی اور حب الوطنی جیسی خوبیاں پیدا ہوں۔

نصاب سازی میں کمی کی تجویز ہے کہ اردو زبان کا مقصد اس کی اس انداز سے تدریس ہے کہ طلبہ قومی ادب اور ثقافت پر فخر کر سکیں اور اپنے اندر اخلاقی دیانت اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر سکیں۔

تدریس انگریزی

اہمیت

اصطلاحات کے صحیح فہم کی خاطر انگریزی زبان سیکھنا لازم ہے اور اس کی بنیاد کے طور پر خانوائی مدارس میں بھی انگریزی کی تعلیم کے بغیر چارہ نہیں۔ متمدن اقوام کے علم و تحقیق کے پیشتر ذخائر انگریزی زبان ہی میں ہیں۔ لہذا ان تک رسائی کی خاطر انگریزی کی تعلیم ضروری ہے۔ اس سائنسی دور میں جب کہ فاصلے سٹ کر رہ گئے ہیں۔ کوئی بھی ملک دوسرے ممالک سے کٹ کر نہیں رہ سکتا چونکہ انگریزی کی حیثیت بین الاقوامی زبان کی سی ہے لہذا دوسری اقوام کے ساتھ روابط قائم کرنے کی خاطر انگریزی زبان سیکھنا ہمارا قومی فرض بھی ہے نیز انگریزی زبان و ادب سیکھ کر ہم علاقائی اور قومی تعصب سے بالا ہو کر اپنے آپ کو عالمی برادری کا ایک اہم رکن سمجھنے لگتے ہیں، نگاہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور ایک عالمگیر اخوت کے جذبات دل میں موجزن ہوتے ہیں۔

انگریزی زبان و ادب ہم میں جذبہ استحسان اور اصلاح کردار کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ ملک بھر کے ثانوی مدارس میں انگریزی زبان کی تدریس مختلف قسم کی علاقائی زبانوں کے پس منظر میں اور بھی ضروری ہو جاتی ہے تاکہ ملکی اتحاد کے عظیم منصوبے کی تکمیل کی طرف ایک قدم اور بڑھایا جاسکے۔ انگریزی زبان میں مہارت اب بھی اعلیٰ ملازمت حاصل کرنے اور بہتر ذریعہ معاش تک رسائی کا وسیلہ ہے اور والدین بھی پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلائیں۔ انگریزی زبان اپنی ایسی ہی خوبیوں کی بنا پر ثانوی اور بعض پرائمری مدارس میں لازمی طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

مقاصد

سادہ انگریزی کو سمجھنا، انگریزی بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی اہلیت پیدا کرنا۔ انگریزی زبان کی تفہیم اور اس کا صحیح استعمال، انگریزی زبان کو اظہار خیالات کا ذریعہ بنانا نیز مزید علم حاصل کرنے کے لیے بطور اوزار انگریزی زبان کا حصول ہے۔ طلبہ کو اس قابل بنانا کہ تجارتی کاروبار اور ملک کا نظم و نسق بطریق احسن چلا سکیں۔

معاشرتی علوم

اہمیت

معاشرتی علوم ایک وسیع اصطلاح ہے اس میں طلبہ کو تاریخ، جغرافیہ اور شہریت وغیرہ کی ابتدائی مگر مربوط معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

انسان کو ایک معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے۔ باہم مل کر رہنا اس کی فطرت میں ہے۔ انسان کے اس فطری تقاضے کی تکمیل کے لیے اسے فرائض کی بجا آوری لازم ہوتی ہے اور کچھ حقوق کی مراعات کا شعور دلانا نظام تعلیم کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے:

”زندگی میں انسان کو اپنے معاشرے اور ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا پڑتی ہے، اور اس تغیر و تبدل اور مطابقت کا صحیح علم معاشرتی علوم ہی سے حاصل ہوتا ہے۔“

تعلیم کا ایک کام تغیر نو بھی ہے لہذا اپنے ثقافتی ورثہ کا علم ہونا چاہیے جس کی بنیادوں پر تعمیر نو ہوگی۔ اس واقعیت کی خاطر مدارس میں معاشی علوم ناگزیر اہمیت کا حامل ہے۔

معاشرتی علوم کے مطالعے سے بچے میں ذوق تجسس، مطالعے کا شوق، منطقی انداز فکر قوت فیصلہ اور قوت ادراک نمود پاتی ہیں اور اس کے علاوہ سیاست کا شوق اور عالمی برادری کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

مقاصد

بچے میں سیاسی اور معاشرتی شعور، تجسس کی خو، تحقیق کا شوق اور سوانح اور سفر نامے کے مطالعے کا ذوق پیدا کرنا۔ فیصلے، ادراک اور حافظے کو تربیت دینا اور منطقی انداز سے سوچنے کی قوتوں کو ترقی دینا۔ علاوہ ازیں

وسعت نگاہی، اخلاقی تربیت، جذبہ حب الوطنی جیسی خوبیوں کا پیدا کرنا اور بچے کو اس قابل بنانا کہ وہ موسیقی، ادب، مصوری اور آثار قدیمہ کو سمجھ سکے اور ان کے مطالعے سے لطف اندوز ہو سکے۔

طلبہ کو اس قابل بنانا کہ وہ فطرت انسانی اور کائنات کے علم سے باخبر ہو سکیں اور ریاست کے اجتماعی پروگرام کو سمجھ کر اس میں شریک ہو سکیں۔ آہاؤ اجداد تہذیبی و ثقافتی ورثے سے آگاہ ہو کر موجودہ معاشرتی زندگی کے مسائل کو حل کریں۔

ملکی ترقی کے لیے قدرتی وسائل کو معلوم کر سکیں اور ان کو استعمال میں لائیں۔

تدریس ریاضی

اہمیت

ریاضی ایک ایسی ذہنی فعالیت ہے جس سے وہ ذہنی نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے جو روزمرہ زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ بچے کو بازار سے سود لانا ہو یا ایک خلا باز کا چاند کے سفر کا منصوبہ بنانا، ایک ریاضی ہر دور کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔ ہم غیر شعوری طور پر بھی ہر وقت ریاضی سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں۔

جس طرح سائنس کے بغیر ترقی کا تصور ناممکن ہے۔ اسی طرح ریاضی کے بغیر سائنس اور اس کی مدد سے ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ موجودہ دور ٹیکنالوجی کا دور ہے جس کا مدار ریاضی اور عملی سائنس دونوں پر ہے۔ ریاضی کی قدر و قیمت نہ صرف عملی اور نظری ہے، بلکہ عملی زندگی بھی اس کے بغیر موثر ہو کر رہ جاتی ہے۔

ریاضی کی اہمیت انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک امر مسلمہ ہے۔ مزید برآں اس سے صحیح سوچنے کی صلاحیت، مسائل کے حل کرنے کی اہلیت اور مزید علم حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

مقاصد

طلبہ میں مسائل حل کرنے کی اہلیت پیدا کرنا صحیح، صاف اور مدلل سوچ بچار کرنے کی عادت بڑھانا۔

بچوں میں سائنسی استدلال، حسابیت اور شماریات کی تفہیم پیدا کرنا، خیالات میں نظم و ضبط اور صحیح فیصلہ کرنے کی عادت پیدا کرنا، جو روزمرہ کے مسائل حل کرنے کے لیے بے حد اہم ہے۔

حساب میں دلچسپی پیدا کرنا۔ اس کے ذریعے سے خود اعتمادی کی عادت ڈالنا اور بچوں کو یہ بتانا کہ وہ عملی زندگی میں ریاضی سے کہاں تک اور کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

تدریس سائنس

اہمیت

سائنس کی موجودہ ترقی نے پوری انسانی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ سائنس نے معاشرے کے نئے

ڈھنگ اور دستور وضع کیے ہیں۔ اس لیے ترقی کے اس دور میں کوئی ترقی پذیر قوم سائنسی علوم کو پس پشت ڈال کر اپنی ترقی کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں کر سکتی۔ سائنسی مطالعے سے صرف علم ہی نہیں بلکہ وہ سائنسی نقطہ نظر بھی پیدا ہوتا ہے۔ جو ذہنی ترقی اور روزمرہ زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ مزید برآں سائنسی تحقیق اور تلاش ہی سے حقیقت کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس کے علم کے بغیر ہم اپنے ماحول سے بطریق احسن عہدہ نہیں ہو سکتے۔

آدمی تجربات ہی سے اپنی راہیں متعین کرتا ہے اور اپنی زندگی کے پروگرام میں تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے اور ان تجربات میں انسان کے ذاتی اور خارجی ہر دو ماحول شامل ہیں۔ ان دونوں میں تعاون ضروری ہے اور وہ تعاون خارجی ماحول کے معروضی علم سائنس سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

بچے کی جبلت تجسس اور عنفوان شباب کے نقاضوں سے بطریق احسن عہدہ رہا ہونے کے لیے پاکستانی مدارس کی ثانوی جماعتوں میں ہر ذہنی سطح کے طلبہ کے لیے کسی نہ کسی صورت میں سائنس کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

مقاصد

طلبہ میں سائنسی نقطہ نظر پیدا کرنا جس سے طلبہ اپنی زندگی کے مسائل حل کر سکیں۔ بچوں کو فطرت اور کائنات کے اصولوں سے روشناس کرنا جس سے نہ صرف وہ موجودہ زندگی کا مہیابی کے ساتھ بسر کریں بلکہ آئندہ زندگی کے مسائل سے بھی پیش از وقت نپٹنے کے لیے تیار ہیں۔

مقاصد مشاہدے کی عادت، تنقیدی فکر، نتائج اخذ کرنے کی اہلیت، علت و معلول کے رشتے کا علم اور فوری فیصلہ کر سکنے کی وجہ سے انسان کو جو بے پناہ قوت حاصل ہوتی ہے، اس کا صحیح استعمال جو انسانی فلاح و بہبود کے لیے ہو نہ کہ اس کی ہلاکت اور تباہی کے لیے۔

1.7۔ ٹیچر ایجوکیشن کی نظریاتی بنیادیں (Ideological Basis of Teacher Education)

قیام پاکستان کا محرک ایک نظریہ تھا اور اسی نظریے کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان و مال اور عزت کی قربانی دے کر یہ ملک حاصل کیا۔ نظریہ عام طور پر کسی تہذیب، سیاسی اور معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔

نظریے کی اس تعریف کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو برصغیر کے مسلمانوں کا مشترکہ نصب العین ایک ایسی آزاد ریاست کا قیام تھا جہاں وہ مکمل آزادی کے ساتھ قرآن و سنت کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں زندگی گزار سکیں۔ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے نیز آنے والی نسلوں میں اپنے اقدار و روایات کی منتقلی، دنیا میں سر بلندی، قوم میں تنک جتنی، وحدت اور ترقی و استحکام بہتر تعلیمی نظام کے بغیر ممکن

نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد نوزائیدہ مملکت کی ترقی اور اسے ایک اسلامی مملکت بنانے کے لیے ایک بہترین نظام تعلیم کی تشکیل قائد اعظم کی اولین ترجیحات میں سے تھی۔ اسی کام کی انجام دہی کے لیے قائد اعظم نے اپنی گونا گوں مصروفیات اور ابتدائی دنوں کی ڈھیروں مشاغل کے باوجود قیام پاکستان کے فوراً بعد کراچی میں نومبر 1947ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کرائی۔ اس کانفرنس کے نام اپنے پیغام میں قائد اعظم نے فرمایا۔

ایک صدی سے زائد عرصے تک غیر ملکی تسلط کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ ہمارے لوگوں کی تعلیم پر مناسب توجہ نہیں دی گئی اگر ہمیں حقیقی تیز رفتار اور نتیجہ خیز ترقی کرنا ہے تو ہمیں تعلیم کے مسئلے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر چلانا چاہیے جو ہماری تاریخی و ثقافت اور دور جدید کے ترقیاتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔“

”یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ تعلیم و تربیت کی ضرورت ہر شعبہ زندگی میں اہمیت کی حامل ہے اور کوئی بھی ملک تعلیم کے میدان میں ترقی کے بغیر کسی بھی گوشہ زندگی میں پیش رفت نہیں کر سکتا اسی تعلیم و تربیت کی بدولت ہی عوام میں اتحاد و یکا نگت کا شعور بیدار کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر شوکت علی صدیقی اپنی کتاب ”تعلیم و تربیت اساتذہ“ میں کہتے ہیں۔“

”تعلیم کا اولین مقصد پڑھ لکھ اور تربیت یافتہ مشاہیر پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اچھے قائد ثابت ہو سکیں۔ تعلیم کا فرض ہے کہ وہ ملک کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کو مد نظر رکھے تعلیم کے ذریعے سے نظریہ پاکستان کے بنیادی اصولوں کو اپنایا جائے اور قومی اتحاد کے نظریے کو مستحکم بنایا جائے اسلام کی اخلاقی اور روحانی قدریں اپنائی جائیں جو لوگوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کریں اور پاکستان کی مضبوطی کے لیے لوگوں کی معاشرت کو اسلامی طرز پر ڈھالنے میں مدد دی جائے حتیٰ کہ اسلامی ریاست ایک رفائی ریاست کی صورت اختیار کر جائے۔“ یعنی نظریہ پاکستان کو اپنانے اور قومی اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے تعلیم ہی کو محور و مرکز بنانا چاہیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ تعلیم سیکھنے اور سکھانے کا عمل ہے جو سکھانے والے یعنی ”معلم“ کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ درست قسم کی تدریس ہی انسانی بہبود و ترقی کو ممکن بناتی ہے یعنی عمل تعلیم میں معلم مرکزی اہمیت کا حامل ہے۔ معلم کی اس مرکزی حیثیت کو تسلیم کر لینے کے بعد معاشرے کا یہ فرض قرار پاتا ہے کہ وہ جن افراد کے ہاتھوں میں اپنی قوم کی تقدیر سونپ رہا ہے۔ ان کی معقول علمی و فنی تعلیم و تربیت کا انتظام کر لے۔

یہ بات روز و روش کی طرح عیاں ہے کہ کسی قوم کا مستقبل اس کے اساتذہ کے اعلیٰ معیار تعلیم اور بہترین تربیت سے وابستہ ہوتا ہے کیونکہ یہ اساتذہ ہوتے ہیں جنہوں نے عوام الناس کو معاشرے میں صحیح مقام اور قوم کو ایک سمت اور منزل فراہم کرنا ہوتا ہے اور یہ منزل مقام اور سمت نظام تعلیم کی صحیح معنوں میں کامیابی کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر تعلیم کے ذریعے سے قوم کی سماجی، اقتصادی اور معاشی ترقی کو بروئے کار

مندرجہ بالا ادارہ ہائے تعلیم و تربیت اساتذہ میں مندرجہ ذیل تربیتی کورسز کروائے جاتے ہیں جن کے مطابق مندرجہ ذیل ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	ڈگری سرٹیفکیٹ	مطلوبہ تعلیم	معیار مدت	جس سطح پر پڑھانے کے اہل ہیں
-1	پی ٹی سی	میٹرک	1 سال	پرائمری نارمل سکول
-2	سی ٹی	ایف اے، ایف ایس سی	1 سال	مڈل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ
-3	او ٹی	میٹرک فاضل	1 سال	ثانوی (عربی فارسی) ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ
-4	ٹی ایڈ	بی اے، بی ایس سی	1 سال	ثانوی انگلش سائنس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ
-5	ٹی ایس ایڈ	ایف ایس سی	3 سال	ثانوی (سائنس)
-6	ایم اے ایجوکیشن / ایم ایڈ	بی اے / بی ایڈ	1 سال	ثانوی اعلیٰ تعلیم
-7	پی ایچ ڈی	بی اے، بی ایس سی	2 سال	ثانوی اعلیٰ تعلیم
-8	ایم فل	ایم ایڈ ایم اے ایجوکیشن	2 سال	ثانوی اعلیٰ تعلیم
-9	پی ایچ ڈی	ایم ایڈ، ایم اے ایجوکیشن	3 سال	ثانوی اعلیٰ تعلیم

مندرجہ بالا تربیت اساتذہ کے ادارے تربیتی ڈگری، سرٹیفکیٹ کورسز میں جہاں ایک طرف زیر تربیت اساتذہ کو فن تدریس کے بنیادی اصول و ضوابط اور نفس مضمون میں تربیت فراہم کرتے ہیں۔ وہیں پر زیر تربیت اساتذہ کو نظریہ پاکستان یا آئیڈیالوجی آف پاکستان کے حوالے سے کورسز بھی کرواتے ہیں تاکہ زیر تربیت اساتذہ قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد سے بہتر طور پر آگاہ ہو سکیں اور یہ نظریہ طلبہ کے اذہان میں راسخ کر سکیں۔

لیکن پاکستان کی موجودہ صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم نظریاتی حوالے سے ابہام کا شکار ہے یہی وجہ ہے کہ نئی نسل کے قائد اور لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کو فراموش کر کے ایک دوسرے کے خلاف ہی سرگرم عمل ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو نظریہ پاکستان سے صحیح معنوں میں روشناس کرانے کے لیے انھیں تعلیم دینے والے اساتذہ کو دوران تربیت آئیڈیالوجی آف پاکستان کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ کورسز کروائے جائیں نیز ان کورسز کا نفس مضمون ایسا ہو جو نظریہ پاکستان کو زیر تربیت اساتذہ کے

لانا ہے تو پھر نظام تعلیم کے مرکزی کردار استاد اور اس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کو سب سے زیادہ اہمیت دینا ہوگی اسی میں ملک و قوم کی بقا ہے اور اس میں ترقی کا اہم ترین راز مضمر ہے۔

اس بات سے متفق ہو جانے کے بعد کہ ملکی تعمیر و ترقی کے حصول کے لیے تعلیمی عمل میں اعلیٰ تربیت یافتہ اساتذہ کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تربیت سے اصل میں کیا مراد ہے؟ نیز پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں تربیت اساتذہ کا پروگرام کس نوعیت کا ہو؟

○ تربیت کا مفہوم

مشہور فلسفی اور ماہرین تعلیم نے تربیت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے، افلاطون کے نزدیک تربیت جسم و روح کو سراپا جمال بناتی ہے اور اندونوں کو درجہ کمال تک پہنچاتی ہے۔ ارسطو کے نزدیک تربیت عقل کو حصول علم کے لیے تیار کرتی ہے جس طرح زمین بھیتی باڑی کے لیے تیار کی جاتی ہے۔ ملٹن کے نزدیک تربیت وہ جو ہر بچہ انسان کو ہر کام کا اہل بنادیتا ہے خواہ وہ کام کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو۔ یہ طبیعت میں گہرائی سوچہ بوجھ اور مہارت پیدا کرتی ہے خواہ امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا ہو۔

ان تمام مفاد میں تربیت کا حاصل یہ ہے کہ تربیت ایک نہایت اہم فریضہ ہے اور تربیت اساتذہ کے ذریعے سے ہی قوم کی تقدیر بدلنے اور ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے افراد تیار کیے جا سکتے ہیں۔

○ پاکستان میں تربیت اساتذہ

اساتذہ کی تعلیمی میدان میں اہمیت اور تربیت کی افادیت کے پیش نظر حکومت پاکستان نے مختلف سطح پر پڑھانے کے اہل اساتذہ کے لیے مختلف تربیتی پروگرامز شروع کر رکھے ہیں اور تربیت اساتذہ کے ضمن میں مندرجہ ذیل ادارے قائم کر رکھے ہیں۔

- 1- نارمل سکول
- 2- ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ
- 3- جو نیر ٹریننگ کالج
- 4- ٹریننگ کالج
- 5- ادارہ تعلیم و تحقیق

اذہان میں واضح کر دے، جو اساتذہ اس وقت ملازمت کر رہے ہیں۔ ان کو بھی نظریہ پاکستان کے حوالے سے ریٹائریشن کر سز کرائے جائیں تاکہ اساتذہ، طلبہ کو بہتر طور پر پاکستان کے قیام کے مقاصد اور باہمی اتحاد کی ضرورت سے آگاہ کر سکیں اور ملک میں امن و سلامتی اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

○ قومی تقاضے اور استاد کی تربیت

استاد گرامی ڈاکٹر ابراہیم خاں ”اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ“ قومی تقاضے کیا ہیں؟ قومی ہم آہنگی سے کیا مراد ہے؟ قومی ہم آہنگی کی ضرورت و افادیت کیا ہے؟ اور نئی نسل میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے استاد کیا کرے؟ ان سوالات کے جوابات سے ہر استاد کو واقف ہونا چاہیے کیونکہ یہ بات طے پا چکی ہے کہ قومی اور معاشرتی تقاضوں سے استاد کو واقف ہونا چاہیے۔ لیکن کب؟ اساتذہ کے تربیتی نصاب میں یہ پہلو شامل ہو۔ اس سلسلے میں ان کو موثر تربیت دی جانی چاہیے۔ وہ خود بھی ان اقدار کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش کریں کیونکہ ان کے طلبہ اپنے اساتذہ ہی کی تقلید کرتے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت کا پروگرام ایسا جامع اور موثر ہو کہ نئے تیار ہونے والے اساتذہ اپنے قومی تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہو کر ان کی تکمیل کے لیے اپنے طلبہ کو آگاہ و تیار کر سکیں۔ اپنے طلبہ کے اندر یہ صلاحیت پیدا کریں۔ کہ وہ قومی مفادات کا تحفظ کر سکیں اور اس کے لیے محبت و احترام، تعاون و اتحاد اور دیگر معاشرتی اقدار کی ترویج کرے۔ جب یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ نظام تعلیم کی تشکیل و تعمیر میں استاد کا کردار بنیادی ہے۔ معاشرے کی ترقی و عروج یا شکست و ریخت کا انحصار بھی استاد پر ہے۔ وہی محنت، لگن اور محبت کے ساتھ قوم کو اعلیٰ مقام تک لے جاتا ہے۔ یا پھر عدم دلچسپی، سستی، کاہلی کی بنیاد پر قوم کو پستی کے گڑھے میں ڈال سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ استاد کو بامقصد تربیتی پروگرام فراہم کیا جائے۔ اگر استاد قومی ہم آہنگی کے مفہوم سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے اور وہ اس تصور کی تدریس کے لیے غور و فکر کرتا ہے اور لائحہ عمل مرتب کر کے کلاس میں طلبہ کو تیار کرتا ہے تو اس کا ریڈٹ ان کے تربیتی پروگرام کو جانے لگا۔ ہمارے تربیتی پروگراموں میں علم و تحقیق کو اولیت حاصل ہونی چاہیے نئی نئی ایجادات، جدتوں اور روشن خیال نظریات جن کا ہمارے بنیادی نظریے سے ملکاؤ نہ ہو، اپنانا چاہیے۔ استاذ الاساتذہ کی تربیت کے لیے ہمارے ملک میں کوئی ادارہ نہیں ہے۔ مرکزی و صوبائی حکومتیں استاذ الاساتذہ کی تربیت کے مخصوص تقاضوں کے تحت اعلیٰ تربیتی ادارے قائم کریں جہاں پر ان اساتذہ کرام کو علمی مسائل کے بارے تحقیق کرنے، نئے علوم کے لیے نئے نئے طریقہ ہائے تدریس و جدتوں کے استعمال و آزمائش کا موقع ملنا چاہیے۔ یہ اساتذہ علمی معیولات میں ہمہ پہلو دلچسپی لینے کے اہل بنائے جائیں۔ وہ نہ صرف ایک بہترین اساتذہ بن کر نکلیں بلکہ مفکر، عالم، رہنما، محقق اور مقرر بنیں۔ ان اساتذہ کے پاس صرف کتابی علم نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے پیشے کے تقدس کے پیش نظر انسان کی ترقی کو اپنا مقصد زندگی بنا لینا چاہیے۔ زمانہ قدیم کے اساتذہ نے جو عزت و احترام کمایا ہے۔ اس کی وجہ صرف بے لوث انسانی خدمت و

عظمت کے لیے ان کا شب و روز کام کرنا تھا۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد ”استاد گرامی ابراہیم خاں“ فرماتے ہیں کہ بہت سے مسائل کا حل افراد معاشرہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں ہے لیکن معاشرہ اور افراد معاشرہ تعلیم کو وہ اہمیت نہیں دے رہے جو اسے ملنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ نظام تعلیم بھی وہ نتائج برآمد نہیں کر رہا جس کی قوم کو توقع ہے۔ ہمارے اساتذہ کرام تدریس و تعلیم کے جدید ذالیوں سے نا آشنا ہیں اور وہ بھی قومی ہم آہنگی جیسے اہم کئی مقاصد کی تکمیل میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ اساتذہ کی ناقص تعلیم و تربیت ہے۔ ہمیں نظام تعلیم و تربیت اساتذہ کی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ مفید نتائج برآمد ہو سکیں۔ آج وقت کا ہم تقاضا قوم کے اندر ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ لہذا تعلیم و تربیت اساتذہ کے نظام کی اصلاح کے لیے چند ایک تجاویز پیش ہیں۔

1- قومی مقاصد سے آگاہی

ہمارا تربیت اساتذہ کا نصاب، درسی کتب اور پروگرام کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے قومی مقاصد کے بارے میں کہیں بھی کچھ تحریر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے کہ ہمارے اساتذہ اپنے قومی مقاصد سے آگاہ ہوں۔ قومی مسائل سے آگاہ ہوں مثلاً ہمارے معاشرے کو بے روزگاری، ناخواندگی، معاشرتی نا انصافی، فرقہ وارانہ اور علاقائی تعصبات، زبان، نسل اور دیگر کئی مسائل کا سامنا ہے۔ تربیت کے دوران میں اساتذہ کو ان مسائل سے واقفیت دلانی جائے اور اس کے ممکنہ حل سے بھی ان کو آگاہ کیا جائے۔ اس کے لیے قومی سطح پر کی جانے والی کوششوں سے بھی انھیں معلومات دی جائیں۔ مثال کے طور پر زیر تربیت اساتذہ کو فلسفہ تعلیم کا مضمون پڑھاتے ہوئے یہ بات واضح کرنی چاہیے کہ ہمارے ملک نظریات پر مبنی معاشرہ ہے۔ یہ نظریات اسلام کے آفاقی اصولوں پر مبنی ہیں۔ یہ علاقہ، نسل، ذات، رنگ، فرقہ، زبان کے تعصبات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر بتایا جانا چاہیے کہ اساتذہ کرام اسلامی تعلیمات کی مدد سے اپنے اذہان سازی کریں اور ان کے اندر فکری ہم آہنگی پیدا کریں۔ اگر اساتذہ عملی طور پر اپنے طلبہ کو اس کے لیے تیار کریں تو قومی لحاظ سے بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اس سے یقیناً قومی ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

2- قومی تعلیمی مقاصد اور مضامین کی تدریس

نظام تربیت اساتذہ اپنے زیر تربیت اساتذہ کو جہاں اپنے ملک کے نظام و تعلیم کے خدوخال سے آگاہ کرے وہاں پر وہ قومی تعلیمی مقاصد سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ مختلف مضامین کی تدریس کے مقاصد کو قومی مقاصد سے مربوط کر کے تدریس کے عمل سے عہدہ برآ ہوں۔ وہ طلبہ کی تعلیمی و تربیت کا اہتمام اس طرح کریں کہ ان کے طلبہ تعلیم سے فارغ ہو کر قومی مقاصد کی تکمیل میں مدد و معاون ثابت ہو سکیں۔ استاد قومی تعلیمی مقاصد کی تشریح کے لیے طلبہ کو زبانی اور عملی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے۔ اگر پاکستان بھر

کے اساتذہ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے بھرپور توجہ دیں گے۔ تو تمام طلبہ کے اندر علم و تجربہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوگی جو کہ قومی ترقی کے لیے ایک بنیاد ثابت ہوگی۔

3- نصاب تعلیم

نصاب تعلیم ایک ایسی دستاویز ہے جو ہر استاد کے پاس یا کم از کم سکول میں اسے ضرور موجود ہونا چاہیے تاکہ کسی بھی موضوع یا مضمون کی تدریس کرتے وقت تعلیمی تصورات، سرگرمیوں، مشاغل اور جائزے کے عمل سے اچھی طرح واقف ہو۔ اسے یہ بھی معلوم ہو کہ یہ مختلف تعلیمی تصورات کی تدریس سے کون کون سے تعلیمی مقاصد کی تکمیل کر رہا ہے۔ ہمارے اساتذہ طلبہ کو زبانی تدریس کے عمل سے گزرتے ہیں جب کہ ان کو عملی تربیت حاصل کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ نصاب تعلیم میں مقاصد تعلیم، تعلیمی تصورات اور ان کی تدریس کے لیے مجوزہ سرگرمیاں اور مشاغل درج ہوتے ہیں۔ ہر استاد کو اپنے تدریس کے عمل کو موثر اور با مقصد بنانے کے لئے نصاب تعلیم سے استفادہ کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں اگر ٹھیس رہنمائے اساتذہ فراہم کر دی جائیں تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا۔ پاکستان کے اساتذہ کو نصاب تعلیم کی مدد سے تدریس کرنے کی ترغیب دی جائے تو طلبہ کو تعلیمی تصورات سیکھنے میں آسانی ہوگی اور یہ قومی سطح پر تیار کردہ نصاب تعلیم قومی ہم آہنگی کے فروغ کا باعث بنے گا۔

تربیت اساتذہ کے دوران میں زیر تربیت اساتذہ کو نصاب سازی، جانچ و پرکھ کرنے اور اس کے استعمال کی عملی تربیت دینی چاہیے۔ خصوصاً قومی مسائل کی تدریس کے لیے طلبہ کو عملی مراحل سے گزارا جائے۔ مثلاً مختلف اقدار (مساوات، اتحاد و تعاون وغیرہ) کی تدریس کے لیے استاد طلبہ کو نصاب کی مدد سے تدریسی سرگرمیاں تجویز کرے جس کے اپنانے سے وہ ان اقدار کے بارے میں اچھی طرح آگاہ ہو سکیں۔ کلاس میں ڈرامے، تقریر اور مباحثے ایسی سرگرمیوں کے انتخاب و استعمال سے طلبہ کو مختلف مسائل اور موضوعات کی پرکھنا اور ان میں کی جاسکتی ہے۔

تربیت اساتذہ کے پروگرام کے تحت زیر تربیت اساتذہ کو مختلف قومی مسائل پر ان کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا جائے اور ان کے ساتھ انھیں اس بارے غور و فکر کا موقع دیا جانا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو کس طرح ان قومی مسائل سے آگاہ کر سکتے ہیں اور ان کے حل کے لیے اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت کس انداز میں کریں گے۔ بہر حال ان مسائل پر سیر حاصل معلومات کی فراہمی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مثلاً ان اداروں کے کتب خانوں میں ان موضوعات پر مطبوعہ مواد موجود ہونا چاہیے زیر تربیت اساتذہ کی اس قسم کے لڑچکر پڑھنے کے لیے حوصلہ افزائی کی جائے۔

- تدریسی مواد

طلبہ کو پڑھائے جانے والے موضوعات کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ ایسے موضوعات اور تدریسی

مواد جو طلبہ کو قومی ہم آہنگی اور قومی استحکام کے لیے تیار کرے۔ اس قسم کے تدریسی مواد کی تدریس کی مشق تربیت اساتذہ پروگرام کے مشقی اسباق کے ذریعے سے کرائی جانی چاہیے۔ اسے اس دوران میں موقع دیا جائے کہ ان موضوعات کی تدریس کے لیے وہ کون سا طریقہ تدریس استعمال کرے گا؟ کوئی تدریسی سرگرمی اختیار کرے گا۔ علاوہ ازیں حسب ضرورت استاد طلبہ کی رہنمائی کس طرح کرے گا۔ تربیت اساتذہ کے پروگرام میں اس کے لیے زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرنے چاہئیں۔ یاد رہے اساتذہ کرام قومی تقاضوں، قومی مقاصد، قومی مسائل اور قومی وسائل کے لیے طلبہ کو عملی تربیت حاصل کرنے کا موقع دیں اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ وہ علاقائی، نسلی، مذہبی، زبان اور دیگر تعصبات کی حالت میں طلبہ کے اندر پیدا ہونے دیں۔ اس کے لیے ایسا تدریسی مواد فراہم کریں جو اس قسم کے تعصبات سے پیدا شدہ نقصانات سے آگاہ کرے اور اس سے بچنے کے لیے تجاویز دے۔ اساتذہ ایسا تدریسی مواد مطالعہ کے لیے تجویز کرے جس سے طلبہ کے اندر قومی سالمیت اور اتحاد کا جذبہ پیدا ہو۔

5- تربیت اساتذہ پروگراموں کا نگران اساتذہ کے لیے سیمینار اور ورکشاپ کا انعقاد

نت نئی تبدیلیوں کے باعث نئے علوم، مضامین اور موضوعات معرض وجود میں آ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جدید دور کے کئی مسائل ابھر رہے ہیں۔ ان تبدیلیوں اور مسائل سے آگاہی کے لیے اساتذہ الا اساتذہ کو سیمیناروں، ورکشاپوں اور تعلیمی کانفرنسوں میں بلایا جائے اور اس میں اس پر آراء کے اظہار اور ایک دوسرے کے تجربات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے۔ ملک کے مختلف حصوں سے اساتذہ کو مل بیٹھنے کا موقع دیا جائے اس طرح قومی ہم آہنگی کو فروغ ملے گا۔ مثلاً بلوچستان میں قومی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ملک کے مختلف علاقوں کے اساتذہ کو بلا کر ان سے گفتگو کرنے اور ایک دوسرے کی آراء و تجاویز پر تبادلہ خیال کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ قومی ہم آہنگی پیدا کرنے کی ایک بہترین مثال ہو سکتی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، جرائد اور اخبارات میں اساتذہ کو قومی مسائل پر گفتگو کرنے کی دعوت دی جائے۔ اس طرح مختلف علاقوں (مثلاً صوبوں، شہری اور دیہاتی علاقوں) سے تعلق رکھنے والے اساتذہ ایک دوسرے کے مسائل سے واقف ہو سکیں گے بلکہ ان کے حل کے لیے مشترکہ تجاویز مرتب کر سکیں گے۔

6- تربیت اساتذہ کے قومی اوازے

کو رہانے تربیت اساتذہ کے لیے سرکاری طور پر قومی ادارے قائم کیے ہیں جس میں تمام اساتذہ ایک ہی قسم کا نصاب، تدریسی مواد، تدریسی سرگرمیاں، تدریسی مشق اور دیگر پروگرام فراہم کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی اس امر کی ضمانت ملنی چاہیے کہ کم از کم تربیت اساتذہ کے پروگرام خصوصی توجہ اور محنت کے ساتھ قومی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے تیار کیے جائیں۔ اس قسم کے اداروں سے ایسے اساتذہ تیار ہوں گے جو قومی مسائل پر کم از کم ایک جیسی رائے رکھتے ہوں۔

7۔ دور ان ملازمت تربیت کے پروگرام

اساتذہ کے قبل از ملازمت تربیتی پروگرام کی کامیابی کا انحصار پہلے سے موجود اساتذہ کی ان جدید معلومات اور تقاضوں سے آگاہی پر منحصر ہے۔ ہر تعلیمی ادارے میں کام کرنے والے اساتذہ کافی تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ انھیں وقت کے ساتھ ساتھ نئی تبدیلیوں سے آگاہ کرنے کے لیے عملی تربیت کا موقع دیا جائے۔ اس طرح گرمی کی تعطیلات میں اساتذہ کی بین الصوبائی قومی کانفرنسوں کا انعقاد کیا جانا ضروری ہے تاکہ اساتذہ مل کر قومی مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کریں اور اس کے حل کرنے کی تجاویز پر غور کریں۔ اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد سے قومی ہم آہنگی کو فروغ ملے گا۔ مختلف تعلیمی اداروں میں قومی سطح کے اساتذہ، دانشور اور مفکرین کے یکپارچہ ہونے چاہئیں تاکہ مذکورہ اداروں کے اساتذہ اپنے قومی مقاصد اور قومی نوعیت کے مسائل سے آگاہ ہو سکیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اساتذہ کی آگاہی کے لیے قومی ہم آہنگی کے فروغ پر یکپارچہ کا اہتمام کیا جائے۔ تعلیمی اداروں کی لائبریریوں میں اساتذہ اور طلبہ کے لیے ایسا مطالعاتی مواد زیادہ سے زیادہ فراہم کیا جائے۔ جو قومی سالمیت، قومی یکگت اور قومی وحدت کے موضوع پر ہوں۔ تعلیمی منتظمین و نگران جب بھی تعلیمی اداروں میں معائنہ کے لیے جائیں تو وہاں کے اساتذہ کے ساتھ قومی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے مختلف تجاویز پر گفتگو کریں۔ بلکہ انتظامی و تعلیمی نگرانی کے لیے متعلقہ افراد کا انتخاب کرتے وقت ان کے نظریات کا غور جائزہ لیں کہ وہ نظریہ پاکستان کے فروغ میں کس حد تک دلچسپی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے اس موضوع پر خصوصی تربیت کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

8۔ چند دیگر مختلف تجاویز جو قومی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں (الف) تربیتی اداروں میں قومی زبان (اردو) بطور ذریعہ تعلیم اختیار کیا جائے لیکن دوسرے صوبے کی زبان سیکھنا بھی لازمی ہو کیونکہ پاکستان بھر میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ کاروبار، تعلیم اور عام زندگی میں اردو کا استعمال ہی ہوتا ہے۔

(ب) تربیتی اداروں میں تربیت کے لیے اساتذہ کا انتخاب کرتے وقت (انٹرویو اور ٹیسٹ کے ذریعے سے) یہ دیکھا جائے کہ قومی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ان کے کس قسم کے جذبات اور رجحانات ہیں۔

(ج) امتحانات میں قومی ہم آہنگی کے بارے میں اساتذہ کے رجحانات اور ان کی معلومات کا جائزہ لیا جائے۔

(د) تربیتی اداروں میں مختلف ہم نصابی سرگرمیوں (مثلاً مباحثہ، ڈرامے، کھیل کود، تعلیمی نمائش وغیرہ) کے ذریعے سے قومی اہمیت کے موضوعات کی تدریس موثر انداز میں کی جاسکتی ہے۔

(ر) بین الصوبائی دورے زیر تربیت اساتذہ قومی مسائل پر افہام و تفہیم میں مدد دیں گے۔ یہ تربیتی پروگرام کا لازمی جزو ہونے چاہئیں۔

(س) اساتذہ کے تربیتی پروگرام فوجی تربیت کے پروگراموں کی طرح چلائے جائیں جہاں پر صرف اور صرف قومی مفاد مد نظر رکھا جاتا ہے۔ ایک تربیتی ادارے میں مختلف صوبوں کے افراد کو تربیتی پروگراموں میں شریک کیا جائے اس سے وہ ایک دوسرے کو سمجھیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کریں گے۔

قومی ہم آہنگی کے فروغ میں تربیت اساتذہ کے پروگراموں کو کس طرح کارآمد بنایا جاسکتا ہے۔ اس پر کافی کچھ غور و خوض کرنے کی مزید گنجائش موجود ہے۔ بہر حال یہاں پر چند ایک تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ اگر ہم ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو قومی مقاصد کی تکمیل میں کافی حد تک کامیابی نصیب ہوگی۔

1.7۔ ٹیچر ایجوکیشن: قدیم اور جدید تدریسی طریقوں کا اطلاق

(Application of Old and New Methods of Instruction)

جدیدیت کا ہمارے ہاں آج کل ہماری قومی ضرورتوں کے حوالے سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ یہ ہمارے لیے کس حد تک مفید ہے۔ ہم کس طرح سے اپنی پیداوار کو بڑھا سکتے ہیں اور اس کے معیار کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں استاد اپنے طالب علم میں جدید رجحانات پیدا کر کے طالب علم کی نشوونما کر سکتا ہے۔

سینڈری ٹیچ پر سائنس نہایت اہم ہے لیکن اگر سائنس صرف معلومات کے پلندے کے طور پر دی جائے اور توقع رکھی جائے کہ طالب علم امتحان میں اسے نہایت چابکدستی سے بیان کر دے گا تو اس سے سائنسی پڑھائی سے طالب علم کے بنیادی رجحان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ سائنس پڑھنے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ طالب علم اپنے طور پر سوال کر سکے اور جواب ملنے پر کوئی رائے قائم کر سکے۔ طالب علم میں حقائق کو تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا ہو اور ہر وقت چھوٹے چھوٹے مسائل کے حل تلاش کرنے میں لگا رہے۔ وہ ہر وقت اپنے کام میں تکمیل، درستگی اور ترتیب لانے والا بن جائے۔

آج کی سائنس کلاس طلبہ سے بھری ہوتی ہے۔ اگر کلاس میں نظر ڈالیں تو طلبہ کو پوری سولتیں تک میسر نہیں۔ کلاس روم میں چٹنگ میسریل کی کمی ہوتی ہے جس کے باعث طلبہ تک سائنس اپنے اصل مفہوم اور شعور کے ساتھ نہیں پہنچتی۔

○ جدیدیت پر ایک نظر (Checklist on Modernisation)

☆ اگر ٹیچر اپنی کارکردگی پر نظر رکھے گا اور اس سلسلے میں جدیدیت کے حوالے سے اپنی موثر تدریسی صلاحیتوں کا جائزہ لے سکے گا۔ اس حوالے سے کلاس روم کے اندر اور باہر دونوں جگہ پر استاد کی موثر تدریسی صلاحیت، اس کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ضروری ہے کہ ہر سکول کو کمپیوٹر مہیا کیا جائے اور ہر سکول میں کمپیوٹر کی تعلیم دی جائے۔ اس کے علاوہ آڈیو اور ویڈیو کی سہولت بھی دی جائے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سلائیڈز پر اجیکٹر کی سہولت ہو تو بہت اچھی بات ہے۔

○ پیشہ ورانہ تیاری (Professional Preparation)

پیشہ ورانہ تیاری کو مختلف شعبوں میں مہارت کرنے کے ساتھ منسلک ہونا چاہیے۔ تدریسی ہنر حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زیر تربیت اساتذہ کو ایجوکیشن کے مختلف گوشوں سے واقفیت دی جائے اور جو تیاری کروائی جائے اسے عملی طور پر نافذ بھی کیا جائے۔

تعلیم کے شعبے میں ان تمام تدریسی طریقوں کو اب ختم کر دینا چاہیے جو جدید دور کے تقاضوں کے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ اب تدریسی مہارت کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کی نفسیات، تعلیمی قواعد و ضوابط اور ضروریات اور تیزی سے بدلتے معاشرے کی تبدیلیوں سے واقف ہو۔ طلبہ میں سوال پوچھنے کی حوصلہ افزائی کی جائے جب کہ پرائمری سکولوں کے بچوں کے لیے سکول اتنی پرکشش جگہ پر ہو کہ وہ شوق سے سکول جائے۔ اگر اساتذہ چاہتا ہے کہ وہ تدریسی ہنر حاصل کرے اور اسے خوبصورتی سے استعمال کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے برتاؤ میں تبدیلی پیدا کرے۔ اسی طرح سے اساتذوں کو تربیت فراہم کرنے والے اداروں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے نصاب میں جدید تبدیلیاں لائیں۔ جب تک اساتذہ تربیت کے دوران میں حاصل کی گئی مہارت کو عملی طور پر استعمال نہیں کرتا اس وقت تک وہ اس میں نکھار نہیں لاسکتا۔

طلبہ میں سکول کے ابتدائی ایام میں ہی اعلیٰ ذوق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی سننے اور مشاہدہ کرنے کی عادت کو پختہ کیا جائے۔ اس حوالے سے اساتذہ کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے طلبہ میں ان دونوں باتوں کا کس حد تک ادراک موجود ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو آرٹ، میوزک، ڈانس، ڈراما اور دیگر تخلیقی کاموں کی جان کاری دیتا رہے۔ اگر ہو سکے تو اساتذہ سکول میں ان کے انعقاد کا اہتمام کریں۔ اس کے علاوہ مصنوعی اشیاء بنانے والے میٹرل مثلاً مٹی، کاغذ، گتہ اور کپڑے وغیرہ سے اشیاء تیار کرنا سکھائے۔

○ اساتذہ بطور تبدیلی کا علمبردار (Teacher as Agent of Change)

تعلیم کے فروغ کے لیے سب سے اہم اور بنیادی ذمہ داری اساتذہ پر عائد ہوتی ہے۔ اساتذہ صرف یہ کہ تعلیم کو فروغ دیتے ہو بلکہ وہ تعلیم کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔ یہ اساتذہ ہی ہوتا ہے جو ہر عمر کے طالب علموں کے ساتھ باہم رابطے میں آتا ہے۔ بطور دانشور وہ معاشرے کا نقاد نہایت ہوتا ہے لیکن اس شعبے میں اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی سوچ اور ذہانت سے معاشرے میں مثبت تبدیلیاں لائے۔ اس موقع پر وہ اپنا اساتذہ خود ہوتا ہے کیوں کہ وہ علمی محاذ پر لڑ رہا ہوتا ہے جس کے دوران میں اسے مختلف قسم کے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ معاشرے میں تبدیلیاں لانے والے اہم رکن کے طور پر وہ اپنی ذات میں نہایت چمک دار شخصیت کا مالک ہوتا ہے اور ہر لمحے بدلتے حالات کے ساتھ خود کو تبدیل کر لیتا

☆ کیا اساتذہ سائنسی طریقوں، مسائل کی نشاندہی، ممکنہ حل کا اندازہ لگانا اور دیے گئے اعداد و شمار کے حوالے سے کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے کام میں جدیدیت پیدا کر رہا ہے۔

☆ کیا اساتذہ کھلے ذہن و دل اور ماحول میں اٹھائے گئے مسائل اور سوالات کا تسلی بخش جواب دے رہا ہے۔

☆ کیا اساتذہ طلبہ کو کیوں؟ اور کیوں نہیں؟ کے سلسلے میں سوال پوچھنے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

☆ کیا اساتذہ کلاس میں نرم لہجے میں سوال پوچھتا ہے اور کیا طلبہ بغیر کسی خوف کے ان کا جواب دیتے ہیں۔

☆ کیا طلبہ وہ سائنسی طریقے سیکھ رہے ہیں جو انہیں بڑھائی میں مدد دے سکیں اور کیا اس بڑھائی سے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو فروغ ملتا ہے۔

○ بہتر انسانی معاشرے میں اساتذہ کا کردار

اگر اساتذہ طلبہ کا خیال رکھے گا اور اس کے دل میں طلبہ کے نفع و نقصان کا خیال ہو گا تو اس کے جواب میں طلبہ بھی اساتذہ کا خیال رکھیں گے ورنہ ایک دوسرے کے بارے میں اچھی سوچ رکھنے والا رویہ پیدا نہیں ہو گا۔ اگر اساتذہ یہ نہیں جانتا کہ خلوص و محبت اور ہمدردی کیا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ یہ خصوصیات دوسروں میں پیدا کر سکے۔ طلبہ کا خیال رکھنے کے لیے کلاس روم اور سکول کیمپس میں اساتذہ کو متحرک کرنا چاہیے۔ وہ رنگ و نسل، ذات پات اور مذہبی حوالے سے دوسروں سے برتری کیوں نہ ہو۔ اس جذبے کے ذریعے سے کسی بھی شخص میں دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اگر اساتذہ کمیونیٹی سروس پروگرام شروع کرے گا تو بچے اس میں براہ راست شرکت کریں گے اور اس طرح وہ انسانی خدمت کے کاموں میں حصہ لینے کا شعور حاصل کریں گے۔ اسی طرح اساتذہ بطول کے اجتماع میں بھی بہتر کردار ادا کر سکتا ہے اور اس کے لیے بہتر فضا تیار کر سکتا ہے۔ اساتذہ کی ذرا سی توجہ اور کوشش کے نتیجے میں تدریسی ماحول نہایت ہلکا پھلکا اور پرسکون ہو جاتا ہے۔ درخت اور پھول ہر سکول میں ہوتے ہیں اور اگر اساتذہ اور طالب علم مل کر سکول میں درخت اور پھول پودے لگائیں تو اسی سے ماحول خوبصورت ہو جائے گا۔ اس سے بھی زیادہ اہم کام یہ ہے کہ طلبہ کو اپنے ارد گرد کے ماحول اور ہمسائے کے ماحول کا جائزہ اور مشاہدہ کرنے کا کام دیا جائے تاکہ طالب علم کا مشاہدہ بہتر ہو۔

○ اسٹڈی آف ایجوکیشن (Study of Education)

آج کل ٹریننگ پروگرام میں اسٹڈی آف ایجوکیشن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ تربیت میں تربیت کے طریقے (Methodology) انتہائی ضروری ہیں۔ تربیت کے طریقوں کے ذریعے سے طالب علم کو یہ سکھانا مقصود ہوتا ہے کہ پڑھانے کی تکنیکس کیا ہیں اور وہ کس طرح طالب علم کی مدد کر سکتے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت میں یہی کمزور ترین پہلو ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر اساتذہ کو بہترین تربیتی سہولت حاصل ہو تو یہ

ہے۔ استاد تعاون و معاونت کے لیے بھی ہر وقت تیار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے فروغ میں جن اداروں اور اشخاص کی مدد و معاونت کی ضرورت ہوتی ہے وہ استاد جلد حاصل کر لیتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی استاد حکومتی اداروں کی مدد سے تعلیم کے فروغ کے لیے کوئی پروگرام بناتا ہے تو وہ بہت جلد متعلقہ افراد و اداروں کا تعاون حاصل کر لیتا ہے۔

○ اساتذہ کی تربیت (Training of Teachers)

یہ ضروری ہے کہ جو بھی شخص تدریس کے شعبے میں داخل ہو اس کی بہترین تربیت کی جائے تاکہ جب وہ تدریسی ذمہ داریاں سنبھالے تو اسے کوئی وقت نہ ہو اور وہ اپنا کام احسن طریقے سے سرانجام دے۔ زندگی کے مختلف شعبوں مثلاً میڈیسن، قانون، ماہر تعمیرات وغیرہ میں بھی اگر کوئی داخل ہو تو پہلے اس کی مناسب تربیت کی جاتی ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ تدریسی شعبے میں داخل ہونے والے افراد کی تربیت بھی کی جائے۔ تدریسی شعبے میں داخل ہونے کے لیے ٹی ایڈ اور ایم ایڈ کو لازمی قرار دے دیا جائے۔ تدریسی کی خدا داد صلاحیتیں لے کر بہت کم لوگ پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس شعبے کو بطور پیشہ اختیار کرنا چاہیں ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ پہلے تربیت حاصل کریں۔ اس وقت کی صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اساتذہ کی اکثریت غیر تربیت یافتہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ روایتی اور قدیم طریقوں کے مطابق پڑھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس صورت حال کے باعث نہ تو اساتذہ اچھی طرح پڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی طلبہ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اگر ان حالات کو تبدیل کرنا مقصود ہو تو اساتذہ کو تدریسی پیشے میں داخل ہونے سے پہلے مناسب تربیت دی جائے۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران میں انھیں اپنے مضمون کی تالیف دینے کے ساتھ ساتھ انھیں محدود پیمانے پر تدریسی تالیف بھی دی جائے اور جب کوئی شخص تدریسی شعبے سے واسطہ ہو جائے تو فوری طور پر اس کی مکمل تربیت کا بندوبست کیا جائے کیوں کہ درس و تدریس زندگی بھر ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ لہذا اساتذہ کے پورے کیریئر کے دوران میں نئے نئے کورسز کروائے جائیں۔ ہر استاد کو کسی سینئر استاد کے ساتھ لگا دیا جائے تاکہ وہ سینئر استاد سے اچھی باتیں سیکھ سکے۔

○ تعلیم کے لیے وسائل (Resources for Education)

اچھی تعلیم کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ وقت کے پیچھے کو قبول کیا جائے اور سب سے پہلے ٹارگٹ مقرر کیے جائیں اور بعد میں ان کے حصول کے لیے ہر ممکن دستیاب وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ اب حکومت نے اس ضرورت کو محسوس کر لیا ہے اور اب وہ تعلیم کے فروغ کے لیے زیادہ وسائل مختص کر رہی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ فی کس آمدنی کے حساب سے تعلیم کا بجٹ تیار کرے۔ نظام تعلیم کی ہر ضرورت کو

پورا کیا جائے چاہے وہ انسانی وسائل کی صورت میں ہو یا اشیا کی طلب کی صورت میں۔ حکومتی گرانٹ کے ساتھ ساتھ سکول کو اپنے وسائل کے ذریعے سے بھی اپنا بجٹ بڑھانا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ تعلیم پر خرچ ہونے والی رقم کو اخراجات کی مد سے نکال کر سرمایہ کاری کی مد میں لے آئے کیوں کہ یہ وہ سرمایہ کاری ہے جس کا منافع کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

○ قومی تعمیر و ترقی میں استاد کا کردار (Role of Teacher in Nation Building)

قومی تعمیر و ترقی میں استاد کا کردار کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر بہت بحث ہوتی ہے لیکن اس سوال کا آسان ترین اور مختصر ترین جواب یہ ہے کہ استاد طلبہ کو علم دے کر انھیں امتحانات کے لیے تیار کرتا ہے اور استاد کی دی ہوئی تالیف طلبہ کو نہ صرف طالب علمی کے امتحانات میں کامیاب کرتا ہے بلکہ زندگی کے ہر امتحان میں وہ اسی تالیف کے بل بوتے پر سرخرو ہوتا ہے لیکن پرانے زمانے کے اساتذہ استاد کے اس کردار کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ بقول ان کے اچھا استاد وہ ہوتا ہے جو صرف اپنے طلبہ کو تالیف نہ دے بلکہ وہ طلبہ میں پڑھنے کی عادت پیدا کرے ان کی عادات کو سنوارے اور ان میں علم کی وہ طاقت پیدا کرے جو انھیں اعلیٰ و ارفع انسان بننے میں مدد دے۔

اس مقدس پیشے کی شاندار روایات کی از سر نو تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کو بہتر تعلیم و تربیت کے ذریعے سے پیشہ ورانہ قد و قامت کو بلند کرنے میں مدد دی جائے۔ اساتذہ کے لیے ایجوکیشن اور تربیت ایک ہی سکے کے دو رخ ہوتے ہیں لہذا یہی بات طلبہ پر بھی صادق آتی ہے۔ اس حوالے سے تعلیم حاصل کرنا یا عمل ہے جس کے ذریعے سے طالب علم کے رویے اور رجحانات میں تبدیلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ تربیت، تدریس اور ایجوکیشن کا مقصد پڑھنے اور سوچنے کے عمل کو تیز کرنے کے لیے ہے۔ اور یہی وہ ہتھیار ہے جس کے بل بوتے پر ایک استاد اپنے پیشے کا شمسوار قرار پاتا ہے۔ اسی کے بل بوتے پر وہ شاندار شخصیت اور کردار کے مالک ہوتے ہیں اور اسی کے بل بوتے پر وہ اپنا کام زیادہ لگن اور محنت سے کرتے ہیں۔

ایک اور اہم عنصر جو ایک استاد کو اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھانے کا اہل بناتا ہے وہ ہے استاد اور طالب علم کا تعلق۔ آج کے دور میں استاد طالب علم کے تعلق کا فقدان ہے۔ ماضی میں اگر استاد اور طالب علم کا تعلق نہایت مضبوط تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ استاد کی معاشرے میں عزت تھی اور معاشرہ استاد کو نہایت بلند مقام دیتا تھا۔ ماضی میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں وقت کے بادشاہ اور حکمران اپنے استادوں کی جو نیال سیدھے کرتے نظر آتے ہیں۔

لیکن موجودہ دور میں استاد اور طالب علم کے تعلق میں انحطاط پیدا ہوا ہے اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی وجہ کلاس روم میں بچوں کی تعداد کا ضرورت سے زیادہ ہونا، طلبہ کا مختلف طبقوں اور

معاشرتی و معاشی پس منظر کا حامل ہونا۔ سولتوں کا فقدان، اساتذہ کی بھرمار اور ان کا کم معیار تعلیم ہونا اور اساتذہ اور طلبہ کے سکول سے باہر کے مسائل ہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر تعلیم کو فروغ ضرور حاصل ہوا ہے لیکن معیار تعلیم گر رہا ہے جس کے باعث اساتذہ اور طلبہ کے مابین حائل ہونے والی خلیج وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ استاد کم وسائل اور کنٹرول کرنے کی صلاحیت ہونے کے باعث حالات پر سے اپنی گرفت کھو بیٹھے ہیں۔ لہذا اگر یہ مقصود ہے کہ معیار تعلیم کو بلند کیا جائے تو یہ ضروری ہے کہ استاد اور طالب علم کے مابین حائل خلیج اور فاصلے کو ختم کیا جائے۔

اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے اساتذہ کو بنیادی کردار ادا کرنا ہو گا۔ سب سے پہلے اساتذہ کے ان مسائل پر توجہ دینا ہو گی جن کے باعث استاد طالب علموں کی نظر میں اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے۔ استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھے اور توجہ اور محنت سے طلبہ کو پڑھائے۔ صرف اسی طرح ہم تعلیم کو با مقصد اور موثر کہہ سکتے ہیں۔ استاد کو اس کے پیشے نے اختیارات کا وسیع سمندر عطا کیا ہے جس سے وہ پاور فل بھی ہے، اختیار بھی رکھتا ہے اور اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

اگر حکومت چاہتی ہے کہ استاد قوی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرے تو سب سے پہلے دستیاب انسانی وسائل کی بہتر پلاننگ کرنا ہو گی اور اس کے بعد ان کی مزید ترقی اور استعمال کی پالیسی اختیار کرنا ہو گی۔ اس پالیسی کو قومی پالیسی کا درجہ دے کر اس پر عمل درآمد کرنا چاہیے۔ اگر قوم نے والدین اور معاشرے نے استاد کے کردار کو تسلیم نہ کیا اور اسے اس جائز مقام نہ دیا تو ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔

○ اساتذہ کی تربیت کا نصاب

اساتذہ کی تربیت کے لیے مقرر نصاب دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے :

- 1- نظریات تعلیم، طریق تعلیم، نفسیات اور عمرانیات اور تعلیمی تناظر یعنی تاریخ تعلیم۔
- 2- مہارت خصوصی کے مضامین اور ان کی تدریس اور مشقی اسباق جن میں طریقہ ہائے تدریس کے عملی پہلو پر زور دیا جاتا ہے۔

نظریاتی علوم میں استاد کے لیے نفسیات کا علم بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ماضی میں یہ دستور تھا کہ عام نفسیات کے نصاب میں سے وہ موضوعات جو اساتذہ کے لیے ضروری سمجھے جاتے، شامل نصاب کر لیے جاتے، مثلاً انسانی کردار کی نفسیات، اور ادب، تعلم، تفکر، وقوفی نشوونما، شخصی تفریق (مختلف افراد کی شخصیتوں میں اوصاف کا اختلاف) وغیرہ۔

مگر اس میں کمی یہ ہے کہ عمرانی نفسیات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ان مخصوص مسائل کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی جو جماعت کے کمرے میں اساتذہ کو بالخصوص پیش آتے ہیں، مثلاً طلبہ کی اہلیت تعلم کے امراض اور مشکلات نیز اساتذہ کی ان مشکلات کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے جو انھیں طلبہ کی نفسیات کو

سمجھنے میں پیش آتی ہیں۔ نیز ان عوامل کی طرف بھی توجہ نہیں دی گئی جو اساتذہ اور طلبہ کو ایک دوسرے کے سمجھنے میں پیش آسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں یہ نقائص دور کر دیے گئے ہیں اور علم نفسیات کو اساتذہ کی ضرورت کے مطابق بنادیا گیا ہے۔

بالحوم یہ ہوتا ہے کہ ماہرین نفسیات جو زیر تربیت اساتذہ کو علم نفسیات کی تدریس کرتے ہیں، وہ انھیں اس علم کو جماعت کے کمرے میں استعمال کرنے کی اہلیت کے بجائے نظریات علم نفسیات کی تدریس پر زیادہ زور دیتے ہیں، جس کی انھیں ضرورت نہیں ہوتی۔

علم نفسیات کے جس پہلو پر زیادہ زور دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ طلبہ میں ایسی تحقیق کو فروغ دیا جائے کہ وہ اپنے علم کو جماعت کے کمرے میں استعمال کر کے مفید طریقہ دریافت کریں اور یہ کہ وہ نفسیاتی نظریات کی تنقید اور تجزیہ کر سکیں۔ اس سے تدریس کی ترقی اور ملک کی خدمت ہو گی۔ یہ کام ایم اے کی سطح پر کیا جاسکتا ہے اور پی ایچ ڈی کے لیے بھی ایسے موضوع تجویز کیے جاسکتے ہیں۔

یہی حال طریقہ ہائے تعلیم کی تدریس کا ہے۔ تعلم کے قدیم نظریات کو ازبر کرانے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ مگر اپنے ملک کے مخصوص حالات کی روشنی میں ان طریقوں پر تحقیق کر کے انھیں مزید بہتر بنانے پر زور نہیں دیا جاتا۔ ہم صرف بیرونی نظریات کی منڈی ہو کر رہ گئے ہیں، اپنے طور پر کوئی تحقیقی کام نہیں کرتے۔

○ استاد کے ذرائع البلاغ

استاد کا سب سے بڑا ذریعہ البلاغ تکلم ہے مگر اس کے ساتھ تختہ تحریر، اشارات و حرکات اور طلبہ سے حقیقی رابطہ بذریعہ سمعی و بصری معاونات بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک سوال حل کرنے کے لیے استاد بیک وقت تختہ تحریر پر سوال بھی حل کرتا ہے، ساتھ ساتھ یہ لٹا بھی جاتا ہے اور اشارات و دیگر حرکات سے بھی مطالب کی وضاحت جاری رکھتا ہے۔ نوٹ لکھواتے یا (چھپے ہوئے نوٹ) تقسیم کرنے کا طریقہ مقابلتا کم اہمیت کا حامل ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی کا استعمال بھی بعض حقائق کی وضاحت کے لیے ترقی یافتہ ممالک میں مروج ہے۔ بعض تجربات کی فلمیں بھی وی سی آر پر دکھائی جاتی ہیں۔

یہ حقیقت بہت اہم ہے کہ استاد کی شخصیت کی جاذبیت بغیر گفت گو بھی بڑی موثر ہوتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب جماعت میں استاد کا احترام معراج پر ہو۔ وہ خاموش کھڑا ہے۔ تب بھی نظم و ضبط قائم رہتا ہے۔

ذرائع البلاغ کا تعاون

ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہماری نئی نسلیں اور فی الحقیقت عام آبادی بھی ذرائع البلاغ بھی ذرائع

البلاغ (اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن اور دیگر سمعی و بصری سہولیات) سے بہت متاثر ہیں۔ ان تمام ذرائع کو اصلاح معاشرے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان سہولیات کے بہتر سے بہتر استعمال کے لیے ماہرین تعلیم اور درس گاہوں کے اساتذہ مندرجہ ذیل اقدامات کر سکتے ہیں:

- 1- اپنے علاقے کی مخصوص ضروریات کے بارے میں مقالات لکھنا اور اخبارات کو اشاعت کے لیے ارسال کرنا۔
 - 2- ریڈیو اور ٹیلی وژن کے لیے مختصر دورانیے کے فیچر لکھنا اور ان اداروں کے تعلیمی شعبے کو بغرض نشر ارسال کرنا۔
 - 3- جن مقامات پر ریڈیو اور ٹیلی وژن یا صرف ریڈیو سٹیشن واقع ہیں، وہاں اس قسم کی انجمنیں قائم کرنا جو ان اداروں کے منتظمین کو اصلاح معاشرہ کے لیے موزوں مواد، فیچر، ڈرامے اور تعلیمی پروگرام وغیرہ مہیا کریں یا کم از کم اداروں کے ارباب بست و کشاد کو موزوں اور مناسب مشورے مہیا کرتی رہیں (یہ ضروری نہیں کہ ان انجمنوں کا ہر مشورہ قبول کر لیا جائے پھر بھی اپنی طرف سے کوشش جاری رکھی جائے)۔
 - 4- ان اداروں کے لیے مختصر تقاریر لکھنا۔ (فی منٹ شرح الفاظ یا عموم ایک سو ستر ہوتی ہے)۔
 - 5- تعلیمی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور اس مقصد کے لیے معزز شہریوں، تعلیمی درس گاہوں کے اساتذہ، ماہرین مضامین اور سماجی بہبود کے اداروں کے کارکنوں سے تعاون کرنا۔ ان لوگوں کو مناسب مواد مہیا کرنا اور مشورے دینا۔
 - 6- خاص مواقع مثلاً عید میلاد، محرم، رمضان المبارک، یوم اقبال اور یوم قائد اعظم وغیرہ پر خصوصی پروگراموں کی ترتیب میں نشریاتی اداروں اور اخبارات کے لیے مضامین لکھنا یا ان اداروں کے ارباب بست و کشاد کو مناسب اور موزوں مواد مہیا کرنا۔ حتی الامکان ان تخلیقات اور کاوشوں کے لیے کسی معاوضے کا مطالبہ نہ کرنا۔
 - 7- قومی مقاصد اور نصب العین کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا۔
 - 8- معاشرتی برائیوں کے اثرات کے نمایاں کرنے کے لیے تمثیلیں، ڈرامے اور فیچر لکھنا، جن میں اسراف بے جا، بیاہ شادی کی رسومات کے اثرات، نشہ بازی اور قمار بازی کے نقصانات اور عبرت ناک انجام کو واضح کیا گیا ہو۔
 - 9- ایسی کاوشوں کے لیے عوامی رد عمل کے متعلق معلومات کی فراہمی کا اہتمام کرنا۔
 - 10- کتابچوں اور اشتہارات کی اشاعت۔
- تدریس کے موجودہ طریقوں میں دل کشی

موجودہ دور میں اگرچہ ٹیکسٹ بک بورڈ نے درسی کتابوں کو دلکش اور موثر بنانے کی کوشش کی ہے اور

انفرادی طور پر طلبہ اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں وہ اب ان کتابوں کو زیادہ دلچسپی اور شوق سے پڑھتے ہیں۔ عملی طور پر اس دلچسپی کو ابتدائی جماعتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلی جماعت کا بچہ جو اس سے قبل اپنی کتاب کو محض اس لیے اپنے بستے میں رکھتا تھا کہ اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اب اپنی کتابوں کو اس لیے سنبھال کر رکھتا ہے کہ اس میں جی ہوئی مختلف خوب صورت تصاویر خراب نہ ہو جائیں۔ گھر میں موجود دیگر افراد خانہ کو وہ سبق اگرچہ نہیں سنانے گا لیکن تصاویر دکھانے کے لیے اپنی کتاب کا تذکرہ ضرور کرے گا۔ ان کتابوں کو گھر میں اس کے پھولنے بہن بھائی، جنھوں نے ابھی سکول جانا بھی شروع نہیں کیا، شوق سے دیکھیں گے۔

اس سے یہ بات تو عیاں ہوگئی کہ طلبہ اور کتابیں اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے کے لیے کشش رکھتی ہیں لیکن اس کشش کو برقرار رکھنے اور اس سے شمر حاصل کرنے والا استاد اس سے کس حد تک مطلوبہ نتائج حاصل کرتا ہے۔

ریجنل آفسر کی زیر نگرانی مختلف مضامین کے ریفریشر کورسز تو ہوتے ہیں۔ ان سے وہ نتائج حاصل ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے ایک الگ بحث ہے لیکن ایسے کورس کی اشد ضرورت ہے جس میں اساتذہ کو بلا امتیاز مضمون صرف اسباق کو دلکش بنانے کے لیے سمعی و بصری معاونات کے استعمال کے متعلق بتایا جائے تاکہ طالب علم استاد اور کتاب تینوں متحرک ہو جائیں۔

ماڈلز اور تصاویر کے استعمال کے امکانات

ماڈلز اور تصاویر کا استعمال اسباق کو پرکشش دلچسپ اور آسان بناتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تصاویر اور نقشے ہماری درسی کتابوں میں بھی موجود ہیں لیکن اساتذہ ان اسباق کو تو پڑھا دیتے ہیں ان تصاویر اور نقشوں کی طرف طلبہ کی توجہ نہیں دلاتے بلکہ بعض جگہ تو درسی کتابوں کی بجائے نمینٹ پیپر ز پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور سارے تعلیمی سال کے دوران میں طلبہ درسی کتاب کی شکل بھی نہیں دیکھ پاتے اس رجحان کو ختم کیا جانا چاہیے۔

طلبہ اپنے اپنے ذرائع سے مختلف تصاویر اکٹھی کر سکتے ہیں ان تصاویر کو کلاس کی سطح پر الگ الگ چھانٹ کر کسی موٹے کاغذ پر چسپاں کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے کارڈ بورڈ کا استعمال مفید رہے گا۔ عام تصاویر چونکہ رسائل کتب اور اخبارات سے اکٹھی ہوتی ہیں اس لیے ان کا سائز عام طور پر 3x5 انچ ہوگا۔ اسی سائز کا کارڈ بورڈ کے ٹکڑے کاٹ لیے جائیں اور ان تصاویر کو ان برابر کاٹے ہوئے ٹکڑوں پر چسپاں کر دیا جائے۔ اس کی پشت پر کارڈ کا نمبر درج کیا جائے اور ایک رجسٹر میں اس کی تفصیل درج کی جائے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم ایسی تصویر لے آتا ہے جس میں کسی گتلی کی تصویر ہے جو ایک پھول پر بیٹھی ہے۔ اس کا اندر ان رجسٹر میں اس طرح ہوگا۔

رنگین یا بلیک اینڈ وائٹ

تفصیل تصاویر

کارڈ نمبر

اب استاد کوئی سبق پڑھاتا ہے تو وہ اپنی اسی تصویر کی لا بھری سے مطلوبہ تصاویر محض رجسٹر دیکھ کر منتخب کر سکتا ہے۔ یہ تصاویر ایک کلاس سے دوسری کلاس میں بھی مستعار لے کر دکھائی جاسکتی ہیں۔ کارڈ پر چسپاں کرنے اور ریکارڈ رکھنے سے یہ تصاویر پر محفوظ ہو جائیں گی اور ایک سے زیادہ مرتبہ استعمال کی جاسکیں گی۔ اس سارے کام کے لیے بہت کم سرمایہ درکار ہوگا۔ اگرچہ یہ کام محنت طلب ہے۔

اسی طرح مختلف اسباق میں استعمال ہونے والے ماڈلز کلاس کی سطح پر ہی آسانی سے بنائے جاسکتے ہیں۔ پلاسٹر آف ہیروز مٹی اور کاغذ اور مٹی کے ملغوبے سے ماڈل بنانا اگرچہ مشکل ہے لیکن یہ ماڈلز دیرپا ہوتے ہیں۔ ان کے استعمال میں یہ قباحت ہے کہ جب یہ ماڈلز تیار ہو جاتے ہیں تو تمام سکول کے طلبہ اسے ایک ہی بار دیکھ لیتے ہیں اور اگر ان میں پائے جانے والے تجسس اور سوالات کا بروقت اور مناسب جواب نہ دیا جائے تو اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہو گا نیز ایسے ماڈلز پر نسبتاً زیادہ لاگت آئے گی۔

پلاسٹر آف ہیروز بڑے شروں میں آسانی دستیاب ہے۔ یہ مختلف رنگوں میں مل سکتا ہے اور چونکہ نرم ہوتا ہے۔ اس لیے آسانی سے اس کی مطلوبہ شکل اور ماڈل بنایا جاسکتا ہے اور ایک سے دوسرے ماڈل میں تبدیلی کرتے وقت اس کا مادہ ضائع نہیں ہوتا۔

مختلف سطحوں پر کلاسوں میں ایسے طلبہ اور بعض اوقات اساتذہ موجود ہوتے ہیں جو آسانی ماڈل بنا سکتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق پلاسٹر آف ہیروز سے ماڈل بنائے جائیں اور مطلوبہ سبق میں استعمال کے بعد اسے توڑ دیا جائے۔

بعض ماڈلز صرف کچی مٹی سے بنائے جاسکتے ہیں اور بڑے موثر ہوتے ہیں۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے تفصیلاً اس کا تذکرہ نہیں ہو سکتا۔ مختصر امثال کے طور پر دریا کا کنارہ مختلف چٹانیں، آتش فشاں پہاڑوں کی اقسام، ڈیلٹا و آبہ جزیرہ وغیرہ اور اس جیسے لا تعداد موضوع ہیں جن پر تھوڑی سی محنت اور سوچ بچار سے اچھے ماڈل بنا کر طلبہ کے اسباق کو زیادہ دلچسپ بنایا جاسکتا ہے۔

اگر ان ماڈلز کو محفوظ کرنا مطلوب ہو تو انھیں لکڑی کے پرانے تختوں پر بنا کر سکول کے میوزیم میں رکھا جاسکتا ہے۔

جدید سمعی و بصری آلات کا تعارف اور استعمال

اس سے قبل جن تصاویر کا ذکر ہو چکا ہے ان کا سائز 3x5 انچ تھا ان تصاویر اور نقشوں کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے کلاس میں تمام طلبہ ایک وقت نہیں دیکھ سکتے۔ ایہی سکوپ کی مدد سے یہ تصاویر تمام طلبہ کو اپنی اصلی حالت میں اور اصلی رنگوں میں بڑی کر کے دکھائی جاسکتی ہیں۔ ایہی سکوپ کی مدد سے کوئی بھی تصویر بارہ گنا بڑی کر کے دیکھی جاسکتی ہے اور اس کی قیمت بھی زیادہ نہیں ہے۔ اڑھائی تین سو روپوں میں ایہی

سکوپ خریداجاسکتا ہے اور 220 ولٹ بجلی کا اس کا بلب روشن ہو سکتا ہے۔ اس کی مدد سے صرف تصاویر ہی نہیں بلکہ مختلف چھوٹے کپڑوں اور پتنگوں کو بھی سکرین یا سفید دیوار پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس جدید اہم ایجاد سے ہر سطح ہر کلاس اور ہر سکول میں کام لیا جاسکتا ہے نیز تمام مضامین میں اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اسباق کو دلکش بنانے کے لیے مختلف چارٹس کا ہونا اشد ضروری ہوتا ہے۔ کاغذ کے موٹے چارٹس کی نسبت پلاسٹک شیٹس کے چارٹس نسبتاً سستے اور عمدہ ہوتے ہیں نیز یہ زیادہ دیرپا اور زیادہ خوب صورت ہونے کے علاوہ بدرنگ اور بد نما نہیں ہوتے۔ اگر کسی وجہ سے کلاس میں ذریعہ بالا مقصد کے لیے چارٹس تیار نہ کیے جاسکیں تو اس کا ایک اور آسان حل بھی موجود ہے۔

مختلف سائز کے ایہی سکوپ میں مختلف سائز کی تصاویر بڑی اور نمایاں نظر آتی ہیں۔ اسی سائز کے پلاسٹک کے بے رنگ ٹکڑوں پر گراف، اشارات، تختہ سیاہ کا خلاصہ۔ مختلف موضوعات کے اشارے اور چارٹس لکھ کر، دیوار پر دکھائے جاسکتے ہیں اور تصاویر کی طرح ہر سبق کے بارے میں ان کا ریکارڈ رکھا جاسکتا ہے۔ اسے لیے باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ سکولوں میں استعمال کے لیے بڑے سائز میں سائنسی چارٹس اور بڑے بڑے نقشہ بات کی خرید پر جو روپیہ خرچ ہوتا ہے اسے بچایا جاسکتا ہے کیوں کہ ایہی سکوپ کی مدد سے مختلف درسی کتب میں دی گئی رنگین تصاویر اور نقشوں کو بڑا اور واضح کر کے دکھایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں سکولوں میں مختلف پرائیویٹ شاپس شروع کر کے بھی اسباق کو دلکش بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سکول کا کوئی کونہ منتخب کر کے اس میں شہتوت کے درخت لگائے جائیں بعض سکولوں میں پھلے سے ایسے درخت موجود ہیں۔ ان درختوں پر پریشم کے کیڑے پال کر طلبہ کو ان کی زندگی کے مختلف مدارج کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔ بڑے سکولوں میں مختلف قسم کے پودوں کو یکجا کر کے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ مچھلی گھر اور چڑیا گھر قائم کرنا بھی اب چنداں مشکل نہیں رہا۔

لاؤڈ سپیکر اور ٹیپ ریکارڈ اگرچہ اب جدید ایجادات میں سے نہیں تاہم انھیں سکولوں میں مناسب استعمال سے بہت مفید اور کارآمد بنایا جاسکتا ہے۔ صبح کے وقت اسمبلی سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر قومی نغمے، بچوں کے گیت، سکول میں مختلف مواقع پر ہونے والے پروگرام اور تقاریر سنوارنے کا بہت بدست کیا جائے تو غیر حاضہ (عادی) طلبہ اور دیر سے سکول آنے والے طلبہ کے لیے سکول پر کشش ہو جائیں گے۔

ہمارے ملک میں بد قسمتی سے تمام ذرائع ابلاغ ٹھوس تعلیمی پروگرام پیش نہیں کرتے۔ ریڈیو سے پیش کیے جانے والے پروگرام ایک منصوبے کے تحت ٹیپ کر کے البتہ مختلف مواقع پر طلبہ کو سنوائے جاسکتے ہیں۔ اس کا اعلان پہلے سے کر دینا چاہئے اور اس کے لیے ایک الگ کمرہ مخصوص ہونا چاہیے تاکہ کسی رکاوٹ اور دقت کے بغیر یہ پروگرام سنے جاسکیں۔

اخبارات میں چھاپے گئے مضامین، فچر اور کہانیاں ایک منصوبے کے تحت پہلے پڑھی جائیں۔ پھر ان صفحات کو لا بھری میں طلبہ کو گروپس کی شکل میں پڑھایا جائے اور جب تک اس کا ایک ذخیرہ جمع نہ ہو جائے

2- اس عمل یا عام جماعت کے کمرے کی تدریس کی وڈیو فلمیں طلبہ کو دکھائی جاتی ہیں اور مخصوص اور اہم نکات کی جس میں استاد کی مہارت ظاہر ہوتی ہو، خصوصی نشاندہی کی جاتی ہے۔

3- زیر تربیت استاد ایک مختصر سبق کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ جسے وہ طلبہ کے ایک گروہ کو پڑھاتا ہے۔

4- اس سبق کی فلم متعلقہ زیر تربیت استاد کو اس کے نگران کی زیر نگرانی میں دکھائی جاتی ہے۔ نگران جہاں پر استاد کامیاب ہوا وہاں اس کی مہارت کی نشاندہی کرتا ہے اور جہاں پر ناکام ہوا وہاں پر مہارت کے استعمال کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔

5- مذکورہ بالا عمل کی روشنی میں زیر تربیت استاد اپنے سبق کی دوبارہ منصوبہ بندی کرتا ہے اور اپنی مہارت کو زیادہ موثر طریق سے استعمال کرتا ہے۔

6- مشق شدہ سبق اسی معیار کے ایک اور گروہ کو پڑھایا جاتا ہے۔

7- اس دوبارہ پڑھائے گئے سبق کی بھی فلم بنائی جاتی ہے، جس کے نگران کی نگرانی میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

8- تدریس سے دوبارہ تدریس کا چکر جاری رہتا ہے۔

اس طریق تدریس کے فوائد میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اس میں حقیقی تدریس کے عمل سے استفادہ کیا جاتا ہے جس میں سادہ اور بغیر جارحیت کے خطے کے عمل تدریس کے مشق کی جاتی ہے اور زیر تربیت استاد اپنی توجہ کو واضح طور پر متعین کرداری فعالیتوں پر مرکوز کر سکتا ہے اور عمل تکرار کی بدولت اپنی خامیوں کی اصلاح کر سکتا ہے۔

لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ تدریس صغیر کا یہ عمل جماعت کے کمرے کے عام حالات میں استاد کے لیے باعث افادہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس تجربے سے استاد کی تدریسی مہارت میں کوئی اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اس سمت میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ بہر حال یہ امر مسلمہ ہے کہ طویل تدریسی مشق اور تدریس صغیر کے مختصر عمل دونوں تجربات سے گزرنے والے زیر تربیت استاد تاثر آفرینی میں یکساں مہارت کے حامل پائے گئے۔

نمونہ تدریس کی وڈیو فلمیں تیار کی گئیں اور محسوس کیا گیا کہ زیر تربیت استاد کو ایسی فلمیں دیکھنے سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا۔ اسی طرح زیر تربیت استاد کو خود اپنی تدریس کی فلمیں دیکھنے سے بھی اپنی مہارت تدریس کے تجربے اور تنقید کا موقع فراہم ہوا۔ رہنمائی موجودگی تجربے کی فعالیت میں مزید استفادے کا موجب ثابت ہوئی۔ اس عمل سے زیر تربیت استاد اپنی کمزوریوں کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

تدریس صغیر استاد کے تازگی، مہارت کے کورسوں میں بہت سودمند ثابت ہو سکتی ہے، جہاں پر محدود قسم کے اسباق تیار کر کے استاد گروہوں کی صورت میں تنقید اور تجربے کے عمل سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

طلبہ کو یہ سب کچھ ایک دوسرے کی مدد سے پڑھ کر بھی سنایا جاسکتا ہے۔ البتہ تمام سکول اپنے اپنے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے مختلف فیچر پروگرام خود تیار کر کے ٹیپ کر سکتے ہیں اور انھیں مناسب اور موزوں مواقع پر سنوا کر مطلوبہ فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں رجین کی سطح پر ایک مرکزی ادارہ بنا کر بھی یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جاسکتا ہے اور ایک فیچر پروگرام کی کیدیں تیار کر کے مختلف سکولوں کو ان کی ضرورت کے مطابق بھیجا جاسکے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان تمام ذرائع سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے محنت، لگن، کوشش اور منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ نیز ان خطوط پر کام کرنے والے اساتذہ کی حوصلہ افزائی اور اس مقصد کے لیے سرمائے کی فراہمی اگر درکار ہو تو ضروری ہے۔

○ تدریس کے جدید ترین طریقے

تدریسی مہارت سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ متعین مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ایسے طریقے اختیار کیا جائیں جو موثر ثابت ہوں اور جو استاد موقع محل کی مناسبت سے ایک خود کار زد عمل کے طور پر بلا تکلف استعمال کر سکے۔ جیسا کہ آرگنل نے ثابت کیا ہے کہ ایسی معاشرتی مہارتوں کا حسی حرکی مہارتوں سے قریبی تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ جیری نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایسی تربیت جس میں ہمدوق تدریس پر زور دیا گیا ہو، اہم نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں تربیت کی بجائے کیوں نہ اساتذہ کو خود تجربہ حاصل کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ مگر تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ قدیم اساتذہ جو بغیر تربیت تدریس کا عمل جاری رکھتے تھے کچھ زیادہ موثر ثابت نہ ہوتے تھے۔ اس کی وضاحت غالباً اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ جدید تربیت کے زیر اثر جن تعلیمی مقاصد کو متعین کیا جاتا ہے نئے اساتذہ اس میں کس قدر کامیاب ہوتے ہیں۔ ایک ماہ کے مشقی اسباق میں استاد جو کچھ سیکھتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ دن کا انجام ظہر ہو اور اپنی عزت سلامت رکھ کر درس گاہ سے رخصت ہو جائے۔

اص صورت حال پر قابو پانے کے لیے جو جدید طریقے وضع اور اختیار کیے گئے ہیں، ان میں تدریس صغیر (Microteaching) کو بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ طریقہ تدریس عمل کو چھوٹے پیمانے پر منتقل کرنے کے عمل سے متعلق ہے۔ اس میں ایک استاد پانچ طلبہ کے ایک گروہ کو پانچ سے بیس منٹ تک تعلیم دیتا ہے۔ یہ اصطلاح شائفر ڈیونیورسٹی میں 1963ء میں وضع کی گئی اور اس کے تحت مندرجہ ذیل کیفیات کے مطابق عمل جاری ہے:

1- زیر تربیت معلم کو تدریسی کردار کے مشروط نمونے کی مخصوص مہارت متعین کر کے اس کے واجب الحصول مقاصد سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اقدار مقاصد اور مجوزہ استعداد مہارت کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

1.8۔ ٹیچر ایجوکیشن: رہنمائی اور مشاورت کا کردار

(The Role of Guidance and Counselling)

ہم سب جانتے ہیں کہ طلبہ کو متعلقہ استاد سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ استاد طلبہ کے رویوں، دلچسپیوں اور مشاغل کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں کہ کس طالب علم کا رجحان سنجیدگی کی طرف ہے اور عمر کے ساتھ ساتھ طلبہ کی طبیعت میں کیا خاص تبدیلی ہو رہی ہے اور اس خاص مسائل کیا ہیں چنانچہ ٹیچر ایجوکیشن اور رہنمائی دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے کیوں کہ پڑھاتے وقت فن رہنمائی کے استعمال سے تعلیمی مقصد حاصل کرنے میں زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ یہ دہرا دینا لازمی ہے کہ ہر استاد کو اپنے طلبہ کے رویوں کو نہایت صبر و تحمل کے ساتھ مشاہدہ کرنا چاہیے۔ اور مشاہدے کے وقت اپنے آپ کو ہر قسم کی ذہنی اور جذباتی پریشانیوں سے آزاد رکھنا چاہیے۔ اگر استاد خود کسی وجہ سے پریشان ہو تا ہے تو وہ طلبہ کو مار پیٹ کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ان وجوہات کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے جن کی وجہ سے طلبہ کو عام رویے میں تبدیلی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں طلبہ کی صحیح رہنمائی ممکن کی جاسکتی۔ اس طرح جو استاد محض مضامین کی تعلیم کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کو پڑھا کر مطمئن ہو جاتے ہیں وہ طلبہ کو انفرادی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کس طالب علم نے پڑھایا ہو اسبق یاد کیا اور امتحان میں کس نے کتنے نمبر حاصل کیے ہیں؟

دراصل استاد کو اپنے طلبہ سے دلچسپی ہونی چاہیے اور ان کے جذبات اور احساسات کا پورے طور پر احترام کرنا چاہیے۔ اسے دیکھنا چاہیے کہ کسی صورت میں متوقع اور غیر متوقع رویوں کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے۔ اگر استاد کو صحیح معنی میں اپنے طلبہ سے دلچسپی ہوتی ہے تو وہ ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ طلبہ کی حرکتوں اور رویوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے نہ کہ ان کو اچھایا یا طالب علم کہہ کر مطمئن ہو جائے۔ اسے ہمیشہ اپنے طلبہ کی ہمہ جہت نشوونما کی فکر رہتی ہے۔

تدریس اور رہنمائی کی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے والے استاد جانتے ہیں کہ دوسروں کی باتوں کو صبر و تحمل کے ساتھ سننا اور سمجھنا چاہیے وہ بولنے سے زیادہ سننے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے طلبہ کی باتوں کو اپنے تک رکھتے ہیں۔ جب تک ہم اپنے طلبہ کو ان کے خیالات، جذبات اور تاثرات کو ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہم ان کی کبھی قسم کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ طلبہ کو سننے اور ان کے جذبات کا احترام کرنے سے ان کا اعتماد حاصل کرتے ہیں پھر وہ اپنی پریشانیوں اور دشواریوں کو آزادی سے ظاہر کر دیتے ہیں۔ پس یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے رہنمائی کا کام شروع کیا جاسکتا ہے۔ جو استاد اپنے کو بھول کر اپنے شاگردوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور ان کا اعتماد حاصل کرتے ہیں اور ان کے دل میں اپنی محبت اور عزت کے پھول پھولتے ہیں۔ اچھا استاد طلبہ کی گفت گو سے اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ کس سمت میں جا رہے ہیں اور ان کی مناسب طور پر کس طرح رہنمائی کی جاسکتی ہے۔

تدریس اور رہنمائی کی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے والے استاد یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ طلبہ مدرسے سے باہر کی دنیا میں جو تجربات حاصل کرتے ہیں ان سے ان کی تعلیم اور سیکھنے کا عمل متاثر ہوتا ہے اس لیے وہ طلبہ کے والدین اور دیگر متعلقہ حضرات سے تعلقات پیدا کرتے ہیں اور طالب علم کی دلچسپیوں اور عام زندگی سے متعلق حالات کو جاننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ رہنمائی کے لیے طالب علم کے گھر، محلے، سماج اور مدرسے کے جملہ برتاؤ کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔

تدریس اور رہنمائی کی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے والے استاد یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ مدرسے کے کاموں کا مفید اور موثر بنانے کے لیے یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ طالب علم خود اپنے کو بحیثیت انسان کیسا سمجھتا ہے اور دوسروں کے ساتھ رہ کر وہ جذباتی اعتبار سے کس قدر خوش اور مطمئن یا غیر مطمئن محسوس کرتا ہے۔ طلبہ اپنے طور پر اپنا اور اپنے گرد و پیش کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر طالب علم کے ذہن میں اپنے والدین، اساتذہ اور مدرسے کی ایک تصویر ہوتی ہے۔ یہ تصویر اس کے ماضی کے تجربات کی روشنی میں جتنی اور جگہ رہتی ہے۔ اس لیے مناسب رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم کے گزشتہ تجربات کو پورے طور پر سمجھا جائے۔ جس تصویر یا تصور کا طالب علم کے طرز زندگی پر خاص طور پر اثر پڑتا ہے وہ اس کی اپنی شخصیت سے متعلق تصویر ہوتی ہے۔ رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ زیر تربیت اساتذہ کو یہ تربیت دی جائے کہ وہ جس طرح ہو سکے یہ معلوم کریں کہ آخر وہ کون سے عوامل اور تجربات زندگی ہیں جن کی وجہ سے طالب علم نے اپنے متعلق یہ تصور قائم کیا ہے۔

اگر کسی بچے میں خود اعتمادی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کام شروع کرتا ہے۔ اسے کامیابی کے ساتھ پورا کر لیتا ہے اور اس کی کوئی کوشش ناکام نہیں ہوتی تو وہ اپنے ہر کام کو نہایت اعتماد اور خوشی کے ساتھ شروع کرے گا اور جو پھر ناکامی کا منہ دیکھ چکا ہے اور اپنے سے مایوس ہو چکا ہے وہ ہر نئی صورت حال میں ہر چھوٹے بڑے کام کی ذمہ داری لیتے ہوئے ڈرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ اپنے کو دوسروں کی آنکھ کا تارا سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے دوسروں کی پائیدار محبت اور عزت حاصل ہے تو وہ اپنی سماجی زندگی میں اچھا بننے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی بچہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ عام طور پر ناپسند کیا جاتا ہے اور اس کی بے عزتی کی جاتی ہے تو وہ ایسی ناپسندیدہ شرارتیں کرے گا جن کے باعث وہ اپنے ساتھیوں اور استادوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے اور مدرسے میں خود سرایا دادا مشہور ہو سکے۔

مناسب رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم کو اس کی اہمیت کا یقین دلایا جائے اسے یقین دلایا جائے کہ والدین اور اساتذہ اس سے صحیح معنوں میں محبت کرتے ہیں ایسی محبت جو کسی صورت حال میں کم نہیں ہو سکتی۔ اس کے تشخص کا اعتراف کیا جائے اور خود اس کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں دے کر اس کے تشخص کا احترام کرنا سکھایا جائے۔ ناکامی کو آئندہ کی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھایا جائے اور کامیابی کو مزید کامیابی کا زینہ بنایا جائے۔ اس طرح طالب علم میں خود اعتمادی اور عزت نفس کے جذبات پیدا ہوں گے اور اس کے دل میں

استاد کے لیے محبت اور عزت پیدا ہوگی۔ استاد کو طالب علم کا اور طالب علم کو استاد کا اعتماد حاصل ہوگا۔
 تدریس اور رہنمائی کی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے والے استاد جانتے ہیں کہ ان کی کامیابی کی کسوٹی
 امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد نہیں بلکہ طلبہ میں خود اعتمادی پیدا کرنا، خود کو سمجھنے کا مادہ پیدا
 کرنا، خود سے نئی نئی معلومات حاصل کرنا، خود نئی راہیں تلاش کرنا، خود اپنا رویہ اور اپنی عزت اور محبت کے
 ساتھ دوسروں کی عزت کرنا سکھانا ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جمہوری نظام حکومت اور طرز زندگی کو کامیاب
 بنانے کے لیے کس قسم کے شریلوں کی ضرورت ہے۔ وہ اپنے طلبہ میں قدم قدم پر سوچنے اور سوچ سمجھ کر
 فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ محبت اور عزت نفس کا سبق بھی
 پڑھاتے ہیں۔

صحیح تعلیم اور شخصیت کی بہت جلد نشوونما کے لیے ضروری ہے کہ استاد بچے کی فطرت کو جانیں۔ اس
 کی نشوونما کی مختلف منزلوں سے واقف ہوں۔ اس کے رویوں اور ضرورتوں کا مشاہدہ کریں۔ اس کی فطرت
 اور عمل آموزش کے رشتے کو سمجھیں۔ اپنے مضامین کا گہرا مطالعہ کریں۔ عام حالات کو جاننے کی کوشش
 کریں۔ طریقہ تعلیم اور نصاب تعلیم کی بنیادیں بچے کی دلچسپیوں اور ضرورتوں پر قائم کریں۔ اسباق کو ہاتھ کے
 کاموں یا سماجی کاموں اور مشغلوں سے مربوط کریں۔ طلبہ کے سماجی اور تمدنی ماحول اور تجربوں کو سمجھیں۔ نیز یہ
 کہ کسی وقت بھی اور کسی صورت حال میں طالب علم کی طرف سے مایوسی اور ناامیدی کا اظہار نہ کریں۔

تدریس اور رہنمائی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا استاد ان دونوں کاموں میں فرد کو مسائل حل کرتے
 وقت طاقت سے نہیں بلکہ عقل سے کام لینا سکھاتا ہے۔ وہ فرد کے جذبات اور احساسات کا پورا خیال رکھتا ہے
 اور اس کی شخصیت کا پورے طور پر احترام کرتا ہے۔ وہ اپنے کام اس یقین کے ساتھ کرتا ہے کہ ہر شخص میں
 فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس صلاحیت کو فروغ دینے سے شخصیت کی نشوونما میں مدد ملتی ہے۔ وہ
 ہمیشہ سماجی رشتوں اور اجتماعی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ فرد کی خوش حالی سے جماعتی خوش
 حالی متاثر ہوتی ہے۔ وہ اپنے کام کی بنیاد فرد کے انفرادی امتیازات اور سماج کی ضروریات پر قائم کرتا اور ہر کام
 میں فرد کی محبت اور عزت کو کامیابی کا بہترین وسیلہ سمجھتا ہے۔

1.9۔ ٹیچر ایجوکیشن: کمیونٹی اینڈ ایجوکیشن (Community and Education)

معاشرے میں بہت سے ایسے وسائل موجود ہوتے ہیں جنہیں استاد استعمال کر سکتا ہے۔ معاشرتی
 وسائل کو نصاب کی تیاری، پڑھائی کے لیے استعمال ہونے والے میٹریل کی تیاری اور معاشرے کی فلاح و بہبود
 کے لیے شروع کیے جانے والے منصوبوں میں استعمال کر سکتا ہے۔

معاشرے میں استاد کی بہت سی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور معاشرہ بعض اوقات استاد کی بطور استاد ذمہ
 داریوں اور بطور معاشرے کے رکن کے ذمہ داریوں میں فرق نہیں کر پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ سکول سے باہر کی

سرگرمیوں پر نظر رکھی جاتی ہے اور بطور انفرادی شخصیت کے استاد کی آزادی بھی بڑی محدود ہے۔ استاد کو
 معاشرے کا افعال فرد اور فلاح و بہبود کے لیے آگے بڑھ کر کام کرنے والے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ
 تدریسی پیشے میں نئے داخل ہونے والے افراد ان پابندیوں کو جلد برداشت کرنے کے عادی نہیں ہوتے لہذا وہ
 معاشرتی معاملات میں الجھے رہتے ہیں۔

استاد کو سکولوں میں پڑھانے کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے
 علاقے کی مساجد کی مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ نوجوانوں کی تنظیموں کے رکن بنیں۔ تعلیم بالغاں کے
 لیے کام کرنے والی تنظیموں کے ساتھ قریبی رابطہ رکھیں اور معاشرے میں فلاح و بہبود کے کاموں میں آگے
 رہیں۔

بعض اوقات نئے اساتذہ کو ان میں سے ایک زائد تنظیموں کے ساتھ منسلک ہونے کی آفر کی جاتی ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ استادوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ ان سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیے۔ ان سرگرمیوں میں حصہ
 لیتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رہے کہ استاد کو اپنے مضمون اور لیکچر کی تیاری کے لیے بھی وقت دیتا ہے کیوں
 کہ یہ اس کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جو کچھ کہا گیا ہے اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر استاد کو معاشرتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا
 چاہیے لیکن اگر وہ معاشرے میں فعال ہو اور متحرک ہوں گے تو اس طرح جب انہیں سکول میں کوئی بہتری
 لانے کی ضرورت ہوگی تو استاد کے ساتھ فلاح و بہبود کے کام کرنے والے افراد استاد اور سکول کی مدد کو آ
 جائیں گے۔

تدریسی نقطہ نظر سے ماڈرن سکول معاشرے کو پڑھنے کی لیبارٹری سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ کو
 ایسے مقامات کا مطالعاتی دورہ کروایا جاتا ہے، جو ان کی پڑھائی میں معاون ثابت ہو۔ جو علم وہ تحریری مواد ہے
 حاصل نہیں کر پاتے وہ علم وہ مطالعاتی دورے سے حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح سے اساتذہ اور طلبہ
 معاشرے کے ساتھ براہ راست رابطے میں آتے ہیں۔ اگر یہ مطالعاتی دورے بہت اچھی طرح ترتیب دیے
 جائیں تو ان کے باعث نظم و ضبط بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی استاد ایسے مطالعاتی دورے پر جانا
 پسند نہیں کرتا جس میں ایسے طلبہ شامل ہوں جو شرارتی ہوں۔ اگر مطالعاتی دوروں سے علم حاصل ہو تو اس کا
 مطلب یہ ہے کہ معاشرہ بطور پڑھنے کی لیبارٹری والا تصور بالکل درست ہے اور اگر ان دوروں سے کچھ حاصل نہ
 ہو تو اس کا مطلب ہے کہ معاشرہ تو پڑھنے میں مدد دیتا ہے لیکن طلبہ نے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

گھر ایک معاشرتی وحدت ہے۔ پیدائش کے وقت بچہ والدین سے کچھ چیزیں ورثے کے طور پر لیتا ہے
 اور پھر گھر کا ماحول ہی بچہ کو آئندہ زندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ بچہ کی ابتدائی تعلیم بھی گھر پر ہوتی ہے۔ اس
 میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعلیم غیر رسمی ہوتی ہے لیکن اس کے اثرات بڑے دیرپا ہوتے ہیں۔ ذہنی طور پر
 پریشان اور جذباتی والدین کے بچے خصوصاً خوف زدہ ہوتے ہیں۔

کی طرف مائل کر سکتی ہے۔ اس طرح اگر اس کی پسند اور ناپسند کا خیال نہیں رکھا جائے گا یا کیونٹی اور گھر اس کی پسند اور ناپسند کے رویے کو غیر معیاری سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے تو وہ خود بھی یا نامیدی کا شکار ہو جائے گا۔ اگر اس تمام صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے گھریا کیونٹی بچے کی پرورش کرتے ہیں تو گویا وہ انہی تین صورتوں کے شکار زدہ بچے کو سکول کی فضا میں داخل کرتے ہیں۔

○ کیونٹی اور سکول

والدین کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ بچہ ضروریات اور تقاضے اپنی پیدائش ہی کے ساتھ لے کر آتا ہے لیکن ان کا پورا کرنا کیونٹی کا کام ہے۔ کیونٹی میں گھر، جسمانی یا گھر اور محلہ شامل ہے۔ جوں جوں بچہ سمجھ دار ہوتا جاتا ہے اس کے تقاضے اور ضروریات نمایاں ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ کیونٹی ہی میں ہوتا ہے۔ جب کیونٹی جس میں بچہ کا گھر بھی شامل ہے۔ انفرادی یا اجتماعی طور پر ان ضروریات کی طرف توجہ نہیں دے گی تو لامحالہ مسائل پیدا ہوں گے۔ سکول یا معلمین کیونٹی کی موجودہ طرز، بود و باش، رویوں، انداز فکر اور مختلف سرگرمیوں کا جائزہ لیں۔ ورنہ وہ بچے اور کیونٹی میں ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکیں گے۔ یہاں ان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک طرف بچے کے اپنے تقاضے ہیں اور دوسری طرف کیونٹی کی بعض مجبوریات ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے سکول کو ہم آہنگی یا مطابقت کا ایک راستہ نکالنا پڑے گا اور دونوں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد تجزیہ کرنا ہو گا تاکہ بچے کے تقاضوں کو پورا کرنے اور مسائل کو کم کرنے کا مشن نہ لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

بچے کے تعلیمی تقاضے اس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی کچھ تعلیمی ضروریات ہوتی ہیں جن کا تعلق اس کی مادی، ذہنی اور نفسی شخصیت سے ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ بچے کے تقاضے اپنے ہی ہوں گے لیکن ان کا اظہار گھریا کیونٹی کے رویے سے باہر نہیں ہو گا۔ اس طرح ایک طرف بچے کے تقاضے ہوں گے تو جسمانی ضروریات ہیں۔ ذہنی تقاضوں میں اس کا ماحول اور سرگرمیوں کی تفہیم ہے اور نفسی تقاضوں میں بچے کی دوسری طرف کیونٹی کا رویہ، اس کی اپنی فعالیتیں، اس کی مجبوریات اور ایک مجموعی رجحان ہو گا۔ اگر کیونٹی اپنی خواہش عمل اور رد عمل شامل ہیں۔ جب ان تقاضوں میں سے کسی ایک تقاضے کے راستے میں کوئی رکاوٹ کے شخصی پہلو بچے کے تقاضوں پر مادی ہوں گے اور اس کے تقاضوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو پید ہو جائے تو اس کی طبعی، ذہنی اور نفسی عمر کے حوالے سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، جسے وہ شدت سے محسوس کرے گا۔ اس کا یہی محسوس کرنا اس کے مسائل کی وجہ بنتا ہے۔ مادی تقاضوں میں اس کی ضروریات بہت محدود ہیں۔ بچے کی عمر کے مطابق پید ہوگا۔ لیکن اگر کیونٹی ان تمام حدود اور مجبوریوں کے باوجود بچے کے تقاضوں پر نظر رکھے گی تو مطابقت پیدا ہوگی۔ کیونٹی سے بچوں میں تقاضوں کی نوعیت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ کسی بچے کی مادی ضروریات زیادہ ہوں گی۔ کوئی ذہنی نشوونما پر خصوصی توجہ مانگے گا تو کوئی نفسی نشوونما کا محتاج رک جاتی ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتا ہے۔ اور جسمانی طور پر ناقص۔ اگر معاشرے کی سرگرمیوں، رویوں اور شغلوں سے اس کی ذہنی مطابقت نہیں ہوئی یا اسے ان سے مانوس نہیں کیا جاتا تو وہ بڑی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہاں سے عدم مطابقت کا آغاز ہوتا ہے اور اس کی صحت، پسندیدہیت پر اثر پڑتا ہے۔ عدم مطابقت اسے خلوت پسندی

والدین لے رویے کا بچے کی نشوونما پر اثر ہوتا ہے۔ والدین کی باطنی ریس اور کشیدگی شخصیت کو مسح کر کے رکھ دیتی ہے۔ بچہ عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ گھر میں روز روز کا لڑائی جھگڑا سے بیزار کر دیتا ہے۔ والدین کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچے کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ بچہ ضروریات اگرچہ محدود ہوتی ہیں لیکن پھر بھی باقاعدگی سے ان کا پورا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ مدرسے میں داخل ہو جانے کے بعد بچہ والدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور نہ والدین کی اہمیت ہی کم ہو سکتی ہے۔ مدرسے میں بچے صرف چند گھنٹے رہتے ہیں۔ اس مختصر وقت میں ان کی ہمہ جہت تربیت والدین کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کی جسمانی تربیت عادات و اطوار پر نظر رکھیں۔ مدرسے کی طرف سے دی گئی ہدایات پر پابندی کرائیں لیکن افسوس کہ جہاں افلاس، وسائل کی کمی اور والدین کی بے پناہ اور خود ساختہ مصروفیات کے باعث بہت کم والدین اپنے فرائض بخوبی نبھاتے ہیں۔ مادہ پرستی نے خاندانی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ جس سے بچوں کی تربیت بھی ہو رہی ہے۔

بچے کا تعلق گھر سے ہے اور گھر کیونٹی کا ایک حصہ ہے۔ تقاضوں اور مسائل کا تعلق گھر اور کیونٹی سے ہے۔ بچہ ان کا ایک زندہ عنصر ہے اس کی اپنی خواہش اور ضرورتیں ہیں۔ اس کے اپنے رویے اور سوچیں ہیں جو انہی مسائل کی فضا میں پرورش پائیں گی۔ یہ تمام ان سے متاثر بھی ہوں گے۔ اس طرح بچہ کیونٹی تقاضوں اور مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ یعنی اس کے اپنے انفرادی تقاضے کیونٹی کے تقاضوں اور مسائل سے متاثر ہوتے ہیں۔ نتیجتاً بچے کی شخصیت میں مسائل در آتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ کیونٹی کی فضا میں آکر کھولتا ہے۔ اسے کیونٹی تقاضوں اور مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

○ بچے کی ضروریات اور تقاضے

بچے کی ضروریات یا تقاضے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ مادی، ذہنی اور نفسی، مادی تقاضوں میں اس کی جسمانی ضروریات ہیں۔ ذہنی تقاضوں میں اس کا ماحول اور سرگرمیوں کی تفہیم ہے اور نفسی تقاضوں میں بچے کی دوسری طرف کیونٹی کا رویہ، اس کی اپنی فعالیتیں، اس کی مجبوریات اور ایک مجموعی رجحان ہو گا۔ اگر کیونٹی اپنی خواہش عمل اور رد عمل شامل ہیں۔ جب ان تقاضوں میں سے کسی ایک تقاضے کے راستے میں کوئی رکاوٹ کے شخصی پہلو بچے کے تقاضوں پر مادی ہوں گے اور اس کے تقاضوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو پید ہو جائے تو اس کی طبعی، ذہنی اور نفسی عمر کے حوالے سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، جسے وہ شدت سے محسوس کرے گا۔ اس کا یہی محسوس کرنا اس کے مسائل کی وجہ بنتا ہے۔ مادی تقاضوں میں اس کی ضروریات بہت محدود ہیں۔ بچے کی عمر کے مطابق پید ہوگا۔ لیکن اگر کیونٹی ان تمام حدود اور مجبوریوں کے باوجود بچے کے تقاضوں پر نظر رکھے گی تو مطابقت پیدا ہوگی۔ کیونٹی سے بچوں میں تقاضوں کی نوعیت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ کسی بچے کی مادی ضروریات زیادہ ہوں گی۔ کوئی ذہنی نشوونما پر خصوصی توجہ مانگے گا تو کوئی نفسی نشوونما کا محتاج رک جاتی ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتا ہے۔ اور جسمانی طور پر ناقص۔ اگر معاشرے کی سرگرمیوں، رویوں اور شغلوں سے اس کی ذہنی مطابقت نہیں ہوئی یا اسے ان سے مانوس نہیں کیا جاتا تو وہ بڑی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہاں سے عدم مطابقت کا آغاز ہوتا ہے اور اس کی صحت، پسندیدہیت پر اثر پڑتا ہے۔ عدم مطابقت اسے خلوت پسندی

بچوں کے تقاضوں کی نوعیت کے بارے میں علم ہو گا اور اس کے مطابق عملی اقدام کیے جائیں گے۔ بچہ کیونکی کے انہی عوامل سے متاثر ہوتا ہے اور ان اثرات سے مطابقت یا عدم مطابقت پیدا ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ اثر گھر، گلی، محلہ اور اس کے بعد والدین کا ہوتا ہے۔ بچہ کی طرف افراد خاندان اگر توجہ نہیں دیں گے یا انہیں بچہ کی تعلیم و تربیت کا ادراک نہیں ہو گا تو عدم مطابقت کی ابتداء یہیں سے ہو جائے گی۔ اگر گلی محلہ اور والدین کا علم رویہ مثبت نہیں ہو گا تو عدم مطابقت اور بڑھ جائے گی۔ بچہ اس عدم مطابقت یا مطابقت کے ساتھ سکول کے ماحول میں داخل ہوتا ہے۔ اگر یہاں بھی بے توجہی برتی گئی تو پھر عدم مطابقت مستقل شکل اختیار کرے گی۔ لہذا جب بچہ سکول میں داخل ہو تو اسے اس کی فضا سے مانوس کیا جائے اور پھر اس کے گھر اور محلے میں ان اسباب کا تذکرہ کرے جو اس کی عدم مطابقت کی وجہ بن رہے ہیں۔ اس طرح ہم کیونکی کے ان عوامل کے اثرات کو زائل کر سکتے ہیں جو منفی نتائج کے حامل ہوں۔

○ کیونکی کا رویہ

کیونکی مختلف طریق سے سکول اور اس میں جاری سرگرمیاں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سکول پر کیونکی کے اثرات کا ہونا ایک طبعی امر ہے کیونکہ سکول کیونکی ہی کا ایک حصہ ہے۔ جو اس کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی میں مصروف عمل ہے اور اس کی کارکردگی پر کیونکی کی ترقی کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیونکی کا رویہ سکول میں جاری مختلف سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتا ہے مثلاً:

- 1- کیونکی سکول کے تعلیمی مقاصد کا تعین کرتی ہے۔
- 2- سکول کے معیار تعلیم کا تعین بھی کیونکی کرتی ہے۔
- 3- کیونکی طلبہ اور اساتذہ کے اخلاق و کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔
- 4- کیونکی کے نظریات سکول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- 5- کیونکی کی اقتصادی حالت سکول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- 6- کیونکی سکول کے معاملات میں مداخلت سے پیدا ہونے والے مسائل۔
- 6- کیونکی میں موجود مابین سکول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- 7- کیونکی میں موجود مابین سکول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- 8- کیونکی مدرسے کے لیے ایک تجربہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

○ کیونکی کی ذمہ داریاں

تعلیم کے حصول کے لیے سکول کیونکی کا نہایت فعال معاشرتی ادارہ ہے۔ جو کیونکی کے مستقبل کو سنوارنے اور کیونکی کی نئی نسل تک علوم و فنون اور ثقافتی اقدار کی منتقلی کا اہم ترین فریضہ سرانجام دیتا ہے لیکن کیونکی کے تعاون کے بغیر سکول اور اس کے معین کی کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان

تعلقات اس نوعیت کے ہونے چاہئیں کہ کیونکی بچوں کے مستقبل کو سنوارنے اور انہیں علوم و فنون سے آراستہ کرنے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا کرے۔ مابین تعلیم نے کیونکی کی جن ذمہ داریوں کی نشاندہی کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

- 1- سکول اور کیونکی کے تعلقات میں یکجہ ہونی چاہیے۔
- 2- نصاب تعلیم کیونکی کی ضرورت سے ہم آہنگ ہو۔
- 3- کیونکی کی خصوصیات اور رجحانات کے مطابق تعلیم دی جائے۔
- 4- کیونکی ہمہ گیر تعلق پیدا کرے۔
- 5- کیونکی قومی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرے۔
- 6- کیونکی اخلاق اور کردار کا معیار بلند کرنے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔
- 7- کیونکی طلبہ کی تخلیقی صلاحیت بڑھانے کے لیے اپنی ذمہ داری نبھائے۔

1.9۔ ٹیچر ایجوکیشن: تحقیق اور تعلیم (Research and Education)

فن تعلیم میں تحقیق

ہمارے ملک میں فن تعلیم میں تحقیقی کام ابھی تک اس کی ابتدائی سطح پر ہے۔ تعلیمی تحقیق کی بہت زیادہ اہمیت کے پیش نظر ایک قومی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق قائم کیا جائے گا۔ یہ ادارہ اہم مسائل پر تحقیقی کام کرے گا مثلاً تربیت اساتذہ کے لیے:

- 1- تعلیمی حکمت عملیاں اور منصوبے۔
- 2- نئی تعلیمی حکمت عملیوں اور منصوبوں کے اثرات۔
- 3- اہم قومی مسائل کی نشاندہی، تعلیم کے مسائل اور ضروریات۔
- 4- قومی اتحاد اور تباطؤ کے مسائل اور نظریاتی ذوق شوق اور ملکی ترقی کے محرکات کے تحفظ کے لیے۔
- 5- موزوں ترین تدابیر وضع کرنا۔
- 5- منتخب ممالک کے تعلیمی نظاموں کا تقابلی مطالعہ۔
- 6- ابتدائی درجے سے درجہ فضیلت تک تعلیم کے متعلق مربوط اتصال و تقارب۔
- 7- تدریس اور تعلم کے عمل کی تاثیر آفرینی اور نگرانی عمل تعلیم۔
- 8- رہنمائی اور مشاورت۔
- 9- قوم کی اہم دیکھیوں کے میدانوں میں افرادی قوت کی ضرورت۔
- 10- تعلیم منصوبوں کی تنوعات بحوالہ ضروریات ملکی برائے افرادی قوت۔

- 11- تعلیم و تحقیق کے صوبائی اداروں کو مستحکم بنایا جائے گا۔
- 12- تحقیقی نتائج کی نشر و اشاعت کو تحقیقی رسائل اور اطلاع ناموں کی طباعت کے ذریعے سے باقاعدہ بنایا جائے گا۔

○ معین کی تاثر آفرینی کے متعلق جدید تحقیقات

زمانہ حال میں اس مسئلے پر خاصی تحقیق ہوئی ہے کہ ایک موثر اور غیر موثر استاد میں کن معاملات میں فرق ہوتا ہے۔ اگر کچھ ایسے حقائق اور نفسیاتی معیار منضبط کیے جاسکیں جن کی بنا پر کسی فرد کے استاد بننے سے پیشتر ہی صلاحیتوں کے امکانات کا اندازہ لگایا جاسکے، تو اساتذہ کے تربیتی اداروں میں داخلوں کا کام بڑا آسان ہو جائے گا۔

ابھی تک اساتذہ کی جن امکانی صلاحیتوں کو ان کی تاثر آفرینی کے سلسلہ میں موضوع مطالعہ بنایا گیا ہے، ان میں

- 1- عام قابلیت
- 2- شخصیت کی خصوصیات
- 3- عمومی رویہ و جات
- 4- خصوصی دلچسپیاں اور
- 5- معاشرتی اور طبقاتی پس منظر شامل ہیں۔

اساتذہ کے معیار کارکردگی کو جانچنے اور متعین کرنے کے لیے جو منہاج مقرر کیے گئے ہیں، ان میں جن امور کو خصوصی توجہ کا مستحق سمجھا گیا ہے ان میں:

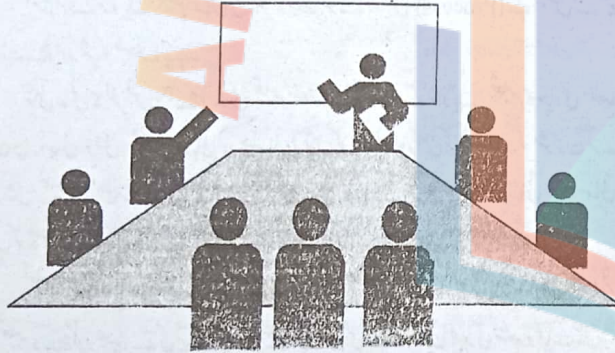
- 1- تربیت کے دور ان میں کارکردگی
- 2- دوران تدریس عمرانی کا جائزہ
- 3- کارکردگی کے متعلق اطمینان اور
- 4- زیر تدریس طلبہ کی کارکردگی کے معیار شامل ہیں۔

○ استاد کی کامیابی کا معیار

استاد کی کامیابی، تاثر، اہلیت یا اپنے کام میں اعلیٰ مہارت کا معیار کیا ہے؟ کیا یہ ہے کہ وہ اور اس کے شاگرد سرور شادان ہیں یا بے تحاشے ہیں؟ کیا اسے متواتر ترقیاں مل رہی ہیں یا اس کے نتائج ہمیشہ بہت اچھے یا بہت برے ہوتے ہیں؟ کیا استاد کے کام کا معیار اس کے عوام میں مقبولیت پر منحصر ہے؟ اس قسم کے بہت سے سوالات ہیں جن کے جوابات پر استاد کی کارکردگی اور کامیابی کی بنیاد تحقیق پر رکھی جاسکتی ہے۔ امریکہ کی تعلیمی تحقیقات کی مجلس نے 1952 میں ایک معیار تفصیل دیا تھا جس میں اہلیت کے لحاظ سے مندرجہ ذیل امور کی سلسلہ وار فہرست تیار کی تھی۔

مندرجہ ذیل ہر استاد کے اثرات کی تفصیل یوں ہے:

- 1- شاگردوں کی زندگی میں کامیابیوں اور کامیابیوں پر۔
- 2- شاگردوں کی آئندہ تعلیم میں کامیابیوں پر۔
- 3- شاگردوں کے حال کے مقاصد تعلیم میں کامیابیوں پر۔
- 4- والدین کے استاد کے متعلق اطمینان۔
- 5- نگران عملے کا استاد کے متعلق اطمینان۔
- 6- استاد کے نظریات، اقدار اور رویے۔
- 7- تعلیمی نفسیات کے متعلق استاد کا علم۔
- 8- استاد کی جذباتی اور معاشرتی تطبیق (تسویہ)
- 9- نصاب کی تفصیل کے اصولوں کے متعلق استاد کا علم۔
- 10- اپنے مضمون (شعبہ علم و فن) کے متعلق استاد کا علم۔



معلم اور تدریس : اسلامی تناظر

(Teacher and Teaching : Islamic Perspective)

ADOLPH LEARNING
WHAT'S APP 0303 8507371

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب میں افضل ہیں۔ اسی طرح بہت سی احادیث بھی ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل توضیح کے لیے کافی ہیں مثلاً:

- 1- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
 - 2- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، ”قرآن سیکھو اور سکھاؤ“۔
 - 3- حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے بعد سب سے بڑا فیاض آدمی (اجود) وہ شخص ہے جس نے علم پایا اور اس کو پھیلایا، وہ قیامت کے دن بمنزلہ ایک امیر کے بمنزلہ ایک گروہ کے آئے گا“۔
 - 4- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس عالم کو جو نماز پڑھتا ہے، پھر بیٹھ رک سکھاتا ہے۔ اس عابد پر فضیلت ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر بیدار رہے کر عبادت کرتا ہے“۔
 - 5- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان وزمین یہاں تک کہ چیونٹیاں اور چھلیاں اس شخص کے لیے دعا کرتی ہیں، جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے“ (مشکوٰۃ المصابیح)۔
- ان آیات و احادیث سے ظاہر ہوا کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلیم سے ایک خصوصی مراد تھی: قرآن پڑھنا، آیات کی تفسیر و تفسیر اور لکھنے کا فن سکھانا۔ صحابہ کرامؓ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جہور مسلمین جو آگاہی دیتے تھے وہ بھی تعلیم تھی۔

2.1.1- اسلامک ایجوکیشن: ایمر، گولڈ اینڈ او میچکوز

(الف) اسلامی تعلیم ہر فرد کی تربیت ”رضائے الہی“ کے لیے کرتی ہے۔ انسان کا جینا، مرنا، نماز، عبادت، انجنا، بیٹھنا سب اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔ سورۃ انعام میں ارشاد خداوندی ہے۔

(ترجمہ) ”(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا، مرنا سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے“ (الانعام)۔

پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، وہ تھی:

”پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے انسان کو جنم دے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا بزرگ ہے جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو جانتا نہیں تھا۔“

اس وحی سے تعلیم حاصل کرنا مسلمان پر فرض ہو گیا، لیکن یہ وجہ ظاہر نہیں ہوتی کہ انسان کیوں تعلیم حاصل کرے۔ قرآن کے حکم کی تفسیر، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ملتی ہے: ”تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، لیکن اس میں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ مسلمانوں

باب اول میں ٹیچر ایجوکیشن کا اجمالی سا تعارف پیش کیا گیا۔ باب دوم میں ”ٹیچر اور ٹیچنگ“ کے بارے میں اسلامی تناظر کے حوالے سے بات چیت کی جائے گی؛ تو آئیں پہلے ”اسلامی ایجوکیشن“ کے چند پہلو، مد نظر رکھتے ہوئے، اپنے مطالعے کی ہسم لکریں۔

2.1- اسلامک ایجوکیشن کے چند پہلو (Some Aspects of Islamic Education)

آپ جانتے ہی ہیں کہ تعلیم عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ”علم“ ہے۔ علم کے معنی نقش اور نشان کے ہیں اصطلاح میں علم ”جاننا“ مراد لیا جاتا ہے۔ تمام مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی ذہن ایک آئینے کی مانند ہے جس پر سامنے آنے والی ہر شے نقش ہوتی چلی جاتی ہے۔ نقش و نگاری کے اس عمل کو تعلیم (Education) کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض ماہرین کے نزدیک تعلیم صرف اپنے تجربے کو دوسروں تک منتقل کرنے کے عمل کو تعلیم کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک تعلیم روح کی تربیت کا نام ہے۔

○ اسلام کے نزدیک تعلیم انسان کی بہتر تربیت کرنے کا عمل (Process) ہے، جس سے خبری قوتوں کو تقویت ملے اور شر کو ضعف پہنچے۔

○ پہلی عالمی کانفرنس برائے اسلامی تعلیم منعقدہ مکہ مکرمہ کے نزدیک، تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کی روحانی، ذہنی، عقلی، جذباتی اور جسمانی قوتوں کو جلائے اور اس کی شخصیت کو متوازن کرے۔ دوسرے الفاظ میں تعلیم انسان کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو روحانی، ذہنی، عقلی، جذباتی اور جسمانی لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچائے تاکہ وہ نیکی کی طرف راغب ہو سکے اور اللہ کی اطاعت اس کا شعار ہو سکے۔

○ تعلیم (Education) کی مختلف تعریفات و مفہیم اور اس کے عمومی شرف کے علاوہ قرآن و حدیث میں تعلیم دینے اور پھیلانے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں علم اور تعلیم کی اشتقاق صورتیں پائی جاتی ہیں مثلاً:

(ترجمہ) ”ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جو تمہارے رو بہ و ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت اور ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے“ (البقرہ 1: 151)

علم کی ایک صورت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ مخلوق کو بذریعہ وجدان سکھاتا ہے، خصوصاً انبیائے کرام کو بذریعہ وحی و الوہام، لیکن جس تعلیم کا ذکر آیت مذکورہ بالا میں ہے اس سے وہ علم مراد ہے، جو انبیاء مخلوق کو سکھاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مخاطبوں کا) تزکیہ نفوس کریں گے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں گے۔ گویا دنیا میں انبیاء معلم ہیں اور

صرف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

علامہ ابو یوسف ابن عمر البر جو 463ھ مطابق 1070ء میں پیدا ہوئے، فن تعلیم پر انھوں نے ایک نادر روزگار کتاب اپنی یادگار چھوڑی ہے جس کا نام جامع بیان العلم و فضلہ ہے۔ وہ بھی تعلیم کے مقصد کو ”خوشنودی اللہ“ قرار دیتے ہیں۔

امام غزالی ایک زبردست عالم اور ماہر تعلیم تھے۔ انھوں نے بھی تعلیم کے مقصد کو ”خوشنودی اللہ“ قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تعلیم کا مقصد صرف معلومات میں اضافہ نہیں ہے بلکہ تعلیم کے ذریعے سے طالب علم روحانی قدروں سے واقف ہو جاتا ہے جس سے خوشنودی الہی حاصل ہوتی ہے۔

علامہ برہان زر نوچی تیرھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔ اپنی کتاب ”تعلیم المعلم طریق العلم“ میں تعلیم کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ تحصیل علم سے رضائے الہی و آخرت کی طلب، جمالت کے ازالے، دین کے احیا اور بقائے اسلام کی نیت رکھے۔“

ابن جماعہ چودھویں صدی عیسوی کے ماہر تعلیم ہیں۔ ان کی کتاب مذکورہ السامہ و المتکم فی ادب العالم و المتعلم دور وسطیٰ کی تعلیمی کتابوں میں بہت مشہور ہے۔ اس میں تعلیم کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طالب علم کو چاہیے کہ تعلیم کے ذریعے سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اس کے احکام پر عمل کرے، شریعت کو زندہ اور روشن کرے۔

○ گویا اسلامک ایجوکیشن کا ہدف (Aim) صرف ”خوشنودی الہی“ ہے۔

(ب) وجود مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی ہر شے اپنے وجود کے لیے اس کی محتاج ہے۔ اس عقیدے کے تحت تعلیم کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے روحانی نصب العین پر مرکوز ہو۔ اس نصب العین کے حصول کے لیے کسی فرد کو تیار کرنے کے معنی ہیں کہ اسے اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق اور اس کی اپنی ذات کے حقوق پوری طرح ادا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اللہ نے ہمیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، جس کے مفہوم میں ان تینوں انواع کے حقوق کی ادائیگی شامل ہے۔ انسان اپنی ذات کے حقوق ادا کرے تو خوش ہوتا ہے۔ وہ بندوں کی خدمت کرے تو اللہ خوش ہوتا ہے لیکن اپنی ذات اور دوسروں کی پوری پوری خدمت وہی شخص کر سکتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کا خواہاں ہو۔ یہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ پس تعلیم کی غایت (Goal) نہ صرف اچھے افراد پیدا کرنا ہے نہ صرف اچھے شہری، بلکہ ایک وقت ان دونوں غایات (Goals) کو پورا کرنا ہے۔ انفرادی حیثیت سے اس کا ہدف (Aim) انسان میں تقویٰ کا وصف پیدا کرنا ہے جس سے ایک طرف اس میں عفو و رحم کی سیرت پیدا ہوتی ہے، تو دوسری طرف وہ یاس، حزن اور خوف کی بیماریوں سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ اجتماعی حیثیت سے اس کا

ہدف احترام آدمی کے جذبے کو فروغ دینا ہے تاکہ زبان، رنگ، خون اور نسل کے امتیازات مٹ جائیں اور معاشرے میں حریت، اخوت اور مساوات کا بول بالا ہو۔ صرف ایسے ہی مثالی معاشرے میں، جو مثالی افراد پر مشتمل ہو، حقوق النفس، حقوق العباد اور حقوق الحق بطریق احسن ادا کیے جاسکتے ہیں اور یہ سب اسلامی تعلیم کے مقصد (رضائے الہی) کی جزئیات یعنی گولز میں شامل ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو اسلام کا انسان کی تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ دین انسان کے پورے وجود کو مد نظر رکھتا ہے اور اس کے کسی پہلو اور کسی گوشے کو نظر انداز نہیں کرتا، چنانچہ اسلام انسان کی مادی زندگی اور اس کی روحانی زندگی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اور اس کے تمام اعمال و حرکات پر محیط ہو جاتا ہے۔ اس طرح اسلامی تعلیم کے مندرجہ ذیل گولز اخذ ہوتے ہیں۔

1- جسمانی تربیت

2- روحانی تربیت

3- ذہنی و عقلی تربیت

1- انسان میں زبردست قوت جسمانی پنہاں ہے اور اس قوت کو روئے زمین کی تعمیر و ترقی اور زمین کے اندر پوشیدہ خزانہ کی تلاش میں صرف کیا جاتا ہے اور اس قوت کو اس مصرف میں لانا چاہیے کہ انسان زمین سے اللہ کا دیا ہوا رزق تلاش کرے اور اس قوت کو زندگی کی ترقی اور نشوونما میں کھپائے اور ہر وقت۔ یہ نئے معیار ترقی کے بروئے کار لانے میں لگا رہے۔

2- انسان میں اللہ سبحانہ نے روحانی قوت ودیعت فرمائی جسے اللہ کی معرفت اور اس سے تعلق قائم کرنے میں لگانا چاہیے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اس روحانی قوت کے ذریعے سے اللہ سبحانہ کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گزارے، خیر کو فروغ دے، انسان بھائی چارہ استوار کرے اور مادی فلاح کو ساری انسانیت کی بہبود کے لیے صرف کرے۔

3- اللہ سبحانہ نے انسان کو قوت عقلی بخشی ہے جس کا مصرف یہ ہے کہ انسان کائنات کے اسرار سے آشنا ہو اور قوانین فطرت کو سمجھے اور یہ معلوم کرے کہ کائنات میں اور خود انسان کے وجود میں اللہ سبحانہ کے کون اس اصول کار فرما ہیں اور آفاق و انفس کی وسعتیں اور پنہائیاں کس قدر لامتناہی ہیں اور پھر اس فکری عرفان کو اپنی انسانی زندگی کی تنظیم میں استعمال کرے اور اس اور اک کو ان سے خود کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے میں مدد لے۔

○ اسلام نے جہاں ایک جانب انسان کی متنوع فطرت اور اس کے گونا گوں پہلوؤں کو تسلیم کیا ہے اور اس کے جسمانی مطالبات اور عقلی اور روحانی ضروریات کی تکمیل کی ہے، وہیں اس کے مکمل مربوط انسانی وجود کو بھی مد نظر رکھا ہے اور انسان کی مستقیم فطرت کو اس صرف مستقیم پر گامزن کر دیا ہے جو اللہ سبحانہ نے عین اس کی فطرت کے مطابق وضع فرمائی ہے۔

- 2- اسلامی نظریہ حیات اور تمدن و ثقافت کی حفاظت کرنا اور اس کی نشوونما کرنا۔
- 3- انسان میں دین اسلام کی سچی روح پیدا کرنا اور اس کے لیے انھیں ایک بھرپور زندگی کے لیے تیار کرنا۔
- 4- انفرادیت اور اجتماعت کے درمیان مطابقت اور توازن پیدا کرنا۔
- 5- روحانی اور مادی دنیاؤں کے درمیان امتیاز اور تفریق کو ختم کرنا۔
- 6- انسان کو عقائد، عبادات اور معاملات میں صحیح، باضابطہ اور دیانت دارانہ رویے کی تربیت دینا۔
- 7- فرد کو معقول معاش کے قابل بنانا۔
- 8- فرد کو تمام تر صلاحیتوں کو اجاگر کرنا۔
- 9- فرد کو اس کی تمام تر صلاحیتوں، معاش، رویے، امتیازات، توازن اور بالیدگی و نشوونما کے ساتھ اطاعت گزار بندہ بنانا۔

(ب) خصوصی مقاصد

- 1- انسان میں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان راسخ پیدا کرنا۔
- 2- اطاعت الہی کا شعور پیدا کرنا۔
- 3- انسان میں تقویٰ پیدا کرنا اور اس کا تزکیہ نفس کرنا۔
- 4- علوم دینی، وصفی، عمرانی، طبعی، فنی اور حرفی کی تربیت دینا۔
- 5- رزق حلال کمانے کی تربیت کرنا۔
- 6- انسان کو محنت اور مشقت کا عادی بنانا۔
- 7- اس میں صبر، مستقبل مزاجی اور اولوالعزمی پیدا کرنا۔
- 8- پابندی اوقات، نظم و ضبط اور پیش بینی کی عادت ڈالنا۔
- 9- علمی، ادبی ذوق پیدا کرنا، تحریری و تقریری صلاحیتوں کو جلا دینا۔
- 10- صحت مند اور توانا افراد بنانا۔
- 11- اسلامی ریاست چلانے کے لیے افراد تیار کرنا۔
- 12- اسلامی معاشرے کے فروغ کے لیے اصحاب صلاحیت تیار کرنا۔
- 13- استحکام معاشرہ کے لیے معیار اخلاق بلند کرنا۔

2.1.2- اسلامک امیجوشن: نصاب

نصاب ہمیشہ فلسفہ حیات کے تابع ہوتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی اسلام کے فلسفہ حیات کا سنگ بنیاد ہے۔ حقوق النفس، حقوق العباد اور حقوق الحق کی ادائیگی اس نسب العین کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اس غایت کے مد نظر اسلامی نصاب کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے۔

غرض یہ کہ اسلامی نظام تعلیم، انسانی نفس اور انسانی زندگی کے جسمانی، عقلی اور روحانی پہلوؤں کو یکساں طور پر متوازن اور ہم آہنگ بنانا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی پہلو معطل اور سب کا ر نہیں رہتا اور اس پہلا مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں اور جملہ صلاحیتوں کو استعمال کرے اور ان میں سے کوئی بھی قوت اور صلاحیت رائیگاں نہ جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کے اپنی قوتوں کے استعمال سے اس کے نفس اور اس کی واقعی اور عملی توازن انسان کی سرگرمیوں پر محیط اور ”انسان صالح“ کی ایک امتیازی خصوصیت ہوتا ہے۔ جسم عقل اور روح کی قوتوں کے مابین توازن، انسانی کی مادی زندگی اور معنوی زندگی کے درمیان توازن، محسوسات پر یقین اور غیب پر ایمان توازن، جذبہ انفرادیت (Individual Instinct) اور اجتماعی جبلت (Collective Instinct) میں توازن، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی میں توازن، غرض یہ کہ زندگی کے ہر پہلو میں توازن۔ اس طرح اسلامی تعلیم کی غایات (Goals) یہ قرار پاتی ہیں کہ وہ فرد کی روحانی، ذہنی اور جسمانی تربیت کرے۔

(ج) اسلامی تعلیم کا ہدف (Aim) ”خوشنودی اللہ یعنی رضائے الہی“ ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تعلیم کے ذریعے سے انسان کی جسمانی، ذہنی اور روحانی تربیت ”اللہ کی رضا“ ہی کے لیے ہوتی ہے گویا اسلام میں تعلیم کا پہلا مقصد انسان کو اللہ کا اطاعت شعار بندہ بنانا ہے۔ یہ مقصد دیگر تمام مقاصد پر حاوی ہے بلکہ دیگر الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیم کے تمام مقاصد کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار بندہ (مومن) بنایا جائے۔ بہر حال اور پر کی گئی بحث کی روشنی میں اسلامی تعلیم کے مقاصد (Objectives) کو دو حوالوں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

(الف) اسلامی تعلیم کے عمومی مقاصد (ب) اسلامی تعلیم کے خصوصی مقاصد

(الف) عمومی مقاصد

1- انسان کی روحانی، ذہنی، عقلی، جذباتی اور جسمانی قوتوں کو اس طرح سے جلا بخشا کہ اس کی شخصیت

ہے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سے بھی تربیت کرتا ہے اور جزا و سزا کے ذریعے سے بھی تربیت کرتا ہے اور قصص و واقعات اور عادات کو بھی تربیت کے ذرائع بناتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک طریقہ نفس پر اپنا گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

1- تدریس بذریعہ نمونہ

اسلامک ایجوکیشن میں، تربیت انسانی کے لیے شخصیت کا نمونہ سامنے لانا اور اس کی اقتداء کرنا، تربیت کا ایک موثر ترین ذریعہ تدریس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے پوری انسانیت کے لیے اور تمام ادوار اور اقوام کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانیت کے لیے نمونہ بنایا کہ رہتی دنیا میں انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے تربیت حاصل کریں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو قرآن کریم کی عملی تعبیر (Practical Interpretation) تصور کریں اور اس دین اسلام پر ایمان لا کر اس کو اپنی واقعی زندگی میں برپا کریں۔

اسلام نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیکر عمل اور مثالی نمونے کو انسانیت کے سامنے اس لیے رکھتا ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ اس اسوہ حسنہ کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کریں، اس نور آفتاب سے روشنی حاصل کریں اور اس کے بتائے ہوئے فرامین احکام اور ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کی تشکیل کریں۔

اسلام کی نظر میں ”نمونہ عمل“ تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور اسلام اس اصول کو کہ تربیت دے کر جس قسم کے افراد تیار کرتے ہیں، ان کے سامنے اس کا مثالی نمونہ اور عملی پیکر رکھا جائے۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اساتذہ پچوں کے لیے اسلامی اصولوں اور ہدایات کا عملی نمونہ بنیں تاکہ پچوں کی طبیعت میں یہ اصول رچ بس جائے۔

2- تدریس بذریعہ وعظ و نصیحت

اسلامک ایجوکیشن میں طالب علم کی تربیت کے لیے نصیحت ایک لازمی اور ضروری تدریسی حکمت عملی ہے، اس لیے کہ نفس میں ایسے فطری میلانات موجود ہوتے ہیں جن کو مسلسل تہذیب اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے نصیحت ناگزیر ہے مزید برآں یہ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب علم کے لیے تنہا مثالی نمونہ کافی نہیں ہوتا، مثلاً والدین چوری نہ کرتے ہوں لیکن بچہ کسی چھین کے میلان کے تحت چوری کر لیتا ہے یا اساتذہ جھوٹ نہیں بولتے مگر بچہ اپنی ذات کی یا اپنے ماحول کی یا اپنے والدین کی کسی کی کو دور کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، یا والدین اور اساتذہ سخت گیر نہیں ہوتے لیکن پھر بھی بچہ پرندے کو پکڑ کر مار ڈالتا یا مٹی کی دم پکڑ کر کھینچتا ہے اور اس مرحلے پر بچہ کو نرم اور پراثر نصیحت ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ اپنا رویہ درست کر کے مکارم اخلاق اپنالے۔

قرآن عربی زبان میں ہے اس لیے عربی زبان کی تدریس کو نصاب میں اولیت حاصل ہے۔ اس کے بعد قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ کی باری آتی ہے۔ قرآن نصاب کی بنیادی اکائی ہے۔ حدیث اور فقہ کی تعلیم دوسرے اور تیسرے نمبر پر آتی ہے۔ اسلام کے کارنامے ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ہماری قوت فکر و عمل کو ممیز کرتے ہیں۔ فقہ کے بعد نصاب کی تدوین میں چوتھا درجہ سیدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کا ہے۔ ان ہی کی سیرت کی تقلید کر کے ہم اچھے فرد اور اچھے شری بن سکتے ہیں اور احترام انسانیت کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جس میں حریت، مساوات، اور اخوت کا یل بالا ہو۔

2- اسلام نے کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کے مطالعے پر بھی زور دیا ہے ”جسے حکمت دی گئی، بے شک اسے خیر کثیر دی گئی۔“ (269:2) پس علم الکلام بھی اسلامی نصاب کا لازمی جزو ہے۔

3- اسلام کتاب کے مطالعے کو کافی نہیں سمجھتا۔ وہ فطرت کے مشاہدے کو بھی اتنا ہی اہم سمجھتا ہے، جتنا کہ کتاب کے مطالعے کو۔ اس نے انفس اور آفاق کو بھی علم کا ذریعہ قرار دیا ہے اور ہمیں بار بار مظاہر فطرت کا مشاہدہ کرنے اور ان پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔

4- طبعی علوم کی طرح عمرانی علوم بھی اسلامی نصاب کا لازمی حصہ ہیں۔ اس ضمن میں قرآن نے تاریخ کا بالتصریح ذکر کیا ہے اور اسے ”ایام اللہ“ کا نام دیا ہے جس طرح دن اور رات کے آنے جانے، سمندروں میں کشتی چلنے، پانی برسنے اور زمین سے اناج اگنے میں ہوش مندوں کے لیے اللہ کی نشانیاں ہیں، اسی طرح قوموں کے عروج و زوال میں ارباب دانش کے لیے اخلاقی سبق ہے کہ قوموں کے کردار پر ہمیشہ اجتماعی حیثیت سے حکم لگایا جاتا ہے اور یہ کہ ان کی بد اعمالیوں کی سزا انھیں اس دنیا میں ملتی ہے۔ اہل بصیرت اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کا قانون کبھی بدلتا نہیں، خواہ اس کا تعلق طبیعیات سے ہو یا تاریخ سے قدرتی مظاہر سے ہو یا اقوام کے کردار سے۔

طبعی اور عمرانی علوم میں جو کچھ انسان نے حاصل کیا ہے وہ صرف اس حد تک اس کی ترقی کا پیمانہ، جس حد تک اس نے اپنے آپ کو ذہن مطلق کا آئینہ دار بنایا ہے۔ آرٹ کے ذریعے سے انسان کی رسائی حسن مطلق تک ہوتی ہے۔ سائنس ذہن مطلق کی عکاسی کرتی ہے جس حد تک وہ اپنے آپ کو اس مادی دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اخلاق اقدار خیر مطلق کی جزوی اور دھندلی جھلک ہیں۔ تاریخ ذہن مطلق کے مقاصد کو ظاہر کرتی ہے۔ زبان عقل مطلق کی جزوی مظہر ہے۔ الغرض ہر نوع کا علم انسان کی شخصیت کے ارتقا میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ وہ اسے روح مطلق کی زیادہ بہتر طریقے سے عکاسی کرنے کے قابل بناتا ہے۔

3.1.2- اسلامک ایجوکیشن: تدریسی حکمت عملیاں (Methods of Teaching)
اسلامی نظام تعلیم، طالب علم کے سامنے شخصیت کا نمونہ پیش کر کے بھی اس کے نفس کی تربیت کرتا

سچی صراحت یہ باتوں میں ہے۔ پید ہو جاتی ہے کہ حکمران عادل ہوتے ہیں لیکن اوقات محض مثالی نمونہ کافی نہیں ہوتا اور ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ حکمران عادل ہوتے ہیں لیکن ماتحت ظلم و ستم پر کمر بستہ رہتے ہیں اور قائدین بلند کردار کے مالک ہوتے ہیں لیکن عوام اپنی خواہشات کی ابتلا میں لگے رہتے ہیں اور پست کردار کا مظاہرے کرتے رہتے ہیں اور ان حالات میں نصیحت ناگزیر ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں چابجا نصیحتیں اور وعظ موجود ہیں۔

3- سزا بطور تدریسی حکمت عملی

بلاشبہ ہر طالب علم کے لیے سزا ضروری نہیں ہے اور بلاشبہ بہت سے طلبہ مثالی نمونے اور عملی پیکر کی پیروی کر کے اور موعظت اور نصیحت پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو تربیت کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور انھیں زندگی بھر سزا کی ضرورت نہیں پڑھتی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تمام طلبہ یکساں نہیں ہوتے بلکہ انھیں بار بار سختی کی ضرورت پیش آتی ہے مگر اس کے باوجود ایسا نہیں ہے کہ استاد آغاز ہی سے کر دے بلکہ پہلے وہ عملی نمونے سے اصلاح کی سعی کرتا ہے، پھر وعظ و نصیحت سے اصلاح کی جدوجہد کرتا ہے بعد ازاں عمل خیر کی دعوت دیتا ہے اور لگاؤ اور فساد پر صبر کر کے ایک مناسب وقت تک اسے انگیز کر رہا ہے۔

مگر کچھ طلبہ ہوتے ہیں جن کی ان تمام ذرائع سے اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی کجروی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جس قدر ان کو وعظ و نصیحت کی جاتی ہے اتنا ہی ان کا انحراف بڑھتا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان طلبہ کو لفظ انداز کردہ دنیاویان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ نرم رویہ اختیار کرنا خلاف حکمت و مصلحت ہے۔ یہ طلبہ بلاشبہ مریض ہیں اور منحرف (Perverted) ہیں اور ان کا نفسیاتی علاج بھی ضروری ہونا چاہیے۔

○ اسلام نے تربیت کے تمام ذرائع اور وسائل اختیار کیے ہیں اور جس طرح مثالی نمونہ، موعظت و نصیحت اور ترغیب اور ثواب کے بیان کے ذرائع اختیار کیے ہیں اسی طرح تنویف اور تہیب کے وسائل کو بھی اختیار کیا ہے چنانچہ کہیں عدم رضائے الہی سے ڈرایا ہے جو اگرچہ بہت ہلکی سی تحدید ہے مگر مومنین کے لیے اس کا تاثیر بہت زیادہ اور گہری ہے۔

○ اور کبھی قرآن کرام نے واضح الفاظ میں اللہ کے غضب سے ڈرایا ہے جیسا کہ واقعہ اٹک کے ضمن میں فرمایا گیا ہے (دیکھیے سورۃ النور: 14-17)۔ قرآن کبھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جگہ کی دھمکی دیتا ہے اور کبھی قرآن سزائے آخرت کا خوف دلاتا ہے اور قرآن کریم دنیا کی سزائے بھی دلاتا ہے۔

گویا قرآن می طلبہ کی طبیعتوں اور ان کے مزاج کے مد نظر سرزنش کے مراحل بیان ہوئے ہیں کیونکہ بعض طلبہ ایسے ہوتے ہیں جو اشارہ ہی سمجھ جاتے ہیں اور اس غلط عمل سے باز آجاتے ہیں جس کی جانب مغل

پسندیدہ ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے اور بعض طلبہ ایسے ہوتے ہیں جو اس وقت باز آتے ہیں جن ان کو واضح اور کھلے الفاظ میں جھڑک دیا جائے۔ کچھ طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں مستقبل کی سزائے ڈر دینا کافی ہوتا ہے اور کچھ طلبہ کو جب سزا کا کوڑا دکھایا جائے تب باز آتے ہیں اور کچھ طلبہ اس وقت باز آتے ہیں جب ہوا اپنے جسم پر سزا کا کوہر سنا ہوا محسوس کرتے ہیں اور سزا کا ڈانقہ عملاً کچھ لیتے ہیں۔

4- تدریس بذریعہ قصص

قرآن کریم نے انسان کی اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتا ہے اور ان سے متاثر ہوتا ہے، قصص کو بطور ذریعہ تدریس اختیار کیا ہے اور قصص کو بطور ذریعہ تدریس اختیار کیا ہے اور قصص کی تمام قسمیں اختیار کی ہیں، چنانچہ قرآن نے وہ تاریخی قصص بھی بیان کیے ہیں جن کے مقام، اشخاص اور واقعات مقصود ہیں، وہ قصص بھی بیان کیے ہیں جو محض انسان کی حالت کا ایک نمونہ ہیں اور وہ تشبیلی قصص بھی بیان کیے ہیں جن سے مثال دینا مقصود ہے۔

قرآن کریم نے تدریس کی تمام اقسام اور رہنمائی جملہ انواع کے لیے قصص کو بیان کیا ہے اور ان قصص کے ذریعے سے روح، عقل اور جسم کی تربیت فرمائی ہے اور ان میں مثالی نمونہ پیش کر کے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سے تربیت کی ہے اور کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی کو سمودیا ہے اور فنی تعبیرات کی متنوع صورتوں کو ان قصص میں سمیٹ لیا ہے، کہیں رواں اور سلیس انداز میں ہے کہیں مکالمہ اور گفتگو کی صورت ہے۔ کہیں نغمی کے حامل چھوٹے چھوٹے مربوط اور ہم وزن فقرے ہیں، کہیں جیتے جاگتے کردار ہیں، کہیں بڑی جزئی کے ساتھ واقعہ کی باریکیوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہیں قصے کے اس پہلو پر زور دیا گیا ہے جس میں قلب کے لیے عبرت کا سامان ہے اور کہیں پر ساز و نغمہ اور اسلوب بیان کی دلکشی اور رعنائی ہے۔

بہر حال اسلام قصے سے درس و تربیت کا مقصد اس طرح حاصل کرتا ہے کہ اس سے ایمان کے اصل مطالبات سے گریزنہ ہو اور فن تدریس محض سطحی تاثیر کا حامل وعظ نہ بن جائے۔

5- تدریس بذریعہ تشکیل عادت

عادت انسانی زندگی میں بڑا اہم کارنامہ انجام دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی جدوجہد میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور عادت سے مشکل امور آسان ہو جاتے ہیں اور انسان از سر نو عمل پیداوار اور تخلیق کے نئے افق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اگر انسانی فطرت میں اللہ سبحانہ نے یہ عادت ہو جانے کا وظیفہ نہ پیدا کیا ہوتا تو انسان اپنی زندگی چلنا سیکھنے، بات کرنا سیکھنے اور معمولی حساب سیکھنے میں گزار دیتا۔

لیکن جہاں عادت کا اس قدر عظیم فائدہ ہے وہاں یہ عادت بسا اوقات ایک رکاوٹ بھی بن جاتی ہے یعنی جب انسانی اعمال کا ”شعور“ ختم ہو جائے اور بغیر کسی قلبی تاثر کے وہ ایک مشینی انداز میں انجام دیے جانے لگیں۔

اسلامی نظام تعلیم عدم مشغولیت اور بے کاری کو ناپسند کرتا ہے اس لیے کہ بے کاری سے نفس کی جمع شدہ قوتوں میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور سب سے بڑا فساد یہ ہوتا ہے کہ اس فرصت کو مشغولیت میں بدلنے کے لیے طالب علم اپنی جسمانی قوتوں کو تباہ کرنا شروع کر دیتا ہے اور بے کاری کے مشاغل کے طور پر ضرر رساں عاداتیں اپنالیتا ہے۔

بہر حال اسلام کا نظام تعلیم چاہتا ہے کہ طالب علم پیداری کے اولین لمحے رات کو سونے تک مصروف رہے اور اس کو ایسی فرصت نہ ہو جس کے خلا کو بھرنے کے لیے وہ اپنی جسمانی قوتوں کو ضائع کرے اور جسم کو اصل منہاج سے منحرف کر دے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسانی وجود ضائع اور ہلاک ہو جائے اس لیے کہ ایسا ہونا اسلام کے مقاصد کے برخلاف ہے کیونکہ اسلام تو انسان کو طبعی ارض سے مستفید ہونے کی دعوت دیتا ہے اور دنیاوی زندگی میں اس کا حصہ یاد دلاتا ہے۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان مسلسل جدوجہد اور کاوش ہی میں لگا رہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی میں بے کاری باقی نہ رہے اور ایسی فرصت باقی نہ رہے جسے وہ شر، فساد اور غلط کاموں میں صرف کرے اس لیے کہ اسلام نے جدوجہد حیات کے انتہہ لمحات عبادت، آرام و خواب کی گھڑیاں، اہل خانہ سے بلکی پھلکی گفتگو، میل ملاقات اور بلکہ پھلکے مزاح کی گنجائش بھی رکھی ہے۔

غرض یہ ہے کہ مشغولیت نفس کی تربیت کا ایک عمدہ اور بہترین وسیلہ ہے بالخصوص اس وقت جب کہ نفس کو اس کی دلچسپی سے روک دیا گیا ہو۔ اس وقت عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس خلاء کو کسی اور دلچسپی سے پر کر دیا جائے تاکہ نفس اس جانب متوجہ ہو جائے کیونکہ نفس انسانی اپنے تمام پیہلوں میں داخلی طور پر باہم پیوستہ و مربوط ہوتا ہے۔

انسانی زندگی واقعات و حادثات سے لبریز ہوتی ہے اور یہ واقعات و حادثات ایسے اسباب کے تحت وجود میں آتے ہیں جو انسان کے ارادے سے ماوراء ہوتے ہیں اور ایک ماہر تربیت کنندہ (معلم) ان حادثات واقعات کو نفس انسانی (متعلم) کی تربیت کرنے اور اس کی صلاحیتوں کو وصال کرنے میں لگاتا ہے۔ درس و تربیت کے وسائل میں احداث واقعات ایک ذریعہ تربیت کے طور پر زیادہ موثر کردار ادا کرتے ہیں اس لیے کہ حادثات سے طالب علم کی طبیعت میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور نفس مکمل طور پر تیار ہو جاتا ہے اور اس میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے اور نفس کی سرگرمی اور تیار ی کی یہ کیفیت ہر وقت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کیفیت آرام و آسائش اور اطمینان و سکون کی حالت میں پیدا ہوتی ہے۔

اسلام عادت کو درس و تربیت کے ایک ذریعے کے طور پر کام میں لاتا ہے اور خیر کے کاموں کو ان کی عادت بنا دیتا ہے تاکہ اس کی انجام دہی میں نفس کو صعوبت، مشقت اور تکلیف نہ ہو، لیکن اس کے ساتھ اسلام اس امر کا سد باب بھی کرتا ہے کہ عادت محض مشینی اور غیر شعوری حرکت بن کر رہ جائے، اسلام یتیم اس مقصد کی یاد دہانی بھی کرتا رہتا ہے جس کے حصول کے لیے وہ عمل مقرر کیا گیا ہے اور اس قلب اور اللہ جل شانہ، میں ایسا تعلق قائم کر دیتا ہے جس کی روشنی سے دل منور ہو جاتا ہے اور اس پر غور نہیں چڑھ جاتا۔

غرض یہ کہ اسلامک ایجوکیشن میں ”تدریس بذریعہ عادت“ اس انداز میں استعمال کی جاتی ہے کہ ہر ایک جذبہ پیدا کیا جاتا ہے جو بعد ازاں ایک زندہ اور متحرک عمل میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کی ادا ہوگی بلا مشغور ہوتی ہے اور جو ایک شعوری جذبے کے ماتحت انجام پاتا ہے۔

طلبہ کی تربیت کے ضمن میں اسلام کا نظام تعلیم ایک طریقہ تدریس یہ اختیار کرتا ہے کہ نفس از میں جمع شدہ قوتوں کو بروئے کار لاتا اور ان سے کام لیتا ہے تاکہ یہ قوتیں نفس میں جمع نہ ہوتی رہیں۔ اس میں کہ نفس انسانی اور جسم انسانی میں قوتوں کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے اور ان قوتوں کو مفید اور تعمیری کاموں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور غیر مفید اور تخریبی سرگرمیوں میں بھی کھپایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قوتیں کہیں بھی استعمال نہ ہوں اور زنگ خوردہ ہو کر رائیگاں ہو جائیں..... اسلامی نظام تعلیم ان قوتوں تعمیری امور اور مفید کاموں کی جانب متوجہ کر کے انھیں صحیح تعمیری رخ پر لگاتا ہے اور ان قوتوں کو بروئے کار قوتوں کے خلاف ایک دیوار مٹاتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ ان قوتوں کا غیر ضروری ذخیرہ نہ ہوتا رہے کیونکہ کسی جسمانی یا نفسانی قوت کا طویل عرصے تک ذخیرہ رہنا اور ان کا استعمال میں نہ آنا انسانی وجود کے لیے سخت نقصان دہ ہے اور اس متعدد نفسیاتی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ قوتیں بلا وجہ نفس میں سترکتی اور جمع رہیں اور ان کے استعمال کی نوبت نہیں آتی اور ان کو نکاسی کا صحیح راستہ نہیں ملتا اس لیے اسلام چاہتا ہے کہ قوتیں جمع نہ رہیں اور نفس انسانی ان بہت سے انحرافات سے محفوظ رہے جو نفسیات میں متعارف ہیں اور اسے بہت سے اضطراب اور تباہ کن الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور ان اضطرابات اور نفسیاتی الجھنوں کا اس بہتر کوئی علاج نہیں ہے کہ طلبہ کے اندر جمع شدہ صلاحیتیں کسی ایسے مثبت عمل میں صرف ہوتی رہیں جس سے طلبہ کو اپنی ذات کے اثبات کا احساس ہوتا رہے۔

اسلامی نظام تعلیم میں معلم طلبہ کی جسمانی قوتوں کو جہاد کی طرف متوجہ کر دیتا اور انہیں کاموں مثلاً زراعت و پیداوار وغیرہ میں لگا دیتا ہے اور اس کام میں استعمال کرتا ہے کہ طالب علم باطل مزاحمت کرے اور باطل کی عمارت کو منہدم کر کے حق اور عدل کی عمارت استوار کرے اور اس عمل سے

○ لفظ قرآن کی لغوی تشریح

صاحب المعجم الاعظم نے اس کے معنی ”پڑھائی اور پڑھنے کا عمل“ بیان کیے ہیں۔ دراصل یہ (قرء) سے فعلان کے وزن پر مصدر ہے۔ جیسے کفر سے کفران وغیرہ۔ (قرء) کے ایک معنی جمع کرنے کے بھی ہیں۔ اس لیے بعض علماء نے قرآن کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ قرآن چونکہ تمام کتب سماویہ کے ثمرہ کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے ماحصل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اس لیے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے جیسا کہ:

تبييننا لكل نشئ (مفردات القرآن از رغب اصفهانی) میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ امام ابن القيم رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”المشرف الى علوم القرآن“ میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن محاورہ قرأت الحوض سے ماخوذ ہے جو پانی سے لہا بہا ہوتا ہے اسے قرأت الحوض کہا کرتے ہیں چونکہ قرآن جملہ علوم پر مضمونی اور عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلہ پر ہے اس لیے اس کا نام قرآن ہوا۔

○ جامعیت قرآن

قرآن حکیم علوم وفنون کا منبع اور حکمت کا سرچشمہ ہے۔ وہ سمندر ہے جس میں علوم وفنون کے ناپید ہوا ہر پوشیدہ ہیں اور غواصان علم و فن و فنون تک حکمت و معرفت کے جواہر نکال نکال کر اپنے اور اہل عالم امن بھرتے رہیں گے لیکن اس کے خزانوں میں ذرا بھی کمی واقع نہیں ہوگی۔ قرآن دنیا کی جامع ترین کتاب ہے۔ یہ گزشتہ تاریخ کا مرقع بھی ہے اور آئندہ واقعات کا آئینہ بھی۔ یہ ہادی بھی، یہ مبلغ بھی ہے اور مزی بھی، غرض یہ کہ اس کی حیثیات متعدد اور گونا گوں ہیں اور یہ اس کا اعجاز ہے کہ یہ ہر حیثیت میں بے نظیر اور ہر رنگ میں بے مثال ہے۔

○ تحدیدات موضوع

ہم آئندہ صفحات میں اپنی معروضات کو صرف قرآن کی معلمانہ حیثیت یعنی تعلیم و تعلم کے میان تک محدود رکھیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کو صاحب قرآن نے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے اسرار و رموز کی تشریح و توضیح کے لیے رہنمائی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہی سے ملے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب محض تلاوت آیات ہی نہیں بلکہ تعلیم کتاب بھی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”حقیقت میں اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب کہ انہی میں سے ایک پیغمبران میں بھیجا جو

ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

پہلے سید جہاد بیہیت اور عبادت کے نتیجے میں روحانی وجدان کے نتیجے میں بھی کبھی نفس تیار اور سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے اور زیادہ تر یہ کیفیت کسی حادثاتی واقعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے اور ہر قسم کے طلبہ میں پیدا ہوتی ہے اور سب میں شدید انفعال، تاثر پذیری اور سرگرمی پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ موقع ہوتا ہے جس کے لیے نفس انسانی پوری طرح تیار ہوتا ہے اور اس حالت میں نفس کو متعدد اثر ہمنامی اور ہدایت دی جاسکتی ہیں اور ان ہدایات کے گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے واقعات و حادثات کو نفس انسانی کی موثر تربیت کے لیے استعمال کیا اور تاریخ انسانیت کی سب سے منفرد اور یکتا امت پر پا کر دی اور اسے یہ فرض سونپا کہ:

(ترجمہ) ”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیک کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (آل عمران: 110)

اسلامک ایجوکیشن: معلم مطلوب

اسلامی حکمت تعلیم کے حوالے سے معلم ایک واجب الاحترام شخصیت ہے۔ اس کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ وارث پیغمبر ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں اساتذہ کی تعلیم و تربیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ تربیت اس بنیادی اصول پر تشکیل پاتی ہے کہ استاد کا کام صرف معلومات فراہم کرنا ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی دعوت دینا بھی ہے اور نئی نسل کی اخلاقی تربیت بھی اس مقصد کے لیے نہ رہی ہے کہ اساتذہ کی اعلیٰ معیار کی علمی، فنی اور نظریات تربیت ہو اور جس میں ان کا نصیبی تخصص (Specialization) فی الدین ہو۔

2.2۔ ایجوکیشن تھیوری: قرآنی زاویہ نگاہ

(Education Theory: A Quranic Outlook)

انسان مرکب ہے جسم اور روح سے، جسم سر اپا کثافت ہے تو روح سر اپا لطافت۔ جسم کا تعلق عالم سفلی سے ہے تو روح کا عالم علوی سے۔ چنانچہ خالق کائنات نے تربیت جسم کے لوازمات تو زمین سے پیدا فرمائے لیکن ارتقاء روح کا سامان آسمان سے نازل فرمایا۔ تورات و انجیل اور زیور و صحائف تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں ان ہدایت آسمانی کے مختلف ایڈیشن ہیں اور پھر جب اپنی پوری جوانی پہنچی، جہاں کے واسطے ایک آخری پیام آیا۔

یہ آخری پیام قرآن حکیم ہے جو خدا نے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پہ نازل فرمایا۔ خود قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اسے روح الامین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والوں میں ہو جائیں۔

- 1- قرآن انسان کو اس کائنات میں اشرف المخلوقات قرار دیتے ہوئے اسے نیابت الہی کے منصب بلند پر فائز کرتا ہے۔
- 2- قرآنی نظریہ تعلیم دیگر نظریات کی طرح محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ وہ اس کی انفرادی اصلاح بھی کرتا ہے اور اسے اجتماعی زندگی کے لیے بھی تیار کرتا ہے تاکہ وہ اپنے معاشرے کا ایک مفید رکن بن سکے۔
- 3- قرآن ایسے انسان کی تشکیل چاہتا ہے جو قوم پرستی، وطن پرستی اور شخصیت پرستی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نہ ہو بلکہ وہ کائناتی فکر کا حامل ہو۔
- 4- وہ تمام جھوٹے خداؤں سے منہ موڑ کر خدائے واحد سے لو لگا چکا ہو اس کی زندگی اور اس کی ہر سرگرمی اسی کے لیے ہے۔ وہ گویا: میری نماز، میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لیے ہے جو تمام جنانوں کا رب ہے“ (الانعام: 162) کا جیتا جاگتا پیکر ہو۔
- 5- وہ ظاہر داری اور منافقت سے پاک ہو۔ وہ جلوت و خلوت اور سفر و حضر میں خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔
- 6- وہ خیر خواہ ہر ایک کا ہو مگر بد خواہ وہ کسی کا بھی نہ ہو۔
- 7- وہ صرف اپنی ذاتی حیثیت میں خیر و بھلائی کا پیکر نہ ہو بلکہ خیر و بھلائی کا داعی، منکرات و فواحش کا ماحی ہو۔

○ قرآن کا پیش کردہ تصور علم

جناب محمد صلاح الدین لکھتے ہیں:

”قرآن کے پیش کردہ تصور علم کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ حواس عقل اور تجربہ علم کے ذرائع ہیں۔ منبع علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں اور ضرورتوں کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نزول کتاب اور بعثت انبیاء کے سلسلے کا اہتمام کیا اور انسانیت جب طفولیت اور بلوغت کے مراحل طے کرتی ہوئی پختگی شعور کی سطح پر پہنچی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت یعنی تکمیل تعلیم و تربیت کا اعلان کر کے سلسلہ وحی منقطع اور بدرجہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم بند کر دیا گیا اور قیامت تک کے لیے اس آخری معلم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سرچشمہ ہدایت و رہنمائی قرار دے دیا گیا۔“

2.2.1- قرآن اور تعلیم

جس طرح سورہ فاتحہ دعا بھی ہے اور تعلیم بھی (کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی بارگاہ میں عرض محروض کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا اس لیے اس کا نام سورہ تعلیم المسد رکھا گیا)۔ اسی طرح قرآن حکیم علم کا خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ طریق تعلیم پر بہترین رہنما کتاب بھی ہے گویا

سر سرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشہور قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذات اقدس قرآن ناطق کی حیثیت رکھتی ہے تاہم موضوع کی رعایت سے ہم صرف ان قرآنی آیات ہی سے غرض ن کریں گے جو تعلیم کے میدان میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

○ چند بنیادی تصورات

اس سے پہلے کہ ہم قرآن حکیم کے معاملہ کردار پر گفت گو کا آغاز کریں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کائنات، انسان اور حیات کے بارے میں قرآن کے پیش کردہ تصورات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

○ کائنات کے متعلق تین نکات قرآن حکیم میں واضح کیے گئے ہیں:

- 1- انسان کی طرح ہر شے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور یہ تخلیق بے مقصد یا بے حکمت نہیں۔ (الفرقان: 159 الانبیاء: 14)
- 2- اس کائنات کا نظام اس کے خالق کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق چل رہا ہے۔ (یسین: 40,37)
- 3- یہ دنیا انسانی کے استعمال کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اس طرح اس کے لیے آزمائش کا سامان بھی ہم پہنچا رہا ہے۔ (الملک: 2)

○ انسان اور اس کی زندگی کے متعلق چار اہم نکات واضح کیے گئے ہیں:

- 1- انسان اللہ کی مخلوق اور اس دنیا میں اس کا نائب ہے۔
- 2- وہ اشرف المخلوقات ہے۔
- 3- انسان کی زندگی اللہ کی عبادت کے لیے ہے یعنی اس کی تخلیق کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کی دی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہو خواہ یہ عبادت و ریاضت ہو یا تجارت و سیاست۔
- 4- انسان کی موجودہ زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا دی جائے گی اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

○ قرآن کا انسان مطلوب

حیات و کائنات کے قرآنی تصور کی وضاحت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ قرآن کس قسم کے انسان تیار کرنا چاہتا ہے کیونکہ تعلیم و تعلم کا بنیادی وظیفہ دراصل انسانی سازی ہی ہے اور ہر سماج اور معاشرے کا فلسفہ تعلیم اس کے عمرانی نظریات اور سماجی ضروریات ہی سے جنم لیتا ہے اور پھر وہ اپنے افراد کو اپنے مخصوص رخ پر ڈالتا اور اپنے مخصوص سانچے میں ڈھالتا ہے۔ تو آئیے ہم دیکھیں کہ اس سلسلے میں قرآن کے امتیازات کیا ہیں:

حاستہ الذوق (چکھنا) حاستہ انشم (سونگھنا) اور حاستہ اللمس (چھونا) کا بیداری ذرائع علم کی حیثیت سے تعارف مغرب یا یونان کا کارنامہ سمجھتے ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو اس سلسلے میں اولیت حاصل ہے۔

ذرا دیکھیے! کس قدر بلیغ انداز میں (Gates of Knowledge) کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور اللہ ہی نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا، اس حال میں کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمھارے لیے سماعت، بینائی اور دل پیدا کیے تاکہ تم شکر گراؤ۔“

○ ایک دوسرا مقام ملاحظہ ہو:

”پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تم کو کان، آنکھ اور دل دیے تو لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔“ (الہجدہ: 9)

○ ایک اور مقام پر فرمایا:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے اللہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھیں کان، آنکھیں اور دل دیے۔“ (سورۃ الملک: 23)

ان آیات میں کان، آنکھ اور دل کا ذکر محض اعضائے جسم کی حیثیت سے نہیں بلکہ اخذ و امتیاز اور تربیت و تدبیر کی پیش بھاتو توں سے جس قدر زیادہ کام لے گا، دینائے علم میں اس کی گرفت اور گہرائی اسی قدر بڑھتی چلی جائے گی۔

اور پھر ان ہی قوتوں کے حوالے سے یہ کہہ کر انسان میں ذمہ داری کا احساس اجاگر کیا گیا ہے یعنی:

”بے شک کان اور آنکھ اور دل کے بارے میں ہر شخص سے پوچھ گچھ ہوگی۔“ (نبی اسرائیل: 36)

2- تشویق

معنی ہیں شوق پیدا کرنا۔ جدید طریق تعلیم میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سبق پیش کرنے سے پہلے ایسا ماحول پیدا کیا جاتا ہے کہ طلبہ میں نئی بات سننے اور اخذ کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اس سے ان میں قبولیت کی استعداد کنی چند ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم اس اصول کی طرف عملاً رہنمائی کرتا ہے وہ ہمیں جگہ جگہ اس اسلوب سے کام لیتا نظر آتا ہے۔ مثلاً اہل ایمان کو جہاد کا شوق دلانا مقصود ہے۔ اس سلسلے میں کتاب اللہ کا انداز ”تشویق“ ملاحظہ ہو:

”اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی سوداگری بتا دوں جو تمھیں عذاب دردناک سے بچا لے (وہ یہ کہ) تم لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

جہاد کرو۔“ (الصف: 11-13)

علاوہ انہیں ہر دور اور معاشرے میں تعلیم کا مقصد اور موضوع ہمیشہ انسان ہی رہا ہے۔ یہی انسان قرآن کا موضوع بھی ہے اور مخاطب بھی۔ بقول مولانا مودودی:

”اس (قرآن) کا موضوع انسان ہے۔ اس اعتبار سے کہ لحاظ حقیقت نفس الامری اس کی فلاح اور خسران کن چیز میں ہے۔“

خود قرآن کی شہادت مطلوب ہو تو سورہ العصر پڑھ لیجیے:

”قسم ہے زمانے کی، انسان بڑے خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کیا اور ایک دوسرے کو فہمائش کرتے رہے، حق کی اور فہمائش کرتے رہے (پابندی) صبر کی۔“ (ترجمہ: ماجدی از عبدالمجید دریابادی)

اب رہی شہادت کہ اس کا مخاطب انسان ہے تو آئیے پڑھیے سورۃ العلق کی یہ آیات:

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو، جس نے انسان پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔“ (العلق: 1-5)

ان آیات پر غور کیجیے کیا قرأت، تعلیم، قلم اور انسان کا یکجا تذکرہ محض اتفاق ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حکیم مطلب کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اس سے اتفاق سرزد ہوں۔ خدائے قادر و قیوم جس قرآن کو انسانیت کے لیے ایک مستقبل معلم بنانے والے تھے۔ دراصل یہ اس کی تمہید اٹھائی جا رہی ہے۔ حکم اقراء سے خطاب کا آغاز پڑھنے اور پڑھانے کے عمل کو ایک خاص رفعت عطا کر رہا ہے۔ پھر اپنا تعارف انسان کا تذکرہ بطور معلم کیا گیا اور اہل نظر جانتے ہیں کہ قرأت اور قلم بننا دوام علم کا ذریعہ بھی ہیں اور اشاعت و حفاظت تعلیم کا وسیلہ بھی۔

2.2.2- اصول تعلیم و تدریس اور قرآن

قرآن حکیم کا اعجاز ہے کہ انسان نے اپنی زندگی کے جس شعبے میں بھی اس سے رہنمائی طلب کی ہے، اس نے ہمیشہ اس کی دست گیری کی ہے اور متعلقہ شعبہ حیات میں ایسے واضح اشارات دیے ہیں کہ جن سے تاریکیاں چھٹتی اور گرہیں کھلتی چلی گئی ہیں اور شاہراہ حیات روشن ہوتی چلی گئی ہے۔ یہی حال شعبہ تعلیم و تعلم کا ہے۔ مغرب ہویں صدی میں جدید رجحانات کے نام سے جو افکار و نظریات سامنے لایا ہے۔ قرآن کئی قرن پیشتر انھیں اپنے مقدس صفحات میں پیش کر چکا ہے۔ ہم ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کریں گے۔

1- حواس خمسہ

ممکن ہے بعض لوگ حواس خمسہ یعنی: حاستہ البصر (دیکھنا) حاستہ السمع (سننا)

یہ اسلوب ایک طرف مخاطبین سے محبت و تعلق کا مظہر ہے تو دوسری طرف ان میں اخذ و تعمیل کا زبردست داعیہ پیدا کرتا ہے۔

اصلاح اور تعلیم بڑی راہ میں جو دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ان لوگوں کا رویہ ہے جو سرے سے خود کو قابل اصلاح ہی نہیں سمجھتے جنہیں اپنے موقف کی غلطی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ فساد کی راہ پر لگا تار دوڑتے ہوئے بھی ان کی زبان پر نعرہ ”انما نحن مصلحون“ ہی کا ہوتا ہے۔ غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کے دہیز پر دے ان کی نگاہوں کو اصل حقائق اور ادراک نہیں ہونے دیتے۔ وہ اپنی خود فریبیوں کی ”جنت الحقائق“ میں ایسے گمن ہو جاتے ہیں کہ درد مند کی بات سننا انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ ایسی صورت حال میں بھی قرآن ہماری اسی اسلوب کے استعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ سورہ کہف کی ان آیات پر غور کیجئے:

”آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کا (پتا) بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل ہی گھمائے میں ہیں۔۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا ہی کی زندگی میں غارت ہو کر رہ گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔“ (الکاف: 103-104)

ان آیات میں کیسے بلیغ انداز میں ایک طرف ان لوگوں کا حال معلوم کرنے کا شوق پیدا کیا گیا ہے جو انجام کار خسارہ پانے والے ہوں گے اور دوسری طرف صحیح الفکر افراد کو مخاطب کرتے ہوئے اس پر غلط گردہ کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کی تصویر کشی ایسے لطیف پیرائے میں کر دی گئی ہے کہ ان میں سے نسبتاً معقول عنصر اپنے فکر کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ تشوین و ترغیب کا یہ اصول قرآن حکیم میں عام ہے۔ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے آل عمران نمبر 15، المائدہ نمبر 40، الحج نمبر 72 اور الشعراء نمبر 221۔

3۔ تکرار

حیثیت معلومات اور ترسیخ علم میں تکرار کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ جدید تعلیمی نفسیات بھی اس کی معترف ہے۔ دور حاضر کے مشہور اور منفرد شاعر عبدالعزیز خالد کہتے ہیں کہ:

علم کے ساتھ جمل بڑھتا ہے
علم حاصل نہ ہو بلا تکرار

میر انیس نے کہا ہے:

اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

ممکن ہے کہ خود ان کے اپنے کلام کے بارے میں یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی ہو لیکن قرآن کے بارے میں یہ بات بالکل حق ہے۔

ایک ہی بات اتنے گونا گوں اور بے قلموں اسالیب سے سامنے آتی ہے کہ اگر آدمی ذہن سلیم رکھتا ہو تو اس

کی پکڑ ہی لیتا ہے۔

قرآن پاک اپنا بیان ہے:

”اور یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں قسم کا اعلیٰ مضمون طرح طرح سے

بیان کیا ہے۔“ (بنی اسرائیل: 89)

اس سورت میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

”اور ہم نے اس قرآن میں (مضمون توحید کو) طرح طرح سے بیان کیا تاکہ لوگ اچھی

طرح سمجھ لیں مگر وہ نفرت میں مزید بڑھ جاتے ہیں“ (بنی اسرائیل: 41)

گویا قرآن ایک شفیق معلم کی طرح ایک ہی بات مختلف ذہنی سطح کے حامل افراد کو ان کے حسب حال مختلف اسالیب سے سمجھانے کا اہتمام کرتا ہے۔

4۔ تمثیل

جدید طریق تدریس میں تصویر کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ ایک عرب ماہر تعلیم کا قول ہے کہ بعض اوقات ایک تصویر ہزار الفاظ سے بڑھ کر موثر ہوتی ہے اور اس میں کچھ مبالغہ بھی نہیں۔ تمثیل بھی دراصل ایک لفظی تصویر ہی ہوتی ہے اور مجرد حقائق ذہن نشین کرانے میں جادو کا سا اثر رکھتی ہے چنانچہ قرآن بھی کائنات کے مخفی حقائق لوگوں کے دل و دماغ میں اتارنے کے لیے اس اسلوب کو اکثر کام میں لاتا ہے۔ انسان کے دل میں مال کی محبت ایک فطری امر ہے۔ اس پر خود قرآن کی شہادت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

”(اور وہ انسان) مال کی محبت میں بڑھا ہوا ہے۔“

اس لیے وہ مال کے خرچ کرنے میں بہت محتاط واقع ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اسے صرف نفع بخش کاموں میں صرف کرتا ہے۔ انسان کے اس طبعی رجحان کی رعایت کرتے ہوئے اس کے دل میں انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد کا تصور اور یقین پیدا کرنے کے لیے دیکھیے قرآن پاک نے کس قدر عمدہ اور خوب صورت تمثیل بیان کی ہے۔

”جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (خرچ کردہ) مال کی مثال

ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیں اگیں۔ ہر ہربالی کے اندر سو

دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے افزونی دیتا رہے اللہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔“

(البقرہ: 261)

بے عمل یہودی علما کی تمثیل دیکھیے:

”جن لوگوں کو تورات پر عمل کا حکم دیا گیا تھا، پھر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی

مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو۔“ (المجموعہ: 5)

دنیوی زندگی جہاں حسین و دلکش ہے وہیں گریز پاد اور عارضی بھی ہے۔ رنجینی حیات اگرچہ شعلہ مسکین ہے لیکن اس کا نقش دیر پا اور مستقل ہے۔ اب ذرا دیکھیے کہ زندگی کے جملہ پہلوؤں کا کیسی دلنشین جھلک میں احاطہ کر لیا گیا ہے:

”جان لو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا اور زینت اور آپس میں فخر و مہابت اور مال اور اولاد میں زیادہ کرنے کا شوق ہے۔“ (دنیوی زندگی) گویا کہ یہ ہے کہ اس کی پیداوار کا شکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر (بھتی) خشک ہو جاتی ہے سو تو اسے زرد دیکھتا ہے پر وہ جو چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی بھی اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے (المہد: 20)

چونکہ یہ اسلوب نہایت ہی موثر ہے۔ اس لیے قرآن نے اسے نہایت کثرت سے استعمال کیا ہے۔

5- ذہنی موجودگی

جملہ ماہرین تعلیم متفق ہیں کہ تعلیم و تعلم کے عمل کی کامیابی کے لیے طالب علم کی جسمانی موجودگی کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی موجودگی بھی از حد ضروری ہے چنانچہ وہ طالب علم کو دوران تعلیم ذہنی طور پر بیدار رکھنے کے لیے مختلف تدبیریں تجویز کرتے ہیں۔ قرآن اس بنیادی ضرورت اور حقیقت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے یعنی:

”بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو یا جو توجہ سے بات کو سنتا ہو۔“ (ق: 37)

6- قصہ گوئی

انسانی نفسیات کا خاصہ ہے کہ وہ براہ راست کہی گئی نصیحت کی بات کم ہی قبول کرتا ہے۔ اسی لیے حکماء اس کی تربیت کے لیے ”گفتہ آید در حدیث دیگران“ کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھلا حکیم مطلق کی نگاہ سے کیسے او جھل رہ سکتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس اسلوب سے بھی خوب خوب کام لیا ہے۔

اجتماعی اصلاح کے لیے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور بنی اسرائیل کے اجتماعی قصے نقل اور حسب مال میں غرق افراد کے لیے قادیان کی بلاکت کا عبرت انگیز واقعہ، داعیان حق کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے لیے مومن آل فرعون کا ایمان افروز واقعہ، باغ والوں کے طبع اور لالچ کا حسرت ناک انجام غرض بے شمار تاریخی واقعات اور سبق آموز قصے ہیں جو پڑھنے والوں کو ہمیشہ روشنی دکھاتے رہیں گے۔

7- تدریج

یہ وہ سنہری اصول ہے جو مشکل سے مشکل کام کو آسان بنادیتا ہے بلکہ ناممکنات کے کوہِ بے

ستون سے ممکنات کی جوئے شیر بہا لاتا ہے۔ ہمارے جدید اصول تعلیم کی اصطلاح میں اس کو آسان سے مشکل، مقرون سے مجرد اور مجمل سے مفصل کی طرف اقدام کا نام دیا گیا ہے۔

قرآن کی تنزیل بھی اسی اصول کے تحت ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں“ (بنی اسرائیل: 106)

پہلے اجمال اور پھر تفصیل کا اصول بھی قرآن پاک میں متعدد مقامات پر نظر آتا ہے۔ ایک مقام ملاحظہ ہو:

”اے نبی! اس وحی کی جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرو دینا اور پڑھو دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرات کو غور سے سنتے رہو پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔“

(القیامہ: 16-19)

گویا پہلے اخذِ متن پر زور دیا گیا ہے اور اس کی تفصیل کو بعد کے لیے اٹھار کھا گیا ہے۔ اسی طرح احکام و فرائض میں بھی اسی اصول کے پیش نظر سب سے پہلے قلب و ذہن کا قبلہ درست کیا گیا اور توحید، سلسلہ وحی و رسالت اور حیاتِ بعد الموت کے عقائد کو دلوں میں رائج کیا گیا، پھر نبوت کے گیارہویں یا بارہویں سال نماز پکچگانہ فرض کی گئی۔ روزوں کی فریضیت ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور پھر حج فرض کیا گیا۔ خناری اور مسلم میں درج شدہ یہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبل کریم کی طرف بھیجا تو یہ فرمایا (سب سے پہلے) ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی شہادت کی طرف بلاؤ جب وہ یہ مان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں تم پر فرض کی ہیں پھر جب وہ یہ بھی قبول کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مال داروں

سے وصول کی جائے گی اور تمہارے فقراء پر صرف کی جائے گی۔ (ریاض الصالحین از امام نووی)۔

تربیتِ افراد کے لیے قرآن حکیم کے اصول تدریج کی بہترین مثال حرمتِ شراب کا حکم ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے جو حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ ارشاد ہوا:

”اے لوگو! جو ایمان لائے جو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز

اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کر رہے ہو۔“

”گویا شراب کو ایک ناپسندیدہ چیز قرار دے دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ ”پوچھتے

ہیں شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟“ ہوا ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگو

ں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں مگر ان کا نگاہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔“

اور اس طرح لوگوں کے سامنے اس کے بعض ظاہری فوائد کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے باطنی اور

دراصل سوال برائے علم کی قدر افزائی کی گئی ہے۔ (واللہ اعلم)۔
 مگر وہ ایسے سوالات کرنے سے روکتا بھی ہے جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو یا ذمہ داری اور عمل سے قرار کا بہانہ پیدا کرنا ہو جیسا کہ قوم بنی اسرائیل کی عادت تھی۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:
 ”پھر کیا تم اپنے رسول سے اس قسم کے سوالات اور مطالبے کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کیے جا چکے ہیں“۔ (البقرہ: 108)
 اس چیز پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مسلمانوں کو بار بار متنبہ فرمایا کرتے تھے کہ قیل و قال سے اور بال کی کھال اتارنے سے بچھلی امتیں تباہ ہو چکی ہیں تم اس سے پرہیز کرو۔

9۔ دعوت فکر و تدبر

تعلیم محض گنگی بندھی چیزوں کے رٹ رٹا لینے کا نام نہیں بلکہ اس کا اصل مدعا یہ ہے کہ معلم کی سوچ اور فکر کی اس انداز سے تربیت کی جائے کہ وہ اپنے ذاتی تجربات، خارجی مشاہدات اور داخلی واردات کا بے لاگ تجزیہ کر سکے اور اس میں ان سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔
 قرآن عقلی اور فکری تربیت کے اس پہلو پر بھی خوب زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی تدبر فی الایات القرانیہ کی ترغیب دلاتا ہے اور کبھی تفکر فی الایات الکونیہ کی دعوت دیتا ہے، کبھی سمندر عقل کو ممیز لگاتا اور کبھی اشہب شعور کو تازیانہ دکھاتا ہے۔ غرض یہ کہ مختلف طریقوں سے اپنے مخاطب کو تحقیق و تجسس پر ابھارتا ہے تاکہ وہ اندھی تقلید کے بندھنوں سے آزاد ہو اور اس میں تخلیقی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ قرآن پاک کا اسلوب دعوت فکر ملاحظہ ہو:

”بے شک آسمانوں اور زمینوں کی ساخت میں رات اور دن کے بتیم ایک دوسرے کے بعد آنے میں ان کشیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اس انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے۔ ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع بنا کر رکھے گئے ہیں۔ عقل والوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں“۔ (البقرہ: 124)

10۔ تحسین

تحسین کے معنی ہیں کسی کے کام کو سراہنا اور اسے داد دینا اور اسے آفرین کہنا۔ تحسین و آفرین کا چھوٹے سے چھوٹا جملہ بھی طالب علم کے لیے ایک متاع گراں مایہ ہوتا ہے۔ جدید تعلیمی نفسیات کا کہنا ہے کہ اچھے کام یاد رست جواب دینے پر طالب علم کو داد دینے سے نہ صرف یہ کہ اس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے بلکہ آئندہ کے لیے اس کی اخذ و کتاب کی صلاحیت بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ادا و تحسین کا ایک کلمہ دیگر

دور رس نقصانات کی طرف واضح اشارہ کر دیا گیا اور لفظ اتم استعمال کر کے اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا تصور بھی دے دیا گیا ہے۔ یہ اس کی حرمت کی تمہید تھی چنانچہ بہت سے سلیم الطبع حضرات اس سے کنارہ کش ہو گئے اور جب انسان حرمت خرقہ کا حکم سننے اور قبول کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو ارشاد ہوا:

”اے لوگو جو ایمان لائے۔ یہ شراب اور جوایہ آستانے اور پانے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ“۔ (المائدہ: 90)
 تیسرے مرحلے میں نازل شدہ اس حکم کے ساتھ شراب کو قطعی طور پر حرام قرار دے دیا گیا۔

8۔ دعوت سوال

کہا جاتا ہے کہ علم ایک خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے۔ تعلیم و تعلم میں سوال کو جو اہمیت حاصل ہے وہ نتائج وضاحت نہیں۔ سوال طالب علم کے دل میں طلب علم کی تڑپ کا مظہر بھی ہے اور استاد کے لیے اس کے انداز فکر کو جانچنے کی کسوٹی بھی۔ اس سے طالب علم کی ذہنی الجھنوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور استاد کو آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے اور اپنے طریق تدریس کو بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے میں مدد ملتی ہے۔
 قرآن پاک اپنے مخاطبین کو سوالات کرنے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ بھی تربیت دیتا ہے کہ کس قسم کے سوالات کرنے چاہئیں اور کس قسم کے سوالات سے اجتناب کرنا چاہیے چنانچہ جہاں تک طلب علم، اضافہ معلومات اور ذہنی الجھن دور کرنے کا تعلق ہے وہ حکم دیتا ہے کہ یعنی:

”تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو“۔

بلکہ قرآن کریم کے متعدد احکام سوالوں کے جواب میں نازل ہوئے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ گھٹا بڑھتا کیوں ہے؟ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں میا کر تا ہے“۔ (البقرہ: 189)

”وہ آپ سے پوچھتے ہیں حرمت والے مینے میں لڑائی کے متعلق کہہ دیجئے کہ اس میں لڑائی بڑی (گناہ کی) بات ہے“۔ (البقرہ: 219)

”تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان کے لیے اصلاح بہتر ہے“۔
 ”(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجاہد لوگ آپ سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ یہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مال ہے“۔ (الانفال: 1)

اندازہ کیجئے کہ علم معرفت کا کس قدر بیش بہا خزانہ ہے جو انسانیت کو محض اہل ایمان و اخلاص کے سوالات کی برکت سے عطا ہوا ہے۔ ایک ایک سوال کا الگ الگ ذکر کرنے کے بعد اس کا جواب عطا کر کے

سننے والوں کے دلوں میں بھی ذوق و شوق کی نئی لگن لگا دیتا ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر نئے صحابہ کرام کا نہایت مخدوش حالات میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ نماز پر بیعت کرنا، ان کی اسلام کے ساتھ شیفتگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دلی محبت و وارفتگی کا لازوال مظاہرہ تھا۔ اس پر قرآن کی آفرین ملاحظہ ہو:

”بے شک! اللہ تعالیٰ خوش ہوا، ان مسلمانوں سے جب کہ وہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ درختوں کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا سو اللہ تعالیٰ نے اس پر اطمینان (دلی سکون) نازل کر دیا اور ان کو ایک قریبی فتح بھی عطا کر دی۔“ (الفتح: 18)

خدا کی راہ میں بے جگری سے لڑنے والوں کو یوں تحسین فرمائیں:

”بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہے۔“ (القصف: 4)

قرآنی اصول تعلیم کے اور بھی متعدد پہلو ہیں مثلاً حسن بیان، اصول ترغیب و ترہیب، تصحیح خطا، تصحیح مادات، اصول تفصیل و ترجیح وغیرہ مگر اختصار کی خاطر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

2.2.3 معلم کی شخصیت

قرآن کریم کی روشنی میں فن تدریس کے مختلف گوشوں کی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معلم کی شخصیت پر بھی کچھ گفت گو ہو جائے کہ ایک مثالی معلم کی شخصیت کے خدوخال کیا ہیں۔ گویا ہم استاد کے فنی رویے کے بیان کے بعد اس شخص رویے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اس سے مطلوب ہے اور جو تعلیم تدریس کے عمل میں مفید بھی ہے اور موثر بھی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں مدرس یا معلم کی ذات ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ معلم کے خونے دل نواز تدریسی عمل کو ایسا دل آویز بنا دیتی ہے کہ معلم علم کا متوالہ اور شیدائیں جاتا ہے۔ اس کے برعکس استاد کے مزاج اور لہجے کی درشتی اور اس کا سارا تاثر غارت کر کے رکھ دیتی ہے حتیٰ کہ طالب علم خود علم ہی سے بیزار اور متنفر ہونے لگتا ہے۔ علامہ اقبال نے معلم و قائد کی شخصیت کے اجمالی پہلو (اس کا اخلاق ہونا) کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگمان حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خونے دل نوازی

○ اتباع اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

”میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں“ کے فرمان نبویؐ اوز تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زندگی میں بہترین نمونہ حیات ہے، کے فرمان الہی کو ایک ساتھ دیکھا جائے تو اس سے واضح طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ ایک معلم کی شخصیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی جھلک ضرور نمایاں ہوئی چاہے اور اسے اپنے طلبہ کے لیے رحمت و شفقت کا اسی طرح مجسمہ ہونا چاہیے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے سرپارافت و رحمت تھے۔

علاوہ ازیں سورہ رحمن کا معنی خیر آغاز بھی یہی راز منکشف کر رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”(اللہ جو) نہایت مہربان ہے، اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔“ (الرحمن: 1-2)

ذکر تعلیم قرآن سے پہلے معلم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی صفت رحمن کے بیان میں یہی حکمت کار فرما نظر آتی ہے کہ رحمت و شفقت اور تعلیم و تعلم لازم و ملزوم ہیں۔

○ مطابقت قول و عمل

قرآن کا یہ فرمان ہے کہ

”اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔“ (القصف: 2)

اگرچہ جملہ مسلمانوں کو قول و عمل میں مطابقت پیدا کرنے کی دعوت دے رہا ہے لیکن ایک استاد کو خاص طور پر اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ جن بھلائیوں کا ذکر اپنی زبان پر لاتا ہے اس کی عملی زندگی ان کے برعکس نہ ہو۔ قول و فعل کا یہ تضاد استاد کی شخصیت کو کھوکھلا اور اس کی تدریس کو بے اثر بنا دیتا ہے۔

○ خود اعتمادی اور مضمون میں مہارت

معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ دولت خود اعتمادی سے مالا مال ہو۔ اپنی ذات اور صلاحیتوں پر اعتماد، شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتا ہے اور یہ اعتماد، شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتا ہے اور یہ اعتماد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ استاد اپنے مضمون میں مکمل مہارت رکھتا ہو۔

○ علم میں مسلسل اضافے کی کوشش پیہم

معلم کی شخصیت کا اصل زور علم ہے اور علم کی زندگی بقا اور جلا مسلسل مطالعے میں ہے۔ علم کا سارا حسن اس کے مسلسل ارتقاء میں مضمر ہے۔ معلم انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عطا سکھائی گئی۔ (و قد رب زدنی علماً) اس میں یہی حکمت پوشیدہ اور ظاہر ہے کہ علم کی نہ کوئی انتہا ہے نہ انتہا۔ کوئی شخص علم میں جوں جوں گہرا اثر جاتا ہے۔ ترقی و کمال کے میدان میں اتنا ہی اوپر اٹھتا جاتا ہے۔

اخلاص اور للہیت

یہ وہ صفات ہیں جو معلم کی شخصیت میں ایک ملکوتی شان پیدا کر دیتی ہیں اور وہ محض صاحب علم ہی نہیں

رہتا بلکہ صاحب نظر بھی ہو جاتا ہے اور بقول علامہ اقبال :

مجھ کو معلوم ہیں پیران جرم کے انداز

ہو نہ اخلاص تو دعوے نظر لاف و گزاف

اور تربیت نسل نو کے لیے خبر (علم) کے ساتھ ساتھ نظر (روحانی فیض) کی بھی ضرورت ہے، جس کے لیے طلبہ میں روحانی قوی جلا پاتے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزند

محض بل پیش کرنے والے استاد طلبہ کے دل تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

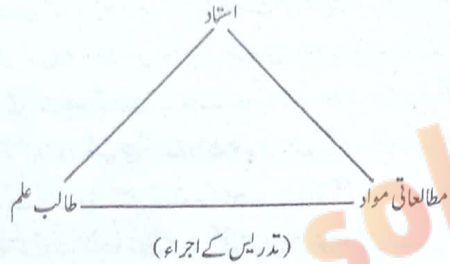
تعلیم قرآن پاک کے نتائج

قرآن پاک کی تعلیم کی کامیابی کا اندازہ لگانا ہو تو صحابہ کرام کے نقوش مطہرہ کی اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے۔ اس سلسلے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم و ترویج کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے وہ صحابہ و تابعین اور آئمہ دین کے حالات پر غور کرے۔ ان کے مہر مصائب، تحمل پر نواب اور ادائے شکر و احسان کے واقعات معلوم کرے۔ کافہ اہل اسلام کی تواضع، خشیت من اور ہمدردی عامہ، اخوت، انفع، رسانی، پاکیزگی، اعلیٰ ہمتی اور مہمان نوازی کو دیکھے۔

- 1- مزید لکھتے ہیں کہ، صہیب کا حال پڑھو جو آہن گر تھے۔ قریش نے انھیں ہجرت مدینہ سے روک دیا اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ متلاؤ یہ ایثار ان کو کس نے سکھلایا۔
- 2- ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر غور کرو یہ شوہر سے جدا کی گئیں۔ گود کاچھ ان سے چھین لیا گیا مگر یکہ و تمنا اللہ کی راہ میں تین سو میل کا سب سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرک کی طرف اکیلے چل دیں۔ یہ جرات، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہو۔
- 3- خطاب کا پنا عمر (فاروق) جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور پھر بھی باپ کی سختی اور درشت خوئی سے رہتا تھا۔ اپنی خلافت کے ایام میں 22 لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا ہے۔

2.3 اسلامک ایجوکیشن : معلم (Teacher in Islamic Education)

”تدریس“ کا لفظ ”درس“ سے نکلا ہے۔ اس کے معنی ہیں ”سبق“۔ آپ نے اکثر مسجد میں درس بھی دیا ہو گا چنانچہ اسی نسبت سے تدریس کا مطلب، پڑھانے کا عمل ہے۔ تعلیم کے میدان میں تدریس سے مراد طلبہ کو پڑھانے کا کام سمجھانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں طلبہ کو کسی قسم کی معلومات، ہنرمندی یا علم مہیا کرنے کے عمل کو ہم تدریس کہتے ہیں۔



اوپر کی شکل کو غور سے دیکھیں۔ آپ کو اس میں تدریس کے تین اہم اجزاء نظر آ رہے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

1- طالب علم

طالب علم تدریس کا ایک انتہائی اہم جزو ہے بلکہ یہ کنڈرست ہو گا کہ تدریس تو سر اسر اور صرف طالب علم کے لیے ہوتی ہے۔ اگر طالب علم نہ ہو تو استاد کس کو کیا پڑھا سکتا ہے چنانچہ تدریس کی تکمیل کے لیے کم از کم ایک طالب علم کا ہونا ضروری ہے۔

2- استاد

طالب علم کی طرح استاد بھی تدریس کا ایک لازمی جزو ہے۔ اگر کوئی پڑھانے والا نہ ہو تو پڑھائی، یعنی تدریس وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔

3- مطالعائی مواد

طالب علم اور استاد کی طرح مطالعائی مواد بھی تدریس کا لازمی حصہ ہے۔ مطالعائی مواد سے مراد درسی کتب یا وہ مواد ہے جو استاد طالب علم کو پڑھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک مطالعائی مواد نہیں ہو گا، تدریس کا عمل بھی شروع نہیں ہو سکتا۔ واضح رہے کہ مطالعائی مواد سے مراد صرف درسی کتب نہیں بلکہ اس سے مراد کوئی فن یا ہنر بھی ہو سکتا ہے جو کوئی طالب علم کسی استاد سے سیکھتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ تدریس کے عمل میں ان تینوں اجزاء کا ایک ہی وقت میں ایک جگہ اکٹھا ہونا اشد ضروری ہے۔ اگر طالب علم نہیں تو استاد کتاب کسے پڑھائے گا، اگر کتاب یا مواد نہیں تو استاد طالب علم کو کیا پڑھائے گا اور اگر استاد ہی نہیں تو طالب علم تک مواد کس طرح منتقل ہو گا؟ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تدریس کے تینوں اجزاء اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی آپ پر واضح کرتے چلیں کہ یہ تینوں اجزاء ایک دوسرے پر اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ آپ پچھلی شکل کو ذرا غور سے دوبارہ دیکھیں۔ ہر لائن کے دونوں اطراف تیر کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ نشانات ظاہر کرتے ہیں کہ دوران تدریس استاد طالب علم کے رویوں اور نشوونما پر اثر انداز ہوتا ہے جب کہ طالب علم بھی استاد کے طرز عمل اور طریقہ تدریس پر اپنے

اثرات چھوڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد طلبہ کو پڑھاتے وقت اس طریقہ تدریس میں حسب حال مناسب تبدیلی لاتا رہتا ہے۔ اس طرح استاد مطالعاتی مواد پر اور مطالعاتی مواد استاد کی سوچ اور تدریس کی حکمت عملی کو متاثر کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تدریس کے حوالے سے مطالعاتی مواد اور طالب علم بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً ہم درسی کتاب تیار کرتے وقت طلبہ کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھتے ہیں۔ طالب علم بھی درسی کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی تعلیم کے انداز کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تدریس کے ان تینوں اجزاء کو تدریس کی حکمت عملی میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔

اس ابتدائی تعارف کے بعد ہم ذیل میں تدریس کی چند تعریفات دے رہے ہیں۔ ان کا غور سے مطالعہ کیجئے۔

- طلبہ کی مناسب تعلیم و تربیت کرنے کے لیے استاد جن سرگرمیوں کا اہتمام کرتا ہے، وہ تدریس کہلاتی ہیں۔
- مواقع، حالات اور فعالیتوں کا ایسا عمل جو مدارس میں تعلیم کے لیے آنے والے افراد کی تعلیم کے لیے راہ ہموار کرے، تدریس کہلاتا ہے۔
- کسی گروہ کے تجربہ کار اراکین اپنے نا تجربہ کار ساتھیوں کو زندگی میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے رہنمائی کا جو طریقہ کار اختیار کرتے ہیں، اسے ہم تدریس کہتے ہیں۔

تدریس

ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی، اپنے ایک مضمون ”فن تدریس: چند رہنما خطوط“ میں فرماتے ہیں کہ استاد کے بارے میں۔ بالعموم تین حیثیات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک اس کی صاحب علم کی حیثیت، دوسری طریق تدریس کے ماہر کی حیثیت، تیسری منفرد شخصیت کی حیثیت۔

1- ماہر مضمون کی حیثیت سے ایک اچھے استاد کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ نفس مضمون پر عبور رکھتا ہو اور ایک وسیع المطالعہ رکالر شخص ہو۔ اس کے لیے طریقہ ہائے تدریس میں مہارت ضروری نہیں۔ اس نقطہ نظر کے حامل فلسفیوں کا خیال ہے کہ اگر معلم اپنے مضمون کا علم رکھتا ہے اور اس مضمون کے بارے میں اس کے پاس ضروری صلاحیت (Scholarship) ہے تو یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ اس کی تدریس بھی موثر ہوگی۔ عام طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر اسی نظریے کی حکمرانی ہے۔

2- استاد کی دوسری حیثیت ماہر فن تدریس (Pedagogical Expert) کی ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامل اس اصول کو نہیں مانتے کہ شخص صاحب علم ہو یا موثر تدریس کی علامت ہے۔ ان کے نزدیک علم رکھنا ایک بات ہے اور علم کو منتقل کرنا دوسری بات۔ چنانچہ وہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ فن تدریس میں میکانیکی مہارت بھی ضروری ہے۔ اس فکر کے حامل بعض فلسفی تو تربیت اساتذہ کے نصاب میں نفس مضمون کے مقابلے میں طریق تدریس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ البتہ اس مکتبہ فکر کے حامل اساتذہ کی متوازن رائے یہی ہے کہ نفس مضمون پر عبور (Excellence) اور طریقہ تدریس میں

مہارت (Competance) دونوں ضروری ہیں۔

استاد کی تیسری حیثیت اس کی منفرد شخصیت (Unique Personality) کے حوالے سے ہے۔ اس مکتبہ فکر کے حامی فلسفیوں کے نزدیک ہر چند کہ استاد کا نفس مضمون اور طریق تدریس پر عبور ضروری ہے لیکن استاد کا اپنا شخص بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ استاد کی انفرادیت اور شخصی عادات و اوصاف کو موثر تدریس سے الگ نہیں رکھا جاسکتا۔ استاد کی شخصیت، طلبہ کی تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس فلسفے میں ایک اچھا استاد بنیادی طور پر ایک منفرد شخصیت ہوتا ہے۔ اس ضمن میں متوازن نقطہ نظر یہی ہے کہ استاد نفس مضمون اور طریقہ تدریس کے سائنسی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اخلاق، محرک، ادب شناس اور مقصد حیات سے باخبر منفرد شخصیت کا حامل شخص بھی ہو۔

○ مسلمان مفکرین تعلیم اور فن تدریس

1- امام محمد الغزالی

امام محمد الغزالی کا نام دنیائے علم میں بڑا روشن ہے۔ ان کا تعلق ایران کے علاقے طوس سے تھا۔ انھوں نے علم اور معتمد کا مختلف انداز سے تجزیہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسانی کردار کی نشوونما اسلامی خطوط پر ہو اور اس کی مدد سے انسان کو آخرت کی تیاری میں مدد ملے چنانچہ امام الغزالی نے یہ تدریس کو بھی اسی زاویہ نگاہ سے دیکھا ہے۔ ان کے نزدیک تدریس کے دوران میں استاد کو طالب علم کی نفسیت کے مطابق اپنے تدریسی امور انجام دینے چاہئیں۔

2- ابن طفیل

ابن طفیل کے نزدیک انسان کی فطری صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے لیے چیلنج کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ فطری ماحول میں رہتے ہوئے ارتقائی انداز میں طالب علم کو تعلیم دینے کے حق میں تھے۔ ابن طفیل کے نزدیک حصول سعادت و علم کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ کی ہستی کے بارے میں سوچ و چار کرے چنانچہ استاد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دوران تدریس طلبہ کو اس قسم کے موضوعات پر سوچ، چار کرنے کی دعوت دے۔

3- ابن خلدون

تدریس کی حکمت عملی کے ضمن میں ابن خلدون کا نام بہت معروف اور مستند ہے۔ ان کے نزدیک تدریس کو موثر اور مفید بنانا چاہیے۔ ان کے نزدیک تدریس کے تین اہم مراحل ہیں:

(الف) جمالی طریقہ

اس مرحلے میں طالب علم کو مطالعاتی یا تدریسی مواد کی موٹی موٹی اور اہم باتوں کے بارے میں بتایا جاتا

○ فن تدریس: رہنما خطوط

ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی کہتے ہیں کہ اگر تہذیبی نقطہ نظر سے فن تدریس کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلیم و تعلم کے سارے عمل طالب علم اور استاد دونوں اہم ہیں، لیکن مرکزیت استاد کو ہی حاصل ہے۔ استاد محض معلم ہی نہیں ہوتا وہ مرئی، داعی اور مزی کی بھی ہوتا ہے۔ حقیقت میں تہذیبی حوالے سے تدریس، محض ایک پیشہ (Profession) نہیں بلکہ ایک فریضہ (Moral Obligation) ہے اور اس مقصد کی جواوری میں معلم ذمہ دار اور مسئول ہے۔ لہذا موثر تدریس کے نقطہ نظر سے یہ ضروری ہے کہ ایک مسلم استاد بیک وقت صحیح معنوں میں فکری اور عملی لحاظ سے اسلام کا پیروکار بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ نفس مضمون اور اس کی تدریس میں بھی ماہر ہو۔ چنانچہ اہم سائنسی طریقہ ہائے تدریس کے موثر اور بر محل استعمال کے ساتھ ساتھ معلم کو تہذیبی حوالے سے درج ذیل چند اہم رہنما خطوط بھی پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ یہی وہ روشن خطوط ہیں جو اس کی حکمت تدریس کو بھی موثر بنائیں گے اور زندہ و حسین بھی۔

1- معلم کے سامنے ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نصب العین ہونا چاہیے اور تعلیم و تعلم میں رضائے الہی کا حصول ہی قدر اعلیٰ ہونی چاہیے۔

2- حمد و ثناء کے بعد تدریس کی ابتدا کی جائے۔ معلم کا مجموعی اسلوب بیان صاف، شائستہ اور باوقار ہو۔ خیر خواہی اور اچھا طرز کلام اس کی شخصیت کا بنیادی وصف ہو۔

3- معلم کی گفتگو اچھے اور اعلیٰ الفاظ و تراکیب کی حامل ہو لیکن محض خوبصورت جملے بے معنی ہوں گے۔ اگر معلم کی شخصیت میں اخلاص، انکسار اور اخلاقی علونہ ہو۔ کامیاب اور موثر تدریس کے لیے علم و عمل کا امتزاج اور قول و فعل میں مطابقت ضروری ہے۔

4- معلم کا دماغ معلومات سے پر ہو، قلب درد مند ہو اور اس میں سیرت و کردار کی قوت بھی ہو۔

5- موثر بلاغ کے لیے فطرت انسانی کے اہم تقاضوں کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ان تقاضوں کی بہتر تعلیم قرآن حکیم کے متعین کردہ تین خطوط..... نفس امارہ، نفس لواہمہ اور نفس مطمئنہ کی روشنی میں ہی ہو سکتی ہے۔

6- معلم کو دینی امور میں سمجھ بوجھ اور نیک نیتی اس کا تدریسی وصف ہو۔

7- استاد کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ نیکی کی طرف دعوت دینے والے استاد کو دعوت کے ثواب کے ساتھ ساتھ اس کے شاگرد کے اجر کے برابر بھی اجر ملے گا جس نے اس نیک کام کی پیروی کی اور جس استاد نے اگر ایسی طرف دعوت دی تو اس کو گناہ طرف دعوت دینے کے گناہ کے ساتھ ساتھ اس شاگرد کے گناہ کے برابر بھی گناہ ملے گا۔

8- تعلیم و تدریس کے دوران میں اگر کوئی خلاف شرع بات کی جائے تو معلم کو اس بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار دوران تدریس کرنا چاہیے تاکہ شاگردوں پر اس کی اصل حقیقت واضح ہو

اس مرحلے میں زیر بحث موضوع کی تفصیلات پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی جاتی ہے اور ہر چیز کا تفصیل اور تنقید کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(ج) آخری مرحلہ

اس مرحلے میں زیر بحث موضوع پر ایک اور تنقید اس لحاظ سے ڈالی جاتی ہے کہ اس کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہ جائے جس پر بات چیت نہ کی گئی ہو۔

4- شاہ ولی اللہ

شاہ ولی اللہ بر صغیر کی ایک نہایت اہم اور معتبر شخصیت ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے لیے پیش ہوا تعلیمی و سیاسی خدمات سر انجام دیں۔ ان کے نزدیک تدریس کے دوران میں استاد کو طالب علم کی ہمہ جہت اور متوازن نشوونما کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ ہر بات میں نفاست اور لطافت کو تلاش کرتے تھے۔ وہ تدریس میں بھی طالب علم میں اس خصوصیت کو پروان چڑھانے کے حق میں ہیں۔ وہ تدریسی حکمت عملی کے حوالے سے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ استاد مشکل تصورات کی تشریح طلبہ کے سامنے پیش کرے۔ اور مختلف مثالوں کی مدد سے پڑھائے۔ اس مقصد کے لیے وہ انتہائی سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرنے کے حق میں ہیں۔

5- سر سید احمد خان

سر سید احمد خان نے بر صغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی و سیاسی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ تعلیم کے ذریعے سے مسلمانوں کو پستی کے گڑھے سے نکالنا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک تعلیم کو زندگی کے پچھلے مفید ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک استاد کو تدریس کے دوران میں ایک صحیح اور مخلص نمونہ پیش کرنا چاہیے۔ تاکہ طلبہ اس سے متاثر ہو سکیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ استاد کو اپنے مضمون پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہیے تاکہ وہ طلبہ کو ہر لحاظ سے مطمئن کر سکے۔

6- علامہ محمد اقبال

علامہ محمد اقبال عہد حاضر کے مشہور فلسفی اور شاعر کے طور پر ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے بر صغیر کے مسلمانوں کی سیاسی اور تعلیمی رہنمائی میں کئی خدمات سر انجام دیں۔ ان کے فرمودات کا خلاصہ یہ ہے کہ طالب علم میں خودی بیدار اور مستحکم ہو۔ وہ طالب علم کو سست اور کاہل نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ ان کے مطابق استاد کو چاہیے کہ وہ اپنی تدریس کے ذریعے سے نئی نسل میں ایک جتو، تڑپ اور امنگ بیدار کرے۔

و سلم اور پوری امت کے سامنے مسئلہ ہے۔ وہ اسلامی تہذیب کا سفیر ہے اور اس کا کام صرف معلومات فراہم کرنا ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی دعوت دینا بھی ہے۔ اس حوالے سے معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے طلبہ تیار کرے جو دنیا بھر کی قیادت کریں اور دنیا کو اس راستے پر لائیں جو معروف ہے اور اس سے روکیں جو منکرات کی طرف لے جاتا ہے۔

○ اسلامی نظام تعلیم میں پورے تعلیمی عمل کا مرکز و محور معلم ہی ہے۔ وہ ایک واجب الاحترام شخصیت ہے۔ اس کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ وارث پیغمبر ہے۔ استاد محض نفس اور طریقہ ہائے تدریس کا ماہر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ مرئی، مری اور مصلح بھی ہوتا ہے یعنی فکر و عمل اور سیرت و کردار میں جتنے استاد ہی طلبہ کی متوازن تربیت کر سکتا ہے وہ طلبہ کو محض معلومات منتقل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ سلیم الفطرت طلبہ کو ایک فکری وحدت میں پورتا ہے۔ پھر ان کی اخلاقی تربیت کرتا ہے، انھیں احقاق حق پر ہی اکتفا کرنے کی تربیت نہیں دیتا بلکہ ابطال باطل کے لیے بھی عملی جدوجہد کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وہ طلبہ کو بے خدا نظریات اور المادی بدایت سے محروم افکار پر کڑی تنقید کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے اور اس طرح انھیں اسلامی نظریہ حیات کو قائم کرنے، اسے چلانے اور زمین پر وسعت دینے کے لیے اپنے تدریسی دائرہ کے اندر رہتے ہوئے حکمت و دانائی سے ایک علمی تحریک برپا کرنے کے لیے بھی تیار کرتا ہے۔

○ معلم کو داعی کی حیثیت سے علمی و فنی تعلیم کے ساتھ اسلوب دعوت سے گہری واقفیت بھی ضروری ہے اس لیے کہ دعوت دراصل دوسرے لفظوں میں تربیت ہی کا دوسرا نام ہے۔ بقول ڈاکٹر یوسف قرضاوی دونوں کا موضوع ایک ہی ہے یعنی طالب علم کے اندر کچھ خاص افکار و خیالات کا بیج بیا جائے اور اس کے جذبات و میلانات کو ایک خاص رخ عطا کیا جائے۔ اس طور پر کہ اس کے اندر کچھ مخصوص رجحانات کی آبیاری ہو سکے اور اس کے اخلاق و کردار ایک مخصوص سانچے میں ڈھل جائیں۔ اس نقطہ نظر سے امت مسلمہ کے ہر فرد بالخصوص معلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اقامت دین کی جدوجہد میں شرکت کرے اور اپنی زندگی کا اصل مقصد دنیا کمائے کو نہیں بلکہ دین قائم کرنے کو قرار دے اور اس راہ میں جس قربانی کی بھی ضرورت پڑے اسے پیش کرنے سے دریغ نہ کرے۔

حیثیت قائد

معلم کی ایک ذمہ داری قیادت کی ہے۔ قیادت درحقیقت علمی فضیلت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک معلم جب قائد کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرتا ہے تو وہ جہاں دین اسلام کا گہرا شعور حاصل کرتا ہے، وہاں اپنے وقت کے مختلف اسلامی نظریات اور نظاموں سے واقفیت بھی حاصل کرتا ہے۔ اس کے بغیر نہ وہ ان غیر اسلامی نظریات کی تردید کا حق ادا کر سکتا ہے اور نہ اپنے طلبہ کو دین اسلام کی صداقت کا قائل کر سکتا ہے۔ ایک قائد کے لیے یہ بات ناگزیر ہو جاتی ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کے مختلف شعبوں، اس دائرے میں کی گئی تحقیقات اور فن تعلیم کے تجربات

رواداری، محبت، ایمان اور بھائی چارے کے بیچ لیتا ہے۔ استاد اعلیٰ اخلاق اور حسن عمل کا حسین نمونہ پیش کرتا ہے۔ ○ استاد عفو و درگزر کی تصویر ہے۔ اس کا تعلق معاشرے کے ذہین ترین طبقے سے ہے جو مختلف شعبہ سائنس زندگی کے لیے صالح افراد تیار کرتا ہے۔ ○ مسلمان استاد ایک باغبان ہے جو گلستان کی نگرانی و حفاظت کرتا ہے اور ہر پودے کی انفرادیت برقرار رکھتا ہے اور ان پودوں (طلبہ) کو سال خورہ کسان کی طرح موسموں کی شدت سے بچاتا ہے، اپنی سوچوں کا لہو محسوس کرتا ہے اور شاید حقیقی مسرت اسی کا نام ہے جو استاد کو نصیب ہوتی ہے۔ ○ مسلمان استاد اپنی کوششوں، محنتوں، کاوشوں اور جذبات کی ستائش کا طلب گار نہیں ہوتا، وہ بے لوث خدمت کرتا ہے۔ اس کا مقصد تنخواہ کا حصول نہیں بلکہ مخلوق کی خدمت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ وہ طلبہ کی منفی سوچوں کو مثبت طرز فکر عطا کر کے معاشرے کو نیک، صالح اور دیانتدار افراد مہیا کرتا ہے۔ وہ کسی لالچ کے بغیر کام کرتا ہے، اس کی محنتوں اور کاوشوں کا مقصد نظریہ اسلام اور تعمیری سوچ کی حامل نئی نسل وجود میں لانا ہے۔

○ مسلمان استاد کا کام فقط اتنا نہیں کہ وہ نصابی کتب پڑھا دے یا چند سوالات کے جوابات دے بلکہ اس کا فرض پائے کر اُسے بلکہ طلبہ میں حصول علم کے لیے تحقیق و جستجو پیدا کرنا اور اخلاق و کردار سنوارنا بھی اس کا فرض منصبی ہے۔ مسلمان استاد کو یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے زیر تعلیم افراد طالب علم اپنے والدین کی امیدوں کا مرکز ہوتے ہیں۔ والدین جب اپنے جگر گوشے کو کسی استاد کے سپرد کرتے ہیں تو بہت سی امیدیں ان کے مستقبل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اب یہ اس ادارے (استاد) کا کام ہے کہ وہ کس طرح طلبہ کو بگاڑے یا سنوارے۔

○ گویا مسلمان معلم معمار قوم ہے۔ اس کی فکر آفاقی ہوتی ہے۔ وہ ایک کردار ساز شخصیت ہے جس کا کام محض اتنا نہیں کہ وہ طلبہ کو صرف چند معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے علاوہ اس کی کچھ اور حیثیات بھی ہیں جو اس کی تدریسی حکمت کو موثر بناتی ہیں اور اس طرح نتیجتاً تعلیمی مقاصد کا حصول سہل ہو جاتا ہے۔ مسلمان استاد یعنی معلم کی یہ چند حیثیات درج ذیل ہیں:

○ حیثیت داعی و مرئی

○ اسلام کے تعلیمی نظریے کے حوالے سے معلم کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حیثیت محقق

معلم کی ایک اور حیثیت صاحب علم و تحقیق کی ہے۔ وہ مطالعہ و تحقیق کا ذوق رکھتا ہے۔ اس کے لیے یہ کافی نہیں کہ چونکہ وہ استاد ہے اس لیے اسے مزید علم یا تحقیقی کاوشوں کی ضرورت نہیں۔ معلم بننا ایک اعزاز ہے لیکن اس اعزاز کو نبھانے کے لیے بڑی محنت شاقہ کی ضرورت ہے۔ صرف سنبھالنا کافی نہیں، اس کے لیے تحقیق، تصنیف اور تالیف کی صلاحیتیں بھی درکار ہوتی ہیں۔ طلبہ اسی استاد کی عزت کرتے ہیں جو علم و بصیرت میں نمایاں اور ہمیشہ علم کا متلاشی ہو۔ اس کے برعکس ایک میکا کی استاد درحقیقت ایک بے روح استاد ہوتا ہے۔ زندہ تدریس کے لیے ضروری ہے کہ استاد اپنے مطالعہ و تحقیق میں سنجیدگی اور وسعت پیدا کرے لیکن یہ مطالعہ لازماً تنقیدی شعور اور غالب ذہن کے ساتھ ہونا چاہیے۔ حقیقت میں علم کی طلب وہیں ہوتی ہے جہاں یہ احساس پیدا ہو کہ وہ ابھی کم علم ہے۔ علم کے سمندر تک پہنچنے کے لیے معلم کو طویل سفر طے کرنا ہوتا ہے۔ تھوڑے علم کے ساتھ کبر علم نمودار ہوتا ہے اور یہ بڑا خطرناک نشہ ہے۔

حیثیت مشیر

معلم صرف درسی کتب کی تدریس تک ہی محدود نہیں ہو تا بلکہ طالب علم کی متوازن اور جامع نشو و نما کے حوالے سے تعلیمی مشیر (Counsellor) کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔ وہ مقاصد کی روشنی میں طلبہ کے لیے جامع تعلیمی منصوبہ تشکیل دیتا ہے۔ طلبہ کے لیے مختلف تعلیمی سرگرمیاں مرتب کرتا ہے۔ اگر معلم تعلیمی مشیر کی حیثیت سے باقاعدہ تربیت یافتہ نہ بھی ہو، تو پھر بھی معلم کا منصب اس سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ مشیر کا کردار بھی ادا کرے۔ طلبہ کی شخصیت کی ذہنی، اخلاقی، روحانی، جسمانی، نفسیاتی، معاشی اور معاشرتی امور کی صحت مند نشو و نما اور ان امور سے متعلق ضروری رہنمائی فراہم کرنا معلم کا فرض ہے۔ معلم کا حیثیت مشیر کا کردار بہت مشکل ہوتا ہے کیوں کہ انسانی شخصیت بڑی پیچیدہ (Complex) ہوتی ہے اور اس کے لیے انسانی نفسیات کا علم یعنی انسانی رویوں کی تقسیم بڑی ضروری ہے۔

حیثیت معلم

عام طور پر فرض کر لیا جاتا ہے کہ ایک سنبھالنے والا معلم کو کیا ضرورت ہے، کہ وہ معلم کو منصب چھوڑ کر معلم بھی بنے۔ وہ کمرہ جماعت میں یا کمرہ جماعت کے باہر مزید کیا سیکھ سکتا ہے؟ حقیقت میں عمل تعلیم میں جس طرح طالب علم کی پوری شخصیت مصروف عمل ہوتی ہے۔ اس طرح معلم کی پوری شخصیت بھی بیک وقت طلبہ کو درس بھی دے رہی ہوتی ہے اور سیکھ بھی رہی ہوتی ہے۔ طالب علم، استاد کو ذرا مختلف انداز میں کبھی خاموش اور کبھی اشارات و کنایات میں، کبھی اپنے جذبات و احساسات کی صورت میں، کبھی آنکھوں کی چمک سے، کبھی اپنے ماتھے کی شکنوں سے اور کبھی اپنی واضح گفت گو کی صورت میں درس دیتا ہے کہ وہ طلبہ کے منفی

سے ہر پور حریص سے فائدہ اٹھائے یہی طلبہ کی حسی قیادت اس صحنہ کے لیے وہ مہم متعلقہ علوم اور نظریات اسلام کے نقطہ نظر سے چھان پھانگ کر سکیں اور ان میں یہ فیصلہ کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے کہ انھیں کون سی علمی حکمت اخذ کرنی ہے اور کون سے نظریات سے دامن بچا کر چلتا ہے۔

حیثیت روشن مثال

معلم اپنے طلبہ کے لیے ماڈل یا مثالی کردار ہوتا ہے۔ ہر چند کہ ایک معلم کے لیے روشن مثال بننا انتہائی مشکل کام ہے کیوں کہ وہ بھی معاشرے کا ایک فرد ہے لیکن معاشرہ یہ توقع ضرور رکھتا ہے کہ معلم واقعی طلبہ کے لیے ایک مثال ہو، کیوں کہ طلبہ اچھائی کے معاملے میں بھی اور برائی کے معاملے میں بھی معلم سے متاثر ہوتے ہیں، عام طور پر طلبہ درج ذیل امور میں اپنے اساتذہ سے متاثر ہوتے ہیں:

(i) سیرت و کردار

(ii) علمی فضیلت

(iii) موثر صلاحیت البلاغ

- زندگی کے اساسی سوالات مثلاً انسان، کائنات، خدا، زندگی بعد الموت، حلال و حرام، صحیح و غلط، خیر و شر، حق و باطل، محبت و نفرت، کامیابی و ناکامی، مقصد زندگی، استغناء، مادہ پرستی وغیرہ سے متعلق نقطہ نظر۔
- اسلوب گفتار، ذوق علمی، الفاظ، تراکیب، امثال، اشعار، لطائف، اشارات اور استعارات کی پیش کش کا انداز۔
- علمی اور انتظامی کام کرنے کی عادات یعنی وہ اسالیب جس کی روشنی میں روزمرہ کے کام سرانجام پاتے ہیں۔
- ظاہری لباس، وضع قطع اور نشست و برخاست کا اسلوب۔
- باہمی انسانی روابط کا اسلوب، خاص طور پر غصے پریشانی کے عالم میں استاد کا رویہ، مثلاً استاد کا طرز عمل جب طالب علم کوئی گستاخی کرتا ہے یا بے معنی سوالات کرتا ہے یا اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے۔
- ترجیحات اقدار کا نظام یعنی زندگی کے مختلف امور میں استاد کا پسند اور ناپسند کا معیار۔
- استاد جب متفرق قسم کے مسائل میں گھرا ہوتا ہے تو اس کا ذہن کیسے کام کرتا ہے اور اس وقت اس کا عام رویہ کیا ہوتا ہے؟ اس طرح کے لمحات اس کی مستقل مزاجی کا امتحان ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب اس کے اپنے رفقاء کا ملائیں سے ہی اس پر تنقید و تنقیص کرنے والے توہمت ہوں لیکن اس کے حق میں کلمہ خیر کہنے والے بہت کم ہوں یا بالکل ہی نہ ہوں۔
- مختلف النوع حالات میں قوت فیصلہ کا صحیح استعمال نیز اپنے طلبہ اور رفقاء کی صلاحیتوں کا صحیح اور آراک۔
- استاد کی جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت۔

ذوق سے محروم ہے۔ وہ اپنے طلبہ کو ہر گز اس روحانی تحریک (Inspiration) سے مستفیض نہیں ہو سکتا جو موثر تدریس کے لیے ضروری ہے۔ جذب دروں اور بصیرت کے حصول کے لیے کوئی حسابی فارمولا تو موجود نہیں البتہ قرآن وحدیث سے گہری وابستگی و عملی کردار کے ساتھ ساتھ اچھے اور پاکیزہ لڑکچڑ کا مطالعہ، صاحب علم اور صالح افراد کی رفاقت، نیز اپنے مضمون سے متعلق مطالعہ و تحقیق وہ بنیادی ذرائع ہیں جو انتہائی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان ذرائع کے علاوہ معلم کا کسی ایسی اساتذہ تنظیم سے تعلق بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے جو اپنے پروگرام میں نظریاتی، علمی اور پیشہ ورانہ تربیت کے مقاصد کو اولیت دیتی ہے۔

عقیدت انسان دوست

انسان دوستی یا عظمت انسان اہم قدر ہے اور آج کل مغربی فلسفے میں اس کا بڑا چرچا بھی ہے لیکن عملیہ محض سلوگن ہی رہا۔ اس لیے کہ العظمت اللہ کے احسان کے بغیر العظمت الانسان کا نظریہ صحیح نہیں، اس لیے کہ انسان دوستی اور انسانی عظمت کا آخر معیار کیا ہے؟ جب تک اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا جائے کہ ابدی معیار، ہدایت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس کائنات کا خالق ہے اور انسان اس کا بندہ ہے اور جس کا اہم مقصد بندگی رب ہے۔ اس وقت تک انسانی دوسری کے فلسفیانہ اور سیاسی نعرے بے معنی ہوں گے۔ حقیقت میں ایک معلم معلم ہی صحیح معنوں میں انسان دوست ہے۔ وہ معاشرے کا ایک اہم فرد ہوتا ہے، وہ علمی جزیرہ نہیں ہوتا، جہاں طلبہ صرف معلومات کے حصول کے لیے جاتے ہیں۔ معلم کی تدریس، اس کا اندازہ، اس کی شخصیت صرف کلاس روم تک محدود نہیں ہوتی بلکہ طلبہ کے ذریعے سے وہ معاشرے کے دیگر افراد کو بھی متاثر کرتا ہے۔ معلم کی گفت گو، لوگوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا، اس کا مجموعی کردار، اس کا علم، یہ تمام چیزیں اسے ممتاز شخصیت بناتی ہیں۔ اساتذہ کا یہ تشخص معاشرہ صحت مند تشکیل و تعمیر میں مہم و معاون ثابت ہوتا ہے۔ معلم کی موثر تدریس کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے سے آئے ہوئے مختلف طبقوں کے طلبہ کا دل سے ادب و احترام کرے۔ کمرہ جماعت کے اندر یا باہر معلم کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مجموعی اسلوب غیر طبقاتی ہو۔ اساتذہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کمرہ جماعت میں معاشرتی اور سیاسی نظریات کے تجزیے میں براہ منطقی، محتاط، ذمہ دار، دانش مند، صاحب علم اور طلبہ و معاشرہ دونوں کا یہی خواہ ہو۔ طلبہ کے ساتھ یہ رویہ عقیدت مجموعی معاشرے میں اخوت کی فضا پیدا کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ معلم کا یہ فرض بھی ہے کہ طلبہ کے والدین اور معاشرے کے دوسرے افراد سے خیر خواہی اور اخوت کی بنیاد پر روابط استوار کرے تاکہ عام مجموعی تعلیمی فضا اچھا بنے اور بالآخر اس کے مثبت گہرے اثرات طلبہ کی تعلیم و تربیت پر بھی پڑیں۔

عقیدت منفرد شخصیت

موثر حکمت تدریس کے حوالے سے یہ بات بڑی اہم ہے کہ معلم کی عقیدت فرد ایک منفرد شخصیت بھی

میں بھی مہارت حاصل کرے اور اپنے طلبہ کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے۔ اساتذہ کا یہ طالب علمانہ کردار اس کے تربیتی ذرائع ہیں۔ کلاس میں جہاں طالب علم استاد کے علم سے استفادہ کرتا ہے، وہاں استاد بھی یہ سمجھتا ہے کہ تعلیم بعض طلبہ کے لیے آسان کیوں ہے اور بعض کے لیے مشکل کیوں؟ بعض طلبہ، علم کے پیاسے ہوتے ہیں اور بعض طلبہ سرے سے کمرہ جماعت میں بیٹھنا ہی نہیں چاہتے۔ بعض طلبہ کے نزدیک استاد کے پیکچر انھیں کوئی چیلنج مہیا نہیں کرتے اور بعض کے لیے ایسی صورت حال نہیں ہوتی۔ موزوں تدریسی حکمت علمی کے لیے ان تمام صورتوں کی بہتر تفہیم بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موثر معلم اچھا معلم ہی ہو سکتا ہے کیوں کہ اپنے آپ کو معلم کے مقام پر لا کر ہی معلم، معلم کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔

عقیدت مستند شخصیت

معلم طلبہ کے لیے ایک اتھارٹی یا ایک مستند شخصیت ہوتا ہے۔ اسے موضوع سے متعلق بہت کچھ جانا ہوتا ہے۔ ہر چند کہ ضروری نہیں کہ استاد تمام علوم کا واقف ہو اور یہ ممکن بھی نہیں۔ البتہ اساتذہ کو یہ بات پیش نظر رکھنا ہوتی ہے کہ طلبہ کمرہ جماعت کے اندر اور کمرہ جماعت کے باہر اس سے طرح طرح کے سوالات پوچھتے ہیں۔ چنانچہ ضروری علم استاد کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آوارہ خوانی کبھی مطلوب نہیں ہوتی لیکن استاد کا وسیع المطالعہ ہونا اس کی ایک اہم خوبی ہے۔ بہر حال اگر اساتذہ کو کسی موضوع سے متعلق مطلوبہ معلومات حاصل نہیں تو اس کے پاس یہ کہنے کی اخلاقی جرات ہونی چاہیے کہ ”میں نہیں جانتا“۔ اس طرح کا استاد ہی صحیح معنوں میں عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اساتذہ کا یہ جملہ کہ ”میں نہیں جانتا“ اس کے لیے ایک عجیب اضطرابی کیفیت پیدا کرے گا، لیکن اس کے مثبت اثرات یہ نکلیں گے کہ وہ اور طالب علم دونوں مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

عقیدت تموج انگیز شخصیت

طلبہ کے اندر خیر کی صلاحیتوں کی نشاندہی کرنا، انھیں اجاگر کرنا اور پھر انھیں عمل میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ معلم اپنی نظری، علمی اور فنی علم کے ساتھ ساتھ صاحب بصیرت بھی ہو اور اس کے لیکچر فنی الواقعہ روح پرور بھی ہوں۔ معلم درحقیقت طلبہ کو جذب و کیف اور فیض نظر عطا کرتا ہے۔ اس لیے وہی استاد، بصیرت، جذب دروں کا پیکر اور تحریک انگیز شخصیت کا مالک ہو سکتا ہے جو درویش صفت، خلص اور صاحب کردار ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے مضمون اور فریضہ تدریس سے لگاؤ بھی رکھتا ہے نیز اپنے طلبہ سے کسی طرح لالچ کا طالب نہیں ہوتا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ روزمرہ کی روٹین یا معمول کی تدریس کا معلم جو تحقیقی

حدث میں ضم ہو جاتی ہیں جس کی اساس کلمہ طیبہ ہے۔ معلم کی یہ جامعیت، طلبہ کی ہمہ گیر تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

2.3.2- مسلم تعلیمی روایت میں استاد کا کردار (Teacher's Status: A Review of the Past)

دور اسلامی کی وجہ خصوصیت قابل توجہ ہے کہ اس میں استاد سے مراد صرف وہی شخص نہیں، جو کسی مدرسے میں پڑھاتا ہو، بلکہ ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی طور پر کسی کو کچھ سکھاتا ہو، استاد کہلاتا تھا:

- 1- معلمین کتاب
- 2- اتالیق
- 3- معلمین مساجد و مدارس

ظاہر ہے ان سب کا درجہ ایک نہ تھا۔ ان میں کوئی نامور تھا، کوئی عام اور کوئی محض برائے نام معلمین میں سے بعض کے متعلق تحقیر بھی پائی جاتی ہے، مثلاً الجاحظ کی کتابوں میں عام معلمین اور تالیفوں کے بارے میں مذمت آمیز اقوال ملتے ہیں، لیکن ان کی البیان والین اور راسلہ المعلمین میں ان کے متعلق اچھی باتیں بھی لکھی ہیں اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ تحقیر کی باتیں مکتبوں کے بعض استادوں (معلم الصبیان یا میان جی) اور بعض نجی اتالیقوں کے بارے میں ہیں۔ بعض استاد بھی ایسے لوگ ہو گزرے ہیں جن کی فضیلت کا ہر کوئی قائل تھا اور اکابر اساتذہ کو معاشرے میں اتنی عقیدت حاصل تھی کہ بڑے خلفاء اور سلاطین ان کے سامنے جھکتے تھے اور یہ بھی مد نظر رہے کہ عام مدارس میں سلاطین و امرا کے بچوں کو باقی طلبہ سے بلند تر نہیں سمجھا جاتا تھا۔

○ بہر حال مسلم تعلیمی تاریخ میں استاد کی انتہائی شان یہ رہی ہے کہ وہ محض علم و فضل میں ہی نہیں بلکہ تقویٰ و کردار میں بھی اعلیٰ مقام کا حامل رہا ہے۔ مسلم معاشرے نے عالم بے عمل کو کبھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ کردار کی اہمیت بنیادی رہی ہے۔ مسلم مفکرین تعلیم نے استاد کی جو صفات بیان کی ہیں۔ ان میں اعلیٰ کردار، تقویٰ و خدا ترسی اور قول و فعل کی ہم آہنگی کو نمایاں مقام دیا ہے۔

اس تعلیمی روایت کو اتمام کرمی مقام حاصل تھا کہ کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم کا پورا مزاج استاد کا بنایا ہوا تھا۔ نصاب کی تشکیل بھی اسی کا کام تھا۔ صاحب حیثیت ہوتا تو طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری بھی اٹھاتا تھا۔ طالب علم جس استاد کے سامنے زانوئے تلمذہ کرتا اسی سے تکمیل علم کرتا، پھر دوسرے استاد کے پاس جاتا۔ یکے وقت دس دس اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا رواج نہ تھا۔ جس استاد کی شاگردی میں ہوتا اس کی اطاعت و خدمت کو بھی فرض جانتا۔

استاد کی حیثیت آج کے مفہوم میں محض استاد کی نہ تھی بلکہ مرئی اور مرجع کی تھی۔ استاد طالب علم کے اخلاق و کردار پر بھی نظر رکھتا اور اس کی معاشی ضروریات اور گھریلو حالات کی بھی اسے فکر ہوتی تھی۔

عملی ہوتی ہے جس میں تاثیر، جذبہ، افتاد طبع اور طرز فکر و احساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ لہذا ”علم التعلیم“ میں اس بات کو پیش نظر رکھنا ہو گا کہ جدید تدریسی ٹیکنالوجی سے بلاشبہ استفادہ کیا جائے۔ معلم اور متعلم دونوں کی تخلیقی صلاحیتیں مجروح نہ ہوں۔ دنیا کے معروف اساتذہ کی زندگیوں کا اگر مطالعہ جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ انھوں نے اپنی ذمہ دار زندگی اور اپنی شخصیت کو عمل تدریس میں جذبہ کرنا تھا۔ ایسے اساتذہ سے، طلبہ متعین درسی کتاب (Prescribed Text Book) میں شامل معلومات سے کہیں زیادہ علم بھی حاصل کرتے تھے اور اپنے اساتذہ کے اخلاقی وجود کی ہر اداسے روحانی تربیت کا سامان بن حاصل کرتے تھے۔ ہر چند کہ موثر اساتذہ کے شخصی اسلوب میں فرق ملے گا لیکن تدریسی روح دراصل استاد مجموعی کردار ہے، جو اسے انفرادیت بخشتا ہے۔ استاد کا ذاتی تاثر اور احساس بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حقیقت میں استاد کا مخصوص اسلوب، اس کی شخصیت کا پر تو ہوتا ہے۔ اس کا ماضی اور حال، اس کی خوبیاں، خامیاں، اس کی ذاتی زندگی غرض یہ کہ تمام امور تدریس کو موثر بھی بناتے ہیں اور غیر موثر بھی۔ اصل میں تدریس بنیادی طور پر تخلیقی عمل اور ایک لطیف فن ہے، جس کی ہیئت نہ تقلید پر مبنی ہے اور نہ ریاضی کے فارمولے پر۔ اس کا تعلق جمالیاتی قدروں سے ہے، جسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن سائنسی انداز سے بیان کرنا مشکل ہے۔ اس نقطہ نظر سے تدریس آرٹ ہے اور اسی آرٹ میں معلم کی انفرادیت مخفی ہے۔ معلم اپنی تدریس کو کتنا ہی سائنسی قوانین کے تحت منضبط اور مرتب کرنا چلا جائے لیکن ضروری نہیں کہ یہ معروضیت اسے موثر بنادے۔ اس نظریے کے تحت تدریس ایک ایسا فن ہے جو مختلف عوامل مثلاً علم و ہنر، شخصی وصف اور سیرت و کردار میں کامل توازن کا تقاضا کرتا ہے اور یہی کامل توازن معلم کی انفرادیت ہے۔

حیثیتِ معتمد

پورے تعلیمی عمل میں طلبہ کی تعلیمی استعداد کی جانچ پرکھ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ تدریس فی نفسہ بلا دلچسپ کام ہے لیکن اس کا امتحانی پہلو تدریس کو خشک بنادیتا ہے۔ معلم و متعلم دونوں کے لیے اس میں دلچسپی ڈالنا کم ہی ہے۔ بہر حال چونکہ امتحان سے فرار بھی ممکن نہیں اور عمل تعلیم کا یہ ضروری جزو ہے اس لیے معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ جانچ پرکھ کا ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے امتحانی تقاضے بھی پورے ہوں اور طلبہ کی شخصیت بھی مجروح نہ ہو۔ طلبہ کو گریڈ یا نمبر دینے میں جہاں استاد کو معروضی معیار پیش نظر رکھنا ہوتا ہے وہاں اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دیانت دار بھی ہو۔ امتحانات کے ضمن میں فنی تربیت اور دیانت سے عاری استاد حیثیتِ معتمد بہتر کردار ادا نہیں کر سکتا۔

مسلم استاد حقیقت میں ایسا جامع الخیثیات شخصیت ہے اور اس کی یہ مختلف حیثیات بالآخر ایک فکری

گیا۔ یہ لعنت کہ طلبہ سے فیسوں کی صورت میں معاوضہ لیا جائے۔ اگر بڑی دور افتادگی سے پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے پورے اسلامی معاشرے میں اس کا کس سرانغ نہیں ملتا۔ مقام شکر ہے کہ ہمارے موجودہ دور کے عربی مدارس آج بھی مدارس میں مدرسین اور معلمین کو تنخواہیں ضرور دی جاتی ہیں مگر یہ تنخواہیں طلبہ سے نہیں لے کر جمع نہیں کی جاتیں بلکہ اہل خیر کے عطیات اور چندوں سے ادا کی جاتی ہیں۔

○ پڑھنے والوں کی تعداد کم ہوتی تھی، وہاں استاد محض گفتگو ہی سے کام لیتا تھا، لیکن جہاں تعداد زیادہ ہوتی تھی وہاں تقریر (لیکچر) اور املا کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ طلبہ اپنے استاد کی تقریر کو لکھ کر مطالب جمع کر لیتے تھے اور اکثر متعلقہ استاد کے نام سے منسوب کر دیتے تھے۔ ایسے مجموعوں کو امالی کہا جاتا تھا۔

○ جماعت درس اگر بہت بڑی ہوتی تو استاد کے الفاظ کو آگے پہنچانے والے چند متعدد شاگرد موجود ہوتے تھے، جنہیں معید (اعادہ کرنے والے) کہا جاتا تھا۔ یونانیوں کے ہاں بھی شاید اس قسم کے طریقے موجود ہوں گے، مگر مسلمانوں کی تعلیم املا (یا امالی) کا یہ انداز ان کے ہاں یونانی علوم کی ترویج سے پہلے رائج ہو چکا تھا اور معلم اور معلم کے مخصوص آداب اور طریقے ایک روایت بن چکے تھے۔

○ تعلیم میں ارزانی اور مساوات

مسلمانوں نے اس کا بڑا خیال رکھا ہے کہ افلاس لائق طلبہ کے راستے میں حائل نہ ہو۔ بعض اوقات استاد اپنے شاگردوں کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔ نظام الملک نے اپنے مدارس میں مفت تعلیم جاری کی، جہاں طلبہ کو وظائف بھی دیے جاتے تھے۔ نور الدین زنگی کے مدارس میں تعلیم مفت تھی۔ جامعہ ازہر میں مختلف ملکوں کے روافق تھے۔ یہ طلبہ مفت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ عہد ابوبی میں بھی تعلیم مفت تھی۔ ابتدائی تعلیم خاص طور سے مفت رہی۔ قیہوں کے لیے مفت تعلیم کے خصوصی انتظامات تھے۔

○ طلبہ کی نگرانی اور رہنمائی

الاصفہانی کے نزدیک استاد پر لازم تھا کہ اپنے مضمون کے لیے لائق شاگردوں کا انتخاب کرے۔ یہی رائے الزرنوبی کی ہے۔ ابن سینا کے نزدیک بچے کو وہی تعلیم دینی چاہیے جس کے لیے وہ موزوں ہے۔ اس فرض کے لیے استاد کو چاہیے کہ بچے کی خاص صلاحیتوں کا مطالعہ کرے۔ اگر وہ ایک مضمون میں نہ چل سکے، تو دوسرے مضمون میں داخلہ کا مشورہ دے۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ ابتدائیں سب بچوں کو ایک جگہ یکساں درجہ نصاب پڑھایا جائے۔ آگے چل کر استعداد کے مطابق ہر بچہ اپنا ایک شعبہ پسند کر لے۔ ذہانت کا امتحان لینے کی ضرورت پر بھی بڑا زور دیا جاتا تھا۔

○ کم عمری میں تحصیل علم

حدیث میں آیا ہے: اطلبوا العلم من المهد الى اللحد ○ اس لحاظ سے طلب علم میں عمر

حرام کرتے تھے اور ان کے معاملات میں مداخلت سے باز رہتے تھے۔ معاشرے میں انہیں اعلیٰ اور معزز مقام حاصل تھا۔ عوام الناس ان کی عزت و تکریم کرتے تھے، ان کو اپنا رہنما مانتے تھے۔ ان کا اثر و رسوخ صرف درس گاہوں تک محدود نہ تھا بلکہ گلی کوچوں تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ تمام معاشرتی سرگرمیوں میں فعال حصہ لیتے تھے۔ ○ عہد اسلامی میں کسی دینی خدمت کے لیے، جس میں تعلیم شامل ہے، معاوضہ لینا یا طلب کرنا اچھا نہ سمجھا جاتا تھا، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حالات و ضروریات کے تحت تنخواہ دار استاد بھی رکھ لیے جاتے تھے، جن کی تنخواہیں معقول ہوتی تھیں، خصوصاً جن مدارس کے ساتھ اوقاف اور جائیدادیں بھی ہوتی تھیں، ان کے استاد کو اچھا حق الخدمت ملتا تھا تاکہ وہ باوقار زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے علاوہ انعام و اکرام اور نذرانے کے سلسلے بھی تھے، جو بطور عقیدت ہوتے تھے، جنہیں کسی طور قابل اعتراض قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ جامعات کے مدرسین باوقار زندگی بسر کرتے تھے، اہلیت خالص علوم دینیہ کے اساتذہ ”علم کو نہ پہنچنے“ کی اخلاقی ہدایت کے تحت خود ہی دستخوش رہتے اور تنگ حالی کو گوارہ کرتے تھے۔ غرض یہ کہ تعلیم و تدریس چونکہ علما کے لیے ایک دینی فریضہ اور عبادت بنادی گئی تھی، اس لیے معلمین اپنا تعلیم و تدریس کا کوئی معاوضہ یا تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ سب سے بڑے معلم اور مدرس تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ اعلان ہی تھا کہ:

”میں تم سے اس تعلیم و تربیت کا معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو خدا کے ذمہ ہے۔“

اور بعینہ یہی صورت تمام دیگر معلمین و مدرسین کی بھی ہوتی تھی۔ تعلیم و تدریس ذریعہ معاش نہیں تھا بلکہ ادائے فرض کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام فقہائے متقدمین نے بالافتاق تعلیم و تدریس کا معاوضہ لینے کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی نظام تعلیم کا اثر تھا کہ ہمارے تمام آئمہ اور علمائے کرام ذریعہ معاش کے لیے کوئی اور پیشہ اختیار کرتے تھے اور تعلیم و تدریس کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ آج بھی ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ ان پیشوں کی نسبتوں سے ان کے ذرائع معاش کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ (حلوائی) لگا ہوا ہے تو کسی کے نام کے ساتھ قدروی (ہانڈیاں بنانے والا) لگا ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی حداد (لوہار) ہے تو کوئی بزاز (بجریاں پہننے والا) ہے۔ کوئی فطان (دھنیا) ہے تو کوئی اسفان (موچی) ہے۔ وہ ان پیشوں میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے بلکہ بڑے فخر کے ساتھ اپنے ناموں کے ساتھ ان کو استعمال کرتے تھے۔ ان کے فخر کے لیے یہ بات کیا کہ تھی کہ وہ اپنے عہد میں آسمان کے آفتاب و مانتاب تھے اور بڑے بڑے فرعونوں کی گردنیں ان کی چوکت پر تھکتی تھیں۔

طبیعتوں کے ضعف اور علوم سے عام بے رغبتی کو دیکھتے ہوئے فقہائے متاخرین نے تعلیم و تدریس کے معاوضے اور تنخواہ کے جواز کا فتویٰ دیا۔ مگر یہ تنخواہ یا معاوضہ پورے اسلامی دور میں کبھی بھی طلبہ سے نہیں لیا گیا بلکہ یا تو وظائف کی صورت میں ہر دور کی حکومتوں نے علما کو ادا کیا۔ یا اہل خیر کے عطیات اور چندوں سے ادا کیا

دریغ سے تعلیمی اسباق اور اب پر سٹل کمپیوٹر اس کی مثال ہیں۔ یہ تو رسمی تعلیم کی بات ہے، غیر رسمی تعلیم کا پورے نظام تعلیم کی کردار سازی کے عمل اور خصوصاً استاد کی اثر انگیزی سے جو تعلق ہے۔ اس سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

اچھے نظریہ حیات کی روشنی میں کسی نئے نظام میں استاد کو کوئی مقام دینے، اس کے فرائض و حقوق کا تعین کرنے اور اس سے توقعات قائم کرنے میں ہمیں اس عملی صورت حال سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہیے۔ اس بحث کے دوران میں یہ دو نکات ہماری نظروں سے اوچھل نہ ہوں۔

- 1- استاد کے منصب و مقام میں تبدیلی، نظام تعلیم کے دوسرے عناصر اور نظام حیات میں تبدیلی کے ساتھ ہی آئے گی۔
 - 2- کوئی بھی عملی صورت حال، اس حقیقت کو نہیں مٹا سکتا کہ درس دینے والا استاد، درس لینے والے طالب علم کے لیے نمونہ عمل ہو تا ہے۔
- اسلامی نظام تعلیم میں استاد کے منصب و مقام کو سمجھنے کے لیے دو عنوانات کے تحت مطالعہ کریں گے:

- 1- استاد سے اسلامی معاشرے کی توقعات
- 2- استاد کی اسلامی معاشرے سے توقعات

1- استاد سے اسلامی معاشرے کی توقعات

- 1- ایک اسلامی معاشرہ اپنی نئی نسل کو استاد کے حوالے کرتا ہے اور اس سے کچھ توقعات قائم کرتا ہے۔ وہ کیا ہیں؟
- 1- استاد صاحب ایمان و تقویٰ ہو۔ یہ بنیادی وصف اسلامی نظام تعلیم کے رکن ہر استاد میں ہونا لازمی ہے۔ اس کے بغیر ہم دوسری کسی توقع کے پوری ہونے کا سوچ نہیں سکتے۔ اس سے اس کی شخصیت میں وہ جو ہر پیدا ہو گا جو اس کے طلبہ میں منعکس ہو گا اور نظام تعلیم کے حقیقی مقاصد حاصل ہو سکیں گے۔
- 2- استاد صاحب علم ہو۔ ہر استاد، خواہ وہ کسی بھی مضمون کا ہو، دین کا بنیادی ضروری علم رکھتا ہو اور اپنے مضمون کا اتنا علم رکھتا ہو کہ متعلقہ سطح کے طلبہ کی تدریس حسن و خوبی کر سکے۔ اس کا علمی معیار بلند ہو اور مطالعے کی عادت ہو کہ احوال دنیا سے بھی واقف رہے اور اپنے مضمون میں نوبہ تحقیقات سے بھی آشناء ہے۔
- 3- وہ اپنے طلبہ کی علمی لیاقت، علمی تربیت اور سیرت و کردار کی نگہداشت کو اپنے فرائض میں سمجھے اور اپنے کو ان کا مسئول سمجھے اور جانے کہ اسے ان کے بارے میں جواب دہی کرنا ہے۔ طلبہ اس کے پاس معاشرے کی امانت چلتے ہوئے ادا کرنا ہیں۔ اسے ہم نصائی سرگرمیوں میں مثبت حصہ لینا چاہیے۔
- 4- اسے معاشرے کا ایک سرگرم اور فعال رکن ہونا چاہیے۔ اس کا وزن خیر کے پلڑے میں پڑے۔ چھوٹے نصبات اور دیہات میں تو اسے مرکزی شخصیت ہونا چاہیے۔ لوگ اسے اپنے سے زیادہ جاننے

تھے۔ امام شافعیؒ اور سہیل النضریؒ نے سادہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ امام شافعیؒ نے دس برس کی عمر میں الموطا شریفؒ کر لی تھی۔ یہ علی سینا نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور دوسرے علوم بھی بڑھ لیے تھے۔

○ کمرہ جماعت کا طول و عرض

مساجد میں جو تعلیم ہوتی تھی اس میں درجہ بندی نہ ہو سکتی تھی، کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ حلقہ ہائے درس بن سکتے تھے، لیکن مدارس میں کچھ نہ کچھ حد بندی لازم تھی۔ یہ پیس سے لے کر پچاس تک تھی، لیکن اگر مدارس میں گنجائش نہ ہوتی تو طلبہ مساجد کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہو جاتے تھے۔

○ جسم و دماغ کا تعلق

مسلمان ماہرین تعلیم اس امر کا خیال رکھتے تھے کہ متعلم کے دماغ پر اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جتنے کا جسم متحمل ہو سکے۔ اس سلسلے میں توسط کا مشورہ دیا جاتا تھا، اسی لیے الاصفہانیؒ نے وقفہ اور تعطیل پر زور دیا ہے۔ ہفتے میں ایک دن جمعہ کو تعطیل ہوتی تھی اور جہرات کو نصف۔ تواروں پر بھی تعطیل ہوتی تھی اور سال میں ایک بار تعطیل نکلا۔ امام غزالیؒ نے تفتیش کی ہے کہ مدارس میں کھیل کود کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہی خیال العبدی اور بن جماعت کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ہدایت کی تھی کہ بچوں کی تیراکی، نیزہ بازی اور شمشواری سکھائی جائے۔ جماعت درس میں بھی طلبہ کو صحت مندانہ انداز میں بیٹھنے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

2.3.3- معاصر معاشرے میں استاد کا کردار

(Teacher's Role in Contemporary Society)

پہلے قدم پر ہی ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ آج کسی معاشرے کے تعلیمی عمل میں استاد کی ذات و شخصیت کو وہ مرکزی مقام حاصل نہیں ہو سکتا جس کا ذکر ہم اپنی تاریخ اور روایت کے حوالے سے کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ کتاب بھی نہ تھی اور استاد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی سب کچھ تھے۔ پھر کتاب اور نصاب کے رواج نے استاد کی حیثیت پر اثر ڈالا۔ کتاب کی تفہیم کے لیے استاد کی احتیاج تو باقی رہی اور اب بھی ہے لیکن یہ ممکن ہو گیا کہ کوئی کسی زندہ وجود کو درمیان میں لائے بغیر بھی حصول علم کر لے۔ تعلیمی اداروں کے نظم و نسق کے باقاعدہ ادارے قائم ہونے سے اور تعلیم کے عمل میں ریاست کے موثر عمل دخل سے بھی استاد کی حیثیت پر اثر پڑا۔ جدید ٹیکنالوجی نے تفہیم و تعلیم کے ایسے ذرائع مہیا کر دیے ہیں جہاں کسی چلتی پھرتی شخصیت کے کردار کو نمونہ بنائے بغیر بھی ہر طرح کے علم کا حصول ممکن ہے۔ خط و کتابت، ٹی وی اور ریڈیو کے

والا، اپنا جرح خواہ، ہمدرد اور اپنے بچوں کو نگہبان تصور کریں۔ بڑے شہروں میں بھی اس کی علمی برتری اور عظمت کردار اس کے لیے اعلیٰ مقام کی ضمانت ہو۔ وہ اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لینے والا اور ان میں مثبت کردار ادا کرنے والا ہو۔

5- اسے فن تدریس سے واقف ہونا چاہیے۔ بلاشبہ کچھ لوگوں میں تدریس کا قدرتی ملکہ ہوتا ہے لیکن فی زمانہ یہ ایک ایسا فن ہے جسے دلچسپی لے کر سیکھا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں عملی تربیت کے ذریعے جدید ترین ذرائع کے استعمال سے بھی آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہ توقعات ہیں جو ایک استاد سے اسلامی معاشرہ کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں، یہ اس کے فرائض منصبی ہیں لیکن وہ کیا توقعات ہیں جو ایک استاد اسلامی معاشرے سے کرتا ہے یعنی اس کے وہ حقوق کیا ہیں جنہیں اس اسلامی نظام تعلیم میں لازماً ادا کیا جانا چاہیے؟

2- استاد کی اسلامی معاشرے سے توقعات

1- حقوق میں پہلا اور سرفہرست یہ ہے کہ معاشرہ اسے عزت و احترام کا مقام دے۔ قدیم یونان اور چین میں استاد کی گویا پوجا ہوتی تھی۔ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے بعد سے استاد مغربی معاشروں میں بھی بڑی قدر و منزلت کا حامل رہا ہے۔ مسلم معاشرے کی روایت بھی یہی ہے کہ استاد کو عزت و احترام کا مقام ملے لیکن یہ مقام محض نیک تمناؤں اور خواہشوں سے نہیں ملے گا بلکہ ایک اسلامی حکومت کو جدید معاشرتی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تدابیر اختیار کرنا چاہئیں کہ استاد اپنے حقیقی مقام پر فائز ہو۔ وہ نہ صرف خود اپنی نگاہ میں معزز و محترم ہو اور اپنے پیشے کو قابلِ تکریم سمجھتا ہو بلکہ طلبہ بھی اس کا احترام کرتے ہوں، انتظامیہ بھی اس کے مرتبہ کو واقفیت تسلیم کرتی ہو اور حیثیت ایک پالیسی، حکومت معاشرے کی اسلامی تشکیل میں ان کے کردار کی اہمیت کو ملحوظ خاطر رکھتی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ معاشرے کے تمام طبقات استاد کا احترام کریں گے اور نئی نسل کے ذہین عناصر اور کچھ کرنے کا جذبہ و عزم رکھنے والے طلبہ فخر کے احساسات کے ساتھ تدریس کو اپنی زندگی کے پیشے کے طور پر اختیار کریں گے۔

2- استاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ معاشرے نے جو کام اس کے سپرد کیا ہے، یعنی نئی نسل کی اسلامی نظریہ حیات کے تقاضوں کے مطابق تعلیم و تربیت، اس میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔ یہ بوالغی ہی ہوگی کہ استاد کو تو یہ فرض سوچا جائے کہ طلبہ کو اسلامی سیرت و کردار کے سانچے میں ڈھالے اور پھر معاشرہ پوری قوت و طاقت سے یہ کام کرے۔ طلبہ اسلامی سیرت و کردار کے سانچے میں نہ ڈھکیں۔ اس کے لیے نہ صرف یہ ضروری ہو گا کہ نظام تعلیم اس طرح تشکیل دیا جائے کہ نصاب، دوسری کتب، ہم نصابی سرگرمیاں اور نظام کے دوسرے عناصر اس میں مدد ہوں بلکہ خود معاشرے میں بھی

اسلامی اقدار کا چلن ہو اور انہیں برتری حاصل ہو، بالخصوص ریاست کے وہ شعبے جو انسانی ذہن و کردار کو متاثر کرتے ہیں یعنی ذرائعِ بلاغ، استاد کے معاون کا کردار ادا کریں۔

3- معاشرے پر یہ بھی استاد کا حق ہے کہ اس کے معاوضے اور سہولتیں دوسرے پیشوں میں کام کرنے والے مساوی قابلیت کے افراد سے کم نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں۔ بلاشبہ ہم استاد سے یہ توقع نہیں کرتے کہ وہ دنیا پر حریص ہو، لیکن اسلامی معاشرہ کو تباہی کا مجرم ہو گا اگر وہ استاد کو قرار واقعی مشاہرے اور سہولتیں نہ دے اور اس سے فرائض کی مثالی انجام دہی کی توقع کرے۔ ہماری تاریخ میں ایسے علماء و اساتذہ کی ان گنت مثالیں ہیں جنہوں نے ایثار و قربانی کی مثالیں قائم کی ہیں اور تدریس کے معاوضے قبول کرنے سے انکار کیا ہے یا انتہائی کم معاوضوں پر کام کیا ہے، لیکن کسی ملک کا نظام تعلیم ان چند مثالوں کو بنیاد بنا کر وضع نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کی تعلیمی روایت میں تنخواہوں کا نظام بھی موجود ہے۔ ہمیں اس دور میں اس کو اپنانا چاہیے۔ دنیا کی سہولتیں اور آسائشیں فی نفسہ بری نہیں اور جب کسی اسلامی معاشرے میں دوسرے پیشوں سے وابستہ افراد اس کا حق رکھتے ہیں تو استاد کو اس سے مستثنیٰ سمجھنے کا کیا جواز ہے؟ جب ایک اسلامی معاشرہ اس حقیقت کو تسلیم کرے گا تب ہی وہ استاد کو اس کا جائز مقام دے گا؟

4- اساتذہ کو انجمن سازی کا حق ہو گا تاکہ وہ نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر چلانے اور اس کو بہتر بنانے میں تعاون کے ساتھ ساتھ، اپنے معاشی و دیگر حقوق کے لیے مروجہ طریقوں کے مطابق اپنی اجتماعی قوت سے جدوجہد کر سکیں۔ اساتذہ کی انجمنیں کوئی جدید تصور نہیں۔ قرون وسطیٰ کے مسلمان تنظیم کرنا جانتے تھے۔ انہوں نے تحفظ حقوق کی انجمنیں بنائی تھیں جو نقابات کہلاتی تھیں۔ اساتذہ کی بھی انجمن تھی جس کے فرائض میں تھا کہ اساتذہ کے درجے اور حیثیت کو بلند رکھے اور تعلیمی معاملات کی بھی دانش مندی سے نگرانی کرے۔ اساتذہ انجمن نہایت کامیابی سے چلتی تھی اور اکثر اوقات تعلیمی معاملات میں اس کا دخل خلیفہ کے احکامات سے بھی بڑھ کر ہوتا تھا۔ ان نظائر کے ہوتے ہوئے کسی اسلامی معاشرے میں انجمن سازی کو ناپسندیدہ قرار دینا صحیح فکر کا اظہار نہ ہو گا۔ ریاست کتنی ہی مثالی کیوں نہ ہو اور اساتذہ کے مقام سے آگاہ ہی کیوں نہ ہو تب بھی یہ عملی دنیا کی ضرورت ہے کہ اساتذہ اپنا مرتبہ و مقام حکومت اور معاشرے کو فروموش نہ کرنے دیں اور کوشش کریں کہ بیان کردہ پالیسیوں کے مطابق عملی اقدامات بھی کیے جائیں۔

اسلامی نظام تعلیم میں استاد کے مرتبہ و مقام کو متعین کرنے کے لیے درج بالا نکات کے علاوہ یہ امور بھی پیش نظر رہنا چاہئیں۔

○ اساتذہ اور طلبہ

اساتذہ اور طلبہ کا باہمی رشتہ نہایت نازک اور حساس رشتہ ہے۔ استاد کی حیثیت روحانی باپ کی ہے۔ اسلام کی

تعلیمی تاریخ میں طلبہ کی جانب سے عزت و احترام اور خدمت میں اساتذہ کی جانب سے محبت و شفقت، خیر خواہی اور دلسوزی کی نہایت جان دار روایت ملتی ہے۔ جدید دور میں نئے تقاضوں کے تحت اور نظام تعلیم میں بگڑا پیدا ہونے کے سبب یہ رشتہ بھی مجروح ہوا ہے۔ نظام تعلیم کی اسلامی خطوط پر تشکیل اس رشتے کو از سر نو زندہ کرنے کا باعث بنے گی، استاد کو بھی س کی فکر ہوگی کہ وہ اپنے شاگرد سے بے تکلفی کا رویہ نہ رکھے بلکہ اس کے برے بھلے کی ذمہ داری محسوس کرے اور شاگرد بھی استاد کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔ استاد کے مرملے ہونے کے تصور کا احیاء ہونا چاہیے۔ اس کے لیے یہ تدبیر کی جاسکتی ہے کہ تعلیمی اداروں میں ایسے نظام اپنائے جائیں کہ طلبہ کی ایک تعداد کلاس روم سے قطع نظر استاد کے سپرد ہو اور وہ ان صلاحیتوں کی نشوونما میں فعال حصہ ادا کرے۔ اسلام کے تعلیمی نظام میں جملہ دیگر امور کے اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ:

- 1- طلبہ سے برتاؤ میں عدل و مساوات کو ملحوظ رکھے۔ کسی پر زیادتی یا کسی کے ساتھ ترجمانی سلوک نہ کرے، سب کو ایک نظر سے دیکھے۔
- 2- مزادینے میں محتاط، غیظ و غضب، ڈانٹ پھینکنا، طعن و تشنیع سے گھام لینے کے بجائے طلبہ کے جذبات اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھے اور ٹھنڈے دل سے ان کی مشکلات کو سمجھنے اور انھیں حل کرنے کی کوشش کرے۔
- 3- طلبہ کے سوالات و اعتراضات پر چڑنے یا ناک بھوں سیڑھ کے بجائے خندہ پیشانی سے جواب دے کر انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔
- 4- لب و لہجہ شیریں ہو، تلخ باتوں کو بھی گوارا کر لے۔
- 5- ہر طالب علم کو ذاتی توجہ دے، اس کے مسائل میں دلچسپی لے۔ طالب علم محسوس کرے کہ اس کے استاد کو اس کی فکر ہے۔

○ حکمت عملی

اسلامی نظام تعلیم میں استاد کو اس کا حقیقی اور موثر مقام دینے کے لیے دو نکاتی حکمت عملی پر عمل کیا جائے گا۔ پہلا نکتہ اس کی ملازمت کے نظام سے متعلق ہے اور دوسرا نکتہ اس کی تربیت کے نظام سے متعلق ہے۔

○ ملازمت کا نظام

مقاصد تعلیم کو کامیابی سے حاصل کرنے کے لیے اساتذہ کی ملازمت کا ایسا نظام وضع کیا جانا چاہیے جو ایک اسلامی ریاست کے نظام تعلیم سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کی خصوصیات یہ ہوں:

- 1- تقرر و انتخاب کے موقع پر استاد اور قابلیت کے ساتھ ساتھ دین کے بنیادی علم، ذاتی کردار، میلان طبع اور ملک و ملت کے مسائل سے آگاہی پر بھی نظر رکھی جائے۔

- 2- کسی بھی دوسرے پیشے کی طرح اس میں بھی برقرار رہنے کے لیے فرائض کی ادائیگی اور دیگر معیارات پر پورا اترنا ضروری ہو۔
 - 3- ترقی اور آگے بڑھنے کے لیے نگرانی اور پرکھ کا معیار ان اجزاء پر مشتمل ہو۔
(الف) طلبہ کی تعلیم و تربیت میں اس کی حقیقی کارکردگی۔
(ب) اپنی صلاحیت اور معیار بہتر کرنے کی اس کی کاوشیں۔
(ج) معاشرے کی خدمات۔
(د) تحقیقاتی کام اور مقامات کی تصنیف۔
 - 4- ان معیارات پر پرکھنے کے لیے معقول اور معروضی ضابطے اور طریقے وضع کیے جائیں اور ایسا نظام تشکیل دیا جائے کہ اپنے عمل کے نتیجے میں اچھے استاد کو اعلیٰ ترین مقام و منصب کا راستہ کھلا ملے۔
 - 5- پرکھ کے نظام میں اور تقرر و ترقی کے فیصلے میں ساتھی اساتذہ اور معاشرے کو شریک کرنے پر غور کیا جاسکتا ہے۔
 - 6- ملازمت کا ڈھانچا ایسا ہونا چاہیے کہ فرائض کی ادائیگی اور صلاحیت و قابلیت کی بنیاد پر ایک استاد کو بہتر سے بہتر مقام ملے۔
 - 7- نظام میں اس کی گنجائش بھی ہو کہ فرائض ادا نہ کرنے والے استاد کے خلاف مناسب طریقے سے تادیبی کارروائی کی جاسکے اور یہ کارروائی کی بھی جائے۔
- اس کے نتیجے میں اسلامی نقطہ نظر سے اچھے اور برے یا کامیاب اور ناکام استاد کا ایک واضح تصور ابھرے گا اور اچھے اور کامیاب استاد کے لیے ترقی کرنے اور اپنی پوری قامت تک پہنچنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ استاد کی شہرت بطور ایک معلم کے، اس کی خدمت بطور ایک شہری کے اور اس کی حیثیت بطور ایک تحقیقی اور مصنف کے معیار بنے گی۔ اس کے اثرات پورے نظام تعلیم پر ہوں گے۔

○ تربیتی نصاب

اساتذہ کے لیے خصوصی تربیتی ادارے اس دور کے ہر نظام تعلیم کا جزو ہیں۔ اسلامی نظام کے تحت یہ ادارے غیر معمولی اہمیت کے مالک ہوں گے اس لیے کہ دراصل ان کی صحیح نیچ پر نظام کی صحیح تشکیل کا مدار ہوگا۔ مختلف درجات و سطحوں کی تدریس کے لیے معیار کی تربیتی ادارے اور ان کے نصاب ہو سکتے ہیں لیکن جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہر استاد کے لیے۔ خواہ وہ ابتدائی جماعتوں کو پڑھائے یا انتہائی جماعتوں کو۔ تربیت ناگزیر ہے۔ اس تربیتی نظام کا مرکز کئی نکتہ یہ ہو کہ مستقبل کے اساتذہ میں ان کے نصب العین کا واضح شعور اور اس سے گہری وابستگی پیدا کرے اور ان میں وہ اخلاقی کردار اور مشہری جذبہ پروان چڑھائے جو انھیں اس منصب کے تقاضے صحیح صحیح ادا کرنے کے لیے تیار کرے۔

موجودگی کو یقینی بنانے کے لیے ہی ہونا چاہیے۔

1- بھرتی اور انتخاب (Recruitment and Selection)

- 1- وہ اساتذہ جو تعلیمی ادارے مرتب کر رہے ہوں، انھیں چاہیے کہ وہ پیغام رساں (Feeder) سکولوں میں مناسب طلبہ کو متوجہ کرنے کے لیے اپنی کوششیں بڑھا دیں۔ (مثال کے طور پر وہ طلبہ جنہیں بعد میں تدریس کے شعبے کو بطور پیشہ اپنانے اور پیغمبرانہ رویے کی پیروی کرنے پر مائل کیا جاسکے)۔
- 2- امیدواران کے انتخاب کی کسوٹی ان کی اسلام سے وفاداری، اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں اور جسمانی چستی (Fitness) کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

1- اساتذہ کی تیاری (Preparation of Teachers)

- 1- مختلف مسلم ممالک میں نہایت ہی جامع تحقیق کے بعد ایک مسلم معلم کا خاکہ تیار کرنا چاہیے۔
- 2- اداروں اور کالجز کے مرتب کرنے والے اساتذہ کو تعلیمی پروگرامز میں استاد کی حتمی ماڈلز پر تجربات کرنا چاہئیں۔
- 3- اساتذہ کی تیاری کے لیے ترتیب دیے جانے والے نصاب کی بنیاد اسلامی تصورات پر ہونی چاہیے اور اس سے بہترین استفادے کے لیے اساتذہ کی تربیت کا جدید نظام اسلامی دائرہ کار میں رہ کر مہیا کیا جاسکتا ہے۔
- 4- نصاب میں شامل مختلف سرگرمیوں اور ادارے مختلف حصوں کے درمیان تعلقات کو اسلامی تعلیمات سے مزید موثر بنانا چاہیے۔
- 5- امکانی اساتذہ (Prospective Teachers) کی تعلیم و تیاری کو معاشرے کی خدمت کے خیال سے مزین کرنا چاہیے اور حاضر سروس اساتذہ کو رضاکارانہ طور پر معاشرے کی خدمت کے مواقع دینا چاہئیں۔
- 6- امکانی اساتذہ کو ضروری علم، مہارتیں اور ایجوکیشنل ٹیکنالوجی کے موثر استعمال کی سمجھ بوجھ کے لیے تربیت دینا چاہیے۔

3- معلمی اساتذہ اور پروگرام کا جائزہ (Evaluation of Programme and Student Teachers)

- 1- معلمی اساتذہ کی کارکردگی کا پڑھائی کے اوقات کے ذریعے سے مسلسل جائزہ لیتے رہنا چاہیے تاکہ ان طلبہ کو انسدادی امداد مہیا کی جاسکے جنہیں اس کی ضرورت ہو۔ علاوہ ازیں وہ طلبہ جن کی کارکردگی کو بڑھانا ممکن ہو، کسی دوسرے طریقے سے ان کی کارکردگی کو بڑھایا جاسکے۔
- 2- پروگرام مرتب کرنے والے اساتذہ کی مزید ترقی کا بھی مسلسل جائزہ لینا چاہیے۔ ہوم ورک اور فیڈبیک پروگرام کو ضروری مقاصد کے تعین و ترقی اور خوبیوں اور خامیوں کے ازالے کے لیے ترتیب دیا جانا چاہیے۔

تربیت کے مختلف مراحل کے لیے نصابات کی تفصیل اور پھر ان کے مطابق کتب کی تیاری کی جائے اس عمل میں یہ اصول رہنما ہو سکتے ہیں:

- 1- ان کو یہ تربیت دی جائے کہ وہ اپنے اپنے مضامین چاہے طبعی و حیاتی علوم ہوں یا عمرانی، اسلامی فلسفہ تعلیم کی مطابقت میں پڑھائیں۔
- 2- انھیں اپنے ملک کے اور حیثیت مجموعی امت مسلمہ کے مسائل کے بارے میں شعور و آگہی فراہم کی جائے تاکہ وہ بعد میں اپنے زیر تعلیم و تربیت طلبہ تک اسے منتقل کر سکیں۔
- 3- انھیں اسلام کے فلسفہ تعلیم، مقاصد تعلیم اور مفکرین تعلیم کے خیالات سے آگاہ کیا جائے۔
- 4- مغربی تعلیمی فکر اور طریقہ ہائے تدریس کا مطالعہ تنقیدی نقطہ نظر سے کروایا جائے۔
- 5- نصاب میں ایسے عناصر نہ ہوں جو ان کے ذہن کو پراگندہ اور ان کی شخصیت کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے والے ہوں۔
- 6- ایسی کتب استعمال کی جائیں جو اسلامی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہوں۔ ایسی تحریریں رسالے یا کتابیں کو رس میں نہ ہوں جو اجتماعی نصب العین کے بارے میں ایمان کو کمزور کرنے والی ہوں۔
- 7- تدریس کو موثر کرنے کے لیے جدید متن و بصری آلات کے استعمال سے واقف کروایا جائے۔

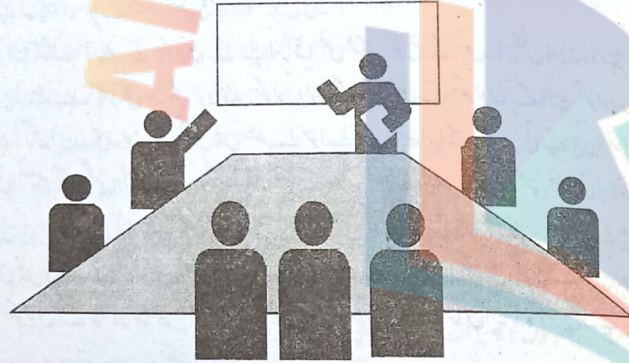
2.3.4- تعلیم اساتذہ: اسلامک ورلڈ کانفرنسوں کی سفارشات

(Teachers Education: Recommendations of the Islamic World Conference)

یہ بات قابل تسلیم ہے کہ کسی بھی تعلیمی نظام میں استاد بہت ہی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں استاد کی اہمیت اور مقام بے حد بڑھ جاتا ہے۔ وہ افراد جو مشکلات اور رکاوٹوں کا دور اک رکھتے ہوں، پیغمبروں کے بعد ان کا درجہ ہے جیسا کہ اسلامی نظام معاشرت کی بقا اور ترقی کی بنیاد ایمان، علم اور تعلیم پر ہے اور جس میں استاد کا کردار عام معاشرت اور تعلیمی نظام دونوں میں بے حد اہم تسلیم کیا گیا ہے۔

مسلم معاشرے میں استاد صرف پیسے کمانے والا پیشہ ور کارکن ہی نہیں ہے بلکہ معاشرے کا ایک اہم اور پابند نمائندہ بھی ہے۔ اس کی اہمیت اور رتبے کا انحصار نہ صرف اس کی تعلیم کے درجے پر بلکہ اس کے اعتقادات، ایمانیات اور رویوں پر بھی ہے جو اس کی شخصیت متعین کرتے ہیں۔ جیسے جیسے ایک استاد نوجوان نسل کے لیے دانا، مشیر اور رہنما کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے۔ کمیٹی کی رائے میں استاد کا یہ بنیادی کردار مسلم ممالک میں اساتذہ کی بھرتی، ان کی ملازمت اور بنیادی تعلیمی حکمت عملی (پالیسی) کے متعین کرنے میں رہنمائی کی صورت میں بے حد اہم ہونا چاہیے۔

مسلم ممالک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کی بے حد کمی ہے۔ تعلیمی ترقی جو کہ ایک نہایت ہی سنگین مسئلہ ہے، میں تمام تر آزمائشیں و پیمائشیں (عرصہ دراز اور عرصہ قلیل دونوں) تعلیم کے ہر درجے پر استاد کی



پاکستان میں ٹیچر ایجوکیشن کا ارتقاء

(Development of Teacher Education in Pakistan)

4- حاضر سروس تربیت (In-Service Training)

- 1- حاضر سروس میں تربیتی پروگرام درج ذیل مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیے جانے چاہئیں۔
(الف) اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کو ان کے مخصوص شعبے میں موجودہ اور نئے رجحانات سے آگاہی، مخصوص شعبے میں نئی تحقیقات سے آگاہی اور اسلامی تعلیم کے حصول کے قابل بنانا۔
(ب) کم درجے کی تعلیم والے اساتذہ کو اپنے تعلیمی درجے کو بڑھانے کے مواقع فراہم کرنا۔
- 2- اساتذہ کی پیشہ ورانہ مہارت کو بڑھانے کے لیے انھیں مختلف سیمینارز، تربیتی پروگرامز، علاقائی، قومی اور بین الاقوامی تعلیمی کانفرنسز میں شرکت کے مواقع فراہم کرنا۔

5- رتبہ اور پہچان (Status and Recognition)

- 1- نوجوان نسل کے رہنما، مشیر اور دانائے طور پر اساتذہ کے ان مخصوص کرداروں اور رتبوں کی قدر کرنا چاہیے۔ انھیں تنخواہیں، مخصوص واجبات اور دوسرے معاشی فوائد جو کہ ان کی تعلیم کے موافق ہوں، ضرور حاصل ہونے چاہئیں۔
- 2- دوسری ترغیبات جیسا کہ گریڈ کی ترقی اور دوسری ترقی کی پالیسی میں وقفہ وقفہ تبدیلی کرنا تاکہ اساتذہ کو ان کے کام اور پیشے سے مطمئن کیا جائے۔
- 3- اساتذہ کے پیشہ ورانہ رتبے اور مقام کی قدر کرنے کے لیے انھیں نصاب کی ترقی اور دوسری تنظیمی اصلاحات میں تبدیلی کے لیے مناسب مشورے دینے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ ضروری رعایات اور مخصوص ترغیبات اور فوائد کی صورت میں اساتذہ کا معاشرتی مقام بڑھانا چاہیے اور تعلیمی اداروں میں ضروری سہولیات کے مہیا کرنے سے اساتذہ کی نوکری کی حالت کو بہتر بنایا جانا چاہیے۔

6- اسلامی تعلیم کا بین الاقوامی ادارہ (International Centre for Islamic Education)

کمیٹی مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی تعلیم کے ایک بین الاقوامی ادارے کے قیام کی بھی سفارش کرتی ہے:

- 1- استاد کے ایک رہنمائی حیثیت سے تعلیمی خیالات کی تربیت اور مخصوص میدانوں میں جیسے تعلیم عامہ، خصوصی تعلیم اور تعلیم بالغاں کے حوالے سے تربیت دینا۔
- 2- مناسب تدریسی مواد کی تیاری، مختلف درجات کی درسی کتب کی تریل اور تعلیمی نصاب کو اسلامی بنیادی پر ترتیب دینے کی تمام کوششوں کو متحرک کرنا۔
- 3- اسلامی تعلیم کے حوالے سے مختلف مسلم ممالک میں تحقیقات منصوبوں کی نگرانی کرنا اور پھر ان تحقیقات سے حاصل شدہ نتائج کو تمام مسلم ممالک کو مہیا کرنا۔

پاکستان میں اساتذہ کے کئی درجات موجود ہیں۔ ان کی تربیت کا وقفہ کم و بیش یکساں ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر اساتذہ کی درجہ بندی کو دو درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے جس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

○ ابتدائی مدرسے کا استاد

اس درجے کو صرف بیان کی حد تک اساتذہ کا ایک درجہ کہا جاتا ہے۔ ورنہ اس میں کئی درجات شامل ہیں۔ سب سے نچلا درجہ پرائمری استاد کا ہے۔ پرائمری استاد کے تربیتی پروگرام کو پی۔ ٹی۔ سی (پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ) کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی قابلیت میٹرک پاس ہونا ہے۔

وسطانی درجے کی تدریس کے لیے ایک پروگرام ایس وی (سینئر ویٹل) ہوتا تھا جسے اب ختم کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس درجے کے اساتذہ ابھی باقی ہیں جو آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ اس درجے کی تدریس کے لیے اب سی ٹی (سرٹیفکیٹ آف ٹیچنگ) کا پروگرام رائج ہے۔ اس درجے کے اساتذہ کو وسطانی درجے میں تمام مضامین کی تدریس کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ ان کی بنیادی قابلیت انٹر میڈیٹ پاس ہونا ہے۔ تربیت اساتذہ کا ایک اور پروگرام او۔ ٹی (اورینٹل ٹیچر) ہے۔ اس پروگرام کے لیے بنیادی قابلیت عربی، فارسی یا اردو میں فاضل امتحان پاس ہونا ہے۔ یہ اساتذہ ثانوی سطح پر اردو، فارسی یا عربی زبان پڑھانے کے اہل سمجھے جاتے ہیں۔ وسطانی اور ثانوی درجات کا ایک مشترک استاد ڈرائنگ ماسٹر ہوتا ہے۔ اس کی تدریس تربیت کا اہتمام باقاعدہ نہیں ہے۔ اسی طرح پی۔ ٹی۔ آئی (فزیکل ٹریننگ انسٹرکٹر) بھی وسطانی اور ثانوی کے لیے مشترک استاد ہے۔ اس کی تربیت کا اہتمام کالج آف فزیکل ایجوکیشن میں کیا جاتا ہے اور تربیت کے اختتام پر جے۔ ڈی۔ پی۔ ای (جوینر ڈپلوما ان فزیکل ایجوکیشن) کا کیا جاتا ہے اور تربیت کے اختتام پر ڈپلوما دیا جاتا ہے۔

ڈرائنگ ماسٹر اور پی ٹی آئی کے سوا باقی تمام اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کالج آف ایلمنٹری ٹیچرز میں کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ پروگرام نارمل سکولوں میں رائج تھے۔ تعلیمی پالیسی (80-1972ء) کے مطابق ان میں سے چند سکول کا درجہ بڑھا کر انھیں کالج آف ایلمنٹری ٹیچرز بنادیا گیا۔ قومی تعلیمی پالیسی (1978ء) میں یہ طے کیا گیا کہ تمام نارمل سکولوں کو کالج آف ایلمنٹری ٹیچرز بنادیا جائے گا۔

○ ثانوی سکول اساتذہ

ثانوی درجے کی تدریسی تربیت کے لیے پی۔ ٹی۔ ایڈ کا تربیتی پروگرام کالج آف ایجوکیشن میں مکمل کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی تعلیمی قابلیت پی ایس / پی ایس سی پاس ہونا ہے۔

○ اعلیٰ تعلیم

اساتذہ کی اعلیٰ تربیت کا اہتمام ادارہ تعلیم و تحقیق میں کیا جاتا ہے۔ جہاں تربیت کی تکمیل پرائیم۔ اے (تعلیم اور ایم ایڈ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ ایم اے تعلیم اور ایم ایڈ دونوں میں پرائمری اور ثانوی درجے کی

اب تک ہم دو ابواب کا مطالعہ مکمل کر چکے ہیں۔ اس باب میں ”پاکستان میں ٹیچر ایجوکیشن کے ارتقاء کے بارے میں گفت گو کی جائے گی۔ پاکستان دوسرے بہت سے مابعد نوآبادیاتی معاشروں کی طرح ایک ایسے نظام تعلیم کا حامل ہے، جس کے خدوخال کا واضح اور معینہ بیان ایک مشکل امر ہے۔ جیسی جیسی انواع و اقسام کے سکول موجود ہیں، ان کی درجہ بندی کی کوشش ایک چیلنج سے کم نہیں۔ طیف کی ایک جانب مختلف فرقوں کے مسائل پر مبنی دینی مدارس ہیں۔ پھر نوآبادیاتی دور میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچ کے قائم کردہ پرائمری مشنری سکول ہیں، مراعات یافتہ طبقے کے لیے پرائمری حیثیت نیم خود مختار سکول، جیسے کہ ایچی سن، لارنس کالج اور برن ہال، آرمی کے کیڈٹ اور گیریشن سکول جو عام افراد کے لیے بھی ہیں، معیاری نئی انگلش میڈیم سکول، جیسا کہ اسلام آباد، راولپنڈی، کراچی اور لاہور کے سٹی، گر امر، فٹن ہاؤس اور فروبل سکول، اوسط اور پست معیار کے انگلش اور اردو میڈیم سکول، وگرنہ چند برسوں میں خود روگھاس کی طرح پھیل چکے ہیں۔ ضلعی اور ڈویژنل پبلک سکول جو صرف بڑے شہروں میں موجود ہیں، عام پرائمری حکومتی سکول اور حکومتی ماڈل / پبلک سکول، میونسپل کارپوریشن کے سکول اور قومیاں گئے حکومتی سکول اور غیر رسمی شعبے میں این۔ جی۔ او (غیر ملکی تنظیموں) کے قائم کردہ سکول۔ اس پر مشنر اد ایک ہی صوبے کے اندر متعدد ذرائع تعلیم رائج ہیں (صوبہ سرحد میں اردو اور پشتو میڈیم سکول) اور یہ کہ کچھ سکول صوبائی نصاب کی پیروی کرتے ہیں جب کہ چند دوسرے سینئر کیمرج اور ”او“ لیول کی۔

ان مختلف اقسام کے سکولوں کے لیے اساتذہ بھی مختلف نوع کے ہیں۔ انگلش اور اردو میڈیم کا واضح فرق تو سامنے ہے۔ پھر نئی اور نیم خود مختار سکولوں اور حکومتی شعبے کے سکولوں کے مابین تنخواہ اور حیثیت کا فرق ہے۔ کچھ این۔ جی۔ او نے تعلیمی پس منظر کے حوالے سے ایسے اساتذہ بھی بھرتی کیے ہیں جنھوں نے ہائی سکول کی تعلیم بھی مکمل نہیں کی ہے، کیوں کہ ان کے علاوہ کوئی اور میسر نہیں۔ بیشتر حکومتی اساتذہ، بالعموم سکول کی کم از کم دس برس کی تعلیم اور پرائمری تدریسی سند (پی۔ ٹی۔ سی) کے حامل ہوتے ہیں اور کئی صورتوں میں وہ 12-14 برس کی تعلیم کے ساتھ سی ٹی (سند تدریس) یا پی۔ ایڈ کی ڈگری کے حامل ہوتے ہیں۔ کیڈٹ سکولوں کے ساتھ ساتھ ضلعی اور ڈویژنل سکول ماسٹر ڈگری کے حامل اساتذہ کو ترجیح دیتے ہیں، جنھیں دور دراز ملازمت تربیت دے سکتے ہیں۔

3.1 ٹیچر ایجوکیشن سسٹم ان پاکستان (تعلیم اساتذہ کی ساخت)

(Teacher Education System in Pakistan)

پاکستان نے تربیت اساتذہ کا جو نظام ورثے میں پایا۔ اس میں بعض پہلوؤں میں اصلاح و توسیع کی گئی ہے اور بعض پہلو ابھی اصلاح طلب ہیں۔ اس سلسلے میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ اگرچہ پاکستان میں تربیت اساتذہ کے پروگراموں کے لیے ایک اصطلاح نظام استعمال کی جاتی ہے، تاہم اساتذہ کی تربیت کا کوئی ایسا مربوط نظام رائج نہیں ہے جو تمام درجوں کے اساتذہ کی تربیت پر حاوی ہو۔

میں پی۔ ایچ۔ ڈی اساتذہ کی خاصی تعداد ہے۔ یونیورسٹی کے بورڈ آف سٹڈیز تعلیمی پروگرام کی منظوری دیتے ہیں اور زور امتحان پر ہی ہے۔ ان اداروں اور ان سکولوں کے مائین، جن کی خاطر یہ ادارے موجود ہیں، تعامل بہت کم ہوتا ہے۔

ہر صوبے میں محکمہ تعلیم کے قائم کردہ ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈیولپمنٹ یا توسیعی مراکز حکومتی اساتذہ کے لیے دوران ملازمت، پیشتر، تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ کا سٹاف وزارت تعلیم کے مشتمل ہوتا ہے اور یہ دوسری وزارتوں کے دوران ملازمت تربیتی اداروں سے مشابہ ہیں۔ ان عہدیداروں پر عہدہ تعلیم کے جانے بیورو کریٹک زیادہ ہے اور (تربیتی) پروگراموں کے لیے آنے والے پیشتر اساتذہ انھیں کامیابی کے لیے مشق، کام دیتے ہیں۔ اگرچہ زیادہ تر ڈائریکٹوریٹ بہت کچھ کام سرانجام دے چکے ہیں، لیکن اس بات کی کوئی واضح توجیہ موجود نہیں کہ تعلیمی کام کا لچر آف ایجوکیشن یا یونیورسٹیوں کے سپرد کیوں نہ کیا جائے۔ منتظمین اور سپروائزرز کو دوران ملازمت بہتر تربیت مہیا کرنے کے لیے اسلام آباد میں تعلیمی منصوبہ بندی و انتظام کی اکیڈمی قائم کی گئی ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، فاصلاتی تعلیم مہیا کرنے والا ادارہ ہے اور تربیت اساتذہ کے پی۔ ایچ۔ ڈی، سی۔ سی۔ ٹی اور پی۔ ایڈ، ایم۔ ایڈ، ایم۔ اے ایجوکیشن۔ ایم فل ایجوکیشن اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے کورسز مل کر داتا ہے۔ یہ تعلیمی منصوبہ بندی و انتظام کا پروگرام اور پرائمری، مڈل اور ثانوی سطح کے اساتذہ کے لیے متعدد دوسرے تخصیصی کورسز بھی کرواتا ہے۔

جہاں تک فنی شعبے کا تعلق ہے، تربیت اساتذہ کے صرف پانچ اداروں سے متعلق معلومات ملتی ہیں اور بیشتر دوسرے اداروں کے بارے میں کوئی اعداد و شمار میسر نہیں جو کہ نجی سکولوں نے درون ادارہ تربیت کے لیے قائم کیے ہوئے ہیں۔ سب سے قدیم ادارہ کراچی کا سینٹ پیٹرکس کالج آف ایلمنٹری ایجوکیشن ہے جو پرائمری سطح پر کام کرتا ہے اور حال ہی میں قائم کیا جانے والا نوٹرے ڈیم انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن ہے۔ آغا خان یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل ڈیولپمنٹ، ہمدرد یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اور علی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن حالیہ برسوں میں قائم کیے جانے والے ادارے ہیں اور اگرچہ ان کے تحصیل یافتہ افراد کی تعداد انتہائی کم ہے، لیکن تربیت اساتذہ کے معیار کو بلند کرنے اور جدت و اختراعات متعارف کروانے میں ان کا اثر زیادہ نمایاں ہے۔

مختصر یہ کہ پاکستان میں تربیت اساتذہ کے اداروں کا ایک طوفان برپا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی ایک زرعی یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی تک کے تربیت اساتذہ کے پروگرام شروع کر رکھے ہیں۔ اسی طرح آزاد کشمیر کے دو اداروں نے اپنے تربیت اساتذہ کے پروگرام کا دائرہ کار نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پورے پاکستان میں پھیلا رکھا ہے۔

تربیت اساتذہ کے نمایاں ادارے مندرجہ ذیل ہیں :

تدریس میں سے کسی ایک درجے کی تخصیصی مہارت فراہم کی جاتی ہے۔ ایم اے تعلیم کے لیے بنیادی تعلیمی قابلیت ملی اے / ملی ایس سی پاس ہونا ہے اور تربیت کا دورانیہ دو سال کا ہوتا ہے۔ ایم ایڈ کے لیے بنیادی تعلیمی ملی ایڈ پاس ہونا ہے اور تربیت کا دورانیہ ایک سال ہے چنانچہ ایم اے تعلیم اور ایم ایڈ دونوں یکساں سطح کے تربیتی پروگرام ہیں۔ ان دونوں پروگراموں میں پرائمری تدریس کی تخصیصی مہارت عملیہ کار ہو جاتی ہے کیوں کہ تخصیصی مہارت سے قطع نظر ایم اے تعلیم اور ایم ایڈ تعلیم کے تمام حاملین کو بطور ثانوی سکول استاذ ہی متعین کیا جاتا ہے۔

○ تربیتی ادارے

پاکستان میں بنیادی طور پر، تربیت کے چار طرح کے ادارے ہیں : ایلمنٹری تعلیم کے کالج، کالج آف ایجوکیشن، یونیورسٹی کے شعبہ جات، تعلیم و تحقیق کے ادارے اور دوران ملازمت تربیت کے ڈائریکٹوریٹ اور مراکز۔ تربیت اساتذہ کے قومی فنی کالج یا سائنسی تعلیم کے حکومتی کالج ایک مخصوص نوع کے اساتذہ سے متعلق ہیں لیکن وہ بھی اس نقشے میں ٹھیک بیٹتے ہیں۔

ایلمنٹری تعلیم کے حکومتی کالج، پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (پی ٹی ٹی سی) اور سرٹیفکیٹ آف ٹیچنگ (سی ٹی) مکمل کرواتے ہیں۔ پاکستان میں اساتذہ زیادہ تر انھی پروگراموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کالج ملک کے ہر حصے میں موجود ہیں۔ اب حکومت نے 3+10 (ڈپلومہ آف ایجوکیشن) کا پروگرام بھی شروع کیا جو ابھی تجرباتی طور پر جاری کیا ہے۔

گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ٹاؤن شپ لاہور، فیڈرل کالج آف ایجوکیشن اسلام آباد اور گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن افضل پور (آزاد کشمیر) میں ملی۔ ایس ایڈ کے پروگرام جاری ہیں۔ اس پروگرام میں ایف ایس سی کے بعد داخلہ دیا جاتا ہے اور تین سال کی تعلیم مکمل کروانے کے بعد پچھلے آف سائنس ایجوکیشن کی ڈگری ایوارڈ کی جاتی ہے۔

کالج آف ایجوکیشن ملی۔ اے / ملی۔ ایس۔ سی طلبہ کو پچھلے آف ایجوکیشن کی ڈگری مکمل کرواتے ہیں اور ثانوی سطح کے لیے اساتذہ کی تربیت کرتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں انھوں نے ایم۔ اے ایجوکیشن اور بعد ازنی۔ ایڈ ایک سالہ ایم۔ ایڈ بھی شروع کر دیا ہے۔ ان اداروں کے اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں لیکن نظری اور امتحان پر منحصر تدریس غالب ہے۔

پاکستان کی چھ عمومی یونیورسٹیوں میں تعلیم و تحقیق کے انسٹی ٹیوٹ یا شعبہ ہائے تعلیم موجود ہیں، جہاں تعلیم میں ماسٹر اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے پروگرام مکمل کرواتے جاتے ہیں۔ ماسٹر پروگرام میں ایم۔ اے ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ ایم۔ ایڈ بھی شامل ہے۔ بعض یونیورسٹیوں میں بزنس ایجوکیشن، پیش ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن میں تخصص بھی کروایا جاتا ہے۔ ان اداروں میں کچھ تحقیق بھی ہوتی ہے اور فیکلٹی کے سٹاف

- 1- ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
- 2- ادارہ تعلیم و تحقیق، گول یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان۔
- 3- ادارہ تعلیم و تحقیق، پشاور یونیورسٹی، پشاور۔
- 4- ادارہ تعلیم و تحقیق، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد۔
- 5- فیکلٹی آف ایجوکیشن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
- 6- شعبہ تعلیم، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔
- 7- شعبہ تعلیم، بہال الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔
- 8- شعبہ تعلیم، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔
- 9- شعبہ تعلیم، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔
- 10- شعبہ تعلیم، آزاد جموں کشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد۔
- 11- فیڈرل کالج آف ایجوکیشن، اسلام آباد۔
- 12- پی۔ اے۔ ایف کالج آف ایجوکیشن برائے خواتین، راولپنڈی۔
- 13- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور۔
- 14- گورنمنٹ کالج آف سائنس ایجوکیشن، لاہور۔
- 15- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن برائے خواتین، لاہور۔
- 16- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، فیصل آباد۔
- 17- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ڈیرہ غازی خان۔
- 18- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ملتان۔
- 19- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، سکھر۔
- 20- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، قاسم آباد، کراچی۔
- 21- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، بلیر کراچی۔
- 22- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، کوئٹہ۔
- 23- گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، افضل پور (آزاد کشمیر)۔

○ تربیتی دورانیہ

پاکستان میں اساتذہ کی تربیت کے ہر ایک پروگرام کا دورانیہ ایک سال ہے، سوائے ماسٹر درجے کے پروگراموں کے۔ اتنا مختصر تربیتی دورانیہ نظری اور عملی دونوں قسم کی تربیت کے لیے کافی نہیں ہے کیوں کہ اتنی مختصر مدت میں طلبہ نہ تو نظریات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں نہ ان کے اطلاق پر قادر ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ

سے قومی تعلیمی کمیشن نے سفارش کی تھی کہ تربیت اساتذہ کا دورانیہ دو سال کر دیا جائے چنانچہ پی ٹی سی کی تربیت کا دورانیہ دو سال کر دیا گیا لیکن ایک ہی سیشن گزرنے کے بعد دوبارہ ایک سال کر دیا گیا اور باقی تربیتی پروگراموں میں اس دورانیے میں اضافے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی۔

یہ ایک اہم سوال ہے کہ پی ٹی سی کا تربیتی دورانیہ دو سال سے کم کر کے دوبارہ ایک سال کیوں کر دیا گیا۔ ہماری تعلیمی روایات کے عین مطابق اس سوال کا معروضی جائزہ لینے کا کوئی اہتمام نہ کیا گیا۔ البتہ جو کچھ ظاہر میں نظر آیا وہ یہ تھا کہ کسی منصوبہ بندی کے بغیر ہی تربیتی دورانیے میں اضافہ کر دیا گیا ہے، لیکن نصابیات بردقت تیار نہ کیے جاسکے۔ طلبہ تربیتی اداروں میں داخلہ لینے کے بعد میکانیکی رہے تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں کی ابتداء اس وجہ سے ہوئی نہ سکتی تھی کہ نصابیات ہی موجود نہ تھے اور جب تک نصابیات تیار ہوئے، اس وقت تک طلبہ کو بے کار بیٹھے کم و بیش دس ماہ گزر چکے تھے۔ چنانچہ وہ نصاب جو دو سال کے دورانیے کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ ایک سال سے کچھ زائد عرصے میں مکمل کروا دیا گیا۔ یہ جائزہ لینے کی تو ضرورت ہی نہ تھی کہ طلبہ نے اس پرس حد تک عبور حاصل کیا البتہ طلبہ کو یہ احساس ضرور ہوا کہ جو نصاب ایک سال میں پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس پر دو سال کی مدت صرف کرنے میں کوئی ٹک نہیں ایک دوسرا عامل بھی اثر انداز ہوا ہو گا اور وہ یہ کہ دو سالہ نصاب سے فارغ التحصیل ہونے والوں کے لیے اس میں کسی اضافے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی جو ایک سالہ نصاب سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ یہ فروگزاشت اصولاً درست نہ تھی۔

خفت اور وقت کے زائد وسائل صرف کرنے والوں کو معاوضہ بھی زیادہ ملنا چاہیے تھا۔ بصورت دیگر ان میں تشویش و اضطراب اور منفی رد عمل پیدا ہونا فطری تھا۔ اغلب یہ ہے کہ ان دونوں وجوہ نے مل کر طالب علموں کو احتجاج پر آمادہ کیا۔ شاید اس احتجاج سے نمٹنے کی مناسب صورت یہ ہوتی کہ احتجاج پر آمادہ کرنے والی وجوہ کو دور کر دیا جاتا مگر مناسب یہی سمجھا گیا کہ پی ٹی سی نصاب کا دورانیہ ایک سال کر دیا جائے۔ یہ اقدام ہماری تعلیمی روایات سے مطابقت رکھتا تھا کہ ہمارے ہاں مسائل کا حل یہی سمجھا جاتا ہے کہ تبدیلی کے لیے کیا ہوا اقدام واپس لے لیا جائے۔

تربیتی دورانیہ بیان میں تو ایک سال آتا ہے مگر عملاً یہ 9 ماہ سے بھی کم مدت پر محیط ہوتا ہے کیوں کہ ایک سال کے عرصے میں کم و بیش تین ماہ تعطیلات گراما کے منہا ہو جاتے ہیں اور کچھ وقت نئے داخلوں کا اہتمام کرنے اور امتحان لینے میں صرف ہو جاتا ہے۔

پی۔ ایڈ کا نصاب بھی جو ابتداء ہی سے ایک سال کا نصاب کہلاتا رہا ہے عملاً نو ماہ سے بھی کم مدت پر محیط رہا ہے۔ اس دورانیے کو بڑھا کر گیارہ ماہ کر دیا گیا۔ اس پر عمل درآمد کی عملی صورت یہ تھی کہ کالج آف ایجوکیشن غیر تعطیلاتی ادارے بنادئیے جاتے۔ یہ ادارے تعطیلات گراما کے لیے ہمد نہ کیے جاتے تو ان اداروں کے شاف کو بھی غیر تعطیلاتی شاف قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس تبدیلی سے سرکاری خزانے پر کوئی غیر معمولی بوجھ نہ پڑتا کیوں کہ غیر تعطیلاتی شاف کو سال میں صرف ایک ماہ کی با تنخواہ چھٹی زائد دی جاتی ہے۔ مگر محکمہ تعلیم نے ان

اداروں کو غیر تعطیلاتی قرار دینے کی تجویز کو مسترد کر دی چنانچہ تربیت کے حقیقی دورانیہ میں کوئی فرق واقع ہوا۔

1976ء میں مرکزی وزارت تعلیم کی ہدایت پر تربیت اساتذہ کے شعبے میں سمسٹر نظام رائج کر دیا گیا۔ اس نظام کے تحت تربیتی دورانیہ 48 ہفتے مقرر کیا گیا۔ سال کے باقی چار ہفتے نئے داخلوں اور ان کی منصوبہ بندی میں صرف ہوتے چنانچہ ایک مرتبہ پھر تربیتی اداروں کو غیر تعطیلاتی قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی۔ مگر صوبائی محکمہ تعلیم نے یہ تجویز پھر مسترد کر دی چنانچہ سمسٹر کی طوالت اٹھارہ ہفتے سے کم ہو کر کم و بیش پندرہ ہفتے ہو گئی بلکہ بعض حالتوں میں اس سے بھی کم 1981ء میں ٹی ایڈ کی سطح پر سمسٹر نظام کو ختم کر کے پرانا نظام رائج کر دیا گیا۔

اساتذہ کارول

اساتذہ کے تربیتی پروگراموں میں پی ٹی سی کے علاوہ کسی استاد کارول متعین نہیں ہے۔ پی ٹی سی پر انٹری استاد ہے۔ سی ٹی وسطانی درجے کا استاد ہے اوٹی ثانوی درجے کا استاد ہے۔ ٹی ایڈ وسطانی اور ثانوی درجے کا استاد ہے اور ایم اے تعلیم اور ایم ایڈ بھی وسطانی اور ثانوی درجے کا استاد ہے۔ عملی سی ٹی، اوٹی، ٹی ایڈ اور ایم ایڈ یا ایم اے تعلیم، تدریسی ذمہ داریوں کے لحاظ سے یکساں فرائض انجام دیتے ہیں اور یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مختلف درجات کے اساتذہ کا تخصیصی رول متعین نہیں اور رول کا یہ عدم تعین مدارس میں انتشار کی کیفیت پیدا کیے رکھتا ہے۔

ٹی ایڈ اور ماسٹر درجے کی تربیتی سندوں کے حاملین ابتداً ثانوی (مقبول وسطانی درجے میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں۔ چند سال کے اس تجربے کے بعد ان کو پرائمری کا مہر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور ان سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ پرائمری اساتذہ کی تربیت بھی کریں اور دوران ملازمت ان کے کام کی گہرائی اور ہنر بھی کریں۔ مزید چند برس اس حیثیت میں تجربہ حاصل کرنے کے بعد انھیں ثانوی مدرسے کے سربراہ کے فرائض سونپ دیے جاتے ہیں۔ اس حیثیت میں چند سالہ تجربہ ان میں ضلع بھر کے پرائمری اور ثانوی مدارس کی گہرائی کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے اور بالآخر ڈویژن بھر کے پرائمری اور ثانوی تعلیمی اداروں اور انتظامی دفاتر کی گہرائی کے فرائض ان کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر فرد سے اتنے مختلف النوع فرائض کی انجام دہی کی توقع کو کم سے کم الفاظ میں خام نہیں کہا جاسکتا ہے اور دلچسپ بات ہے کہ اتنے مختلف النوع فرائض کی ادائیگی کے لیے اسی ایک تربیتی دورانیہ کو کافی وراثی سمجھا جاتا ہے جو تدریسی فرائض کی ابتدا سے پیدا کر چکا تھا۔ یہ ایک بڑی غیر سنجیدہ صورت حال ہے اور اس کا اثر تربیتی نظام پر بھی پڑتا ہے جس میں سنجیدہ صورت حال ہے اور اس کا اثر تربیتی نظام پر بھی پڑتا ہے جس میں سنجیدگی کا عنصر غائب ہوتا چلا جاتا ہے۔

○ نصابی یکسانیت

پاکستان میں تربیت اساتذہ کے نظام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ تمام تربیتی پروگراموں میں کم و بیش

یکساں نصاب رائج رہتا ہے حالانکہ مختلف درجات کے لیے بنیادی تعلیمی قابلیت بہت متفاوت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اس نصاب پر عبور کی صلاحیت بھی کم و بیش ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ نچلے درجات میں چونکہ اساتذہ زیادہ مضامین میں تخصیصی تدریسی مہارت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ اس لیے عملی نچلے درجات کے اساتذہ کے لیے تربیتی نصاب زیادہ وسیع ہوتا ہے اور اوپر کے درجات میں اس کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے، جب کہ نچلے درجے کے اساتذہ کم تر تعلیمی قابلیت کے حامل ہوتے ہیں اور اسی حد تک ان میں تقابلی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے۔ اس نکتے کو ذرا زیادہ وضاحت سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تربیت اساتذہ کا نصاب دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک عمومی جس میں نظریہ تعلیم، نفسیات، نظم و نسق وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرا مختلف مضامین کے تدریسی طریقے ہمارے ہاں ہر سطح پر ان دونوں اجزاء میں نصابی عنوانات کم و بیش یکساں رہتے ہیں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ مختلف سطحوں پر نصاب کی مقدار یکساں ہے۔ مگر عملاً یہ ہوا ہے کہ نچلی جماعتوں کے اساتذہ کو زیادہ مضامین کے تدریسی طریقوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے مثلاً پی ٹی سی استاد کو تقریباً چھ مضامین کے تدریسی طریقوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور ان ہی چھ مضامین کے تدریسی طریقوں کا مطالعہ ثانوی درجوں کے ان طلبہ کو کرنا ہوتا ہے جو تعلیم بطور امتحانی مضمون مطالعہ کرتے ہیں۔ سی ٹی میں ان مضامین کے علاوہ انگریزی کے تدریسی طریقے بھی نصاب میں شامل ہو جاتے ہیں تاہم طلبہ کو انتخاب کی سہولت حاصل ہوتی ہے اور وہ صرف چار مضامین کے تدریسی طریقوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ٹی ایڈ کے نصاب میں ان مضامین کی تعداد تو زیادہ ہو جاتی ہے جن کے تدریسی طریقوں کا مطالعہ کروایا جاتا ہے، مگر طالب علموں کو ان میں سے صرف دو مضامین کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے چنانچہ طالب علموں پر انفرادی نصابی بوجھ نچلے درجات میں زیادہ اور اوپر کے درجات میں کم ہوتا ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کا طریق یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ پہلے یعنی عمومی جزو میں موضوعات کو باقی رکھتے ہوئے ان سے متعلقہ معلومات کو مختصر کر دیا جاتا ہے چنانچہ طلبہ کے لیے ان کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔

○ تربیتی پروگرام

انگریزی دور میں اساتذہ کے تربیتی پروگرام کا جو ڈھانچا ترتیب دیا گیا تھا قیام پاکستان کے بعد اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی گئی۔ وہ ڈھانچا کچھ یوں تھا کہ زیر تربیت اساتذہ کے تربیتی ادارے میں داخل ہونے کے فوراً بعد تمام مضامین کی تدریس شروع ہو جاتی اور تدریس کی عملی تربیت کے لیے ان کے سامنے متعلقہ مضمون کا استاد، متعلقہ درجے کی ایک جماعت کو نمونے کا سبق پڑھاتا اور طلبہ سے یہ توقع رکھی جاتی کہ وہ اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر تنقید کریں۔ نمونے کے اسباق کے بعد تنقیدی اسباق شروع کر دیے جاتے۔ تنقیدی اسباق کی یہ صورت اختیار کی جاتی تھی کہ ہر ایک طالب علم (زیر تربیت استاد) متعلقہ درجے کی کسی جماعت کو اپنے منتخب مضامین میں ایک ایک سبق پڑھاتا ہے۔ پورے سبق کا مشاہدہ ساتھی طالب علم اور تربیتی

ادارے کا ایک استاد کرتا اور سبق ختم کرنے کے بعد اس پر تنقید کی جاتی۔ تدریسی تربیت کا ایک پہلو تدریسی مشق ہے جس کے لیے طلبہ کو متعلقہ درجے کے مدارس میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں وہ ہر سبق پڑھانے سے پہلے سبقی اشارات تحریر کرتے اور ان کے مطابق تدریس کرتے۔ تدریسی مشق کے دورانیے میں، تربیتی ادارے کا کوئی استاد ان کی نگرانی و رہنمائی کے لیے ساتھ رہتا۔ تدریسی مشق کا دورانیہ کبھی ایک اور کبھی دو رکھے جاتے تھے۔ یہ ڈھانچا علیٰ حالہ قائم ہے۔ اس ڈھانچے میں کئی پہلو قابل غور ہیں۔

1- انگریزی و اور میں اساتذہ کے تربیتی پروگراموں میں مضامین کی تعداد پانچ چھ سے زائد نہ تھی۔ قیام پاکستان کے بعد مضامین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور مضامین کی تعداد دس تک پہنچ گئی۔ تاہم مضامین کی تعداد میں اتنے اضافے کے باوجود تربیتی دورانیے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس سے دو اثرات ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ مختلف مضامین میں شامل مواد کو سمجھنے اور شخصیت کا جڑو بنانے کے امکانات کم سے کم ہوتے چلے گئے۔ دوسرا یہ کہ دس مضامین کی بیک وقت تدریس طالب علموں کے لیے ذہنی بوجھ بننا چلا گیا اسی وجہ سے دلچسپی کا عنصر کم ہوتا چلا گیا۔

مضامین کی کثیر تعداد کی بیک وقت تدریس کی خامی کا علاج سمسٹر نظام کی صورت میں تلاش کیا گیا۔ اس نظام میں ایک سمسٹر کے دوران پانچ مضامین کی تدریس کی جاتی تھی۔ اس سے صرف ایک خامی کے علاج ہوا مگر تربیتی دورانیہ کم ہونے کا کوئی علاج تجویز نہیں کیا جاسکا۔ پھر سمسٹر نظام پر ختم کر کے پرانا نظام بحال کر دیا گیا۔

2- نمونے کے اسباق و تنقیدی اسباق ایسے مرحلے پر شروع کیے جاتے ہیں۔ جب ابھی طالب علموں نے طریقہ ہائے تدریس کا مطالعہ شروع نہیں کیا ہوتا۔ نہ طالب علم کی نفسیات یا جماعت کی تنظیم کے سلسلے میں کوئی نظری علم حاصل کیا ہوتا ہے۔ تنقیدی اسباق تدریس کی عملی تربیت کا حصہ ہیں اور عملی تربیت کا جواز ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ نظری علم کے عملی اطلاق کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ اس لیے قدرتی طور پر تنقیدی اسباق میں زیر تربیت اساتذہ سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ مختلف مضامین میں حاصل کردہ نظری علم کا اطلاق ان اسباق میں کریں۔ گویا صورت حال یہ ہو جاتی ہے کہ زیر تربیت اساتذہ سے اس نظری علم کے اطلاق کی توقع رکھی جاتی ہے، جسے ابھی انھیں مستقبل میں حاصل کرتا ہے۔ اس صورت حال کی معقولیت کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

سمسٹر نظام میں تنقیدی اسباق کی گنجائش رکھی ہی نہ گئی تھی اور اس نظام کے اختتام اور پرانے نظام کے احیاء کے بعد پرانی صورت بعینہ بحال ہو گئی ہے۔

3- قیام پاکستان کے وقت تربیت اساتذہ کے پروگراموں میں تدریسی مشق کے دو دورانیے رکھے جاتے تھے ایک مختصر مدت کا جو کم و بیش دس دن ہوتی تھی دوسرا طویل مدت کا جو ایک ماہ ہوتی تھی۔ مختصر مدت کی تدریسی مشق، تربیتی دورانیے کے تقریباً درمیان میں اور طویل مدت کی تدریسی مشق تربیتی

دورانیے کے اختتام پر رکھی جاتی تھی۔ کچھ عرصے بعد مختصر مدت کی تدریسی مشق ختم کر دی گئی اور صرف ایک ماہ کی طویل مدت کی تدریسی مشق باقی رہنے دی گئی۔

سمسٹر نظام کے تحت تدریسی مشق کے دو دورانیے فراہم کیے گئے۔ ایک مختصر مدت کا پہلے سمسٹر کے اختتام کے بعد اور دوسرا طویل مدت کا، دوسرے سمسٹر کے اختتام کے بعد۔ پی ٹی سی اور سی ٹی کے لیے ان دورانیوں کی طوالت بالترتیب دو ہفتے اور چار ہفتے جب کہ پی ایڈ میں ان کی طوالت بالترتیب تین ہفتے اور پانچ ہفتے تھی۔ پی ایڈ میں طلبہ کو دوسری مضامین میں تدریسی تخصیص حاصل کرنا ہوتی جن میں سے ایک پہلے سمسٹر میں پڑھایا جاتا تھا اور دوسرا دوسرے سمسٹر میں۔ ظاہر ہے کہ مختصر تدریسی مشق کے دوران میں طلبہ صرف اسی ایک مضمون کی تدریس کے مشق کر سکتے تھے جو انھوں نے پہلے سمسٹر کے دوران میں مطالعہ کیا ہو البتہ طویل تدریسی مشق کے دوران میں دونوں مضامین کی تدریس کی مشق کر سکتے تھے۔ سمسٹر نظام کے خاتمے کے بعد اب پھر تدریسی مشق ایک ماہ پر محدود ہو گئی ہے۔

(No 3.2) استاذ الاساتذہ کی تعلیم و تربیت: احوال و تجاویز (Teacher Training)

○ تعارف و اہمیت

کسی ملک کا نظام تعلیم اس کے اساتذہ کی علمی و پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا عکس ہوتا ہے۔ معیار تعلیم کو متعین کرنے میں اساتذہ کی صلاحیتوں کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے بلکہ بین الاقوامی حقیقت ثابت ہے کہ اساتذہ معیار قوم ہوتے ہیں اور وہی قوموں کے مستقبل کی تعمیر و تشکیل کے ذمہ دار ہوتے ہیں چنانچہ قومی ترقی اور ملکی فلاح و بہبود میں اساتذہ کے کردار کی اہمیت مسلم ہے۔

پاکستان میں مادی و وسائل کی کمی عمومی طور پر ملکی ترقی کے راستے میں بڑی حد تک حاصل ہے لیکن ان موجودہ وسائل کی تقسیم کے لیے ترجیحات بھی مناسب نہیں رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منصوبہ سازوں نے تعلیم کے لیے مختصر رقوم کو شرمناک حد تک کم رکھا۔ لہذا اتمام تعلیمی پالیسیوں میں شرح خواندگی بڑھانے اور سو فی صد تک کرنے کے مسلسل دعوؤں کے باوجود شرح خواندگی کے لحاظ سے پاکستان کی پوزیشن قابل فخر نہیں۔

تعلیم کے لیے عام طور پر مختصر رقوم مجموعی قومی آمدنی کے دو فی صد سے بھی کم رہی ہے۔ جو کسی ترقی پذیر قوم کے حسب حال نہیں ہے۔ جب تک تعلیم کی مد میں زیادہ فنڈز مختص نہیں ہوں گے، شرح خواندگی کو مطلوبہ حد تک لانا ممکنات میں ہے اور ظاہر ہے کہ جمالت میں سر تپا ڈوبی ہوئی قوم سے معاشرتی فلاح و بہبود اور معاشی و مادی ترقی کی توقع یقیناً عبث ہے۔ تعلیمی ترقی کے بغیر سائنس، ٹیکنالوجی، تجارت، معیشت اور تہذیب و تمدن میں جدید بنیادیں باعزت مقام حاصل کرنے کا خواب کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔

شرح خواندگی اور تعلیم کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کا معیار برقرار رکھنا بھی ضروری ہے بلکہ ملک کی مجموعی ترقی کے لیے معیاری تعلیم کی اہمیت میرے خیال میں یونیورسل ایجوکیشن سے بھی بڑھ کر

کو تربیت اساتذہ میں ایک کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ لہذا جہاں بھی تربیت اساتذہ کی بہتری کی بات ہوگی، مرئی اساتذہ کی اس حیثیت کو نظر انداز کر کے مطلوبہ مقاصد کا حصول ناممکن ہے۔

ان مرئی اساتذہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تربیت اساتذہ کے اداروں میں زیر تربیت اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا عظیم فریضہ انجام دینے والے اساتذہ کی اپنی قبل از ملازمت یا دوران ملازمت تربیت کی صورت حال کیا ہے؟ اس سلسلے میں فی الواقع کوئی تربیتی نظام موجود بھی ہے؟ اگر ہے تو اس کی حیثیت کیا ہے اور اس میں بہتری کی تجاویز پاکستان کے حوالے سے خصوصاً اور تعلیمی دنیا میں حالیہ انقلابی اور خوش گوار تبدیلی کے حوالے سے کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ زیر نظر سطور پر انہی احوال و کوائف کا تذکرہ اور آخر میں تجاویز و سفارشات مذکور ہیں۔

3.2.1- قبل از ملازمت استاذ الاساتذہ کی تربیت (Pre-Service Training)

مرئی اساتذہ (Teachers Educators) کی تربیت کا کوئی باقاعدہ ادارہ اس صورت میں تو موجود نہیں جہاں ان کی قبل از ملازمت تربیت کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہو تاہم جامعات میں ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق موجود ہیں۔ جن میں اگرچہ بنیادی طور پر اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

لیکن اداروں کے مقاصد میں چونکہ تعلیمی قائدین کی تیاری کا مقصد بھی شامل ہیں۔ لہذا توقع کی جاتی ہے کہ ان ہی قائدین تعلیم سے مستقبل کے پیچھے ایجوکیٹر بھی نکلیں گے لہذا ان ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق اور جامعات کی سطح پر شعبہ تعلیم کو اس مقصد کے لیے شامل بحث کیا جا رہا ہے کہ یہاں ایم اے ایجوکیشن اور ایم ایڈ بلکہ ایم فل پی ایچ ڈی تک تعلیم و تربیت کی جارہی ہے۔

ان اداروں میں مندرجہ ذیل تربیتی ادارے شامل ہیں۔

○ ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق

جیسا کہ تعارفی سطور میں مذکور ہے کہ یہ ادارے مرئی اساتذہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اعلیٰ سطح کی تربیت اساتذہ اور تعلیمی قائدین کی تیاری ان کے ذمہ ہے۔ تاہم ان اداروں سے فارغ التحصیل اساتذہ ہی تربیت اساتذہ کے دیگر اداروں میں "Teacher Educators" کا کردار ادا کرتے ہیں لہذا اس کا تذکرہ کرنا موجودہ صورت حال کا بیان اور بہتری کی تجاویز ضروری ہیں۔

○ موجودہ صورت حال

ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی، حیدر آباد یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، گول یونیورسٹی کے علاوہ کراچی بلوچستان ملتان اور بہاول پور یونیورسٹی کا شعبہ ہائے تعلیم میں اعلیٰ سطح کی تربیت اساتذہ کا اہتمام ہے۔ ان اداروں کے فارغ ہونے والے فاضلین میں سے اکثر لوگ تربیت اساتذہ کے کالج اور ایلیمنٹری کالج

ہے۔ شرح خواندگی کے لیے تو ملکی اور قومی تعلیم کے منصوبہ ساز مناسب منصوبہ بندی کر کے اور مناسب فنڈز مختص کر کے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں لیکن معیاری تعلیم کے لیے اساتذہ کی اعلیٰ و پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی اہمیت تمام دیگر معاملات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ اعلیٰ قابلیتوں کے حامل افراد کو شعبہ تعلیم کی طرف سے متوجہ کیا جائے۔ ان کی بہترین تربیت کا اہتمام کر کے بہتر شرائط کار کے ساتھ ان سے پوری آبادی کے ساتھ قومی تعلیم کا کام مناسب انداز میں لیا جائے اور اس سلسلے میں تعلیمی انتظام و انصرام کے معقول، ہندوستان سے بہتر سے بہتر نتائج حاصل کیے جائیں تاکہ تعلیمی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے ترقی و خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

اس سلسلے میں بطور خاص ایک تاریخی تبدیلی کا تذکرہ ضروری ہے کہ پاکستان کے مدارس میں اساتذہ کی شرائط کار (ترقی کے مواقع، مشاہرے، سروس سٹرپکچر وغیرہ) نہ صرف کالجوں یونیورسٹیوں کے اساتذہ سے بہتر ہیں بلکہ پورے ملک کی دیگر اعلیٰ ملازمتوں کے ڈھانچے سے بھی برتر ہیں۔ یہ صورت حال پچھلے دو تین سال سے پیدا ہوئی ہے۔ برصغیر کی تعلیمی تاریخ میں مدارس کے اساتذہ کی شرائط کار اتنی اعلیٰ درجے کی کبھی بھی نہیں رہیں۔ اس انتہائی خوش گوار تبدیلی کے مثبت اثرات سے تعلیم میں اور معیار تعلیم بھی خوش گوار تبدیلی کی خواہش کرنا قوم کا حق ہے۔ یہ ارباب تعلیم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ پوری اساتذہ برادری کو اس خوش گوار تبدیلی کا احساس دلائیں اور اس صورت حال کو معیار تعلیم کی بہتری کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کریں۔

یہ عظیم کام کس طرح ممکن ہو؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا کوئی ایک جواب نہیں ہو سکتا لیکن غالباً سب سے مناسب جواب یہی ہو سکتا ہے کہ اساتذہ کی تربیت کا بہترین اہتمام کیا جائے تاکہ وہ پوری آبادی کے ساتھ اور جملہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تعلیمی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں چنانچہ اساتذہ معماران قوم ہیں لہذا ان معماران قوم کی اپنی تعلیم و تربیت بھی انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ اگر ان معماران ملت نے اپنی عدم مہارت کی وجہ سے خشت اول ہی میز ہی رکھ دی تو اس کی حلانی ناممکنات میں سے ہوگی۔

کامیاب تربیت اساتذہ میں بلاشبہ تربیت اساتذہ کے پروگرام کا مجموعی طور پر معیاری ہونا ضروری ہے۔ جس کے لیے وافر مادی وسائل، مناسب منصوبہ بندی، مقاصد کا ماہرانہ انداز سے تعین، نصاب اور تربیتی سرگرمیوں کے انتخاب، عملی تربیت، اخلاقی تربیت اور بہترین جائزے کے پروگرام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان سب پہلوؤں اور امور میں سب سے اہم اور کلیدی حیثیت استاذ الاساتذہ یعنی مرئی اساتذہ (Teacher Educators) کی ہے۔ مرئی اساتذہ کا گروہ ہی دراصل وہ قالب اور سانچا ہے جس میں ڈھل ڈھل کر مستقبل کے اساتذہ قطار اندر قطار نکلیں گے اور یہ اساتذہ جن کے ذمہ تعمیر ملت کا عظیم فریضہ ہے، یقیناً اپنے مرئی اساتذہ کا پر تو ہوں گے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ مرئی اساتذہ (Teacher Educators)

میں مختلف سطح کے اساتذہ کی تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور یوں "Teacher Educators" کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اصولی طور پر کالجز آف ایجوکیشن اور ایلیمینٹری کالجز میں تعیناتی کے لیے ایم ایڈ، ایم اے ایجوکیشن کی شرط لازم ہے، لہذا اصول کی حد تک یہ توبہات ملے ہیں کہ تربیت اساتذہ کے ہر مرحلے (Teacher Education) پر تخصص (Specialization) کا آغاز ایک عرصہ تک نہ ہو سکا۔ اب ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں بھی (Teacher Education) کا ایسا شامل پروگرام ہو چکا ہے۔ تاہم ابھی تک قبول عام حاصل نہیں کر سکا، مگر نہ مرئی اساتذہ کے لیے کوئی خصوصی پروگرام شامل تربیت نہیں تھا لیکن ابھی تک کوئی ایسا نظام / اصول موجود نہیں کہ تربیت اساتذہ کے اداروں میں نیچر ایجوکیشن پر تخصص والے اساتذہ تعینات ہوں گے۔

○ تبصرہ و تجاویز

- 1- تربیت اساتذہ کی صورت حال کے حوالے سے اگر Teacher Educators کی خصوصی تعلیم و تربیت کی کوئی صورت موجود ہے تو اعلیٰ سطح پر صرف انہی مذکورہ بالا اداروں میں ہے اور اس کی کامیابی کا امکان بھی اسی سطح کے اداروں میں ہے۔
- 2- ان اداروں میں قبل از ملازمت پروگرام صرف ایم اے ایجوکیشن کا ہے لہذا ان اداروں میں دوران ملازمت ایم ایڈ کرنے والے اساتذہ دوران ملازمت تربیت کے ذیل میں آئیں گے۔ البتہ بعض ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق میں ایم ایڈ Fresh پروگرام بھی شروع ہے لہذا ان اداروں میں مرئی اساتذہ کی قبل از ملازمت اور دوران ملازمت دونوں طرح کی تربیت کے پروگرام موجود ہیں۔

○ سفارشات

ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق میں مرئی اساتذہ کی تربیت کو یقینی بہتر اور موثر بنانے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(الف) ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق میں ایم اے ایلیمینٹری، سیکنڈری اور سائنس کی طرح ایم ایڈ نیچر ایجوکیشن کے پروگرام کا آغاز کیا جائے لیکن یہ پروگرام ہذا انتخابی (Selective) ہو۔ اس میں:

- 1- تربیت اساتذہ کے اداروں سے محکمہ اور مقابلے کی بنیاد پر مرئی اساتذہ کو شامل تربیت کیا جائے۔
- 2- یہ لوگ ذیویٹی پر متصور ہوں۔
- 3- اعلیٰ علمی پس منظر اور تربیت اساتذہ کے اداروں میں تدریسی تجربے کی بنیاد پر انتخاب کیا جائے۔
- 4- خصوصی نصاب، مگر تحقیقی سرگرمیوں کو لازمی قرار دیا جائے۔

آبادگی، رجحان اور تربیت اساتذہ کے فرض سے وابستگی بنیادی شرائط ہوں۔

5- تربیت کا دورانیہ نسبتاً طویل ہو۔

6- مرئی اساتذہ کا پروگرام Privileged قرار دیا جائے۔

7- براہ راست ایم اے ایجوکیشن اور ایم ایڈ کرنے والے صرف اعلیٰ علمی پس منظر کے حامل افراد کو شامل کیا جائے۔

8- (ب) عام ایم ایڈ میں بھی نیچر ایجوکیشن Area of Specialization شروع کیا جائے اور ایلیمینٹری کالجز میں نیچر ادارہ توسیع تعلیم کے مربوط علاقائی پروگراموں میں Master Trainers کی تعیناتی کے لیے ایم ایڈ نیچر ایجوکیشن یا کم از کم ایجوکیشن کے تخصص کو لازمی قرار دیا جائے۔

(ج) ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق میں دوران ملازمت تربیت اساتذہ برائے مرئی اساتذہ کے خصوصی کورسز کا اجراء کیا جائے اور ان کورسز کے شرکار کو ادارہ کے پریکٹیکم کے پروگراموں میں شرکت کا موقع دے کر ان کے تجربات سے استفادہ کیا جائے۔

○ جامعات کے شعبہ جات تعلیم

مختلف جامعات میں تعلیم کے شعبہ جات قائم ہیں۔ ان شعبہ جات میں جہاں جہاں اور جس سطح کی سہولیات موجود ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا سفارشات و تجاویز کو پیش رکھتے ہوئے کم از کم Teacher Education کی سپیشلائزیشن شروع کرنے کی سعی کی جائے۔

ان شعبہ جات میں ایم اے اور ایم ایڈ کے پروگرام شروع ہیں۔ یہ پروگرام بھی ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق کی طرح بنیادی طور پر تربیت اساتذہ کے پروگرام ہیں لیکن ان کے فارغ التحصیل فاضلین کو بھی تربیت اساتذہ کے اداروں میں Teacher Educators کا کردار سونپا جاسکتا ہے لہذا ایم اے اور ایم ایڈ کی سطح پر اس امکان کی رول کو مد نظر رکھتے ہوئے کورسز اور حکمت عملی کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔

یہ شعبہ جات بلوچستان یونیورسٹی بہال الدین زکریا یونیورسٹی اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور وغیرہ میں قائم ہیں۔

○ کلیات تربیت اساتذہ (کالجز آف ایجوکیشن)

وفاقی سطح پر اور ملک کے تمام صوبوں میں ایجوکیشن کالجز (مروانہ، زنانہ، سائنس، ٹیکنیکل) موجود ہیں۔ یہ ادارے بنیادی طور پر تربیت اساتذہ کے ادارے ہیں۔

ماضی میں ان کلیات میں جو نیچر اور سینئر انگریزی اساتذہ کی تربیت سی ٹی اور بی ایڈ کے ناموں سے مختلف پروگراموں کی صورت میں کی جاتی تھی لیکن آج کل ان کلیات میں بی ایڈ، ایم ایڈ اور لاہور کے زنانہ کالج آف ایجوکیشن میں ایم اے ایجوکیشن کے پروگرام کا آغاز ہو چکا ہے۔

○ استاذ الاساتذہ کی تربیت اور کلیات تعلیم

ملی ایڈ اساتذہ مختلف علوم میں ماسٹر ڈگری رکھنے پر پیکچرار / پروفیسر / ماہر مضمون منتخب ہونے پر تربیت اساتذہ کے اداروں میں مثلاً کالجز آف ایجوکیشن اور ایلیمنٹری کالجوں میں تربیت اساتذہ کے فرائض انجام دینے ہیں۔ ملی ایڈ کے علاوہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ ایم ایڈ اور ایم اے ایجوکیشن کے پروگراموں کے اجراء سے اعلیٰ درجے کی تربیت اساتذہ کا آغاز کلیات تعلیم میں بھی ہو چکا ہے چنانچہ ان کلیات کے فارغ التحصیل فاضلین بھی متوقع طور پر ٹیچر ایجوکیٹرز کے طور پر کام کر سکتے ہیں لہذا تجویز کیا جاتا ہے کہ :

- 1- کلیات تعلیم میں جہاں جہاں ایم ایڈ یا ایم اے ایجوکیشن کے پروگرام شروع کیے گئے ہیں وہاں ٹیچر ایجوکیشن میں تخصص کا اہتمام کیا جائے۔
- 2- داخلے کے وقت تربیت اساتذہ کے اداروں سے افراد کو بھی نمائندگی دی جائے تاکہ مرئی اساتذہ کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا اہتمام ہو سکے۔
- 3- کلیات تعلیم اور ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق اپنے اساتذہ (جو کہ بطور Teacher Educator عملًا کام کر رہے ہیں) کی تعلیمی و پیشہ ورانہ نشوونما کا بطور خاص اہتمام کر کے اپنے شاف کی :

- (الف) ایم ایڈ تک کی تربیت کا اہتمام کریں۔
- (ب) ایم ایڈ میں اپنی فیکلٹی کے لوگوں کو ٹیچر ایجوکیشن میں لازماً Specialize کرائیں۔
- (ج) ریسرچ میں مصروف رکھتے ہوئے جامعات کے توسط سے ڈاکٹریٹ کی سطح تک تعلیم و تربیت کے لیے گنجائش پیدا کریں۔
- (د) ایم فل پروگرام کا قاعدہ اجراء کر کے مرئی اساتذہ کے لیے اس ڈگری کا حصول لازمی قرار دیا جائے۔
- (ه) وفاقی سطح پر فیڈرل کالج آف ایجوکیشن میں چاروں صوبوں کے مرئی اساتذہ کے لیے ایم ایڈ اور ایم فل کی سطح کی لازمی تربیت کا اہتمام کیا جائے اور اس سلسلے میں ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق سے تعاون حاصل کیا جائے۔

○ ایلیمنٹری کالجز

ایلیمنٹری کالجز تقریباً تمام تر ضلعی مراکز پر قائم ہیں اور منتخب اضلاع میں طالبات کے لیے بھی پی ٹی سی، ایس وی، سی ٹی او ٹی اور ڈرائنگ ٹیچر کی تربیت کا اہتمام ہے۔ یہ ادارے مرئی اساتذہ کی تربیت کے لیے نہیں بلکہ ابتدائی تعلیم کے اساتذہ کی قبل از ملازمت تربیت کے ذمہ دار ہیں لیکن ان اداروں میں تربیت پر مامور اساتذہ مرئی اساتذہ (Teacher Educators) کی صف میں شامل ہیں۔

ان اداروں کی دوسری حقیقت دوران ملازمت اساتذہ کی تجریدی کورسوں کے مراکز کی ہے۔ جس کے سلسلے میں یہ ادارہ ہائے توسیع تعلیم سے منسلک ہیں اور ان کی رہنمائی اور سرپرستی میں تربیت اساتذہ کے فرائض

انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح ان اداروں کے اساتذہ کی دوہری ذمہ داری ہے یعنی قبل از ملازمت تربیت اور دوران ملازمت تربیت چنانچہ ان اداروں کے اساتذہ کی خصوصی تعلیم و تربیت کا اہتمام قومی سطح پر تعلیمی ترقی کے لیے بے حد ضروری ہے۔

○ تجاویز

- 1- ان اداروں میں مرئی اساتذہ کا تعین محض انتظامی بنیادوں پر نہیں بلکہ مناسبت کے اصول اور سربراہ ادارے کی مشاورت سے کیا جانا چاہیے۔
- 2- ان اداروں میں متعین مرئی اساتذہ کے لیے خصوصی علمی اور پیشہ ورانہ قابلیت کا تعین کیا جائے۔
- 3- مرئی اساتذہ کا تقرر مقابلے کی بنیاد پر اور بہتر مشاہرے پر ہونا چاہیے۔
- 4- مرئی اساتذہ کے لیے اپنی مسلسل علمی اور پیشہ ورانہ نشوونما لازمی قرار دی جائے اور ان کی ترقی کو اس لازمی نشوونما سے منسلک کیا جائے۔
- 5- مرئی اساتذہ کے تعین کرنے میں ان کے خصوصی ذاتی پیشہ ورانہ اوصاف اور علمی صلاحیتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے (مثلاً فن تقریر، تحریری صلاحیت، فنون لطیفہ میں مہارت اور رغبت، تحقیق میں دلچسپی و مہارت)

- 6- ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق، مراکز توسیع تعلیم اور کلیات تعلیم میں گہرائی تعطیلات میں خصوصی سیمینار اور تجریدی کورسز میں مرئی اساتذہ کی شرکت کو لازمی اور یقینی بنایا جائے۔
- 7- علمی اور پیشہ ورانہ تربیت کے ساتھ ساتھ خصوصی استعدادوں اور اخلاقی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

3.2. دوران ملازمت تربیت اساتذہ (In-Service Training)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ادارے مصروف کار ہیں :

- 1- مراکز توسیع تعلیم
- 2- مراکز توسیع تعلیم سے منسلک خصوصی مرکز تربیت
- 3- جامع ہائی سکول
- 4- پبلک ہائی سکول
- 5- منتخب ثانوی مدارس
- 6- ایلیمنٹری کالجز میں قائم دوران ملازمت تربیت کے مراکز

مندرجہ بالا مراکز تربیت میں مراکز توسیع تعلیم جو تقریباً تمام صوبوں میں قائم ہیں دراصل Teacher Educators یعنی مرئی اساتذہ کی تیاری کا کام کر رہے ہیں۔

اور کالج کیڈر سے (Educators Teacher) کو اس پروگرام میں شامل کر کے کالج یونیورسٹی اور سکول کے اساتذہ کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کیا جاسکتا ہے۔

3- شاف ڈویلپمنٹ میں کام کرنے والے Teacher Educators کی تعلیم و تربیت اور انتخاب کی بجائے خود ایک اہم موضوع / مسئلہ ہے لہذا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز کو مد نظر رکھا جائے۔

3.2.3- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور تربیت اساتذہ

تربیت اساتذہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا ایک اہم ترین شعبہ ہے جو 1975ء میں قائم ہوا اس کے دو حصے ہیں: قبل از ملازمت تربیت، دوران ملازمت تربیت۔

اوپن یونیورسٹی نے دونوں اقسام کی تربیتوں پر توجہ دی اور اپنے کام کا آغاز پی ٹی سے کیا، بعد میں اس کے ساتھ اضافی کورسز پیش کر کے پی ٹی سی کا آغاز ہوا اوپن یونیورسٹی کے تربیت اساتذہ کے پروگرام کی اہم خصوصیات یہ ہیں:

0- فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے سے تربیت اساتذہ وہ خصوصیت ہے جو اسے رسمی نظام تعلیم سے ممتاز کرتی ہے اور بعض اعتبار سے ایک خاص مقام عطا کرتی ہے۔ کم اخراجات میں تربیت اساتذہ کے کورسز کا مکمل ہونا اس کا ایک اور اہم پہلو ہے۔

0- پاکستان میں تربیت اساتذہ کے پروگراموں کا معیار اور دورانیے کو بڑھانا مسلسل ایک مسئلہ رہا ہے۔ اوپن یونیورسٹی نے اپنے زیر نگرانی پروگراموں کے ذریعے سے مدت تربیت کو نہ صرف بڑھایا ہے بلکہ اس اضافی وقت کا بھرپور استعمال بھی کیا ہے۔

0- تربیت اساتذہ کے ان پروگراموں میں جو نفیس مضمون پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری میں رسمی اور فاصلاتی نظام تعلیم کے ماہرین کی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا اور معیاری قسم کی کتب تیار کی گئیں، جس کے باعث ان کتب کو دیگر رسمی اداروں کے اساتذہ بھی بڑی خوشی سے استعمال کرتے ہیں۔

تربیت اساتذہ کا شعبہ قائم کرتے وقت درج ذیل مقاصد سامنے رکھے گئے:

1- قبل از ملازمت اور دوران ملازمت اساتذہ کو پیشہ ورانہ تربیت فراہم کرنا تاکہ وہ نصابی سرگرمیوں کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

2- ایسا نصاب / کورس مرتب اور پیش کرنا جس کی بنیاد پر فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت اساتذہ کو بہتر پیشہ ورانہ تربیت فراہم کی جاسکے۔

3- بچوں کی نفسیات اور اصول تعلیم سے متعلق تحقیق کرنا۔

4- فاصلاتی تعلیم کے ذریعے سے تعلیم اساتذہ کے شعبے میں نئی جہتیں متعارف کرانا۔

5- جدید تحقیق کی روشنی میں نصاب / کورس کا مسلسل جائزہ لینا اور اس میں بہتری کی راہیں تلاش کرنا۔

حاصل طور پر مراکز توسیع تعلیم کے وہ تربیتی پروگرام جو تربیت اساتذہ کے اداروں کا شاف اور Master Trainers کے لیے ہیں خاص طور پر Teacher Educators کی تربیت کی تعریف پر پورے اثر سے مستفید کیوں کہ جامعات میں قائم ادارہ ہائے تعلیم و تحقیق اور کلیات تعلیم میں فی الحال کسی سطح پر تربیت اساتذہ سے منسلک اساتذہ (جن کو جاکر طور پر Teacher Educators کہا گیا ہے) کے لیے خصوصی پروگرام جاری نہیں ہے۔ لہذا فی الحال مراکز توسیع تعلیم میں ہی مرئی اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ اہتمام ہو سکا ہے چنانچہ انہی اداروں کو عملاً اور اصولاً Teacher Educators کی تربیت کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔

0 ڈائریکٹوریٹ آف شاف ڈویلپمنٹ

مراکز توسیع تعلیم کو اپ گریڈ کر کے ڈائریکٹوریٹ آف شاف ڈویلپمنٹ قائم کیا گیا ہے اور تربیت اساتذہ کے ابتدائی تعلیم سے متعلق ادارے اور دوران ملازمت تربیت کا تمام Network اس کے ماتحت کر دیا گیا ہے جو کہ اچھا اقدام ہے۔

0 تبصرہ تجاویز

شاف ڈویلپمنٹ کے لیے علیحدہ سے ایک ڈائریکٹوریٹ کا قیام ایک اچھا اقدام ہے لیکن اسے محض ایک انتظامی تبدیلی تک محدود کر دینا اور اس کا تربیت اساتذہ میں کسی انقلابی تبدیلی کا عنوان نہ بننا ایک بڑی بد قسمتی ہو گی۔ بظاہر اس انقلابی اقدام کے ثمرات توقع کے مطابق نظر نہیں آتے لیکن اگر اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز کو مد نظر رکھا جائے تو تربیت اساتذہ میں ایک خوش کن تبدیلی متوقع ہو سکتی ہے:

1- اس ادارے کو عملاً سکول کیڈر کے لیے مختص اور مخصوص کر دیا گیا ہے۔ شاف وغیرہ ماہرین مضمون اور سربراہ سکول سے ہوں گے لیکن صورت حال یہ ہے کہ سکول کیڈر میں تجربے کے حوالے سے تو افراد موجود ہیں لیکن اعلیٰ علمی اور پیشہ ورانہ پس منظر رکھنے والے افراد کی تعداد بہت محدود ہے جب کہ کالج کیڈر میں ڈاکٹریٹ کی سطح تک پیشہ ورانہ تربیت کے حامل افراد موجود ہیں۔ ان سے استفادے کے بغیر شاف ڈویلپمنٹ کے مقاصد کا حلقہ حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

2- اگرچہ ابھی مراکز توسیع تعلیم کی اپ گریڈیشن اور شاف ڈویلپمنٹ کے ڈائریکٹوریٹ کا قیام ابتدائی مراحل میں ہے لیکن اس کے مقاصد میں کالج اور یونیورسٹی کی سطح کے اساتذہ کی تربیت کے پروگرام کو غالباً شامل نہیں کیا جا رہا ورنہ ہی انفرادی قوت کے حوالے سے اتنے اعلیٰ تربیت یافتہ (Teacher Educators) موجود ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شاف ڈویلپمنٹ کے ڈائریکٹوریٹ میں کالج اور یونیورسٹی کی سطح کے اساتذہ کی مسلسل علمی اور پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کا جاریہ نظام بھی جاری کیا جائے۔ اس امر کے لیے علمی اعلیٰ پیشہ ورانہ پس منظر کے حامل افراد کی ضرورت ہوگی لہذا یونیورسٹی

6- اساتذہ کے لیے تربیتی مواد تیار کرنا۔
درج بالا مقاصد کے پیش نظر جو پروگرام شروع کیے گئے ان کی تفصیل یوں ہے:

پی ٹی سی

ایک سال کا پروگرام ہے جو آٹھ ہاف کریڈٹ کورسوں، پندرہ دن کی ورکشاپ اور ایک ماہ کی تدریس مشق پر مشتمل ہے۔

سی ٹی

ایک سال کا پروگرام ہے جو 8 ہاف کریڈٹ کورسوں، پندرہ دن کی عملی ورکشاپ اور ایک ماہ کی تدریس مشق پر مشتمل ہے۔ اس پروگرام کے ذریعے سے چھٹی سے آٹھویں جماعت تک پڑھانے کے لیے اساتذہ تیار کیے جاتے ہیں۔

بی ایڈ

یہ ڈیڑھ سال کا پروگرام ہے۔ یہ چھ ہاف کریڈٹ کورسز، دو فل کریڈٹ کورسز، دو ہفتے کی عملی ورکشاپ اور چار ہفتوں کی تدریس مشق پر مشتمل ہے۔ اس کے ذریعے سے سینکڑی سطح کے اساتذہ تیار کیے جاتے ہیں۔

ایم ایڈ

یہ ڈیڑھ سال کا کورس ہے اور اس میں دس نصف کریڈٹ کورسز ہیں۔ تین سمسٹر میں سے ہر سمسٹر کے آخر میں ایک ہفتے کی ورکشاپ منعقد ہوتی ہے۔ اس پروگرام میں محدود طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے تاکہ تعلیمی معیار برقرار رہے۔

ایم فل / پی ایچ ڈی

ایم فل دو سال کا کورس ہے۔ چار مکمل کورسوں اور ایک تحقیقی مقالے پر مشتمل ہے۔ ایم فل کی کامیاب تکمیل کے بعد پی ایچ ڈی پروگرام میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ ایک سال کا کورس ہے جو ملک کی اعلیٰ تعلیمی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔

3.3- اینگلو انڈین ایجوکیشن (Anglo Indian Education)

گزشتہ صدی کی انتہائی دو دہائیوں تک (یورپین) اینگلو انڈین سکول ایسی درس گاہوں کو کہتے تھے جو اینگلو انڈین بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے قائم کیے گئے تھے اور جو کوڈ آف یورپین (اینگلو انڈین) ایجوکیشن کی شرائط کے تحت کام کرتے تھے۔ اس تعریف کی بنیاد اس قسم کے سکولوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

نصف صدی گزرنے کے بعد اینگلو انڈین سکولوں کو درپیش ہر طرح کے نسلی مسائل اب ختم ہو گئے ہیں لیکن ان سکولوں کی اہمیت و افادیت اور تعریف کی وضاحت کرنا پہلے سے زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ ان سکولوں کی تعریف کے لیے ہمیں اس رپورٹ سے مدد لینا ہوگی جسے کین کیوئل رپورٹ آف پروگراس آف ایجوکیشن ان انڈیا 1902 (Quin Quennial Report on the Progress of Education in India 1902) کہا جاتا ہے۔ اس رپورٹ میں یورپین لوگ ان افراد کو قرار دیا گیا ہے جن کے لیے یہ سکول قائم کیے گئے تھے۔ اصلاح ”یورپی“ یورپین سکول کوڈ کے مطابق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو نسلی طور پر یورپی ہو ”خالصتاً یا کس نس“ جو یورپی عادت کا مالک ہو اور یورپی انداز کی زندگی گزارے۔ رپورٹ کے مطابق اس ملک میں یورپی سکول آبادی کے اس حصے کے لیے قائم کیے گئے تھے جو معاشرتی حیثیت کے مالک تھے اور اس میں یہ ملک اور پیش لوگ شامل تھے اور بونس مین بھی اسی کا حصہ تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت کے لیے برطانیہ بھجوانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے یا ایسی آبادی تھی جس کا کہنا تھا کہ وہ غریب ہیں لیکن وہ نسلاً یورپین ہیں۔ اس وقت ان سکولوں میں انڈین بچوں نے اینگلو انڈین بچوں کی جگہ لی لی ہے لہذا اب اس کی تعریف بھی نئی ہونی چاہیے۔

ان سکولوں کی کوئی ایک تعریف پر اتفاق کرنا مشکل ہے لیکن آج کے دور میں اس کی تعریف اس طرح ہو سکتی ہے۔ ماضی کی طرح آج اینگلو انڈین سکول مختلف ہے اور یہ کسی ایک خاص کمیونٹی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا سکول ہے جو ایک خاص قسم کی تعلیم کے لیے مخصوص ہیں جس میں انگریزی بطور میڈیم استعمال ہوتی ہے۔ ان سکولوں میں یورپی اور ایشیائی کلچر کس ہو کر ایک نئے کلچر کو جنم دے رہا ہے۔ یہ سکول اینگلو انڈین سکول کی باتیات بھی کہے جاسکتے ہیں۔

○ اینگلو انڈین سکول اور نان اینگلو انڈین سکول

(Anglo Indian School & Non Anglo Indian School)
انڈیا کے دوسرے سکولوں کی طرح مغربی بنگال میں واقع اینگلو انڈین سکول ریاست کے نظام تعلیم کا حصہ تھے۔ ان سکولوں کو ریاست کے محکمہ تعلیم کی جانب سے گرانٹ ملتی تھی اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دار انہیں ان سکولوں کا دورہ کرنے کا حق اور اختیار رکھتے تھے۔ ان سکولوں کی اکثریت بچوں کو کیمرج میں انڈین سکول سرٹیفکیٹ ایگزام کی تیاریاں کرواتے تھے جب کہ ریاست کے دوسرے سرکاری سکول امیدواروں کو سکول فائنل یا ہائر سینکڑی امتحان اور سینکڑی ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات کی تیاری کرواتے تھے۔ اینگلو انڈین سکولوں کا نصاب مختلف تھا اور وہ پڑھانے کے لیے مختلف طریقے اور نصابی کتب استعمال کرتے تھے۔ چند اینگلو انڈین سکول ریاست میں ہائر سینکڑی امتحان کے لیے بھی طلبہ کو تیار کرتے تھے اور یہ کام وہ انڈین سکول / بنگلیٹ کے علاوہ کرتے تھے لہذا اس صورت حال میں اینگلو انڈین سکول دیگر سکولوں کے مقابلے میں مختلف طرح ہیں اور وہ ریاست کے نظام تعلیم میں کس طرح منفرد مقام کے حامل تھے۔ اس بات کو سمجھنے کے

○ اینگلو انڈین سکولوں میں داخلہ حاصل کرنے کی چند خصوصیات

(Some Distinctive Features of Anglo Indian School's Admission)

عام سکولوں کی طرح اینگلو انڈین سکول بھی ریاست کے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے تحت کام کرتے تھے اور وہی ریاست کے تمام منظور شدہ امداد حاصل کرنے والے یا بغیر امداد کے چلنے والے سکولوں، پرائیویٹ سکولوں کو کنٹرول کرتے تھے۔ ریاست کے دیگر تمام سکول چیف انسپکٹر آف سکول اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے تحت تھے لیکن اینگلو انڈین سکول انسپکٹر آف اینگلو انڈین سکول کے کنٹرول میں تھے۔ اس افسر کا عہدہ چیف انسپکٹر کے برابر تھا اور اس کا علاقہ پوری ریاست تھا اور وہ صرف ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے سامنے جواب دہ تھا۔ دوسرے سکولوں سے ہٹ کر اینگلو انڈین سکولوں کا ریگولیشن بھی الگ تھا اور یہ کوڈ آف ریگولیشن فار اینگلو انڈین سکولز 1935 کے تحت ہیں۔

ان دونوں تعلیمی کوڈز، جگال کوڈ اور کوڈ آف اینگلو انڈین ایجوکیشن میں فرق یہ ہے کہ ان کوڈز کے تحت دونوں سکولوں کی کارکردگی مختلف تھی۔ کوڈ آف اینگلو انڈین ایجوکیشن جگال ایجوکیشن کوڈ کے مقابلے میں نہایت آزاد، پلک دار تھا۔ اس کوڈ کے تحت سکولوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے سکول کا اندرونی ماحول جس طرح چاہیں بنائیں اور انھیں سکولوں کے ڈسپلن کو ترتیب دینے کی بھی آزادی تھی۔ ان سکولوں پر بیورو کریٹک کنٹرول نہ ہونے کے باعث ان سکولوں نے اپنی زندگی خود بنانے کے مقولے پر عمل کیا اور اپنے وسائل خود تلاش کیے۔ اس طرح ان سکولوں کی ایک انفرادیت قائم ہوئی۔ حالانکہ اینگلو انڈین سکولوں میں یکسانیت رکھی گئی تھی لیکن اس کے باوجود ہر اینگلو انڈین سکول نے اپنے اندرونی حالات میں اور سکول کی زندگی میں چند ایسی تبدیلیاں ضرور کیں جن کی بنیاد پر ہر سکول دوسرے سے مختلف نظر آتا اور ہر سکول کی انفرادیت بھی بنی۔

اینگلو انڈین سکولوں کے بورڈ آف گورنرز اور مینجنگ کمیٹی کے معاملے میں بھی آزادی حاصل تھی جب کہ سرکاری سکولوں پر بہت سی بے جا پابندیاں تھیں جس کے باعث ان سکولوں کے سربراہان آزادی کے ساتھ کچھ نہیں کر پاتے تھے اور یہ پابندی آگے چل کر شاف تک تھی۔ پورے جنوبی جگال میں سرکاری سرپرستی میں چلنے والے اینگلو انڈین سکول صرف دو تھے جب کہ ان کے علاوہ چند ریلوے سکول بھی خدمت کے زیر نگرانی چلتے تھے۔ اس کے علاوہ تمام اینگلو انڈین سکول پرائیویٹ تھے۔ یہی حال غیر اینگلو انڈین سکولوں کا تھا کیوں کہ صرف چند سکول سرکاری تھے ورنہ تمام سکول پرائیویٹ تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ ان سکولوں میں سے چند کو حکومت کی جانب سے فنڈز ملتے تھے اور کچھ کو نہیں ملتے تھے۔

ریاست میں تقریباً تمام اینگلو انڈین سکول عیسائی تبلیغی جماعتوں کے تحت قائم تھے جن میں رومن کیتھولک، دی چرچ آف انڈیا اور سیلون، دی میتھوڈسٹ چرچ اور یہودی امداد امریکی چرچ شامل ہیں۔ کوئی

بھی سکول صرف عیسائی بچوں کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ ان سکولوں میں ہر چھ داخلہ لے سکتا تھا۔ یہ سکول اپنے سکولوں میں عیسائیت اور یہودیت کی فضا کو برقرار رکھتے تھے اور یہ سکول اپنے سکول ٹائم کے دوران میں بچوں کو اپنی مذہبی تعلیم بھی دیتے تھے۔

گرامش ان ایڈز (Grants in Aids)

پوری ریاست میں واقع اینگلو اور نان اینگلو سکولوں کی خصوصیات میں نمایاں فرق ان کی فینیس تھیں اور ان کی بنیاد پر تمام سکولوں میں آپس میں بڑا سخت مقابلہ تھا۔ ریاست بھر میں قائم یورپی سکول فینسوں کے معاملے میں ایک دوسرے کے حریف تھے۔

مجھے کہ پاس کو ایفائیڈ اساتذہ کا تمام ریکارڈ موجود ہوتا تھا اور صرف کو ایفائیڈ اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا تھا۔ ہر استاد کو ایک مقررہ کسٹریکٹ کے تحت رکھا جاتا اور اسے نوکری سے نکالنے کا اختیار بھی تعلیمی ادارے کے سربراہ کو حاصل ہوتا تھا۔ استاد کو بچنگ باڈی بھی نوکری سے نکال سکتی تھی، اس صورت میں استاد نوکری کا حکم کے سامنے اپیل کرنے کا حق حاصل تھا۔

ہر وہ سکول کسی بھی قسم کی گرانٹ اور امداد لینے کا حق دار اور اہل نہ تھا جو منافع کمانے کے لیے کام کرتا ہو۔ ہر سکول کی فینیس محکمہ تعلیم کی منظوری سے مقرر کی جاتی تھیں۔ گرانٹ اور امداد کی بڑی شکل حاضری پر منحصر تھی۔ حاضری گرانٹ کے سلسلے میں دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس کا تعین بچوں کی تعداد اور چاروں شعبوں میں حاضری کی بنیاد پر کیا جاتا تھا جس میں انفرینٹ (Infant) پرائمری، مڈل اور ہائی شامل ہیں۔

آلات کی گرانٹ (Equipment Grant) سپلمنٹری گرانٹ (Supplementary Grant) اور بلڈنگ گرانٹ (Building Grant) وغیرہ کا نظام بھی بڑا منفرد تھا۔ ان شعبوں میں اس وقت تک گرانٹ ملتی تھی جب تک سکول اپنے طلبہ کو رہائش اور خوراک کی سہولت مفت فراہم نہیں کرتی تھی یا کم از کم اس میں بہت کم پیسے وصول کیے جاتے تھے۔ جمبشٹی یا مدراس کی خواتین اساتذہ اپنے گھر اور شہروں میں کم نوکری نوکری کرنے کو ترجیح دیتی تھیں لیکن کم تنخواہوں پر مغربی جگال جا کر نوکری کرنا ان کے لیے مشکل اور

یہ صورت حال مرد اساتذہ کے لیے تو اور بھی زیادہ خراب تھی اور لڑکوں کے سکولوں پر دباؤ تھا کہ وہ لڑکوں اور پرائمری سکولوں میں پڑھانے کے لیے خواتین اساتذہ کو رکھیں اور مرد کو ایفائیڈ اساتذہ کو مڈل اور ہائی سکولوں کو پڑھانے کے لیے رکھا جائے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد مرد و خواتین کو ایفائیڈ اساتذہ کا منہ مشکل تھا کیوں کہ کو ایفائیڈ اساتذہ یا تو انڈیا کی بناء پر یا پھر ہتھی کے دور کی وجہ سے اس پیشے کو چھوڑ چکے تھے لیکن غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو نوکری کرنا وقت کی ضرورت تھی۔ اس پر مزید یہ کہ آزادی کے بعد کو ایفائیڈ اساتذہ برطانیہ اور اپنے اپنے

کوشش تھی کہ پوری ریاست میں اینگلو انڈین سکولوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

آنے والے سالوں میں کئی طرح کے نئے اور پرانے مسائل درپیش آئے جنہیں حل کیا گیا لیکن اینگلو انڈین سکولوں کو یہ خوف درپیش رہا کہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں مرکزی یا ریاستی حکومت کی جانب سے ان سکولوں کو بند کرنے کی پالیسی اپنائی جائے یا عوام کی جانب سے ان سکولوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے لیکن آزادی کے بعد سے ہی ان سکولوں نے وفاق اور ریاست کا اعتماد حاصل کر لیا جب کہ پڑھے لکھے افراد کے دلوں میں بھی ان کا احترام تھا اور دشمن تک اس کی کارکردگی کے معترف ہو گئے اور اس طرح 1960ء سے اینگلو انڈین سکولوں کو پوری مغربی بنگال کی ریاست میں غیر ملکی انگریزی سکول سمجھا چھوڑ دیا گیا۔ ان سکولوں کو انڈین اقلیتی سکول سمجھا جانے لگا اور آئین میں بھی انہیں یہی تحفظ دیا گیا جب کہ یہ سکول بھارت میں رہنے والی ہر قوم، ذات اور رنگ و نسل کے لیے قرار دیئے گئے۔

پچیسویں صدی میں 1930ء تک بنگال کے تمام اینگلو انڈین سکولوں کے اساتذہ یا تو یورپی تھے اور یا پھر اینگلو انڈین۔ ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ انڈین زبانیں سکھانے کے لیے مقامی باشندوں کو رکھا جاتا تھا۔ ان سکولوں میں پڑھانے والے تمام اساتذہ کا تعلق عیسائی تبلیغی جماعتوں سے تھا۔ ہاں البتہ اینگلو انڈین خواتین وہ پہلی انڈین خواتین تھیں جو ٹیچنگ کے شعبے میں آئی تھیں۔ ان کی تعلیم کے شعبے میں آمد سے پوری ریاست میں خواتین کی تعلیم شروع ہوئی۔

اپنے آغاز سے ہی اینگلو انڈین سکولوں کا شاف انڈیا کے باقی سکولوں کے مقابلے میں اچھے شاف کا حامل تھا، لیکن یہ بات طے ہے کہ اکثر اینگلو انڈین مرد اور خواتین تعلیم کے شعبے میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اینگلو انڈین خواتین اینگلو انڈین مردوں کے مقابلے میں زیادہ پڑھی لکھی تھیں، یہی وجہ ہے کہ انڈیا میں خواتین کے ٹیچنگ کالجوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ان میں سے سب سے زیادہ مقبول کالج ڈاؤن ٹیچنگ کالج کیورسنگ بنگال تھا جب کہ مردوں کا بہترین تربیتی کالج جیمس فورڈ ٹیچنگ کالج پنجاب تھا۔ پوسٹ گریجویٹ ٹیچنگ میں بھی مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ ڈگریاں حاصل کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین اساتذہ نہ صرف یہ کہ لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں بلکہ کنڈرگارٹن اور پرائمری سکولوں میں بھی انہی کی اجارہ داری تھی۔

اساتذہ کی تعلیمی قابلیت (Qualifications of Teachers)

1937-60ء کے دوران میں اینگلو انڈین سکولوں کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ تعلیمی قابلیت میں ریکارڈ نہیں ہوئی۔ خاص طور پر آزادی کے بعد کے دور میں یہ تیزی بہت زیادہ تھی۔ اس وقت کنڈرگارٹن اور پرائمری سکول کے اساتذہ کی عام تعلیمی قابلیت کیمبرج سکول سرٹیفکیٹ (انڈین سکول سرٹیفکیٹ) یا انٹر میڈیٹ ہے۔ ان اساتذہ نے دو سالہ جنرل ایجوکیشن اور پیشہ ورانہ تربیت حاصل کی ہے۔ یہ برطانیہ کی طرز کا تربیت ہے۔ مڈل سکول اور سینئر کلاسز کو پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ گریجویٹ اساتذہ کو بھرتی کیا گیا۔ اس

ملکوں کو چلے گئے۔ ان اساتذہ کو یہ خوف تھا کہ حکومت کی آئین ساز اسمبلی نے فیصلہ کیا تھا کہ انگریزی کی تدریس ہندی شروع کی جائے لہذا اینگلو انڈین سکولوں اور انگریزی سکولوں کا اب کوئی مستقبل نہیں رہے گا یا پھر ان کی واپسی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں برطانیہ اور دولت مشترکہ کے ملکوں میں بہتر تنخواہوں پر نوکری مل گئی تھی۔

مغربی بنگال کے اسٹیٹ بورڈ آف اینگلو انڈین سکول اور اینگلو انڈین سکول انسپکٹر کے دفاتر نے محسوس کیا کہ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں کیوں کہ اگر یہ صورتحال برقرار رہی تو پوری ریاست میں اینگلو انڈین سکول بند کرنے پڑ جائیں گے۔ 1950-60ء کے دوران میں اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے پانچ لکائی پروگرام تیار کیا گیا۔

1- 1955ء میں خواتین اساتذہ کی تربیت کے لیے ٹریننگ کالج فار انڈر گریجویٹ ویمن ٹیچرز شروع کیا گیا۔ اس کالج میں تربیت حاصل کرنے والے طلبہ کو گزراہ الاؤنس بھی دیا جاتا تھا۔ یہ ٹریننگ کالج 1957ء کے بعد نرسری کنڈرگارٹن اور پرائمری سکول ٹیچرز کی بڑی تعداد فراہم کرنے لگا۔

2- 1957ء میں دو سالہ ایمر جنسی یونٹ ان سروس ٹریننگ کورس شروع کیا گیا۔ اس ٹریننگ کا مقصد تربیت یافتہ انڈر گریجویٹ اساتذہ کو تربیت فراہم کرنا تھا۔ اس تربیت کے دوران میں مرد و خواتین تربیت دی جاتی تھی جو اینگلو انڈین سکولوں کے ملازم تھے۔

3- پوسٹ گریجویٹ کی سطح پر مرد و خواتین کو گزراہ الاؤنس اور ڈیپو ٹیشن چھٹی reputation (Leave) کی سہولت بھی دی جاتی تھی تاکہ وہ کسی بھی منظور شدہ پوسٹ گریجویٹ ٹریننگ سکول میں تربیت دینے کے قابل ہو جائیں۔

4- گوکہ ان تربیتی کورسز کا مقصد نئے تربیت یافتہ لوگوں کو ٹیچنگ کے پیشے میں لانا تھا لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھی گئی کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ اس پیشے سے وابستہ افراد اسے منسلک رہیں۔ اس مقصد کے لیے سکولوں میں اساتذہ کا رتبہ بڑھانے اور ان کی تنخواہوں کو پرکشش بنانے پر توجہ دی گئی۔ تعلیم کے شعبے میں اساتذہ کی کردار ادا کرتا ہے اور اسی کی شخصیت کے گرد ہر تعلیمی نظام گھومتا ہے۔

ٹیچنگ کے شعبے میں آنے والے سب سے بڑے مسائل معاشرے کے اپنے ہی پیدا کردہ تھے اور یہ وہ مسائل تھے جن سے صرف مغربی بنگال ہی نہیں پوری دنیا پر دہکتی تھی۔ 1960ء کی دہائی میں مغربی بنگال میں واقع اینگلو انڈین سکولوں میں عام سرکاری سکولوں کے مقابلے میں تین گنا زائد تربیت یافتہ اساتذہ موجود تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سکول حکام اور انسپکٹر کا خیال تھا کہ جب تک سکولوں میں تربیت یافتہ اساتذہ کی تعداد دو گہا، تعداد تک نہیں ہوگی اس وقت تک یہ سکول اپنی کارکردگی کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اس کے علاوہ 1960ء کی دہائی میں ان سکولوں میں بچوں کے داخلوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکام کی پوری

یہ سہ سہ سہ سہ سہ اور مہی قابلیت کے حامل اساتذہ اور کھاجائے۔ 1950-60ء کے درمیان کیوں کہ اینگلو انڈین سکولوں میں داخلوں کا پریشر بڑھ گیا تھا لہذا ان سکولوں میں اساتذہ کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے نئی پوسٹیں بنائی گئیں۔ اساتذہ کی تعلیمی قابلیت میں اضافہ کیا گیا۔

○ اساتذہ کی سروس کی فضا اور ماحول (Conditions of Service of Teachers)

1960ء سے پہلے کے دور میں اینگلو انڈین سکولوں کے ماحول اور فضا میں بھی نمایاں بہتری ہوئی خاص طور پر آزادی کے بعد کا دور بہت اچھا ہے۔ جیسا کہ اینگلو انڈین سکولوں کا بواذریعہ انکم فیس وقف کی گئی املاک کی آمدنی تھی اور یہ ہر سکول کے لیے مختلف تھی لہذا ان سکولوں میں اساتذہ کی تنخواہیں بھی ایک جیسی نہیں تھیں۔ جن سکولوں میں فینیس کم لی جاتی تھیں ان میں اساتذہ کو تنخواہیں بھی کم دی جاتی تھیں جب کہ زیادہ فینیس وصول کرنے والے سکول زیادہ تنخواہیں دیتے تھے لیکن ان سکولوں میں کم سے کم تنخواہ دینے والے سکولوں کی تنخواہ بھی تمام سرکاری سکولوں کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ تمام اینگلو انڈین سکول پروویڈنٹ فنڈ سکیم، پنشن یا گریجویٹ سکیم شروع کی گئی۔ مفت رہائشی کوارٹر اور انٹر میڈیٹ سکولوں میں خوراک کی سہولتیں بھی دی جاتی تھیں۔ یہ تمام مراعات دیگر سکولوں میں نہیں دی جاتی تھیں۔ ان سکولوں میں نصابی کتب اور لائبریریوں کی سہولت بھی دی گئی تھی۔ ان سکولوں کی فضا اور ماحول دوسرے سکولوں کے مقابلے میں زیادہ نظم و ضبط پر مشتمل تھی۔ ان سہولتوں اور مراعات کے باعث اینگلو انڈین لوگوں کے اساتذہ زیادہ توجہ اور محنت سے پڑھاتے تھے۔

○ اینگلو انڈین سکولوں کے اساتذہ کی ایجوکیشن اور تربیت

(The Education and Training of Teachers for Anglo Indian Schools)

کسی سکول میں اساتذہ کے معیار کا دارومدار اساتذہ کی تعلیمی قابلیت اور تربیت پر ہے۔ چالیس کی دہائی تک اینگلو انڈین سکولوں کے اساتذہ خاص طور پر پرائمری اور مڈل سکول کلاسز کے اساتذہ عیسائی تبلیغی مشن سے تعلق رکھتے تھے یا ایسے خواتین و مرد اساتذہ تھے جو خود بھی اینگلو انڈین سکولوں میں پڑھتے رہے تھے اور بعد میں انھوں نے اینگلو انڈین ٹریننگ کالجوں میں انڈر گریجویٹ ٹیچرز کے طور پر تربیت حاصل کی۔ انڈیا کے اولین ٹیچر ٹریننگ کالجوں میں ڈاویل ٹریننگ کالج تھا۔ اس کالج کو حکومت بنگال نے مرد اساتذہ کی تربیت کے لیے قائم کیا تھا۔ لیکن مردوں کی تمام تعداد کی وجہ سے اسے خواتین کی تربیت کا کالج بنادیا گیا۔ اس کالج کو ہم عمر کالجوں کی طرز پر بنایا گیا جہاں دو سالہ جنرل ایجوکیشن کورس کروایا جاتا تھا اور یہ کورس خواتین کے لیے اور سینئر کیمرج سکول سرٹیفکیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد شروع ہوتا تھا۔ بد قسمتی سے دوسری جنگ عظیم کے دوران کم طلبہ کی وجہ سے اس کالج کو بند کر دیا گیا۔ اس دوران میں بنگال نے اینگلو انڈین سکولوں کے لیے دوسری ریاستوں

مدرس، الہ آباد، پونا، شملہ، بمبئی اور بنگلور سے اساتذہ حاصل کرنا شروع کر دیئے اور یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا۔ 1954ء میں ڈاویل کی طرز پر کلکتہ میں اور شیواپورس نامی کالج قائم کیا گیا۔ سینئر سکول کے لیے درکار ٹیچر عام طور پر جنوبی بنگال یا کسی بھی دوسری ریاست سے گریجویٹ کرتے تھے اور اس کے بعد پوسٹ گریجویٹ ڈگری یا ڈپلومہ کسی بھی ٹریننگ کالج سے حاصل کرنے کے بعد اس پیشے میں داخل ہوتے تھے۔ ان کالجوں میں سے دو لور شیواپورس ٹی ڈیپارٹمنٹ کلکتہ اور سینٹ زکریا کالج ٹی ڈیپارٹمنٹ کلکتہ اینگلو انڈین سکولوں کی ٹریننگ کی ضروریات پورا کرتے تھے جب کہ ان کالجوں کے فارغ التحصیل اساتذہ دوسرے انگریزی سکولوں میں بھی نوکری حاصل کر لیتے تھے۔

○ ان سروس ایجوکیشن (In-Service Education)

پاکستان میں ان سروس نامی اصطلاح کو ان اساتذہ کی تربیت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو بغیر کوئی ٹیچنگ کوالیفیکیشن کے اس پیشے میں داخل ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں اس پروگرام کے تحت ایسے کورسز کروائے جاتے ہیں جو خاص طور پر اساتذہ کے لیے بنائے گئے ہیں۔

○ تدریسی زبان (Medium of Instruction)

اس وقت ملک کو ایک خطرہ درپیش ہے جو تعلیمی اداروں میں استعمال ہونے والی زبان کا ہے۔ حکومتی سینڈری سکولوں میں تدریسی زبان اردو جب کہ پرائیویٹ سکولوں میں انگریزی زبان ہے۔

○ تحقیق (Research)

ایجوکیشن ریسرچ انتہائی محدود میدان پر پلونیورسٹی کے ان شعبوں میں ہوتی ہے، ایجوکیشن سے متعلق ہیں اور جنہیں عام طور پر انٹرنیٹ ٹیوٹ فار ایجوکیشن اینڈ ریسرچ کہا جاتا ہے۔ ان تحقیقی اداروں میں کی جانے والی ریسرچ کے ذریعے سے سکولوں کے بہتر نصاب کی تیاری میں مدد ملتی ہے۔

○ امتحان (Examination)

گوکہ حالیہ سالوں میں امتحان لینے کے مختلف طریقے اپنائے جا رہے ہیں اور امتحان میں سوالات کا انداز بھی تبدیل کیا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے ہاں ہونے والے امتحانات میں عام طور پر یادداشت کا امتحان لیا جاتا ہے اور امتحانات کو نصابی کتب میں پڑھی ہوئی انفارمیشن کو دہرانے تصور کیا جاتا ہے۔

3.4 تربیت اساتذہ کا ارتقاء (Development of Teacher Education)

کسی قوم کے نظام تعلیم کے معیار کا انحصار اس کے اساتذہ کے معیار پر ہوتا ہے، اساتذہ کے معیار کا انحصار ان کے صحیح انتخاب، ان کی مناسب پیشہ ورانہ تربیت، ان کے مرتبے اور تنخواہوں کے ڈھانچے پر ہوتا

ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں معیاری تعلیم کا تصور یہ ہے کہ تعلیمی ادارے کی عمارت پر شکوہ ہو، آرائش و زیبائش سے مزین ہو، فرنیچر دیدہ زیب ہو۔ اساتذہ کی اہلیت، تعلیم و تربیت ان کی تنخواہیں اور ان کی سہولتیں چندال اہمیت کی حامل نہیں۔ ہاں البتہ اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ روانی سے انگریزی بولنے پر قادر ہوں، لباس مغربی طرز کا اور بھڑکیلا ہو۔ گویا اساتذہ کے باطن کو نہیں بلکہ ظاہر کو، ان کی اہلیت کو نہیں بلکہ لباس کو، ان کی سیرت کو نہیں بلکہ صورت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اب آئیے ہم یہ دیکھیں کہ ہماری تعلیمی پالیسیوں میں اس موضوع پر ہمیں کیا ملتا ہے۔

○ 1947ء کی تعلیمی کانفرنس میں صوبائی حکومتوں سے کہا گیا کہ اساتذہ کی تربیت کے لیے مختصر مدتی کورس منعقد کریں اور ان کی تنخواہوں میں بہتری پیدا کریں۔ یہ بھی کہا گیا کہ تربیت اساتذہ کے اداروں میں تحقیقی صیغے قائم کیے جائیں۔ ابتدائی اور قبل از ابتدائی جماعتوں میں بہترین تربیت یافتہ خواتین اساتذہ کو تعینات کیا جائے اور خواتین اساتذہ کے لیے بہترین قسم کے تربیتی ادارے قائم کیے جائیں۔

○ کسی نظام تعلیم اور تعلیمی عمل میں اساتذہ کی اہمیت اور ان کی استعداد بڑھانے کے لیے ان کی پیشہ ورانہ تربیت کی ضرورت نیز اس پیشے میں قوم کے بہترین دماغوں کو کھینچنے کی خاطر ان کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کرنے کے لیے جس بھرپور انداز میں 1959ء کے تعلیمی کمیشن نے سفارشات کیں ان کی مثال نہیں ملتی۔ یہاں ماموریہ کی رپورٹ کی باب 18 جس کا عنوان ”اساتذہ کی تربیت اور شرائط ملازمت“ ہے کا پہلا ہیرو اقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ کوئی نظام تعلیم اس کے اساتذہ سے زیادہ بہتر نہیں ہوتا۔ ہم نے اپنی پوری رپورٹ میں ان کی مرکزی کردار کا ذکر کیا ہے اور یہاں ہمیں اتنا کہنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہم یہ بات پورے زور کے ساتھ اور کسی تحفظ کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ ہماری تجویز کردہ اصلاحات میں سے کوئی اصلاح اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہم ہر سطح تعلیم کے لیے اعلیٰ ترین قابلیتوں کے حامل مرد اور خواتین اساتذہ بھرتی نہیں کرتے اور انہیں اور پہلے سے ملازمت میں موجود اساتذہ کو اس معیار کے مطابق تربیت نہیں دے لیتے جس کی توقع دیگر ممالک میں کی جاتی ہے اور انہیں اپنے معاشرے میں وہ مقام نہیں دیتے جس کا ان کی قومی اہمیت تقاضا کرتی ہے۔ ماموریہ کی رائے میں ایک اچھے استاد کے لیے صرف تعلیمی اہلیت کافی نہیں بلکہ اس میں احساس فرض، قومی خدمت کا جذبہ پیشہ ورانہ اخلاق کا احساس اور ہر قسم کے حالات میں بہترین تدریس کے لیے راستہ نکالنے کی صلاحیت کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

ماموریہ نے مدارس کے اساتذہ کو چار زمروں میں تقسیم کر کے ان کے پیشہ ورانہ تعلیم کے اداروں میں داخلے اور تربیت کی مدت کا تعین اس طرح کیا:

نمبر شمار	زمرہ اساتذہ	داخلے کے لیے مقررہ کم از کم تعلیمی قابلیت	دورانیہ تربیت
(الف)	اساتذہ برائے جماعت اول تا پنجم	مستند امتحان درجہ ثانوی	۱ سال (میٹرک)

(ب)	اساتذہ برائے جماعت ششم تا ہشتم	مستند درجہ اعلیٰ ثانوی	2 سال (متوسط)
(ج)	اساتذہ برائے جماعت نہم و دہم	گریجویٹ	2 سال
(د)	اساتذہ برائے یازدہم و دوازدہم	ایم اے	طریقہ ہائے تدریس کا مختصر کورس

تربیت اساتذہ کے نصاب میں اپنے اپنے مضامین میں مہارت کا حصول، نفسیات اطفال سے کماحقہ آگاہی، طریقہ ہائے تدریس، اور پیشہ ورانہ اخلاقیات شامل ہونے چاہئیں۔

ماموریہ نے سفارش کی کہ ملک کے دونوں حصوں میں ایک ایک ایسا کالج قائم کیا جائے جس میں تربیت اساتذہ کے اداروں کے اساتذہ کی تربیت کی جائے۔ نیز دوران ملازمت تربیت کا باقاعدہ انتظام کیا جائے۔

ماموریہ نے اساتذہ کے مرتبے اور شرائط ملازمت کی بہتری کے لیے اہم تجاویز دیں۔ ان کے لیے بہتر پیمانہ ہائے تنخواہ کی سفارش کی تاکہ وہ دلچسپی سے اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہیں اور انہیں پرائیویٹ ٹیوشن پڑھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ان کے لیے بعد از اختتام ملازمت بہتر شرح پینشن اور دیگر سہولتوں کی سفارش کی گئی اور عوام الناس کی نظروں میں ان کی عزت و توقیر اور احترام بڑھانے کے لیے ہر سال قومی ایام کے مواقع پر قومی اعزازات سے نوازنے کی سفارش بھی کی گئی، جن پر 1963ء سے عمل بھی شروع کر دیا گیا۔

ماموریہ برائے مسائل و بہبود طلبہ نے اپنی رپورٹ میں طلبہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے مسائل و بہبود کے لیے بھی اشارات دیے۔ مثلاً کہا گیا کہ اساتذہ کے تقرر کو طویل عرصے تک عارضی بنیادوں پر نہیں رہنے دینا چاہیے۔ ان کی ملازمت میں مستقل بنیادوں پر تقرر کا فیصلہ جتنی جلد ممکن ہو کرنا چاہیے۔ نیز ان کی رہائش جیسی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اقدامات کرنا چاہئیں۔ انہیں اندرون ملک اور بیرون ملک تحقیقی کام کرنے اور اپنی تعلیمی استعداد بڑھانے کے مواقع مہیا کیے جانے چاہئیں۔ نجی تعلیمی اداروں کے اساتذہ کو بھی وہی تنخواہیں، الاؤنس اور دیگر مراعات دی جانی چاہئیں جو حکومتی اداروں کے اساتذہ کو حاصل ہیں۔ ماموریہ نے یہ بھی سفارش کی کہ مدارس کے اساتذہ کی طرح کالجوں کے اساتذہ کو بھی پیشہ ورانہ تربیت دی جایا کرے۔ یہ ایک اہم سفارش تھی کیوں کہ دوسرے محکموں کے لئے بھرتی شدہ افسروں کو تو اپنے اپنے عہدوں پر فائز ہونے سے پیشتر ان کی پیشہ ورانہ اکادمیوں میں رکھ کر تربیت دی جاتی رہی ہے جب کہ کالجوں میں تدریس کے لیے منتخب کردہ اساتذہ کو ایم اے کرنے کے بعد کسی تربیت کے بغیر کمرہ جماعت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اس عمل میں طلبہ کی تعلیم و تربیت پر برا اثر پڑتا ہے۔

○ 1969ء کی نورخان کی تعلیمی پالیسی میں گرتے ہوئے معیار تعلیم کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس کی بڑی وجہ اساتذہ کے پیشہ کا پرکشش نہ ہونا ہے، جس کی بنا پر قابل ترین لوگ اس پیشے میں آنے سے گریز کرتے ہیں، اور جو لوگ اس پیشے میں آجاتے ہیں وہ دلچسپی نہیں لیتے۔ لہذا اساتذہ کی تنخواہوں کے ڈھانچے ان کی شرائط کار کو بہتر بنانے کی وکالت کی لیکن نورخان نے اساتذہ کے لیے بلا درجہ (Classless) ملازمتی

ڈھانچا تجویز کیا، جس سے اساتذہ کو تنخواہوں کے لحاظ سے توفاندہ پہنچنے کا امکان تھا لیکن انھیں جریدی مرتبہ (Gazetted Status) سے محروم کرنے کی تجویز تھی لہذا اساتذہ نے اس تجویز کو اس لیے مسترد کر دیا کہ اس طرح پی سی ایس اور سی ایس پی افسروں کے مقابلے میں ان کا مرتبہ گھٹ جاتا تھا۔ نیز اساتذہ کو مکمل حکومتی ملازمت سے نکال کر ہر ادارے میں قائم کی جانے والی ہیئت حاکمہ (Governing Body) کے تابع کرنے کا نسخہ بھی تجویز کیا گیا تھا۔ یہ بھی اساتذہ نے مسترد کر دیا۔ نور خان نے دانش مندی کا ثبوت دیا۔ وہ زمانہ اساتذہ، خصوصاً کالجوں کے اساتذہ کے احتجاجات اور ہڑتالوں کا زمانہ تھا۔ نور خان نے اساتذہ کے مزاج کی براہمی پر جبر ہونے اور اسے اپنی اٹا کا مسئلہ بنانے کی بجائے اپنے تجویز کردہ تنخواہوں اور ملازمتی ڈھانچے میں اساتذہ کی پسند کے مطابق ترامیم کر لیں۔ اس طرح کالجوں اور جامعات کے اساتذہ کی ملازمت کا آغاز درجہ اول سے ہونے لگا اور اساتذہ کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہونے سے وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئے۔

○ 1972ء کی تعلیمی پالیسی میں تربیت اساتذہ کے سلسلے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ”علم التعلیم“ کو بطور مضمون ثانوی اور اعلیٰ ثانوی (متوسط) سطح پر رائج کیا جائے گا تاکہ تعلیم اساتذہ کا نظام سہل ہو جائے اور عام طلبہ اس شعبے کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ اساتذہ کی تنخواہوں کے ڈھانچے کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے ان کے لیے مکانات کی تعمیر کا کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اساتذہ کی بھرتی کے طریقے کو بہتر بنانے کی تدابیر اختیار کر کے کاروائی ظاہر کیا گیا۔ ایک ”اکادمی برائے تعلیمی منصوبہ بندی و انتظام“ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو وفاقی سطح پر بلاخر 1984ء میں قائم ہوئی۔

○ 1979ء کی تعلیمی پالیسی میں اس موضوع پر دو ابواب میں بحث کی گئی ہے۔ باب 20 میں ”تعلیم اساتذہ“ اور باب 29 میں ”تحریک اساتذہ“ کے تحت پالیسی کا بیان ملتا ہے۔ اس پالیسی کے تحت اساتذہ کے لیے صرف پیشہ ورانہ تعلیم کو بہتر بنیادوں پر منظم کرنے کا پروگرام ہی نہیں بنایا گیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کی نظریہ پاکستان کے ساتھ وابستگی کو بھی اہمیت دی گئی۔ اساتذہ کے ”تربیت اساتذہ“ کے اداروں میں داخلے کے چنناؤ کے وقت ان کے تعلیمی کوائف کے ساتھ نظریاتی رجحانات کو مد نظر رکھنے اور پہلے سے بھرتی شدہ اساتذہ کی گاہے بگاہے دوران تربیت میں ان کی نظریاتی تربیت کا اہتمام کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ صوبائی حکومتیں ”مرکز توسیع تعلیم“ میں ہر استاد کی 5 سال میں کم از کم ایک مرتبہ دوران ملازمت تربیت کا انتظام کریں تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ اور نظریاتی وابستگی میں پیشگی پیدا ہوتی رہے۔ ماضی کے ”نارمل مدارس“ کا درجہ بڑھا کر کلیات بنیادی اساتذہ (Colleges of Elementary Teachers) بنانے اور ان کے اساتذہ کو عام کالجوں کے اساتذہ کی ساری مراعات و سہولیات دینے، ان اداروں کے نصابات کی چھان بھنک کرنے کے فیصلے بھی پالیسی کے نمایاں پہلو ہیں۔ کالجوں اور جامعات کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کے لیے ”مامور یہ عطیات جامعات“ (U.G.C) میں قائم اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم میں توسیع اور تعلیمی منتظمین کی تربیت اور مکرر تربیت کے لیے ”اکادمی برائے تعلیمی منصوبہ بندی و انتظام“ کے قیام کے دور رس نتائج کے حامل فیصلے بھی پالیسی میں

شامل کیے گئے۔ ان پروگراموں پر عمل درآمد کے لیے پانچویں ”پنج سالہ منصوبے“ میں کافی رقم رکھی گئی تھی تاہم این ڈی پی، یونیسکو اور یونیسف سے بھی معقول رقم بطور امداد موصول کی گئی۔

”تحریک اساتذہ“ کے سلسلے میں فیصلہ کیا گیا کہ ان کا انتخاب احتیاط سے کیا جایا کرے گا۔ ان کے لیے ضابطہ اخلاق وضع کیا جائے گا۔ ان کی تربیت کے نظام کو بہتر بنایا جائے گا۔ اساتذہ کو قومی اعزازات سے نوازنے کے مختلف منصوبے عمل میں لائے جائیں گے۔ چنانچہ ہر سال صدر مملکت کے ہاتھوں دس ممتاز ترین اساتذہ کو قومی اعزازات سے نوازا جائے گا۔

○ 1992ء کی تعلیمی پالیسی میں تربیت اساتذہ کے پروگراموں میں توسیع، گشتی تربیتی واحدوں (Units) کے قیام اور خصوصی انعامات کے ذریعے سے اساتذہ کو دوران ملازمت تربیت حاصل کرنے کے لیے ترغیب کے لیے فیصلے شامل کیے گئے۔ وفاقی سطح پر سی ایس پی اور انفارمیشن سروس کے مساوی تعلیمی کارڈ (Education Card) کے قیام کا اہم فیصلہ بھی کیا گیا، جس پر عمل درآمد کے لیے اقدامات ہونا ہنوز باقی ہیں۔ فیصلے کی رو سے وزارت تعلیم اور محکمہ تعلیم کے تمام شعبوں میں تمام اعلیٰ عہدوں پر تعلیمی کارڈ کے لوگوں کی تقرر ہوا کرے گا۔ اس اہم فیصلے پر عمل درآمد سے شعبہ تعلیم سے تعلق رکھنے والے لوگ اس احساس غروری سے نجات حاصل کر سکیں گے جن کا شکار وہ ایک عرصے سے چلے آ رہے ہیں۔

○ آٹھویں دہائی کے دوران میں حکومتی پالیسیاں رسائی کے معاملات پر زیادہ متوجہ رہیں۔ دریں صورت، زیادہ سی پرائمری سکول کھلنے، لڑکیوں کی شرکت میں اضافے، خواتین اساتذہ کی شرائط ملازمت کی بہتری اور تعلیم سے متعلق لوگوں کے شعور اور شمولیت پر زور دیا گیا۔ اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا کہ نجی سیکٹر کو تعلیم کے شعبے میں کردار ادا کرنے کے لیے زیادہ ذمہ داری دی جائے اور اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ 1998-2010ء کی تعلیمی پالیسی میں بھی تربیت اساتذہ کے پروگرام کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل الگ باب میں من و عن درج کی گئی ہے۔

تربیت اساتذہ کے شعبے میں مجوزہ تبدیلیاں

ماہر تعلیم ”خالد محمود“ اپنے ایک مضمون (جسے ہم من و عن نقل کر رہے ہیں) میں لکھتے ہیں کہ بطوری اساتذہ کی اہم ذمہ داری اور ان کی موجودہ استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے اپنی تعلیمی اصلاحات میں پرائمری اور ایلمنٹری اساتذہ کی تربیت میں بہتری کے لیے انقلابی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا جس کے مطابق مستقبل میں کسی بھی ایسے فرد کو پرائمری سکول میں بطور مدرس تعینات نہیں کیا جائے گا جس کی فنی قابلیت سے ایسی پالیسی سے کم ہو۔ یقیناً یہ ایک مستحسن قدم ہے تاہم اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے تاکہ ان اقدامات پر عمل لانے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لی جائے اور ان سے بہتر مثبت اور دور رس نتائج حاصل کیے جا سکیں۔

ترتیب اساتذہ کے شعبے میں اس فیصلے کا نفاذ قبل از ملازمت تربیت (Pre-service Training) اور دوران ملازمت تربیت (In-service Training) کے طور پر یک وقت کیا گیا ہے۔

1- پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن کا اجراء (قبل از ملازمت تربیت)

2- ایف اے / ایف ایس سی کلاسز کا GCETs میں اجراء (دوران ملازمت)

2- پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن کا اجراء (قبل از ملازمت تربیت)

قبل از ملازمت تربیت کے حوالے سے اس فیصلے کا اطلاق اس طرح کیا گیا ہے کہ تمام گورنمنٹ کالج برائے ابتدائی اساتذہ (GCETs) میں پی ٹی سی، سی ٹی، او ٹی، ڈی ایم اور آئندہ ہونے والے ڈپلومہ (10+3 ماڈل) ختم کر کے پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن (14+1 ماڈل) کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ یعنی اب پرائمری اور ایلمنٹری سکولوں میں پڑھانے کے لیے BA/BSc کے بعد ایک سال کا ڈپلومہ حاصل کرنا ہو گا۔ اس ڈپلومے کی پہلی کلاس یکم نومبر 2000ء کو پرائوٹل انٹرنیٹ ٹیوٹ آف ٹیچر ایجوکیشن (PITE) پنجاب میں شروع کی جا رہی ہے۔ جس میں 50 افراد (25 خواتین + 25 مرد) داخل ہوں گے جب کہ اس سال کے آخر یعنی دسمبر 2000ء یا اگلے سال کے شروع (یعنی جنوری 2001ء) میں پنجاب کے تمام GCETs میں یہ کلاسیں شروع ہو جائیں گی۔

PITE میں شروع کی جانے والی اس ڈپلومے کی کلاس میں حاضر سروس مرد و خواتین ایم ایس سی اور کسی بھی سطح کے سکول (ہائر سیکنڈری، ہائی، ایلمنٹری یا پرائمری) میں پڑھانے والے اساتذہ کو داخل کیا جائے گا جب کہ GCETs میں شروع کی جانے والی کلاس کے لیے بی اے / بی ایس سی مرد و خواتین کو باقاعدہ محکمہ تعلیم میں بھرتی کر کے داخلہ دیا جائے گا۔ ان کی ملازمت ڈپلومہ میں کامیابی کے ساتھ منسلک ہوگی۔

اس ڈپلومے کے نصاب کی بنیاد ٹیچر ز ٹریننگ پراجیکٹ کے تحت بننے والے بی ایڈ ایلمنٹری کا نصاب بنائی گئی ہے۔ اس کا دورانیہ دو سمسٹر ہے جب کہ ہر سمسٹر کا دورانیہ 17 ہفتے ہے نیز ہر سمسٹر کے آخر میں دو ہفتے امتحان (بشمول تیاری امتحان) کے لیے مختص کیے گئے ہیں جو کہ ختم کیے گئے سی ٹی پروگرام (جس کا دورانیہ 42 ہفتوں پر محیط ہے) سے 4 ہفتے کم ہیں۔

ایک کریڈٹ آور سے مراد ہر ہفتے میں ایک گھنٹہ اور 17 ہفتوں کے لیے باقی سمسٹر ہر ہفتے میں دو گھنٹے برائے کلاس ٹیچنگ پریکٹس ہے۔

ڈپلومہ کا امتحان داخلی اور خارجی دونوں بنیادوں پر ہو گا جس کے لیے:

(الف) PITE میں ہونے والے ڈپلومہ کا خارجی امتحان کے لیے PITE کے نامزد کردہ تربیت اساتذہ کے ادارے مثلاً ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی، گورنمنٹ کالجز آف ایجوکیشن وغیرہ کے فیکلٹی ممبر لیے جائیں گے۔

(ب) GCETs میں ہونے والے اس ڈپلومہ کا خارجی امتحان PITE پنجاب لے گا۔ اس ڈپلومے میں کامیابی کا تصدیق بھی PITE پنجاب جاری کرے گا۔ تاہم اس ڈپلومے کے حامل افراد کا ملازمتی ڈھانچا (Service Structure) بھی طے ہونا باقی ہے۔

2- ایف اے / ایف ایس سی کلاسز کا اجراء

موجودہ میٹرک پی ٹی سی اساتذہ کو ایک مرحلہ وار پروگرام کے مطابق پہلے بی اے / بی ایس سی کروانے کا فیصلہ ہوا ہے اس پروگرام کے تحت پہلے مرحلے میں ان اساتذہ کو ایف اے / ایف ایس سی کرانے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس کا نصاب مروجہ ایف اے / ایف ایس سی کا نصاب ہی ہے اور اس کے لیے امتحان اور دیگر لوازمات بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے قوانین کے مطابق ہیں۔ یہ کلاسز شام کے وقت GCETs میں یکم نومبر سے شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے لیے درج ذیل شرائط رکھی گئی ہیں۔

1- داخلہ کے خواہش مند متعلقہ GCET سے 15 کلومیٹر فاصلہ کے اندر اندر سکولوں میں تعینات ہوں گے۔
2- داخلے کے میٹرک کا تعین میٹرک میں حاصل کردہ نمبروں پر ہو گا۔
3- اس کے لیے کوئی سفری اخراجات (TA/DA) یا لائونس نہیں دیا جائے گا بلکہ ہر داخلہ لینے والے کو 50 روپے سالانہ بطور فنڈ جمع کرنا ہوں گے۔

اس کلاس میں 200 (100 سائنس + 100 آرٹس) افراد کو داخلہ دیا جائے گا۔ لازمی مضامین کے علاوہ ان افراد کو درج ذیل مضامین پڑھنا ہوں گے۔

”سائنس گروپ: فزکس، کیمسٹری، بیالوجی / ریاضی..... آرٹس گروپ: عربی، اسلامیات، سوس / ہسٹری۔“

تمام طلبہ اردو، اسلامیات لازمی اور مطالعہ پاکستان کی خود تیاری کریں گے اس سلسلے میں وہ متعلقہ GCET سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں جب کہ باقی تمام مضامین کی ہفتے میں 5 دن کلاسز ہوں گی۔

ذیل میں ان پروگراموں کے تجربے کے لیے چند ایک سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن کا تجربہ

اس ڈپلومے کے کامیاب عملی نفاذ سے پہلے اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں چند ایک سوالات ذہن میں اٹھرتے ہیں۔

(ا) کیا اس ڈپلومے کے نصاب کی کسی سطح پر جانچ پرکھ (Piloting) کی گئی ہے؟ اگر کی گئی ہے تو کیا اس کے نتائج روشنی میں نصاب کی اصلاح ہو چکی ہے؟

(ii) کیا متعلقہ ڈپلومے کے نصاب کی شعبہ نصاب سازی (Curriculum Wing) وزارت تعلیم، حکومت پاکستان نے اس کی منظوری دے دی ہے؟ اگر نہیں تو کیا قوانین میں ترمیم کر کے نصاب سازی کے لیے متعلقہ صوبہ جات کو خود مختاری دے دی گئی ہے؟

(iii) اس ڈپلومہ کا نصاب کس سطح (ایلیمنٹری یا سیکنڈری سکول) کے اساتذہ کی تربیت کے لیے ہے؟ کیوں کہ PITE میں شروع کیے جانے والے ڈپلومے میں داخلے کے لیے صرف ایم ایس سی ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کس سطح پر پڑھاتا ہے، اس کی کوئی قید نہیں ہے۔

(iv) کیا اس ڈپلومہ کلاس میں ان لوگوں پر داخلہ لینے کی پابندی ہے جو کہ پہلے سے ہی ایجوکیشن میں بیچلر یا ماسٹر ڈگری رکھتے ہیں؟

(v) کیا اس ڈپلومے سے تربیتی دورانیے میں اضافہ ہوگا؟

(vi) کیا اس ڈپلومے کے لیے تدریسی مواد (Teaching Materials) تیار یا اکٹھا کر لیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس ڈپلومے میں شامل موضوعات / عنوانات (Contents) سے متعلقہ کتب مارکیٹ / متعلقہ اداروں کی لائبریریوں میں دستیاب ہیں؟

(vii) کیا متعلقہ اداروں کے تدریسی عملے کو اس ڈپلومے کی تدریس کے لیے کوئی ہدایت (Orientation) دی گئی ہے۔

(viii) متعلقہ ڈپلومے کے لیے مجوزہ اداروں میں تدریسی عملہ اتنی پیشہ ورانہ قابلیت کا حامل ہے کہ وہ اس کی ماحقہ تدریس کر سکے؟ اگر نہیں تو کیا اس کے لیے معاون اساتذہ (Resource Persons) کا خاطر خواہ بندوبست کیا گیا ہے؟ کیا ان اداروں میں تدریسی عملے میں سے چند افراد بھی مطلوبہ سطح پر پڑھانے کا تجربہ رکھتے ہیں؟

(ix) کیا اس ڈپلومے کے لیے مطلوبہ مالی معاملات کی محکمہ مال (Finance Department) سے منظوری حاصل کر لی گئی ہے؟ اگر حاصل کر لی گئی ہے تو کیا یہ وسائل متعلقہ اداروں میں میسر ہیں؟

(x) کیا اس ڈپلومے کے نصاب میں شامل بعض مضامین (Computer Applications) کو پڑھانے کے لیے ضروری آلات موجود ہیں؟ اگر ہیں تو کیا ان آلات کے استعمال کی مہارت رکھنے والے افراد بھی ان اداروں میں موجود ہیں؟

(xi) کیا اس ڈپلومے کی سند / ڈگری کے حصول اور امتحانات سے متعلق قواعد و ضوابط تشکیل دیے دیئے گئے ہیں؟

(xii) یا ایسے ڈپلومہ ہولڈر کے لیے موجودہ نظام میں اپنی پیشہ ورانہ قابلیت کو بڑھانے کے لیے کوئی راہیں متعین کی گئی ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس سلسلے میں کسی سطح پر کوئی تجویز زیر غور ہے؟

(xiii) کیا اس ڈپلومے کو پاس کرنے والوں کے لیے کوئی سروس سرچر موجود ہے؟ اگر نہیں تو کیا ان کے لیے

کوئی سروس سرچر بنایا گیا ہے یا یہ کہ متعلقہ محکمہ (مثلاً تعلیم، ایس ایڈجی اے ڈی، مال وغیرہ) میں زیر غور ہے؟ اس سلسلے میں اب تک (یعنی اکتوبر 2000ء تک) ہونے والی پیش رفت سے مندرجہ بالا سبھی سوالات کا جواب تقریباً نفی میں ملتا ہے۔ جس سے یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ”کچھ نہ کچھ“ حاصل کرنے کی بجائے ”کچھ بھی“ حاصل نہیں کر سکیں گے کیوں کہ اس ڈپلومے (14+1) سے پہلے شعبہ نصاب سازی، وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی منظوری سے چار صوبوں میں ایک ڈپلومہ ان ایجوکیشن (10+3) بھی تجرباتی طور پر شروع کیا گیا ہے اس کو شروع ہونے لگا ہے دوسرا سال ہے۔ اس کا جائزہ (Evaluation) لینا بھی باقی ہے اور اس جائزے سے ملنے والی کمک (Feed Back) سے اس کو مزید بہتر بنانے کے لیے اقدامات تجویز ہونا ہیں لیکن اس ڈپلومے (10+3) کو راستے میں ہی چھوڑ کر یہ نیا ڈپلومہ (14+1) شروع کر دینا جو بظاہر عقل مندی سے عاری کام نظر آتا ہے، جس سے اس ڈپلومے (10+3) میں داخل طلبہ کو نہ صرف حوصلہ شکنی ہوگی بلکہ جس پروگرام پر کروڑوں روپے اور ہزاروں افراد کی محنت صرف ہوئی، کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

ڈپلومے (10+3) کو شروع کرنے کا سب سے بڑا مقصد تربیت کے دورانیے کو بڑھانا ہے جو کہ دنیا کے ہر حصے میں ہونے والی تحقیق پر مبنی ہے لیکن مجوزہ ڈپلومہ (14+1) میں اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن کے اثرات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن (14+1) سے متعلق اٹھائے گئے سوالات میں اکثر (بہت سبھی) سوالوں کا جواب نفی میں ہے، جس سے درج ذیل خدشات پیدا ہوتے ہیں۔ صرف ایک ہی صوبے میں ایک نئی چیز شروع کرنے اور اس سے دوسرے صوبوں کو محروم رکھنے سے وقای کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

دہانہ میں تعلیم اساتذہ کے بارے میں ہونے والی تمام تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ بہتر اساتذہ پیدا کرنے کے لیے ان کی تربیت کے دولانیے میں اضافہ ضروری ہے جو کہ 3 سے 4 سال تک ہو لیکن اس کو مزید کم کیا جا رہا ہے جس سے ان اساتذہ میں ضروری مہارتیں پیدا کرنے میں مشکلات سامنے آ سکتی ہیں۔

ایک تجربہ جس کو کافی سوچ بچار کے بعد شروع کیا جاتا ہے اور جس کے پیچھے ایک تحقیق بھی ہوتی ہے اس کے نتائج دیکھے بغیر اس کو ادھورا چھوڑ کر نیا تجربہ شروع کر دینے سے (اور خاص کر انہی اداروں میں جن میں پہلا تجربہ ابھی جاری ہو) ادارے اپنی سوچ کو مرکوز کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جو کہ مطلوبہ نتائج میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

الڈپلومے کے حامل افراد کی پیشہ ورانہ قابلیت میں مزید اضافے کے لیے کسی تعلق (Linkage) یا

سروس میں کام دے سکتی ہے؟

(viii) کیا یہ سروس دے کر لیا گیا ہے کہ 15 گلو میٹر کی حدود کے اندر 200 میٹر کی پٹی سی اساتذہ میسر بھی ہیں کہ نہیں جو کہ اس سلسلے میں داخلہ لے سکیں گے؟

(ix) کیا کوئی ایسا سروس دے کر لیا گیا ہے جس سے پتہ چل سکے کہ جن لوگوں نے سائنس کے مضامین آج سے دس پندرہ سال قبل پڑھے تھے وہ ایف ایس سی کا حالیہ مجوزہ کورس مقررہ وقت کے اندر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(x) کیا خواتین اساتذہ کے کالجز کے ایسے شاف ممبران (جو کہ اپنے گھروں سے دور سروس کر رہے ہیں) کے لیے کسی ٹرانسپورٹ کا بندوبست کر دیا گیا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے گھروں میں رات کو باسانی بیچ سکیں؟

(xi) کیا اس پروگرام کی کامیاب تکمیل پر کوئی ترغیب (Incentive) رکھا گیا ہے اگر نہیں تو کیا اس کے بارے میں کسی متعلقہ محکمہ (تعلیم / ایس اینڈ جی اے ڈی / فنانس) میں کوئی تجویز زیر غور ہے؟

GCETs میں شام کی کلاس کے اثرات

درج بالا تجزیے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے کوئی قابل ذکر کمی نہیں کی گئی جس کا واضح ثبوت GCETs میں اس سطح پر کبھی تدریس کا نہ ہونا اس مجوزہ سطح پر مطلوبہ لائبریری اور لیبز کی عدم دستیابی شامل ہیں جب کہ اس کے مقابلے میں جن اداروں میں پہلے سے سہولیات اور افرادی قوت موجود ہے ان کو پس پشت ڈالنا بھی شامل ہے۔ اس قسم کے حالات میں درج ذیل اثرات جنم لیتے ہیں۔

(i) پٹی سی اساتذہ کی تقریباً آدھی تعداد اپنی تعلیمی قابلیت ایف اے / ایف ایس سی کر چکی ہے اور وہ لوگ ہیں جن میں سیکھنے اور آگے بڑھنے کا شوق ہے باقی جو لوگ رہ گئے ہیں ان میں اس شوق کا فقدان ہے جو کہ مذکورہ کلاسز کے ماحول کو زیادہ سیکھنے والا بنانے میں حائل ہو سکتا ہے۔

(ii) مرد اساتذہ (پڑھانے اور پڑھنے والے) کو بالعموم اور خواتین اساتذہ کو بالخصوص شام کے وقت گھروں کو واپس جاتے ہوئے دشواری ہوگی یہ دشواری دیہاتی اور دور دراز علاقوں میں مزید زیادہ ہو سکتی ہے۔

(iii) مادہ ایف اے ایف ایس سی اور بی اے / بی ایس سی کرنے سے تو ممکن ہے کہ ان کے علم میں عمومی وسعت (Vertical Expansion) تو آسکتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے علم میں افقی وسعت (Horizontal Expansion) اتنی نہ آئے جو کہ الٹیمینیٹری سطح پر پڑھانے کے لیے ضروری ہے۔

(iv) شوق کا فقدان اور مشکل نصاب ان اساتذہ کی امتحان میں ناکامی کا باعث بن سکتا ہے جو کہ ان کی سکولوں میں کارکردگی پر کچھ اچھا اثر نہ چھوڑے گا۔

مساویانہ (Equalance) کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اپنے شعبے میں مزید ترقی کرنے سے قاصر رہیں گے جس سے ان کی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے۔

(v) اس ڈپلومے کے حامل افراد کے لیے سروس سٹرکچر نہ ہونے اور پہلے ڈپلومہ (3+10) کا حال دیکھ کر ہونے اس ڈپلومے میں اول تو داخلے کے لیے آمادگی بہت کم ہو سکتی ہے اور دوسرا یہ کہ داخلہ ہونے والے پوری تبدیلی سے محنت کرنے سے قاصر رہ سکتے ہیں۔

(vi) ایک طرف تو یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ ڈپلومہ الٹیمینیٹری اساتذہ کے لیے شروع کیا گیا ہے لیکن دوسری طرف اس سال PITE میں شروع کیے جانے والی اسی ڈپلومے کی کلاس میں کسی بھی سطح پر پڑھانے والے اساتذہ داخلہ لے سکتے ہیں۔ نیز ان میں بنیادی قابلیت کا بھی فرق ہے۔ PITE میں ہونے والی کلاس ہی کو بنیاد بنا کر اس ڈپلومے کو آگے بڑھانے کا پروگرام ہے تو اس سے اس ڈپلومے کو کوئی مضبوط بنیاد ملنے کی توقع نہیں ہے۔

کالجز برائے تربیت اساتذہ (GCETs) میں شام کی کلاسز کا تجزیہ

(i) کیا ان اداروں میں اس سے پہلے اس قسم کی کبھی کوئی کلاس ہوئی ہے؟ اگر نہیں تو کیا ان اداروں کو وہ تمام سہولیات فراہم کر دی گئی ہیں جو ان کلاسز کے لیے ناگزیر ہیں؟ مثلاً

☆ سائنس کے چاروں مضامین کے اساتذہ اور فزکس ٹیچسٹری اور میالوجی کی لیبز لائبریری وغیرہ۔
☆ ایف اے / ایف ایس سی کے لیے درکار لائبریری۔

(ii) کیا ایف اے میں مجوزہ مضامین بالخصوص سوکس اور ہسٹری وغیرہ کے ماہرین GCETs میں موجود ہیں؟

(iii) کیا اردو، اسلامیات اور مطالعہ پاکستان غیر اہم اور آسان مضامین ہیں کہ ان کی باقاعدہ کلاسز کی ضرورت نہیں ہے؟

(iv) کیا ان اداروں کا متعلقہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سینڈری ایجوکیشن سے ان کلاسز کے لیے الحاق ہو چکا ہے؟ اور اگر ہو چکا ہے تو کیا ان اداروں میں ان کلاسز میں داخلہ متعلقہ بورڈ کے جاری کردہ شیڈول کے مطابق ہو رہا ہے؟

(v) کیا ان اداروں میں اٹھنے والے اضافی اخراجات مثلاً بجلی، پانی، گیس، فون (جو کہ شام کے لیے ہوں گے) کا معقول بندوبست کر لیا گیا ہے؟

(vi) کیا یہ سہولت ہم GCETs کی بجائے ہائر سینڈری سکول، انٹر کالجز اور ڈگری کالجز میں نہیں دے سکتے ہیں؟

(vii) کیا یہ سروس دے کر لیا گیا ہے کہ کتنے پٹی سی اساتذہ ایسے ہیں جو ایف اے / ایف ایس سی کر چکے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ نیز ان میں سے کتنے عمر کے اس حصے میں ہیں جن کو مطلوبہ قابلیت ان کی

- 5- مسلسل صبح سے شام تک پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہونے کی وجہ سے اساتذہ اپنی پڑھائی کے لیے مناسب وقت نہیں نکال سکیں گے۔
- 6- خواتین اساتذہ کو بالعموم (خانہ داری) اور مرد استاد کو بالخصوص فی زمانہ اپنے بچوں اور والدین کی مناسب ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی اور کام کرنے پڑتے ہیں لیکن اس کو رس سے وہ کوئی اور کام نہیں کر سکیں گے جس سے ان کے گھریلو مسائل بڑھ سکتے ہیں۔

سفارشات

مندرجہ بالا تجزیے کی روشنی میں ان دونوں پروگراموں کے موثر نفاذ کے لیے ذیل میں سفارشات پیش کی جارہی ہیں۔ ممکن ہے یہ سفارشات ان پروگراموں کے موثر نفاذ میں مدد دے سکیں۔

سفارشات برائے پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان ایجوکیشن

- 1- نصاب سازی کا قانونی طریقہ کار اپنایا جائے اور ہر نصاب بالخصوص اس ڈپلومے کے نصاب کے لیے ماہرین نصاب کے بتائے ہوئے اقدامات کو مد نظر رکھ کر نصاب سازی کی جائے۔
- 2- نصاب سازی کا عمل مکمل کرنے کے بعد اس کو آزمائشی طور پر صرف ان لوگوں اور اسی سطح پر آزمایا جائے جس کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اور اس کے مناسب جائزے (Evaluation) کی لک (Feedback) کی روشنی میں بہتر بنا کر متعلقہ تمام اداروں میں شروع کیا جائے۔
- 3- تمام اداروں میں شروع کرنے سے پہلے وہ تمام لوازمات (کتاب، تدریسی مواد، آلات، افرادی قوت) جو اس کے لیے ضروری ہیں کا بندوبست کیا جائے۔
- 4- اس ڈپلومے کو ایجوکیشن کی دوسری ڈگریوں کی درجہ بندی میں کسی ایک سطح کے برابر قرار دیا جائے تاکہ اس کے حامل افراد اپنی پیشہ ورانہ قابلیت کو بڑھا سکیں۔
- 5- اس ڈپلومے کو (14+1) کی بجائے اگر (10+4) یا (10+5) کر دیا جائے جو کہ تربیت اساتذہ کے لیے بین الاقوامی طور پر اور ترقی یافتہ ممالک میں ایک معیار ہے تو اس سے نہ صرف اس ڈپلومے کے حامل افراد تدریسی میدان میں یکسوئی سے کام کر سکیں گے بلکہ ان کی بہترین تربیت بھی ہو سکے گی اور وہ صحیح معنوں میں استاد بن کر نکلیں گے۔

سفارشات برائے ایف اے / ایف ایس سی شام کی کلاسز

- 1- ان کلاسز میں داخلے کے خواہش مند افراد کو داخلہ دینے سے پہلے ان کلاسز میں پڑھانے جانے والے تصورات کی بنیاد کے لیے درکار علم سے روشناس کروایا جائے۔
- 2- یہ سروے کیا جائے کہ پرائمری سکول اساتذہ میں کتنے میٹرک پی ٹی سی ہیں اور وہ عمر کے کس حصے میں

- ہیں، ان میں سے جو 25 سال سروس کر چکے ہوں یا جن کی عمر 55 سال سے زیادہ ہو ان کو ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت ریٹائر کر دیا جائے اور باقی لوگوں کے لیے یہ کلاسز لازمی قرار دے دی جائیں۔
- اس پروگرام کے تحت ملنے والی ترغیبات (Incentives) کو واضح طور پر عام لوگوں میں مشہور کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو رغبت حاصل ہو۔
- 3- سادہ ایف اے / ایف ایس سی کی بجائے ان اساتذہ کے لیے خاص پروگرام بنائے جائیں جو کہ اس سطح کے تصورات (Concepts) کی نہ صرف عمودی بلکہ افقی وسعت بھی رکھتے ہوں۔
- 4- مکمل کورس مقررہ مدت دو سال میں کروانے کی بجائے مختلف حصوں میں تقسیم کر کے کروائے جائیں۔
- 5- تعلیمی رخصت (Study Leave) کو عام کر دیا جائے تاکہ جو لوگ یہ چھٹی لے کر ان کلاسز میں پڑھنا چاہیں وہ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔
- 6- (اسے) ممکن ہو تو ان کلاسز میں داخلہ لینے والوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

3.5- پیچراجیو کیشن کے مسائل (Problems of Teacher Education)

اگرچہ اساتذہ کی تربیت ایک اہم مسئلہ ہے لیکن ہمارے ملک میں اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا ایک مربوط نظام موجود ہے جے وی، ایس وی، سی ٹی، بی ایڈ اور ایم ایڈ وغیرہ کے کورسز پرائمری کلاسز سے لے کر ہائی کلاسز تک کے تدریسی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ پیشہ ورانہ تربیت کے اس نظام کے تحت اساتذہ کو تدریسی رہنمائی فراہم کی جاتی ہے بچوں کی نفسیات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ مجوزہ نصاب کا احاطہ کیا جاتا ہے اور سزا و انعام کے طریقہ کار پر گفتگو کی جاتی ہے دوران تربیت اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ اساتذہ اپنے کردار و گفتار کے لحاظ سے طالب علموں کے لیے ایک مثالی شخصیت بنیں۔ علم کی جستجو رکھیں اور طلبہ کی علمی و تحصیلی ملا جلیوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے کردار کو پختہ کرنے پر توجہ دیں تاکہ وہ ایک ایسے اور ذمہ دار فرائض بن سکیں۔ موجودہ تربیتی نظام کے تحت اساتذہ نمونہ سبق دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی صلاحیتوں کا علمی مظاہرہ کرتے ہیں اور زیادہ خود اعتماد شخصیت کی صورت میں سامنے آتے ہیں جو طالب علموں کو متاثر کرتی ہے۔ تربیتی استقامت اساتذہ میں تحقیق و جستجو کا مادہ پیدا کرتے ہیں اور یہی وہ عنصر ہے جو استاد کی علییت میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور اسے زیادہ محترم اور لائق عزت بناتا ہے۔ اس مختصر جائزے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پیشہ ورانہ تربیت کا موجودہ نظام تسلی بخش ہے لیکن اس کے باوجود تربیت اساتذہ میں چند مسائل درپیش ہیں جنہیں حل کرنا تدریسی نظام کو مزید مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے یہ مسائل درج ذیل ہیں۔

0- پیچراجیو کیشن کا نصاب

پیچراجیو کیشن کے چند اہم مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رائج الوقت نصاب زیادہ تر نظریاتی اہمیت کا ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مروجہ مضامین کی درجہ بندی میں تعلیمی فلسفہ، تعلیم

نفسیات، تعلیمی تاریخ اور سکول کا نظم و نسق وغیرہ پر مشتمل ہے۔ ان مضامین کا علیحدہ علیحدہ بے ربط مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مختلف عنوانات کے تحت پیش ہونے والا مواد اس کام سے مطابقت و موافقت نہیں رکھتا جو اس سکول کے لیے عملاً سر انجام دینا ہے۔ افہام و تفہیم کا دائرہ نظریاتی ہو کر محدود رہ جاتا ہے۔ اصول تعلیم اور فلسفہ تعلیم بھی اسی طرز پر پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کی تدریس کو زیادہ سے زیادہ محض تعارفی نوعیت کا کہا جاسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اساتذہ کو ”کیسے پڑھایا جائے“ کی خاطر تیار تو کیا جاتا ہے مگر اس بات کے لیے واضح مقصد سامنے نہیں ہوتا کہ ”کیا پڑھایا جائے“۔

○ امتحانی نظام

ہر زیر تربیت استاد کو ”ٹریٹنگ پیپر“ کے اختتام پر ایک جامع امتحان میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ اس واسطے سارے ٹریٹنگ پروگرام کا دار و مدار ایک رائج اور انشائی (Essay) طرز کے آخری امتحان پر ہوتا ہے۔ مضامین پر مبنی ایسے امتحانات پڑھائی سکھائی کے عمل کو کم قندوں (Atomised) بنا دیتے ہیں اور جامع و مکمل تربیتی تجربے کی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ زیر تربیت اساتذہ کے مابین نو تحقیقی اور تخلیقی اوصاف (Originality & Creativity) غائب ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے امتحان شارٹ کٹ (Short Cut) اور رٹا بازی کے طریقوں اور دیگر حربوں کو رائج کرتے ہیں۔ اندریں صورت یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ زیر تربیت اساتذہ آج بھی زیادہ وقت افلاطون، ارسطو، روسو اور الیٹر کے اقوال یاد کرنے میں صرف کر دیتے ہیں جو ہماری اپنی تہذیب و کلچر کے لیے نامناسب ہیں۔

○ نظریہ اور حقیقت میں فرق

ایک اور بڑا مسئلہ جس کا استاد کو سامنا ہے یہ ہے کہ وہ نظریہ اور حقیقت کے درمیان توازن برقرار رکھنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ ان کی تربیت کے پروگرام دور حاضر کی ضروریات کے لیے غلط اور بے معنی ہیں۔ ان کی بناوٹ اور ان پر عمل درآمد اس قول کے مصداق ہے کہ ”ایسا کرو جیسا میں کرتا ہوں اور ایسا مت کرو جو میں کرتا ہوں“۔ (Do as I say and not as I do) ان کا زیادہ انحصار نظریاتی انعکاس پر ہے اور معلم کو قابلیت و مہارت کے اس اسلحہ سے لیس نہیں کیا جاتا جو ایک اچھا کام کرنے کے لیے درکار ہے۔ چند ایسے سکول ہیں جہاں عمارت اور دیگر بنیادی ضروریات حاصل نہیں ہیں لیکن ٹرینی اساتذہ کو دور ان ٹریٹنگ ان سب باتوں سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔

○ تربیتی عملے میں جانچنے کے معیار کا فقدان

اساتذہ کو تربیت دینے والے عملے کے چناؤ یا تعیناتی کے لیے مناسب میرٹ (Merit) یا جہان بین کے واضح اصول نہیں ہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی مضمون میں ماسٹر ڈگری اور بی۔ ایڈ ڈگری کا حامل ہو، نیچر ٹریٹنگ کالج میں، تعینات کیا جاسکتا ہے۔ اساتذہ کو تربیت دینے والوں کے لیے سکول میں پڑھانے کے تجربے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں اساتذہ کو تربیت دینے والے (استاذ الاساتذہ)

س طرح ان کو سکول میں تعلیم دینے کے حقیقی مقاصد سے روشناس کروا سکتے ہیں۔ ان کی اپنی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو خود تیرتا نہیں جانتا یا فرانسیسی زبان کا ادراک نہیں رکھتا لہذا جب تک وہ خود تیرنے یا فرانسیسی زبان کے مطالعے کی صلاحیت حاصل نہیں کر لیتا دوسروں کو تعلیم و تربیت جانیسلا سکتا۔ یہ بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ اساتذہ کو تربیت دینے والے زیادہ تر روایتی اور غیر موثر تدریسی طریقوں پر انحصار کرتے ہیں۔ مثلاً پیکر دینا اور نوٹس لکھا دینا۔ اس سے سوچ و بچار کے دھارے نہیں پھومتے اور وسعت و بحث و تحقیق کے مواقع پیدا نہیں ہوتے۔

○ سمعی بصری معاونات کی فراہمی

تربیتی اداروں میں مناسب سمعی بصری معاونات موجود نہیں اور اگر چند اداروں میں موجود ہیں تو ان کی مقدار اتنی محدود ہے کہ تمام اساتذہ ان سے استفادہ حاصل نہیں کر سکتے۔

○ نشستوں کی کمی

تربیتی اداروں میں اساتذہ کے لیے نشستوں کی کمی ہے جس کی وجہ سے بہت سے طلبہ ان اداروں میں داخلے سے محروم رہتے ہیں اور تربیت حاصل نہیں کر پاتے۔

○ دیہی علاقوں میں تربیتی اداروں کی ضرورت

ہمارے ملک کی بیشتر آبادی دیہات میں رہتی ہے لیکن دیہی علاقوں میں تربیتی ادارے موجود نہیں جس کی وجہ سے بے شمار دیہی طلبہ پیشہ و روانہ تربیت سے محروم رہتے ہیں اور اس طرح بے شمار افراد کی ذہنی ملا جلیوں سے قوم فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہتی۔

○ اصلاح احوال کے لیے تجاویز

- 1۔ اساتذہ کا تربیتی نصاب محدود نہیں ہونا چاہیے۔
- 2۔ خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں ٹریٹنگ پروگرام ہنگامی صورت میں منعقد کیے جاتے ہیں، جو کہ ایک نمبر کو بیداری اور تخلیقی رجحان کی طرف راغب نہیں کرتے۔ محض امتحان پاس کر لینے کی قابلیت کی بجائے تخلیقی و تحقیقی پڑھائی کے رجحان چھوٹے چھوٹے منصوبے یا انفرادی کیس کے مطالعے کے ساتھ تسلسل کے راستے پر ڈال دینا چاہیے۔
- 3۔ نیچر ایجوکیشن کو ابتدائی طور پر ”پرنس شپ“ تصور کیا جاتا ہے۔ اہم کام یہ ہے کہ زیر تربیت اساتذہ کو ان سکولوں کے مشاہدے کی اجازت دی جائے۔ جہاں پڑھایا جاتا ہو اور باقاعدہ اس عملی مظاہرہ کیا جاتا



ٹیچر ایجوکیشن: کیفیت و مستقبل

(Teacher Education : Prospects and Future)

ہو۔ نظریاتی کورسز کے دوران میں یہ ایک اچھی مشق اور عادت ہوگی کہ تدریس کے اصل کام کا مشاہدہ کیا جائے۔ اگلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ سٹوڈنٹ ٹیچر مواقع مہیا کیے جائیں کہ وہ اپنے آپ کو چوں، کلاس روم اور ماحول سے متعارف کروائیں تاکہ موقع و محل کا احساس کر سکیں۔

4- اساتذہ کی تربیت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ تحقیق و جستجو کی روشنی سے زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکیں۔ اس مقصد کے لیے کالجوں کی بنیاد پر رسالہ جات مہم و معاون ہوں گے۔

5- ٹریننگ کالجوں کے مائن باہمی سوچ و بچار کو موجود ہونا چاہیے ریسرچ یا سینار کے سلسلے میں باہمی تعاون سے اے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

6- ٹیچر ایجوکیشن کے مسائل کے حل کے لیے صرف ریاضت / محنت کی نہیں بلکہ گہری سوچ و بچار کی ضرورت ہے۔ آخر میں یہ کہ ٹیچر ٹریننگ خواہ قبل از سروس ہو یا دوران سروس اس کی بنیاد سکولوں کے موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر ہونی چاہیے نہ کہ ایسے حالات پر جن کا وجود محض خیالی ہو جیسا کہ فی الوقت پاکستان میں ہے۔

End

4.1۔ ٹیچر ایجوکیشن کا ڈھانچا (The Structure of Teacher Education)

اس وقت ٹیچر ایجوکیشن کے شعبے کو شدید تنقید کا سامنا ہے۔ اس سلسلے میں قائم کالج آف ایجوکیشن کی ماضی کی تمام تر کامیابیوں کے باوجود اس وقت ان کالجوں کو شدید تنقید کا سامنا ہے۔ کالجوں کی تعداد میں اضافہ، ٹی ایڈ کا اجراء، تربیت کی بجائے اساتذہ کی ایجوکیشن کا تصور مختلف کالجوں میں رائج ہوا جس کے باعث ان کالجوں کی کامیابیوں کا گراف بلند ہے۔

○ ڈھانچے کے خدوخال (Implications of the Structure)

(الف) بنیادی تربیت (Basic Training)

ٹیچر ایجوکیشن کے موجودہ ڈھانچے کے خدوخال ان تصورات سے سمجھے جاسکتے ہیں جن پر یہ قائم ہے حالانکہ تمام کالج اپنے اپنے کام آؤادانہ اور انفرادی حیثیت میں کرتے ہیں۔ ان تصورات میں سب سے نمایاں بنیادی تربیت ہے۔ تمام اساتذہ اپنے کیریئر کے آغاز پر ایک فل ٹائم تربیتی کورس مکمل کرتے ہیں جس کے بعد وہ اپنی ذاتی کوششوں کے باعث مزید تربیت حاصل کرتے ہیں جس کے دوران میں تعلیمی ادارے ذاتی تجربے اور سکول کے ماحول میں بھی تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ روایتی تربیت اپنی جگہ لیکن اب بدلتے دور میں نئے انداز کی تربیت کی ضرورت ہے جس کے دوران میں نئی مہارت، مختلف رویوں اور نئے کونفرنٹ دیاجاتا ہے لیکن بنیادی تربیت کے دوران میں تمام باتوں کا اب بھی خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ اب متبادل کے طور پر ابتدائی تربیت (Initial Training) کے تصور کو فروغ مل رہا ہے جس کے دوران میں طلبہ چند مخصوص شعبوں میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح روایتی اور جدید تصورات کو ملا کر سینڈویچ پروگرام کہا جاسکتا ہے۔ اس تصور کے بارے میں سکولوں میں پہلے سے ہی تصور موجود تھا۔ ابتدائی تربیت کے دوران میں طالب علم کو ایک سال تک دورانیے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس دوران میں وہ جو نئے اساتذہ کے طور پر کام کرتا ہے، جس کے باعث اس کی ذمہ داریاں بھی نہایت مختصر اور واضح ہوتی ہیں۔

محققین کی رائے کے مطابق تربیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ اول کالج نظام میں حاصل کردہ تربیت اور دوسری غیر سرکاری سکول میں ہونے والی تربیت۔ دوسری قسم کی تربیت زیادہ اچھے نتائج لاتی ہے کیوں کہ اس کے ذریعے سے اساتذہ کالج میں پڑھائے جانے والی تصوری اور نگہ بند سے عملی کام سے ہٹ کر تجرباتی انداز میں تربیت حاصل کرتا ہے اور اس طریقے کے ذریعے سے بڑی تعداد میں اساتذہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اساتذہ کی محدود تعداد جو اس طریقے کی مخالفت کرتے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ کم ہو رہے ہیں اور اگر ان دونوں طریقوں میں واقع فاصلے کو کم کرنا مقصود ہو تو اس کے لیے درمیانہ راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

○ متوازی تربیت (Concurrent Training)

بنیادی تربیت کے ڈھانچے میں متوازی تربیت بھی شامل ہے۔ اس تربیت کے دوران میں پرسنل ایجوکیشن اور پیشہ ورانہ تربیت پر توجہ دی جاتی ہے۔ بنیادی کورس کے دوران میں تعلیمی اور پیشہ ورانہ پہلوؤں کو بھی ساتھ ساتھ چلایا جاتا ہے۔ یہ بات اب تسلیم شدہ ہے کہ گہرائی تک کیا جانے والا مطالعہ اساتذہ کی ذاتی ایجوکیشن کو فروغ دیتا ہے۔ سیکنڈری ٹیچر کو اپنے مخصوص مضامین میں مہارت حاصل کرنے کے لیے زیادہ ایکسٹنسیو میٹریل کی ضرورت پڑتی ہے کیوں کہ اساتذہ بنیادی کام انٹرکٹ کر رہے ہیں۔

متوازی تربیت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ مخصوص مضامین میں کالج کے درمیان تعلیمی مقابلے ہوتے ہیں جب کہ تعلیمی اداروں کے درمیان پیشہ ورانہ مقابلے ہوتے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے موصول ہونے والی تجاویز میں متوازن تربیت کو بنیادی عنصر قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے لیے کئی سالوں پر مبنی تربیتی کورس کروانا ہوگا کیوں کہ کسی بھی گریجویٹ کو ایک سال کی تربیت دے کر ڈاکٹریٹ نہیں بنایا جاسکتا، تو ایک سالہ تربیت کے بعد کسی شخص کو اچھا استاد کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ ماضی میں ایک سالہ کورس کے ذریعے سے سیکنڈری لیول کے سیکھت سپیشلسٹ تیار کیے جاسکتے تھے لیکن جیسے جیسے سکول میں تدریسی سلسلے میں اساتذہ کا کردار بڑھ رہا ہے اب یہ ممکن نہیں رہا۔

○ کامن کورسز (Common Courses)

موجودہ نظام کامن کورسز کے گرد گھوم رہا ہے کیوں کہ اس کی تکمیل کے بعد کسی بھی اساتذہ کو کو ایڈوانسڈ اساتذہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ان کورسز کے ذریعے سے ایک اساتذہ کو تربیت یافتہ اساتذہ کملوانے کی سند مل جاتی ہے۔

عملی طور پر کامن کورسز کے ساتھ وابستگی بہت کم ہے۔ اکثر کالج بہت سی اقسام کے تربیتی پروگرام مہیا کرتے ہیں جس میں پرائمری، سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری ٹریننگ کورسز شامل ہیں بلکہ چند ادارے تو مختصر دورانیے (Short Courses) کے کورسز بھی کرواتے ہیں۔ کامن کورسز کے باعث جو سب سے اہم مسئلہ درپیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تربیت حاصل کرنے کے بعد اساتذہ نامکمل تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور ان میں وہ مہارت نہیں ہوتی جس کا تقاضا ایجوکیشن کا پیشہ کرتا ہے اور نہ ہی ان اساتذہ میں وہ ورکنگ ہوتی ہے جس کی ضرورت ایک اچھے اساتذہ کو ہوتی ہے۔

○ ریسرچ اور ڈیولپمنٹ (Research and Development)

نظام تعلیم میں تبدیلیوں کے باعث نئی اختراعات اور تحقیق کا موقع ملتا ہے۔ اس وقت یہ کام مختلف ادارے کر رہے ہیں۔ تحقیق کا زیادہ تر کام یونیورسٹیوں کے ایجوکیشن تعلیم کے شعبے کر رہے ہیں یا وزارت

تعلیم کے ساتھ وابستہ و فائز ترقیہ کام کر رہے ہیں لیکن یونیورسٹیوں میں ہونے والی تحقیق سے شاد و نادر ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اگر تحقیق کے ذریعے سے سامنے آنے والی ضروریات کو بنیاد بنا کر تعلیمی ڈھانچے کو ترتیب دیا جائے تو شاید ہی تعلیمی شعبے کی کارکردگی بہتر ہو جائے۔ مختصر یہ کہ تربیت کا بنیادی عنصر تحقیق ہونی چاہیے۔ ریسرچ کے لیے درکار استاد کا انتخاب ریسرچ کی ضروریات کو دیکھ کر کیا جائے اور اس سلسلے میں ریسرچ طلبہ کی رہنمائی ریسرچ گائیڈ کریں۔

○ اقامتی طلبہ (Students in Residence)

حالانکہ اقامتی تربیت کا سوال تعلیمی ڈھانچے کا مسئلہ نہیں ہے لیکن کیوں کہ یہ روایت جاری ہے لہذا اس کا تعلق بھی بڑا گہرا ہے۔ اگر ماضی میں جھانگ کر دیکھیں تو ایجوکیشن کی تربیت دینے والے اکثر اداروں میں اقامتی سہولیات میسر نہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سہولت ختم ہو گئی۔ اقامتی کالجوں میں یہ سہولت اس لیے ختم ہوئی کہ پہلے صرف چند بڑے شہروں میں تھی لیکن جیسے جیسے تربیت یافتہ اساتذہ کی ضرورت زیادہ ہوئی ویسے ویسے اس شعبے میں تربیت دینے والے کالجوں کا چھوٹے شہروں میں قیام بھی عمل میں آیا۔ گو کہ ان اداروں کا اس حد تک پھیلاؤ اپنی جگہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس پھیلاؤ کے باعث کالجوں کو انتظامی مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے ان کا اپنے طلبہ کے ساتھ کمزور رابطہ ہے جس کے باعث طلبہ کے ذاتی مسائل سامنے آرہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کالجوں کو اچھے اساتذہ دستیاب نہیں جس کے باعث تربیت حاصل کرنے والے طلبہ کا اپنا معیار بھی کم ہے۔

○ تدریسی پیشے کا ڈھانچا (Structure of Teaching Profession)

اس کی بناوٹ کے لیے سب سے پہلے تو ایک استاد کی ذمہ داریوں کو سامنے رکھنا ہو گا لیکن تدریسی پیشے کا اصل مسئلہ استاد کے سکیل اور ان کی تنخواہیں ہیں۔ نظام تعلیم میں ایسے کئی کیس سامنے آئے ہیں جن میں ایک استاد نے بنیادی تربیت کورس مکمل کرنے کے بعد کوئی اور تربیتی کورس نہیں کیا اور وہ آگے بڑھے بڑھتے اعلیٰ عہدے سے ریٹائر ہوئے لیکن اگر بہتر تعلیم و تربیت ہوگی تو ایک استاد کو اپنی ٹیچنگ کی بجائے جدید خطوط پر پڑھانے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان اساتذہ کو ایسی پیشہ ورانہ تربیت دی جائے کہ کامن، شارٹ کورسز حاصل کرے اور تجربہ حاصل کرے۔ تدریسی عمل میں سے چانس (Chance) کے عنصر کو بھی ختم کرنا ہو گا اور تربیت کو پیشہ ورانہ تربیت کی شکل دینا ہوگی۔

○ استاد کا بدلتا کردار (Changing Roles of Teachers)

اگر تعلیمی میدان کو استاد کے بدلتے ہوئے کردار کے تناظر میں دیکھیں تو موجودہ نظام تعلیم کا ڈھانچا کمزور نظر آئے گا۔ محققین کے مطابق معاشرہ اوپن سوسائٹی کی شکل اختیار کر رہا ہے اور ٹیکنالوجی میں ترقی ہو

رہی ہے جس کے باعث نائج میں من حیث القوم اضافہ ہو رہا ہے لہذا ان حالات میں مختلف قسم کے سکول اور انٹرکڑی ضرورت ہے، جو آسانی کے ساتھ طلبہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل کو بھی حل کریں۔ تدریسی ماڈلز جو طلبہ اور نوجوان اساتذہ اپنے سکول کے دنوں میں کھیلتے تھے اب کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں لہذا اساتذوں کو نئے تجربات کرنا ہوں گے۔ حالانکہ تمام نائج ان بدلتی ضرورتوں سے واقف ہیں۔ اس کے باوجود کامن کورسز اور شارٹ ٹرم کورسز پر ہی انحصار کیا جا رہا ہے۔

اگر اساتذہ کو تفصیل کے ساتھ ایجوکیشن کی تعلیم دی جائے گی تو بدلتے حالات میں نئے تدریسی انداز کو فروغ دیا جاسکتا ہے اور جائے اس کے کہ ایک استاد کسی ایک مضمون میں مکمل تربیت حاصل کرے۔ یہ بہتر ہے کہ ٹی ایچ میں اساتذہ کو مفصل تعلیم دی جائے۔ اس قسم کا ٹی ایڈ قانونی طور پر نہایت مضبوط ہو گا اور پیشہ ورانہ اعتبار سے نہایت مفید ہوگا۔

○ اعلیٰ تعلیم میں بدلتے طریقے (Changing Methods in Higher Education)

اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں موجودہ ڈھانچے میں کئی تبدیلیاں ہو رہی ہیں جس کے باعث فیچر ایجوکیشن کے شعبے میں بہتری آرہی ہے۔ ان تبدیلیوں میں ایسے اقدامات بھی شامل ہیں جو اعلیٰ تعلیم کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان تبدیلیوں میں ماڈیولر سسٹم، کمپیوٹر انٹرایکشن اور لرننگ پروگرام شامل ہیں۔

ان تبدیلیوں کو موثر ترین طریقے سے استعمال کرنے کی سب سے بڑی مثال اوپن یونیورسٹی میں دی جاسکتی ہے کیوں کہ مستقبل قریب میں اعلیٰ تعلیم کے فروغ میں اس یونیورسٹی کا بڑا موثر کردار ہوگا۔ اس یونیورسٹی میں جو کورسز کروائے جاتے ہیں ان میں خط و کتابت کا سہارا لیا جاتا ہے جب کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن بھی اس میں مدد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سٹڈی سنٹرز پر بھی طلبہ کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ دیئے گئے کورسز میں ان طریقوں کو استعمال کر کے پڑھایا جاتا ہے۔

ایجوکیشن ٹیکنالوجی بطور ٹیچنگ ایڈ (Teaching Aid) استعمال ہوتی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی مدد سے موثر تعلیم دی جاسکتی ہے۔ تحقیق کے مطابق اگر اساتذہ کی تربیت کے لیے ایجوکیشن ٹیکنالوجی سے مدد لی جائے تو اس سے زیادہ چمک دار تربیتی نظام رائج ہو گا اور اس کے ذریعے سے استاد کا زیادہ موثر کردار کھل کر سامنے آئے گا۔ اس کے لیے سب سے زیادہ موثر طریقہ ماڈیولر سسٹم ہے۔ اس سسٹم میں ہر مکمل کورس میں چند ذیلی کورسز بھی ہوتے ہیں اور ان کے بھی چند اغراض و مقاصد ہوتے ہیں۔ کسی ایک ماڈیولر کورس کی تکمیل کا مطلب ہے کہ طالب علم نے چند ذیلی کورسز بھی مکمل کر لیے ہیں۔

اس نظام میں کمپیوٹرز کو بطور سرکڑی انفارمیشن سسٹم کے طور پر استعمال کرنے سے اور اسے ڈیٹابیس کے طور پر استعمال کرنے سے مزید ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ کمپیوٹر کے استعمال سے انتظامی امور بہتر ہو جائیں گے بلکہ کوئی بھی شخص اپنی ذاتی زندگی کے دوران میں یا تعلیمی میدان میں اگر کسی بھی قسم کی کوئی

انفارمیشن حاصل کرنا چاہے گا تو آپ دستیاب ہوگی۔ اس نظام کی ایک اور چٹک یا خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے طلبہ بار بار تربیت حاصل کر سکتے ہیں یا دوسرے ذرائع سے تربیتی مواد اخذ کر سکتے ہیں۔

○ اساتذہ کی تربیت اور سکول کا تعلق

ٹیچر ایجوکیشن میں چاہے جو بھی ڈھانچا بنے اس کی کامیابی کا دار و مدار اساتذہ کی جانب سے تربیت میں دلچسپی رکھنا ہے۔ ٹیچنگ وہ پیشہ ہے جس میں تمام عرصے کے دوران میں تربیت کی ضرورت رہتی ہے اور استادوں کو اپنا علم بڑھانے کی ضرورت رہتی ہے۔ اس طرح کلاس سائز میں بھی اضافہ ہو رہا ہے شاید ہی کوئی استاد ایسا ہو جس کی کلاس میں کوئی طالب علم نہ ہو۔ اساتذہ کی تربیتی مشق میں شمولیت نے بہت سی تنقید کا سامنا بھی ہوا کیا ہے اور ناقدین اساتذہ کا لچ پو نیورٹی اور تربیت کے مابین رابطے پر تنقید کر رہے ہیں۔ ان کا لچوں پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ اچھے اور صحیح معنوں میں تربیت یافتہ اساتذہ فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیمی نظام میں سب سے اہم شعبہ پرائمری سکول ہے جب کہ سیکنڈری اور ہائر ایجوکیشن کے شعبے پر سب سے زیادہ تنقید کی جاتی ہے۔ یہی وہ تعلیمی اداروں میں ایک طرف بہت زیادہ اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کی تربیت کا انتظام بھی کالجوں میں ہوتا ہے۔ دوسرا الزام یہ ہے کہ ان کالجوں میں رابطے کا فقدان ہے اور یہ کوئی ذمہ داری بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے کیوں کہ ان میں رابطے کا فقدان ہے لہذا یہ کالج ایک دوسرے پر انحصار بھی نہیں کرتے۔ ان حالات کے باعث مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اساتذہ کی تربیت کی ذمہ داری مکمل طور پر تعلیمی اداروں کو دی جائے اور جہاں اساتذہ پڑھا رہے ہیں وہیں ان کی تربیت بھی کی جائے۔

کیوں کہ کالجوں اور سکولوں کے مابین رابطے کا فقدان ہے اور ان دونوں میں کوئی ربط نہیں ہو تا لہذا کالج ٹیکچرارز پیشہ ورانہ تربیت میں کوئی بہتر مدد نہیں کر سکتے کیوں کہ انھوں نے پرائمری سکول کے بچوں کو کبھی پڑھایا نہیں ہوتا۔ ایک اور مطالبہ یہ ہے کہ ٹیکچرارز کو سکولوں میں ریسرچ کا کام دیا جائے تاکہ انھیں سکول اساتذہ کے ساتھ مل کر سکول کی فضا کو سمجھنے میں مدد ملے۔

○ ذاتی تعلقات (Interpersonal Relationships)

ایجوکیشن میں آنے والی تبدیلیوں میں ایک بڑی تبدیلی سکولوں اور کالجوں کو ملنے والی خود مختاری و آزادی ہے۔ اس تبدیلی کے باعث سکولوں، اساتذہ اور ٹیچرز نے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا ہے اور تعلیمی انتظام کرنے والے ادارے ان کے کام میں مداخلت نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمام اساتذہ کو ذاتی مہارت پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے جو کہ انھیں اپنے ذاتی وسائل سے پیدا کرنا ہوں گے نہ کہ ان تعلیمی اداروں کی بدولت پیدا کرنے ہوں گے جن میں وہ پڑھاتے ہیں۔ اب انھیں لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا ہو گا۔ ان

تبدیلیوں کے باعث اساتذہ میں زیادہ فکر مندی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طلبہ میں پیشہ ورانہ نظم و ضبط برقرار رکھنے کی ذمہ داری بھی اساتذہ پر آگئی، جس میں طلبہ کا یونیفارم، بالوں کی کٹائی اور وقت پر سکول آنا شامل ہے۔ ایجوکیشن میں آنے والی تبدیلیوں نے اساتذہ میں فکر مندی اور پریشانی کی کیفیت بھی پیدا کی ہے اور اس پریشانی کی بڑی وجہ ان کے اختیارات میں مداخلت ہے۔

○ اساتذہ کی ایجوکیشن کے لیے تجویز کردہ ڈھانچا

(Proposed Structure for Teacher Education)

اگر اساتذہ کی ایجوکیشن کے حوالے سے اس حد تک تبدیلیاں ناگزیر ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس مقصد کے لیے ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ نیا نظام ان ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر بنایا جائے جو ٹیچر ایجوکیشن میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ اگر کوئی ایسا نظام وضع کیا گیا جو اساتذہ کی تیاری پر فکس نہیں کرے گا تو وہ ناکام ہو جائے گا۔ نیا نظام لازمی طور پر اساتذہ کی پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو۔ یہ نظام پیشہ ورانہ تربیت کا ہو جس کے دوران میں تجربہ کار اساتذہ سے سینڈویچ کورسز کروائے جائیں۔ اس نظام میں ان سروس تربیت کو زیادہ فکس کیا جائے۔ جب کوئی استاد تدریس کے پیشے میں داخل ہو تو پہلے روز سے ہی اس کی تربیت کا آغاز کر دینا چاہیے لیکن اس سے پہلے استادوں کی بھرتی کے نظام کو خفاف بنانا ہو گا۔ بھرتی کرتے وقت بھرتی کے طریقے اور استاد کی ترقی، تربیت، ریسرچ اور ڈیولپمنٹ کا طریقہ طے کرنا ہو گا۔ اگر یہ اقدامات کر لیے جائیں تو ان سے نہ صرف وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا بلکہ استادوں کو ان سروس ابتدائی تربیت بھی مل جائے گی۔

کالج سسٹم میں ان تبدیلی شدہ حالات کو کسی وقت بھی اپلائی کیا جاسکتا ہے۔ کالجوں کے حالات کو از سر نو ترتیب دینا درمیانی سطح ہے جب کہ مکمل تبدیلی ہنوز باقی ہے۔ اس طرح سے ان سروس ٹریننگ بھی ممکن ہو سکے گی۔ اس طرح سے مکمل پیشہ ورانہ خود مختاری حاصل ہوگی اور موجودہ حالات میں اساتذہ کی بہترین تربیت ممکن ہو سکے گی۔ گریجویٹس پر تعلیمی اداروں کے دروازے کھولنے کا مطلب ہے کہ ایجوکیشن میں دی جانے والی ڈگری کا معیار ”اپلائیڈ“ یا پروفیشنل کا ہو گا۔ صرف اس طرح سے تعلیمی میدان کو ترقی دی جاسکتی ہے۔

پرائمری ٹیچر زعام طور پر میٹرک پاس ہوتے ہیں اور پی ٹی سی کا کورس کرتے ہیں۔ اس کے بعد انھیں کسی بھی ایجنٹری ٹیچر ٹریننگ کالج میں دو سالہ تربیتی کورس مکمل کرنا ہوتا ہے۔ ان سروس ٹریننگ کی ذمہ داری مہارانی مراکز توسیع (Extension Centres) کی ہوتی ہے یا اوپن یونیورسٹی یا کورس کرواتی ہے حالانکہ چند یونیورسٹیاں ٹیکنیکل ٹیچر ز کی ان سروس کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر استاد کو پانچ سال بعد تربیت کا حل کرنا لازمی ہے لیکن تربیتی نظام اتنا اچھا ہونے کے باوجود فنڈز کی کمی کے باعث ان تربیتی کورسز کے بعد بھی غیر معیاری اساتذہ دستیاب ہیں۔

ٹیچر ٹریننگ کے سلسلے میں اصل صورت حال انتہائی غیر تسلی بخش ہے۔ اساتذہ بنیادی تربیتی مہارت سے بھی عاری ہیں اور انھیں نصاب کی ضروریات کا بھی علم نہیں ہے۔ ٹیچنگ میٹریل ضروریات کے مطابق نہیں ہے اور اس کی ترسیل بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس میٹریل کا ڈیزائن اور تصور بھی غیر معیاری ہے۔ پرائمری اور سیکنڈری سکولوں میں خاص طور پر دیہی علاقوں میں اساتذہ کی سپروائزنگ کا نظام انتہائی ناقص ہے جس کی وجہ سے اساتذہ سکولوں سے غیر حاضر رہتے ہیں۔ ورلڈ بینک کی زیر نگرانی پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ پر ورلڈ بینک نے معدرج ذیل تبصرہ کیا۔

”پاکستان میں پرائمری سکول ٹیچر کی صلاحیت کو صرف ان کی پیشہ ورانہ تعلیمی قابلیت کے غیر تسلی بخش ہونے سے ہی نہیں ناپا جاسکتا، حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ کی اکثریت نصاب میں شامل مندرجات سے ہی واقف نہیں ہیں اور نہ ہی ان میں ٹیچنگ تکنیک ہے۔“

پراجیکٹ کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ اساتذہ کی سکولوں میں حاضری پر سخت نگرانی کی رکھی گئی اور سپروائزر نے اس سلسلے میں بہت سختی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نتائج بھی اچھے برآمد ہوئے۔ دیہی علاقوں میں تعلیمی پس ماندگی کی وجہ جہاں اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کم ہونا ہے تو وہیں خواتین اساتذہ کی عدم دستیابی بھی ایک بڑی وجہ ہے۔ اس صورت حال میں دیہات میں اساتذہ کی بھرتی اور بڑے پیمانے پر ان کی تربیت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ خاص طور پر اس میں خواتین اساتذہ کی جانب سے دیہی علاقوں میں نوکری کرنے پر رضامندی اہم ہے کیوں کہ شہری علاقوں کی خواتین دیہات میں نوکری کرنے میں راضی نہیں ہوتی ہیں۔ اس مسئلے کا ایک حل یہ بھی ہے کہ دیہی علاقوں کی کم پڑھی لکھی خواتین کو بھرتی کیا جائے کیوں کہ اس طرح وہ خوشی سے اپنے علاقے میں نوکری کریں گی۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں ہاشل کی سہولت، ایک سکول میں دو خواتین کی تعیناتی، دیہی خواتین اساتذہ کے لیے ٹرانسپورٹ کی سہولت، تنخواہ کے ساتھ خصوصی مراعات اور اضافی تنخواہ وغیرہ دی جائے تو خواتین اساتذہ خوشی سے دیہاتوں میں نوکری کریں گی۔ پاکستان میں ٹیچر ٹریننگ کے سلسلے میں دستیاب سہولتوں میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہتر بڑی ضرورت یہ ہے کہ فوری طور پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسرز کی تعداد کو بڑھایا جائے۔ اسی طرح سے اسٹنٹ ایجوکیشن آفیسرز کی تعداد کو بھی بڑھایا جائے تاکہ وہ ضلعی سطح پر اساتذہ کی مدد کر سکیں۔ اسی طرح اگر پرائمری سکولوں کی نگرانی کو سخت کر دیا جائے تو اس سے بھی اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

4.2۔ ٹیچر ایجوکیشن (Teacher Education)

ٹیچر ایجوکیشن کے تین مراحل ہیں:

پری سروس (Preservice)

معلی بطور پیشہ اختیار کرتے وقت (Induction)

(Inservice)

ان سروس

جس طرح دیگر پیشہ ورانہ شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت پوری دنیا میں کم و بیش یکساں طور پر ہوتی ہے بالکل اسی طرح ٹیچر ٹریننگ بھی اسی طرز پر کی جا رہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر ملک میں تربیت کا انداز وہاں کی مقامی ضروریات اور تہذیب و تمدن کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ملکوں میں اساتذہ کی تربیت کے دوران میں ایسی یکسانیت پائی جاتی ہے جو عام انسانوں کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔

تاریخی پس منظر (Historical Perspective)

ماضی کی طرح اکیسویں صدی میں بھی سکول جانا انسانی روایت کا حصہ ہے۔ ماضی میں تربیتی ہدایات ماضی کی معاشی حالتوں پر منحصر تھیں اور اکثر اساتذہ سکولوں میں تربیتی مہارت حاصل کرتے ہیں۔ مذہبی تعلیم جو کہ اکثریت آبادی میں دی جاتی تھی۔ اب جدید دور کی ضرورتوں اور تقاضوں کے انداز میں دی جاتی ہے۔

دنیا میں جدید سکولوں کا نظام انیسویں صدی میں نمودار ہوا۔ اس دور میں پرائمری سکول نچلے درجے اور نچلے درمیانے درجے سے تعلق رکھنے والے بچوں کے لیے تھے۔ ان سکولوں کے بچے بھی پختی کلاس سے ملنے رکھتے تھے تو ان کے اساتذہ بھی معاشرے کے اسی طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لوئر سیکنڈری سکولز (مڈل سکول) مستقبل کے لوئر مڈل کلاس فیملی کے افراد کی تعلیم و تربیت کر رہے تھے جو آگے چل کر سرکاری محکموں میں سول سروس، کلرک اور کامرس کے شعبوں میں کام کرتے تھے۔ ان سکولوں میں پڑھانے والے افراد غیر مذہبی یافتہ تھے اور کسی یونیورسٹی کالج سے تربیت یافتہ نہیں تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز پر ٹیکنیکل سکولوں کو جزل ایجوکیشن سے علیحدہ کر دیا گیا۔ آخر میں گرامر سکول جو کہ یونیورسٹی کی تیاری کرواتے تھے، میں یونیورسٹی کے تربیت یافتہ افراد پڑھاتے تھے۔

آج کے کنڈرگارٹن سکول یا نرسری سکول انیسویں صدی میں پہلی بار متعارف ہوئے جنہیں ”تنظیم“ نامی سکول کہتے تھے اور یہ سکول ایسے بچوں کی سہولت کے لیے قائم کیے گئے تھے جن کی مائیں کام پر جاتی تھیں۔ ان سکولوں تک ان سکولوں کے نگرانوں کی کوئی خاص تعلیم نہیں ہوتی تھی۔ ان نگرانوں کی تعلیم بھی واجبی سی ہوتی تھی۔

پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تربیت نے بھی کئی ارتقائی منازل طے کی ہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں سکولوں میں ہر وہ شخص پڑھانے کا اہل تھا جو صرف لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ 1800ء یا اس کے لگ بھگ ٹریننگ سکول کا نام منظر عام پر آئے۔ یہ سکول مختصر مدت کے کورسز کرواتے تھے اور ان میں سے اکثریت یورپ میں قائم کیے گئے تھے۔ ان سکولوں کی ابتداء جرمنی سے ہوئی جب کہ چند سکول آسٹریا میں بھی قائم کیے گئے۔

اٹھارویں صدی میں تربیت کے نارمل سکول قائم کیے گئے جو ٹیچنگ کے طریقے پڑھاتے تھے۔ ان سکولوں میں پرائمری سکولوں کے اساتذہ تربیت حاصل کرتے تھے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں پورے

مغرب میں اس طرز کے تربیتی سکول قائم ہو گئے۔

موجودہ ترقی پذیر دور میں جب سوشل سائنسز کے شعبے میں خوب ترقی ہو رہی ہے تو اس دور میں اساتذہ کی تربیت کے اہداف کس طرح حاصل کیے جائیں؟ ابتدائی اور بعد کی تفصیلی تربیت میں فرق کرنا چاہیے۔ اگر اساتذہ ان اساتذہ میں کرنا چاہیے جو تعلیمی کو اپنے پیشے کے طور پر اپناتے ہیں اور دوسرے وہ جو تعلیمی کے پیشے میں داخل ہونے سے قبل تربیت صرف اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ اس پیشے میں حاصل ہونے والے پہلے انھیں کچھ تجربہ ہو جائے۔

یہ ایک اصولی موقف ہے کہ ہر استاد کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ دنیا کے باقی ملکوں کے ساتھ پاکستان میں بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ”تعلیم سب کے لیے“ کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس طرح سے پاکستان میں بھی تعلیمی تربیت کا کلچر تبدیل ہو رہا ہے۔ نفسیاتی، تعلیمی، معاشی، معاشرتی اور دیگر حوالوں سے تمام اساتذوں کو یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ کئی ملکوں میں صرف سینئر ہائی سکول ٹیچرز یونیورسٹی ڈگری کے حامل ہیں جب کہ کئی ممالک میں پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت بہت کم ہے حالانکہ تنخواہیں اور گریڈز اہم ہوتے ہیں لیکن یونیورسٹی اور کالج کے اساتذہ میں معاشرتی توقیر کا فرق ہوتا ہے اور کالج اساتذہ کے مقابلے میں یونیورسٹی اساتذہ کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔

○ نصاب (The Curriculum)

ٹیچر ایجوکیشن کے حوالے سے ہمیشہ چار سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ اس ایجوکیشن کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ انفرادی سطح پر یہ اغراض و مقاصد ایک دوسرے سے کس طرح مختلف ہیں؟ یہ اغراض و مقاصد کس طرح حاصل کیے جائیں گے؟ یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ یہ اغراض و مقاصد حاصل کر لیے گئے ہیں؟ ٹیچر ایجوکیشن کو پلان کرتے وقت ان تمام سوالوں میں رکھا جاتا ہے۔ یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ تربیت یافتہ اساتذہ اپنے طلبہ کو مستقبل میں از خود پڑھنے کے قابل بنادیں گے۔ طلبہ کی مہارت کو صرف اس طرح جانچا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے طور پر درپیش مسائل کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ٹیچر ایجوکیشن کے عناصر کو جنرل ایجوکیشن کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پری پرائمری میں خاص مضمون میں مہارت، پرائمری اور سینڈری سکول ٹیچرز۔

○ جنرل ایجوکیشن (General Education)

جنرل ایجوکیشن کے ذریعے سے علم اور مہارت سکھائی جاتی ہے اور ایک خاص ماحول میں کسی شخص میں علم حاصل کر کے اپنی شخصیت کی نشوونما کرنے میں مدد دی جاتی ہے۔ پڑھنے والے کو اپنے ماحول کو سمجھنے، اسے بنانے اور اس کا تنقیدی جائزہ لینے میں مدد دی جاتی ہے۔ اس سے معاشرے کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ہر استاد کی تربیت کی سطح اس کے سکول کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ جنرل ایجوکیشن کوئی لگی بندھی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ حقائق پر مبنی حاصل ہونے والا علم ہے جس میں ہلکتے سائنس، فلاسفی، سیاست، لٹریچر اور دیگر علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے طلبہ صلاحیت پیدا کی جاتی ہے کہ جس کے دوران میں کوئی بھی شخص انفارمیشن کے حصول، آزادی کے ساتھ کام کرنے، گروپ کے ساتھ کام کرنے اور معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کا ہنر سیکھتا ہے۔

اس میں دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا فن بھی سکھایا جاتا ہے۔ استاد ایسے بچوں کو پڑھاتا ہے جن کا معاشرتی پس منظر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات غیر ملکی کلچر کے حامل بچے بھی علم کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ بد قسمتی سے استاد تربیت کے دوران میں سکول نہیں چھوڑتے اور بچے ان کا زمانہ طالب علمی ختم ہوتا ہے وہ فوری طور پر استاد بن جاتے ہیں جب کہ اس سے قبل انھیں زندگی گزارنے، کسی فیئر میں کام کرنے یا کسی بزنس کرنے کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ پرائمری سکول سے فارغ ہونے کے بعد بھی جنرل ایجوکیشن جاری رہنی چاہیے۔

○ مضمون میں خاص مہارت حاصل کرنا (Specific Subject Mastery)

انیسویں صدی میں گرامر سکول میں بطور استاد کام کرنے کے لیے ضروری تھا کہ استاد یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کرتا رہا ہو۔ پرائمری سکول ٹیچر کی چند بنیادی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

1. طلبہ کو تحفظ دے کر موثر تعلیمی ماحول پیدا کرنا۔

2. طلبہ کے لیے نفسیاتی و شخصی اعتبار سے دل پسند تعلیمی ماحول پیدا کرنا۔

3. بچے کے معاشرتی تجربات کو تقویت دینا۔

4. بچے کے کلچرل پس منظر کو تقویت دینا۔

5. بچے کی زبان و بیان کی صلاحیت کو نکھارنا۔

6. بچے کے ذہن میں وقت فاصلے اور مقدار کے فلسفے کو اتارنا۔

7. بچے میں پرائمری سکول میں دی جانے والی ہدایات پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

8. بچے کی تعلیم و تربیت کے لیے خاندان کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرنا۔

ان تمام ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ پرائمری سکول کی تعلیم دینے کے لیے استاد کا ایڈزٹی گریجویٹ ہونا کیوں ضروری ہے۔ اگر بات پرائمری استاد کی ہو رہی ہے تو انھیں بھی دو گروپوں میں تقسیم کرنا چاہیے اور یہ تقسیم طلبہ کی عمر کو سامنے رکھ کر کی جائے۔ پہلا گروپ 5 سال تا 8 سال تک کے بچوں کے لیے اور دوسرا 8 سال سے اوپر کے بچوں کے لیے۔ پہلا گروپ پرائمری سکول کے ابتدائی سالوں کے لیے مناسب کہ دوسرا گروپ پرائمری کے اختتام تک کے لیے ہے۔ اساتذہ کو بھی ان کو مد نظر رکھ کر تیاری کرنی

چاہیے کیوں کہ ابتدائی سالوں کے استادوں کا خاص طور پر ریڈنگ، لکھنے، زبانی سوال و جواب، ریاضی کو پڑھانے کی خاص تربیت حاصل کرنا چاہیے، جس میں بچوں کو درپیش مسائل کو حل کرنے کی تکنیک سکھانی جانی چاہیے۔ یہ بات طے ہے کہ اگر دوسرے گروپ کے بچوں کو پڑھانا مقصود ہے تو پھر استاد کو بھی اعلیٰ درجے کی تعلیم حاصل کرنا ہوگی اور کسی ایک مضمون میں مہارت حاصل کرنا ہوگی۔ مثال کے طور پر اگر استاد اس گروپ کے لیول کی ریاضی پڑھا رہا ہے تو اسے ایڈوانس ریاضی کی سمجھ بوجھ ہونا ضروری ہے۔

○ سائیکالوجی اینڈ ایجوکیشن سٹڈی (Psychology and Education Study)

ایجوکیشن کے لیے ضروری ہے کہ استاد میں برتاؤ کرنے، گائیڈ کرنے اور سکھانے کا قدرتی ہنر ہو۔ تربیت کے ذریعے سے استاد کی نفسیاتی تربیت کی جاتی ہے جس کے بعد وہ مزید نکھر جاتا ہے۔ تربیت کے بعد جب وہ پڑھاتا ہے اور ٹیٹ اور جائزہ لینے کی تکنیک استعمال کرتا ہے تو اس طرح وہ نہ صرف اعلیٰ معیار کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس کی مقدار بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح سے تہذیبی رویے استاد کو سکول کے اندر اچھا ماحول بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ گروپ میں کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس شعبے کی استاد کی تربیت کا حصہ بنایا جائے۔ استاد کو نفسیاتی طور پر جن حوالوں سے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ اظہار خیال کرنا ایک بہت بڑا فن ہے۔ بعض اوقات اندرونی جذبات کا اظہار نہ کرنے کے باعث بہت سی پریشانیوں پیدا ہو جاتی ہیں لہذا طالب علم کو اپنے مسائل اور جذبات کا اظہار کرنا چاہیے اور دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے۔

☆ دوسروں کو جس طرح ہیں اس طرح قبول کرنا اور انھیں سمجھنا۔
☆ دوسروں کے بارے میں مثبت رائے قائم کرنا اور دوسروں کو مثبت انداز میں گائیڈ کرنا۔
☆ دوسروں کو ان کے برتاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ماحول کے بارے میں فیڈبیک دینا۔
☆ خود مختاری کے ساتھ دوسروں کو برداشت کرنا اور دوسروں کے منفی اور جارحانہ رویوں کا مثبت انداز میں جواب دینا۔

○ ایپلائڈ ایجوکیشن (Applied Education)

ایپلائڈ ایجوکیشن ایک ایسے سیٹ آف سٹڈی اینڈ ایجوکیشن کا مجموعہ ہے جو تدریسی ہدایات اور خود پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ ریسرچ کے بعد یہ سامنے آیا ہے کہ سکول کو روزمرہ بنیادوں پر چلانا چاہیے جس کے دوران میں طلبہ کی نشوونما اور سکول کے نظام کو ترتیب دینے کے فیصلے ہوتے ہیں۔ انسانی تجربے نے ثابت کیا ہے کہ یہی ٹیچنگ کا مقصد بھی ہے۔

نصاب سازی اور جائزہ لینا (Evaluation) بھی ایپلائڈ ایجوکیشن کا حصہ ہے لہذا اساتذہ کو تدریسی مہارت دینے کے ساتھ ساتھ نصاب سازی کی تربیت بھی دینی چاہیے۔ اس تربیت کے دوران میں انھیں اغراض و مقاصد، مندرجات کا انتخاب، پڑھانے کے درست طریقے کا انتخاب، کلاس روم کی تنظیم، تدریسی ہینڈل اور طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا ہنر سکھایا جائے۔

لیبارٹری میں تجربہ اور کسی سکول میں عارضی تدریسی مواقع دینا ٹیچر ایجوکیشن میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح سے اساتذہ خود کو تدریسی ماحول میں ڈھالنے کا موقع ملتا ہے۔ اب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مائیکرو ٹیچنگ موثر ترین تکنیک ہے۔ یہ تربیت تین مراحل میں حاصل کی جائے۔

☆ تدریسی تربیت کے دوران میں چھوٹے گروپوں کو پڑھانے، خاص مہارت کے استعمال اور استاد کے تدریسی برتاؤ کا تنقیدی جائزہ لینے کی تربیت شامل ہے۔

☆ تدریسی نشست کے دوران میں اپنی کارکردگی کا خود جائزہ لینا۔

☆ بنیادی سطح پر مسائل کو حل کرنے اور کلاس روم میں کوآپریٹو ریسرچ میں مدد دینا۔

○ انسروس ایجوکیشن (Inservice Education)

اب یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک استاد کو اپنی پوری زندگی میں تعلیمی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ استاد جو ہمیشہ اچھی تعلیم و تربیت دیتے رہتے ہیں۔ انھیں اپنی علمی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ درکشاؤں، سیمیناروں میں شرکت کریں۔ ایسے کیس بھی سامنے آئے ہیں جن میں اساتذہ کی تربیت کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود کچھ حوالوں سے انھیں پھر بھی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال اس طرح ہے کہ اگر ”نئی ریاضی“ متعارف کروائی جائے تو پرانے نصاب کے مقابلے میں وہ ایڈوانس شکل میں ہوگی لہذا ایسی صورت میں استاد کو تربیت کی ضرورت ہوگی کیوں کہ نئی ریاضی اساتذہ نے پہلے سے نہیں پڑھی ہوگی۔ اس طرح سے اساتذوں کی اس تربیت کو ری سائیکلنگ (Recycling) کہا جائے گا۔

○ مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن (Affective Teacher Education)

ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کو ترتیب دیتے وقت اس پروگرام کے مقاصد کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ ان مقاصد کا تعین کئی طریقوں سے کیا جاسکتا ہے لیکن عام طور پر ان مقاصد کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

☆ ٹیچر بننا

☆ ٹیچنگ کی مہارت

☆ ٹیچر کے جذباتی احساسات اور خود شناسی (Teacher Feelings & Self Awareness)

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن (Affective Teacher Education) عام طور پر ٹیچر کے جذباتی

احساسات اور خود شناسی پر فوکس کرتی ہے۔ حال ہی میں اس پروگرام میں آپس کے میل جول اور انسانی تعلقات کے قیام کی مہارت کو بھی شامل کیا گیا ہے، محققین کے مطابق مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن اندرونی ذاتی اقدار اور اخلاق کی نشوونما کرتی ہے۔

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن کی ضرورت (Need for Affective Teacher Education)

عام طور پر تمام ٹیچر ایجوکیشن پروگرام بنیادی طور پر اساتذہ کی تالیف اور تدریسی مہارت میں اضافے پر فوکس کرتے ہیں۔ ان پروگراموں کے ذریعے وہ تمام طریقے سکھائے جاتے ہیں جن سے تدریسی مہارت میں اضافہ ہوتا ہے اور تدریسی میٹریل کو استعمال کرنا آتا ہے۔ لیکن ان تمام کورسز میں اساتذہ کو جذباتی احساسات اور خود شناسی کو بہتر کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ انسان ہونے کی حیثیت سے اساتذہ مختلف مواقع پر مختلف قسم کا ہر تاؤ کرنا ہے لہذا ایسی تربیت ضروری ہے جو اساتذہ کے جذباتی رد عمل کو صحیح سمت دے سکے۔

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے خواص (Nature of Affective Teacher Education)

مشفقانہ پس منظر میں دیکھا جائے تو ٹیچنگ دو انسانوں کے درمیان قائم ہونے والا باہمی تعلق ہے۔ اس تعلق میں اساتذہ اور طالب علم میں سے کوئی بڑا لیا چھوٹا نہیں ہوتا یہ ہے کہ جو زیادہ تجربے کا ہوتا ہے وہ گائیڈ اور رہنما کے طور پر کام کر رہا ہوتا ہے۔ مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے دو بڑے مقاصد ہیں، جن میں خود شناسی کا ادراک حاصل کرنا اور انسانی سطح پر تعلقات کے قیام میں مہارت حاصل کرنا شامل ہے۔ کسی خاص پروگرام پر انحصار کرتے ہوئے یہ دونوں مقاصد مختلف ہو سکتے ہیں۔ پروگرام ترتیب دیتے وقت بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کو انسانی ترقی کے عمل میں حصہ لینے کے لیے مدد فراہم کی جائے۔ اساتذہ کو یہ معلوم ہو کہ اس کے برتاؤ کا دوسرے افراد پر کیا اثر پڑتا ہے۔ پروگرام کا زیادہ فوکس متعلقہ طالب علموں کی مدد کرنے پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ طالب علموں کے رویے سے اساتذہ اپنی کلاس روم کی حکمت عملی طے کرتا ہے۔ اس کی بنیاد پر وہ نصاب وضع کرتا ہے۔

ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کا موثر پن (Effectiveness of Teacher Education Programme)

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن کے حوالے سے دو سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اس پروگرام میں شرکت کے بعد اساتذہ کس حد تک جذباتی احساسات کا ادراک حاصل کرتا ہے اور اندرونی جذبات کو قابو میں رکھنے کی مہارت حاصل کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس پروگرام میں شرکت کرنے والے اساتذہ کا رویہ کلاس روم میں ان اساتذہ سے کس طرح مختلف ہوتا ہے، جنہوں نے اس پروگرام میں شرکت نہیں کی۔ محققین نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ وہ اساتذہ جو اس پروگرام میں شرکت کرتے ہیں وہ اپنے اندرونی جذبات و احساسات اور ذاتی مہارتوں کو زیادہ بہتر انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ تحقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ تربیت

کے بعد تربیت یافتہ اساتذہ کلاس روم میں زیادہ بہتر پروگرام کرتے ہیں اور ان اساتذہ کے مقابلے میں جو ابھی نئے بھرتی ہوئے ہیں یا اس پروگرام میں شریک نہیں ہوئے ہوتے، ان کے مقابلے میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کا مستقبل (Future of Affective Teacher Education)

اگر مستقبل میں ٹیچر ایجوکیشن کے شعبے میں مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن کا فروغ مقصود ہے تو دو باتوں پر توجہ دینا ہوگی۔ پہلی کا تعلق مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن سے وابستہ دو اغراض و مقاصد سے ہے، جس میں خود شناسی میں اضافہ اور ذاتی مہارت میں اضافہ شامل ہے۔ دوسری کا تعلق مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن اور عام ٹیچر ایجوکیشن کے مابین تعلق ہے۔

مشفقانہ ٹیچر ایجوکیشن کے ماہرین کی اکثریت ذاتی مہارت کو فروغ دینے کے لیے خود شناسی کو بنیادی شرط سمجھتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق وہ اساتذہ جو اپنی قدرتی صلاحیتوں پر یقین رکھتے ہیں وہ طلبہ کا احترام کرتے ہیں۔ جو اساتذہ طلبہ کا احترام کرتے ہیں وہ پہلے اپنی صلاحیتوں کا احترام کرتے ہیں، جن لوگوں کے دل میں اپنی عزت نہیں ہوتی وہ دوسروں کی بھی عزت نہیں کرتے۔

○ استاد بطور محقق (Teacher as Researcher)

استاد بطور محقق کا آئیڈیا بہت پرانا ہے کیوں کہ یہ بات اب تسلیم کی جا چکی ہے کہ استاد بطور محقق بہت اچھا کام کر سکتا ہے۔ نصاب کی تیاری کے لیے کی جانے والی تحقیق میں استاد بہت مدد کر سکتا ہے۔ تدریسی عمل کے دوران میں اساتذہ کو کالونی آف ایجوکیشن یعنی معیار تعلیم کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے اور ساتھ ہی طلبہ کے رد عمل پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے اساتذہ کی اپنی تحقیق بہت مددگار ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اساتذہ کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ٹیچر کی ویڈیو ٹیپ کر لیں یا صوتی ٹیپ کر لیں اور کلاس روم کے بعد اسے سن کر اور دیکھ کر اپنی کارکردگی اور طلبہ کے رد عمل کا جائزہ لیں۔ اساتذہ سے کہا جاتا ہے کہ اس عمل سے حاصل ہونے والے اعداد و شمار اور رائے کو یکجا کیا جائے اور اس کی مدد سے ایک تصوری تیاری کی جائے کیوں کہ سکول میں ہونے والے کام میں گروپ ملوث ہوتے ہیں لہذا اساتذہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے اعداد و شمار سے استفادہ کر سکتے ہیں تاکہ ایک متفقہ نتیجے پر پہنچا جاسکے۔

تصوری بنانے کا ابتدائی آئیڈیا نیم کے مرکزی ارکان کی جانب سے آتا ہے اور یہی طلبہ کی فیدبیک معلوم کر کے اعداد و شمار جمع کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اعداد و شمار جمع ہونے کے بعد اساتذہ کو کہا جاتا ہے کہ وہ اس سے ابتدائی نتائج اخذ کریں جب کہ آخر میں اساتذہ تفصیلی نتائج مرتب کر کے حتمی تصوری بناتے ہیں۔ اس پورے کام کی تکمیل سے یہ رائے قائم کرنے میں مدد ملتی ہے کہ استاد بطور محقق بھی کام کر سکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ کلاس روم میں نصاب پر موثر عمل درآمد کے سلسلے میں قائم ہوتی ہے۔ دوسرا یہ

ان پر سس طرح پورے اتر سکتے ہیں۔ طلبہ میں یہ جذبہ اس لیے بھی پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اپنے سپروائزر کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

پریکٹس ٹیچنگ کا جائزہ لینا (Assessment of Practice Teaching)

پریکٹس ٹیچنگ کا جائزہ لینا اور اس کے ذریعے سے کوئی حتمی رائے قائم کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے کیوں کہ یہ ایک آپریشنل شپ پروگرام والی اپروچ ہے لہذا یہ ذرا مشکل ہوتا ہے۔ ہر طالب علم کو اس کی کارکردگی کی بنیاد پر گریڈ ملتے ہیں جب کہ اس میں شخصیت اور اطوار و انداز کے بھی نمبر ہوتے ہیں۔

اگر کسی گروپ کی یہ پریکٹس ٹیچنگ کا جائزہ لینا مقصود ہو تو متعلقہ تدریسی ادارہ اس کا باقاعدہ شیڈول بناتا ہے۔ اس شیڈول میں اساتذہ کی تدریسی صلاحیتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس جائزے میں جن موٹی موٹی اہم باتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ان میں اغراض و مقاصد کا واضح پن، سبق کی وضاحت کرنے کی مہارت اور اس کی پیش کش، تناسب وقت اور رفتار سے سبق کو آگے بڑھانے کی صلاحیت۔ صاف اور بلند آواز، پرکشش انداز گفت گو اور سبق کے حساب سے بہترین ٹیچنگ میٹریل کا انتخاب شامل ہے۔ اس کے علاوہ بلیک بورڈ کا درست استعمال اور متعلقہ سبق سے اس کا تعلق بھی دیکھا جاتا ہے۔

پریکٹس ٹیچنگ کا مستقبل (Future of Practice Teaching)

مستقبل میں سب طلبہ پریکٹس ٹیچنگ کے بارے میں تھیوری پڑھیں گے اور پریکٹس کریں گے تو ان کی اس شعبے سے دلچسپی بڑھ جائے گی اور ان کی تدریسی مہارت میں بھی اضافہ ہوگا۔ پریکٹس ٹیچنگ کو اپنی ذمہ داریوں میں کوئی اضافی بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے۔ بطور تدریسی مہارت کے اس کے حوالے سے مزید سیمینار، ورکشاپس اور گروپ بحث و مباحثے کروانے کی ضرورت ہے۔

اگر اس پس منظر میں اس پر توجہ دی گئی تو مستقبل میں اس شعبے کا روایتی ڈھانچا مزید ترقی کرے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ کے لیے مشاہدے اور عملی مشق کے کام کے دورانیے میں اضافہ کیا جائے۔ طلبہ کو اپنے سبق کی تیاری، پلاننگ اور اس کے حوالے سے جمع کرنے والے مواد پر زیادہ وقت دیا جائے جس کے بعد وہ سکول میں اپنے ساتھیوں کو یہ پریکٹس کرتے ہوئے دیکھیں۔ سکول میں اس قسم کی پریکٹس سے طلبہ کو بہت مدد ملتی ہے۔ مستقبل میں طلبہ کے لیے تھیوری اور عملی مشق کی بہت گنجائش ہے۔

ان سروس ٹیچر ٹریننگ (In-Service Teacher Education)

روایتی طور پر ان سروس ٹیچر ٹریننگ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی جاسکتی ہے "ان سروس تربیت وہ تربیت ہوتی ہے جو پرائمری، سیکنڈری سکول ٹیچر ز اور پرنسپل حاصل کرتے ہیں تاکہ تدریسی پیشے میں ان کی آمد کے باعث وہ اپنی پیشہ ورانہ صلاحیت کو بڑھا سکیں اور اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور رویے کی نشوونما

نصاب کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ استاد خود ہی نصاب بناتا ہے اور اس پر عمل کرواتا ہے۔ 1970ء کی دہائی میں استاد بطور محقق کا نظریہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے اور برطانیہ اور آسٹریلیا میں بھی اس نظریے کو تسلیم کر لیا گیا ہے اس قبولیت کے باعث ایک انٹرنیشنل کلاس روم ریسرچ نیٹ ورک قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد محقق اساتذہ کے مابین تجربات اور آئیڈیاز کو شیئر کرنا تھا۔ بعد میں اس کے سالانہ اجلاس ہونے لگے اور کانفرنس کے جرائد بھی شائع ہونے لگے۔

پری سروس طلبہ عملی ٹیچنگ (Pre-service Student Practice Teaching)

عملی ٹیچنگ (Practice Teaching) ایک ایسی اصطلاح ہے جس کے زمرے میں اساتذہ کی وہ پیشہ ورانہ تربیت آجاتی ہے جس کے دوران میں طلبہ کو بطور استاد شاگردوں کو پڑھانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہ پریکٹس عام طور پر سکول میں ہوتی ہے جب کہ کبھی کبھی یہ موقع کالجوں میں بھی دیا جاتا ہے۔ پریکٹس ٹیچنگ بطور خود ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے سکول میں پڑھانا۔ وہ ملک جہاں اساتذہ کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے وہاں ٹیچر ٹریننگ پریکٹس کا بھی کوئی تصور نہیں ہے۔

ان تربیتی اداروں میں جہاں اساتذہ کی تربیت کی جاتی ہے وہاں تربیت کے کورس میں پریکٹس ٹیچنگ بہت توجہ دی جاتی ہے جب کہ دیگر امور میں نصابی تصویری پڑھائی جاتی ہے۔ پریکٹس ٹیچنگ کے دوران میں اکثر تربیتی کورسز میں طلبہ کو سکول میں طالب علموں کو پڑھانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ تربیتی اداروں میں ان کی رہنمائی میوز کر کرتے ہیں یا سینئر اساتذہ یہ رہنمائی تدریسی عمل شروع ہونے سے قبل بحث و مباحثہ کے دوران میں دی جاتی ہے جب کہ پڑھائی کے بعد ہونے والی بحث میں بھی رہنمائی دی جاتی ہے۔ اس پریکٹس کے ذریعے سے ان اساتذہ کو بہت حوصلہ اور اعتماد ملتا ہے جو نئے نئے اس پیشے میں داخل ہوتے ہیں۔

آغاز..... آپریشنل ٹیچر (Origin....Apprentice Teacher)

پریکٹس ٹیچنگ کا آئیڈیا آپریشنل شپ سے وجود میں آیا کیوں کہ انیسویں صدی میں صنعتی ممالک میں تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی جس نے اساتذہ کی باگ میں زبردست اضافہ کر دیا۔ اس صورت حال نے محکمہ تعلیم کو مجبور کر دیا کہ وہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ میں سے بہتر طلبہ کو بطور طالب علم استاد کے بھرتی کر لیں۔ ان طالب علم اساتذہ کو آپریشنل شپ اساتذہ کے طور پر ڈیل کیا جاتا تھا۔ استاد یہ بتا دیتا تھا کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے اور طلبہ طالب علم استاد کی مدد سے ویسا ہی کرتے تھے۔

جیسا کہ استاد اور طالب علم کا بہت قریبی تعلق ہوتا ہے لہذا بغیر کسی تیل و جھٹ کے طالب علم استاد کی تعداد، اس کی شخصیت کو نہ صرف تسلیم کر لیتا ہے بلکہ اس کی ہر بات کو درست بھی تسلیم کرتا ہے۔ طلبہ کی کوشش ہوتی ہے کہ سکول میں ان کے بارے میں اچھی رائے قائم ہو اور اسی طرح اسے تدریسی ادارے کی بھی نیک نامی ہو لہذا وہ اس بارے میں نہایت محتاط ہوتے ہیں کہ ان کے سپروائزر کی ان سے کیا توقعات ہیں اور وہ

کر سکیں تاکہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت زیادہ موثر طریقے سے کر سکیں۔“

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ان سروس نیچر ٹریننگ پر توجہ دی جانی چاہیے۔

- 1- تعلیمی ضروریات اور قومی ضروریات کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب کہ ان دونوں کا تعلق لوکل کمیونٹی کے ساتھ ہے۔
- 2- تعلیمی تبدیلیاں جو اساتذہ کی ان سروس ٹریننگ کو نظر انداز کر کے کی جائیں ان سے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔
- 3- اساتذہ کی تربیت اس لیے بھی ضروری ہے کہ بدلتے حالات میں ان کی اپنی تعلیمی قابلیت کو بڑھانا وقت کی ضرورت ہے۔
- 4- کم تعلیم یافتہ اساتذہ کو بھرتی کر کے ان کی تعلیمی قابلیت کو بڑھانا۔
- 5- معاشرتی تبدیلیوں نے اساتذہ کی بھرتی کو ناگزیر بنادیا ہے لہذا پہلے سے سروس میں موجود اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو بھر بنایا جائے تاکہ وہ نئے آنے والوں کے ساتھ آنے والے آئیڈیاز کے ساتھ چل سکیں۔

○ ابتدائی عمر کے بچوں کی تعلیم کے لیے نیچر ایجوکیشن

(Teacher Education for Early Children Education)

ابتدائی عمر کی اصطلاح سے یہاں مراد 3 سال تا 6 سال تک کی عمر کے بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ اس کورس کے دوران میں ان بچوں کی گھر سے باہر دیکھ بھال نظر داری اور تعلیم و تربیت پر توجہ دی جاتی ہے۔ مختلف علاقوں میں یہ تعلیم و تربیت مختلف ہوتی ہے لیکن ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ اس کے دوران میں ابتدائی عمر کے بچوں کی پرائمری سکول میں داخلے کی تیاری کروائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور اصطلاح ”پری پرائمری“ بھی استعمال ہوتی ہے بلکہ عام طور پر یہ اصطلاح بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

پری پرائمری سکول ایجوکیشن کے حوالے سے اگر دنیا بھر پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ پوری دنیا میں پری پرائمری سکول کے بچوں یعنی 5 تا 7 سال تک کی عمر کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار افراد تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ انھوں نے یا تو صرف ان سروس ٹریننگ کر رکھی ہے یا اس سلسلے میں کچھ ورکشاپس میں شرکت کی ہے۔ پری پرائمری سکول نیچر کی تربیت کا مسئلہ بھی بالکل اسی طرح ہے جس پرائمری اور سیکنڈری سکول نیچر کی تربیت کا ہے۔

وہ ممالک جہاں پرائمری سکول کے اساتذہ کے لیے پری پرائمری ٹریننگ کی سہولت موجود ہے وہاں یہ تربیت وسیع بنیادوں پر تعلیمی اداروں میں دی جاتی ہے۔ یا البتہ چند جنگلوں پر زیر تربیت افراد کو نیچر نہیں کہا جاتا بلکہ انھیں کوئی اور ٹائٹل دیا جاتا ہے۔ پری پرائمری کے اساتذہ کی اکثریت تربیت یافتہ نہیں ہوتی بلکہ انھوں نے صرف ایجوکیشن کے مضمون میں ڈپلومہ یا ڈگری حاصل کی ہوتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح دوسرے شعبوں میں تربیت دی جاتی ہے بالکل اسی طرح ایجوکیشن کے شعبے میں تربیت پر خصوصی توجہ

دی جائے۔ ان تربیتی پروگراموں میں جہاں بچے کی تربیت اور تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی تربیت دی جائے وہیں استاد بچے اور والدین کے مابین گہرے تعلق کو بھی فروغ دیا جائے۔

دوسرے لیول آف سکول کی طرح نیچر ایجوکیشن بھی اس کی اہمیت و افادیت کے باوجود نظر انداز کی جارہی ہے حالانکہ یہ شعبہ اپنی اہمیت کے حوالے سے انتہائی اہم ہے اور اس میں ذاتی اوصاف کی ترقی سے لے کر خصوصی نصاب کی تیاری تک کے باوجود اس پر توجہ نہیں دی جارہی۔ ایک اور مسئلہ جو بہت سے ممالک کو بھی درپیش ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس تربیت کے بعد استاد کی اہمیت اور موثر طریقہ تدریس سے مطمئن نہیں ہیں اور وہ اس پر اعتماد نہیں کر رہے لیکن ضروری ہے کہ اساتذہ پری سروس ٹریننگ اور ان سروس ٹریننگ کے باعث وہ اپنے ہونے والی تبدیلی پر غور کیا جائے اور استاد کی کارکردگی کو سمجھا جائے۔

4.3 نیچر ایجوکیشن: قومی تعلیمی پالیسی 2010ء-1998ء کے حوالے سے

○ تعلیم کا معیار براہ راست اس تدریسی معیار پر منحصر ہوتا ہے جو کلاس میں دی جاتی ہے۔ نہایت بنیادی سطح پر تعلیمی اصلاح میں استاد کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ تعلیمی قابلیت، مضامین کے مواد سے آگہی، تدریسی استعداد و ہنر مندی اور اساتذہ میں لگن درس و تدریس کے لیے موثر ثابت ہوتے ہیں۔ مختلف سطح پر تعلیم کے انحطاط پذیر معیار کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ملک میں اساتذہ کی تعلیم کو موثر بنانے اور اس کو مناسب ترجیح دینے کی کوشش کی جائے۔ تعلیم سب کے لیے اس اصول کو مرکزی توجہ دے کر حصول علم کے مواقع میں وسعت دی جائے۔ طلب اور رسد میں معقول توازن کے قیام کے لیے اساتذہ کی تربیت کے پروگرام میں عددی لحاظ سے بڑی حد تک توسیع ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف اساتذہ کی تعلیم کے معیار پر بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایسے اساتذہ کی افراط ہو گئی ہے جن میں تدریسی طریقوں اور ان کے مواد سے متعلق آگہی بہت سطحی ہے۔

○ ملک میں اساتذہ کی تعلیم کے معیار پر متعدد عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ عوامل نظریاتی اور معاشی و معاشرتی ضروریات سے لے کر موجودہ نظام تعلیم اور درس و تدریس کے مبہم نظریات اور اقدامات تک محیط ہیں۔ آنے والے ہر دور میں بڑھتی ہوئی آبادی کا دباؤ ہی تعلیم کے فروغ میں سب سے نمایاں محرک نظر آتا ہے۔

اساتذہ کی تربیت کا پروگرام نظام تعلیم کا جزو لا ینفک ہے۔ اس میں بھی توسیع ہوئی ہے اور ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر مزید توسیع متوقع ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نظام پر مطالبات کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اساتذہ کی تعلیم کے معیار کی ضروریات پر بھی احتیاط سے توجہ دی جائے۔ اساتذہ کی تعلیم کے معیار سے متعلق امور میں پالیسی کی تیاری اور منصوبہ بندی، اساتذہ کی تعلیم کے پروگرام کی ترقی اور انعام، تربیتی اداروں کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی، اساتذہ کو تعلیم دینے والے استادوں کی قبل از ملازمت اور

دوران ملازمت سہل تربیت، نصاب کے مندرجات، طریق کار، جانچنے کے آداب، تدریس معاون مواد کی افزودگی اور اساتذہ سے متعلق دیگر سہولتیں شامل ہوں گی۔

○ اساتذہ کی تعلیم کا موجودہ نظام سکولوں کے تعلیمی نظام میں معیاری تعلیم کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نظر نہیں آتا۔ پاکستان میں اساتذہ کی تعلیم کے ضمن میں بے شمار مسائل اور تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اساتذہ کی تعلیم کے شعبے کی موجودہ صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے جو بھی اقدام کیے جائیں گے ان میں ان مسائل پر توجہ دینا ضروری ہوگا۔ ماہرین نے جن مسائل اور تشویشوں کی نشاندہی کی ہے ان میں چند درج ذیل ہیں:

- 1- نوجوانوں کے لیے تدریس کا پیشہ ایک مجبوری ہے۔ اس کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اساتذہ میں تدریس کا نہ شوق ہے اور نہ ہی لگن۔ یہ بات خواتین اساتذہ سے زیادہ مرد اساتذہ پر صادق آتی ہے۔
- 2- اساتذہ کے تعلیمی پروگرام میں مضامین سے علمی آگہی و سکول کے نصاب کے مندرجات، تدریسی ویلیوں، تدریس کے عملی طریقوں اور نصابی سرگرمیوں میں عدم توازن پایا جاتا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کے تعلیمی پروگرام کی مدت مختصر ہوتی ہے۔
- 3- سیاسی اثر و رسوخ اور دیگر معاشرتی بدعنوانیوں کے سبب اساتذہ کی تعیناتی کے طریق کار میں اہلیت کو عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے۔
- 4- اساتذہ کے تربیتی ادارے مالی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں فعال معیاری تعلیم کی سہولتیں ناکافی ہوتی ہیں۔
- 5- پاکستان میں تعلیم کی کسی بھی سطح پر اساتذہ کی طلب و رسد میں موثر مناسبت نہیں ہے۔ اساتذہ کی تربیت کو بغیر کسی منافع بخش حکمت عملی یا منصوبہ بندی کے خاکے کے چلایا جا رہا ہے جس کا انجام یہ ہے کہ طلب و رسد میں عام توازن رونما ہوتا ہے۔
- 6- اساتذہ کی تعلیم کے لیے جو تدریسی کتب ہیں، ان کا معیار ناقص ہے۔ تدریسی مواد، تعلیم کے اصل ماحول سے مطابقت نہیں رکھتا اور مستقبل کے استاد کے مزید مطالعے کے لیے باعث ترغیب و تحریک بھی نہیں ہوتا۔ ملازمت کرنے والے اساتذہ کے لیے بھی ہدایت ناموں اور اضافی مواد کی فراہمی کا کوئی نظام نہیں ہے۔
- 7- اساتذہ کے تربیتی اداروں میں استادوں کی تقرری کے لیے کوئی معیاری طریق کار موجود نہیں ہے۔ موجودہ نظام کے تحت ہر وہ استاد جو سکول یا کالج میں پڑھاتا ہے، تربیتی ادارے میں مقرر کیا جا

سکتا ہے۔

اساتذہ کے تربیتی اداروں میں عمارتوں، ساز و سامان، فرنیچر، تدریسی آلات، لائبریری میں کتابوں اور دیگر مطالعاتی مواد کی اشود ضرورت ہے۔ اساتذہ کو تعلیم دینے والے استادوں کو ضروری معاون سہولتیں فراہم نہیں ہیں، ان اداروں کی نگرانی بھی موثر طور پر نہیں ہوتی۔

اساتذہ کو تعلیم دینے والوں کے لیے دوران ملازمت تربیت تقریباً ناپید ہے استادوں کو باقاعدہ تربیت دینے کا کوئی مستقبل طریق کار متعین نہیں ہے۔ تربیت کے باقاعدہ مواقع کبھی کبھی ملتے ہیں، ان کا معیار ناقص ہوتا ہے۔

امتحان کا نظام بھی انتہائی ناقص ہے۔ بنیادی طور پر یہ بیرونی وضع کا ہوتا ہے اسی لیے طلبہ تخلیقی اور قائدانہ صلاحیتوں سے محروم رہتے ہیں۔

اساتذہ کی غیر حاضری، ناقص انتظام، نگرانی کی کمی اور جواب دہی کے طریقے جیسے اساتذہ کی تربیت کے مسائل ہیں جن پر مناسب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

آج کل مندرجہ ذیل ادارے مختلف تربیتی پروگرام دے رہے ہیں:

پروگرام اور ادارے	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان	وفاقی	میزان
پی ٹی / سی ٹی (G.C.E.Ts)	34	24	18	10	04	90
ای ای / بی ایس (ایڈ (تعلیمی کالج)	08	04	02	01	01	16
ای ای / ایم اے (ایڈ) آئی آری	04	02	02	01	09
پائیدار تعلیمی شعبہ
نوبہی / عملی کی (دوران ملازمت تعلیم)	01	01	01	01	04
ہائی ٹی ایڈ	01	01	01	01	04

○ آزادی کے بعد سے اساتذہ کی تربیت کے اداروں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ فی الحال اساتذہ کے لیے پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (PTC) اور سرٹیفکیٹ ان ٹیچنگ (CT) کے لیے 90 ابتدائی کالج اور 3 ہائی سکول ہیں جو ادارے ثانوی سکول کے اساتذہ تیار کرتے ہیں انھیں کالج آف ایجوکیشن کہا جاتا ہے۔ 11 کالج آف ایجوکیشن، 14 انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ اور دو جامعات میں تعلیم کے شعبے ہیں جہاں ثانوی سکول کے اساتذہ کے لیے تعلیم میں پچھلے ڈگری B.E.D دی جاتی ہے۔ فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بھی اساتذہ کی تربیت کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ مختلف تربیتی پروگرام کی تفصیلات ہیں۔

تربیتی پروگرام	داخلہ کی اہلیت	تربیت کی مدت باعتبار تعلیمی سال	تدریسی جماعتیں
پی ٹی سی	میٹرک	1 سال	پہلی سے پانچویں تک
سی ٹی	انٹر میڈیٹ	1 سال	پہلی سے آٹھویں تک
بی ایس ایڈ (12+3)	بی اے / بی ایس سی	3 سال	چھٹی سے دسویں تک
بی ایڈ (14+1)	بی ایڈ	1 سال	چھٹی سے دسویں تک
ایم ایڈ	بی ایڈ	1 سال	چھٹی سے بارھویں تک
ایم اے (تعلیم)	بی اے / بی ایس سی	2 سال	اس کے علاوہ پی ٹی سی، سی ٹی اور بی ایڈ کے طلبہ اور نگرانی

تمام روایتی تربیتی اداروں میں تربیت کی سالانہ گنجائش تقریباً 30000 طلبہ کی ہے۔ تقریباً تمام اداروں میں اساتذہ کی تربیت کے پروگرام میں داخلے کے لیے بہت زیادہ دباؤ ہے۔ بیشتر اداروں میں درخواست دہندوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تربیتی پروگرام میں داخل ہونے والوں کی سالانہ تعداد س ہزار سے زائد ہے جن میں تقریباً سات ہزار ہر سال مختلف مضامین مکمل کر لیتے ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پی ٹی سی، سی ٹی اور بی ایڈ کے پروگرام دو سال میں ایک بار شروع کیے جاتے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت سے متعلق عملے کا تعلیمی شعبے سے تعلق رہتا ہے۔ اساتذہ کو تربیت دینے کے لیے

اساتذہ کا کوئی علیحدہ عملہ اور شعبہ نہیں ہے۔ کوئی بھی حاضر سرورس استاد یا لکچرار جو ماسٹر کی ڈگری کا حامل ہو، اساتذہ کی تربیت کے لیے مامور ہو سکتا ہے خواہ اس میں پیشہ ورانہ اہلیت ہو یا نہ ہو۔ تاہم تعلیم میں ماسٹر کی ڈگری رکھنے والوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پرائمری، مڈل اور ثانوی سکولوں میں پڑھانے کے لیے قبل از مادت تربیت ضروری شرط ہے۔ تاہم اعلیٰ ثانوی اور ڈگری کی سطح پر تعلیم دینے کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔

○ اساتذہ کی تربیت کے موجودہ اداروں کی گنجائش کے پیش نظر جو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کو شامل کر کے 40000 ہزار کی ہے آسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک میں اساتذہ کی تربیت کی عددی ضروریات پوری کرنے کے لیے موجودہ ادارے کافی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق مختلف تعلیمی قابلیت رکھنے والے 65000 اساتذہ ملازمتوں پر مسلسل پابندی کی وجہ سے بے روزگار ہیں۔

مقاصد

- 1- اساتذہ کی طلب و رسد میں ایک متناسب تعلق پیدا کرنا۔
- 2- اساتذہ کو تربیت دینے والوں اور تعلیمی شعبے کے منتظمین کے لیے دوران میں ملازمت تربیت کے نظام کو مستقبل بنانا زیادہ موثر بنانا۔
- 3- ثانوی سطح اور ڈگری کی سطح کے بعد والوں کے لیے ساتھ ساتھ چلنے والے پروگراموں کی مدت میں اضافہ کر کے اساتذہ کی قبل از ملازمت تربیت کے معیار کو بہتر بنانا۔
- 4- رعایتوں اور محرکات کے بیچ کو مستقبل بنانا مدرس کے شعبے کو باصلاحیت نوجوانوں کے لیے دلکش بنانا۔
- 5- دوران ملازمت اور قبل از ملازمت اساتذہ کی تربیتی پروگراموں کی حکمت عملی، منصوبہ بندی اور ترقی کے لیے ایک نتیجہ خیز خاکہ تیار کرنا۔
- 6- تعلیمی شعبے میں مختلف سطح کے منتظمین کے لیے انتظامی امور کی تربیت کا بندوبست کرنا۔

اہداف

مختلف ابواب میں اس پالیسی کے نفاذ کے دوران میں، اساتذہ کی ضروریات کا ذکر کیا گیا ہے۔

پالیسی کے اصول

- 1- ہر صوبے میں اساتذہ کی سالانہ ضروریات کا مختصر اور طویل مدت کی بنیاد پر تعین کیا جائے گا۔ اساتذہ کے تربیتی اداروں کو اسی لحاظ سے داخلوں میں کمی کرنے کا مشورہ دیا جائے گا۔
- 2- آنے والے برسوں میں شعبہ تعلیم کے منتظمین کی تربیت کے لیے تعلیمی انتظام کے شعبے کھولے جائیں

گے جہاں ایم ایڈ اور بی ایڈ کی ڈگریاں دی جائیں گی۔ دوران ملازمت اساتذہ کے لیے تعلیمی منصوبہ بندی اور انتظامی اکیڈمی خصوصی تربیت کے پروگرام وضع کرے گی۔

- 3- شعبہ تعلیم کے موجودہ منتظمین کو دوران میں ملازمت باقاعدہ اور معیاری تربیت فراہم کرنے کے لیے دوران میں ملازمت تربیت دینے والے اداروں کو بہتر بنایا جائے گا۔
- 4- حاضر سروس اساتذہ کے لیے دوران ملازمت رسمی اور غیر رسمی ہر طرح کی تربیت کا کم از کم پانچ سال میں ایک بار موقع فراہم کیا جائے گا۔
- 5- اساتذہ کو تربیت دینے والوں کی تربیت کے لیے خصوصی اقدام کیے جائیں گے۔ اس کے لیے قومی انسٹیٹیوٹ برائے تعلیم اساتذہ اور اس کے ماتحت اداروں سے استفادہ کیا جائے گا۔
- 6- اساتذہ کے تربیتی اداروں کے نصاب اور تعلیمی طریق کار کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ انھیں اسی شعبہ کی جدید ضروریات کے مطابق بنایا جائے۔
- 7- پنجاب کی دو جامعات میں بی ایڈ، کی جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کے نمونے پرائیف۔ اے / ایف۔ ایس ایڈ اور بی ایڈ کو متعارف کرایا جائے گا۔
- 8- باصلاحیت نوجوانوں کو تدریسی شعبے میں لانے کے لیے خصوصی ترغیبات فراہم کی جائیں گی۔
- 9- دیہات کی خواتین کو تدریسی پیشے میں راغب کرنے کے لیے خصوصی ترغیبات پیش فرام کیا جائے گا۔
- 10- اساتذہ کے قبل از ملازمت تربیتی اداروں میں پیشہ ورانہ اور ٹیکنیکل تربیت کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا جائے گا جس کا آغاز ڈگری کے بعد کی سطح سے ہوگا۔
- 11- تربیتی اساتذہ کا ایک نیا کاڈو (ملازمتی سلسلہ) شروع کیا جائے گا۔
- 12- ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کے ادغام کو ممکن بنانے کے لیے ان اساتذہ کے واسطے جو اعلیٰ ثانوی سکولوں میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ قبل از ملازمت تربیت کو لازمی قرار دیا جائے گا۔
- 13- یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی اعلیٰ تعلیم کی اکیڈمی کو ڈگری اور اس کے بعد کے اساتذہ کی تربیت کے لیے بہتر بنایا جائے گا۔

○ عمل درآمد کی حکمت عملی

- 1- یہ امر مسلسل مشاہدہ میں آیا ہے کہ پرائمری سکول ٹچنگ سرٹیفکیٹ (PTC) کی مدت دیگر ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ عموماً پرائمری سکول ٹچنگ سرٹیفکیٹ کے پروگرام کی مدت 12 یا 16 سال پر محیط ہوتی ہے جس میں عام تعلیم اور تربیت ہر دو مدت شامل ہوتی ہے چنانچہ دنیا کے بیشتر ممالک میں یہ مدت تعلیم تقریباً 14 سال ہوتی ہے۔ پرائمری کی سطح کے اساتذہ کی تربیت کے پروگرام کو بہتر بنانے کے لیے میٹرک پاس افراد کے لیے تعلیم میں ڈپلومے کا تین سالہ کورس شروع

کیا جائے گا۔ اس ڈپلومے کے دوران میں استاد اعلیٰ ثانوی درجے تک تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پرائمری سکول میں تدریس کے لیے علمی و عملی استعداد بھی حاصل کرے گا۔ اس ڈپلومہ کورس میں سکول کے مضامین اور علمی و عملی استعداد کی مجموعی تربیت بھی دی جائے گی۔ اس طرح وہ یا تو بی ای، بی ایس سی اور ایم ایس سی تک تعلیم حاصل کر سکیں گے یا تدریسی خدمات جاری رکھیں گے۔

اس وقت ملک میں چند ہی ادارے بی ایس سی اور بی ایڈ کا مجموعی پروگرام پیش کر رہے ہیں۔ یہ پروگرام اس لیے کامیاب ثابت ہو رہے ہیں کہ اس میں ایف۔ ایس سی سطح کے طلبہ شریک ہو رہے ہیں اور وہ تدریس کے پیشے سے منسلک ہو رہے ہیں کیونکہ انھیں تین سال کی مجموعی تربیت کی مدت میں دو ڈگریوں کے حصول کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے تحت طلبہ کو بی۔ ایس سی اور بی ایڈ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس قابل بھی ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیم کو ایم۔ اے، ایم۔ ایس سی اور ایم۔ ایڈ کی سطح تک جاری رکھ سکیں۔ ان دو پروگراموں میں سے کسی ایک پر عمل درآمد کی غیر محدود اور آزاد سہولت کے سبب تدریسی پیشے میں باصلاحیت نوجوانوں کو دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ یہ بھی تجویز ہے کہ اس سہولت کو ایسے وسعت دی جائے کہ ان طلبہ کو بھی مواقع ملے جو تعلیم کے کالجوں میں بی ایس سی اور ایم ایڈ کے مجموعی پروگرام کے تحت دونوں ڈگریاں بیک وقت عام تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ بی ایڈ کی ڈگری بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان پروگراموں کے طلبہ کو یہ موقع بھی حاصل ہو گا کہ وہ ایم ایس سی اور ایم ایس سی ایم ایڈ تک تعلیم جاری رکھ سکیں۔ ان اساتذہ کو سکول میں پڑھائے جانے والے مضامین کا علمی پس منظر بھی حاصل ہو گا اور چھٹی سے دسویں جماعت کے طلبہ کی تدریس کے لیے تدریسی استعداد کی تربیت بھی ملے گی۔ ثانوی سطح کے معیار اساتذہ کی تعلیم میں رونما ہونے والے ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے تعلیم کے تمام کالجوں میں یہ سہولتیں دستیاب ہوں گی۔

انتظامی صلاحیتوں کے لیے یونیورسٹی کی سطح کی ایم ایڈ کی ڈگری کو بہتر / قومی تر بنایا جائے گا تاکہ ایسے تربیت یافتہ تعلیمی منتظمین اور نگرانوں کی معتد بہ تعداد وجود میں آئے جو مڈل یا ہائی سکول کے سربراہ اور ذیلی تعلیمی افسر، سب ڈپٹی تعلیمی افسر اور ایڈیشنل تعلیمی افسر کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں اور تعلیمی شعبے میں مہارت فراہم کر سکیں۔ یونیورسٹیوں کے تعلیمی شعبوں اور آئی آئی آر کے علاوہ تعلیم کے سرکردہ کالجوں میں بھی ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایسے ہی ڈگری کورس شروع کی جائیں گے۔

تعلیمی اداروں میں اچھی انتظامیہ کے حصول کے تمام تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور عملے کی نگرانی پر ماہر افسران کو صوبائی انسٹیٹیوٹ آف میجمنٹ ایجوکیشن کے تحت انتظامی اور نگرانی سے متعلق امور کی نگرانی تربیت دی جائے گی۔

لہذا کی تربیتی کے اداروں میں تعلیمی عملے کی استعداد میں اضافے کے لیے نیشنل انسٹیٹیوٹ آف

ٹیچر ایجوکیشن (NITE) کا قومی سطح پر قیام عمل میں آئے گا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے سے ہر سال 1300 اساتذہ کو تربیت دینے والوں کو اپنی پیشہ ورانہ اہلیت کو بہتر بنانے کا موقع ملے گا۔

6- پی ٹی سی، سی ٹی، بی ایڈ اور ایم ایڈ کی سطح کے نصاب کو اسی طرح بہتر بنایا جائے گا کہ طالب علم کو مرکزی حیثیت حاصل رہے۔ اس سے آئندہ کے اساتذہ کو مواقع ملیں گے تاکہ وہ تدریسی بہتر مندرجہ میں تربیت حاصل کریں جس میں تخلیقی ایچ، مسائل کے حل، منصوبوں کو طور طریق کے مطابق کیا جائے اور دیگر جدت طریاں شامل ہوں گی۔

7- بہار، سرما اور گرما کی تعطیلات کی تعداد میں تخفیف کر کے ان اداروں کی تعلیمی مدت میں اضافہ کی جائے گی۔

8- یہ پروگرام سنسٹر سسٹم پر مبنی ہوں گے۔

9- تربیت کے غیر رسمی تعلیمی پروگرام جو گاہے بگاہے ہوتے ہیں جنہیں غیر سرکاری تنظیمیں چلاتی ہیں۔ ان کے بجائے تدریس کے بنیادی طریق کار پر مبنی تفصیلی اور قومی سطح پر مبنی صورت حاصل سے آگاہی کا پروگرام علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے زیر انتظام شروع کیا جائے گا۔

10- تدریسی پیشے میں باصلاحیت طلبہ کو شامل کرنے کے لیے انٹر میڈیٹ اور ڈگری کی سطح پر تعلیم کے لیے وظیفوں کا ایک پروگرام شروع کیا جائے گا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد تعلیمی پیشے کو اختیار کرنے کا ان طلبہ سے معاہدہ کیا جائے گا جو افراد دوران ملازمت اعلیٰ اہلیت حاصل کریں گے۔ انہیں پیشگی انکریسٹ اور تیز رفتاری ترقی جیسی ترغیبات ان کے اپنے ملازمتی ڈھانچے میں دی جائیں گی تاکہ وہ اپنی پیشہ سے وابستہ رہیں۔

11- قومی سطح پر اکیڈمی آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ مینجمنٹ (AEPAM) ملک کا اہم ادارہ ہے جو منتظمین، نگرانوں اور منصوبہ بندی کرنے والوں کو تربیت دیتا ہے۔ اس کی تربیت کی گنجائش اور وسائل میں اضافہ کیا جائے گا اور سکول کے منتظمین کے لیے طویل مدت کے پروگرام شروع کیے جائیں گے۔

12- تمام صوبوں میں ٹیچرز فاؤنڈیشن (فلاحی کاموں کے لیے) قائم کی جائیں گی جو مرحوم اساتذہ کی بیواؤں کو مالی امداد اور اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے کے لیے ان کے بچوں کو وظیفے دیں گی۔ اس کے علاوہ سرکاری شعبے کی تعلیمی اداروں میں اساتذہ کے بچوں کو فیس معاف ہوگی۔

13- اس امر کے کافی ثبوت موجود ہیں کہ پرائمری کی سطح پر مرد اساتذہ کے مقابلے میں خواتین اساتذہ زیادہ موثر ہوتی ہیں۔ پرائمری اداروں میں زیادہ سے زیادہ خواتین کی شرکت اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے تین طرفہ اقدام کیے جائیں گے یعنی (الف) نئے قائم شدہ پرائمری سکولوں کی ستر (70) فی صد اسامیوں پر صرف خواتین اساتذہ کی تقرری ہوگی۔ جہاں بچوں اور بچیوں دونوں کو تعلیم دی جائے گی۔ (ب) پی ٹی سی اور سی ٹی کی سطح پر موسم گرما کی تعطیلات کے دوران قبل از ملازمت تربیتی پروگرام کا اہتمام کیا جائے گا اور (ج) تعلیم کے شعبے میں شرکت کے لیے خواتین اساتذہ کے لیے زیادہ سے

زیادہ عمر کی کوئی قید نہیں ہوگی۔

ملک میں پرائمری تعلیم کو سب تک پہنچانے اور تعلیمی سہولتوں کو ابتدائی سطح تک وسعت دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سہولتوں سے عاری سکولوں میں اساتذہ کا مناسب تعداد کا تقرر کیا جائے۔ یہ مختلف طریقوں سے ممکن ہوگا۔ (الف) طالبات کو سکول اور کالج کی سطح پر وظیفہ دینا اور ان سے دور کسی سکول میں 3 تا 5 سال تک ملازمت کا معاہدہ کرنا۔ (ب) دور دراز کے علاقوں کے دیہی سکولوں میں کام کرنے والوں کو خصوصی تنخواہ اور الائنس کی صورت میں ترغیبات مہیا کرنا۔ (ج) قیام گاہوں کی سہولت اور روزانہ سکولوں تک آمدورفت کے لیے سواری مہیا کرنا۔ ان اقدامات کے علاوہ جب تک ترغیبات کی سکیموں کے نتیجے میں باقاعدہ عملہ ان سکولوں میں نہیں آتا۔ پیش یافتہ افراد کو بھی ان سکولوں میں تدریس کے لیے عارضی طور پر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ (د) خواتین اساتذہ کے چھوٹے بچوں کے لیے سکول کے قرب و جوار میں ڈے کیئر (دیکھ بھال) کے مراکز کا قیام۔

پالیسی میں ثانوی سکول میں میٹرک (ٹیکنیکل) کے لیے ایک علیحدہ سلسلے کی گنجائش رکھی گئی ہے جن سکولوں میں تجربہ گاہ اور ایک سند یافتہ استاد موجود ہے، ان کو اس کلاس کے شروع کرنے کی اجازت ہوگی۔ اس دوران میں بی ایڈ کے پروگرام پر اس طرح نظر ثانی کی جائے گی کہ تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے وہاں بھی (ٹیکنیکل) کی کلاس کا آغاز ہو سکے۔ ایم ایڈ (ٹیکنیکل) کے موجودہ پروگرام میں تربیت یافتہ ٹیکنیکل اساتذہ کی فراہمی کے لیے توسیع کی جائے گی۔ منصوبہ بندی کا ایک معقول پروگرام جاری کیا جائے گا۔ ہائی سکولوں میں میٹرک (ٹیکنیکل) کے طلبہ کی تعداد کو ہر سال تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی کی نسبت سے مقرر کیا جائے گا چنانچہ اس طرح ملازمت کے یقینی حصول کے باعث باصلاحیت نوجوانوں کو رجحان اس شعبے کی طرف راغب ہوں گے۔

پالیسی کے تحت ہر ضلعی صدر مقام پر ایک پیشہ ورانہ سکول قائم کیا جائے گا۔ ان سکولوں میں دونوں جنس (لاکے اور لڑکیاں) تعلیم حاصل کریں گے۔ ان سکولوں میں اساتذہ کی فراہمی کا انتظام کرنا پڑے گا۔ تجربے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میدان میں اساتذہ کے علیحدہ کاڈر (سلسلہ ملازمت) کو تربیت دینا اور ان کے لیے قبل از ملازمت تربیت کا انتظام کرنا بھی مناسب نہیں ہوگا۔ ماہر اور تربیت یافتہ افرادی قوت جو اس میدان میں دستیاب ہے۔ اسے تربیت دینے کے لیے کام لیا جائے گا اس طریقے سے بھرتی ہونے والے اساتذہ کو جو سرکاری اور نجی اداروں سے وابستہ ہوں، اگر ممکن ہو تو پیشہ ور تعلیمی اداروں میں مختصر مدت کی تربیت فراہم کی جائے گی۔

Card
On 10/1

4.4- پاکستان میں پرائمری سکول کے اساتذہ کی تربیت

(Training Primary School Teachers in Pakistan)

تعارف (Introduction)

یہاں پرائمری کے اساتذہ کی تربیت کے مقاصد، تربیت، تربیتی نصاب، کتب، پریکٹیکل کورسز اور امتحانات کا جائزہ لیا جائے گا کیوں کہ یہ تمام باتیں پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تربیت پروگرام کا حصہ ہیں۔ تربیتی پروگرام کا مقصد تیاری کے مختلف طریقوں کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے اور اساتذہ کے کلاس روم کے ابتدائی تجربات اور ان تربیتی کورسز سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔ جس کے باعث ایک استاد اپنی پیشہ ورانہ زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے اور بطور استاد بہتر خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔ اس بات میں ان تمام باتوں کو تفصیل سے پڑھا جائے گا جو تدریسی عمل اور کلاس روم انتظام سے براہ راست متعلق ہیں۔ خاص طور پر پرانی باتوں پر توجہ دی جائے گی جس کے تحت روایتی انداز سے تربیتی پروگرام جاری رکھا جاتا ہے اور اس پروگرام کے تحت تربیت کا کام لیا جاتا ہے 1983ء میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ پرائمری سکول ٹیچرز 80 فی صد غیر تربیت یافتہ ہیں۔

اس وقت ملک میں سروس میں آنے سے قبل پرائمری سکول ٹیچرز کے لیے تین طرح کے تربیتی پروگرام موجود ہیں۔ روایتی تربیتی پروگرام، فیلڈ میں اساتذہ کا تربیتی پروگرام اور فاصلاتی تربیتی پروگرام۔ پروگراموں کے نام، پروگراموں کی سوچ اور حالات کے حوالے سے مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ سروس کے دوران میں چار طرح کے تربیتی پروگرام موجود ہیں۔ ایجوکیشن ایکشن سنٹرز پروگرام - Education Ex-tension Centers Program، انٹرنیٹریٹر ٹریننگ کورس (RTC) آف آغا خان سنٹرل ایجوکیشن بورڈ پروگرام، پرائمری ٹیچر اور ٹیچیشن کورسز پروگرام آف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور رننگ ماڈیولز ٹریننگ آف دی پرائمری، اینڈ نان فارمل ایجوکیشن ورگ آف منسٹری آف ایجوکیشن۔ یہ تربیتی پروگرام پاکستان میں پرائمری سکول میں تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

حالانکہ خصوصی پروگراموں کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود پروگراموں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا کوئی مربوط نظام نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا نظام ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم ان پروگراموں کی کمزوریوں اور خوبیوں کا جائزہ لے سکیں۔ ہمارے ملک میں ایسا کوئی پروگرام بھی نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر اساتذہ کو تربیت دے کر اور ان کے تجربات کو جلد سے کران کی پڑھانے کی صلاحیت کو بڑھایا جاسکے۔

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اساتذہ کی تربیتی ادارے سے سیدھے کلاس روم کی دہرائی میں داخل ہوتے ہیں۔ ان میں پاکستان میں ملٹی گریڈ کلاس روم شامل ہیں جن میں واحد استاد پڑھاتا ہے۔ ان میں

بہت کم کلاسیں، چند طلبہ پر مشتمل کلاسیں جن میں نصابی کتب کی خاصی تعداد موجود ہو، تمام سولہوں سے آراستہ سکول اور کچھ آسمان تلے قائم سکول شامل ہیں جن میں نہ تو بلڈنگ ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی بلیک بورڈ اور میبل ہوتا ہے۔

اساتذہ کی تربیت تاریخی پس منظر میں (Teacher Training in Historical Perspective)

اس موضوع کے تحت ہم پاکستان میں تعلیم کے فروغ کے لیے ہونے والے ان واقعات کا احاطہ کریں گے جس کے باعث پاکستان میں تعلیمی شعبے میں تدریسی ہدایات کا ارتقاء ہوا۔ تدریس پر تنقید کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چودھویں صدی کی ابتدا میں ابن خلدون نے اس دور کی مسلم دنیا میں مروج طریقہ تدریس کے خلاف آواز اٹھائی۔ یہ طریقہ زیادہ تر یادداشت پر انحصار کرتے تھے اور علم کو زبردستی ٹھونس جاتا تھا۔ دیگر ادوار میں مثل دور کے شیشہ اور گنزیب کا نام بھی قابل ذکر ہے جس نے بیچنگ پر یہ تنقید کی کہ تعلیم اس انداز سے نہیں دی جا رہی جس میں علم موجود ہے۔

نوآبادیاتی دور میں برطانوی حکمرانوں نے تدریسی طریقہ کار کو بہتر کرنے پر توجہ دی اور اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے تربیتی کالج اور نارمل سکول قائم کیے۔ یہی وہ دور تھا جب پرائمری سکول چیپنگ کے لیے عام طور پر آٹھ سالہ سرٹیفکیٹ کورس اور ایک سالہ پروفیشنل ٹریننگ کا آغاز ہوا۔ یہ سلسلہ 1947ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد تک بھی جاری رہا ہے۔

پاکستان قائم ہونے کے فوری بعد تعلیم کے فروغ کے ذریعے سے جدید اور ترقی پذیر معاشرے کی تشکیل حکومت کی اولین ترجیحات میں سے ایک تھی۔ اس مقصد کے لیے کراچی میں 27 نومبر تا یکم دسمبر 1947ء تک ایک ایجوکیشن کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا مقصد ملک کے لیے مستقبل کی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو وضع کرنا تھا۔ کانفرنس کے نام بھی گئے اپنے پیغام میں قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مستقبل کا انحصار بہت حد تک اس تعلیم پر ہے جو

ہم اپنے بچوں کو دیں گے۔ ہمارے مستقبل کا انحصار اس تعلیم و تربیت پر ہے جو ہم

مستقبل کے پاکستانی شہریوں کو دیں گے۔ تعلیم کا مقصد صرف سکول کی تعلیم

نہیں ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مستقبل کی معاشی زندگی کو توانا اور مضبوط

بنائیں تو ہمیں اپنے بچوں کو سائنس اور میکانیکل تعلیم دینا ہوگی۔ یاد رکھیے ہمیں ایک ایسی

دنیا کا مقابلہ کرنا ہے جو تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔“

کانفرنس کے شرکاء نے کثرت رائے سے اس بات پر اتفاق کیا کہ استادوں کی تربیت کا پروگرام شروع کیا جائے۔ پرائمری اور سیکنڈری ایجوکیشن کمیٹی نے اس بات پر اتفاق کیا کہ پاکستان کو دنیا کا ترقی پذیر ملک بنانے کے لیے مناسب تربیت یافتہ اساتذہ اور بیچنگ کو بہترین معاونے والا پیشہ بنانے کی ضرورت ہے۔ کمیٹی کی

سفارشات میں یہ کہا گیا کہ صوبوں کو مندرجہ ذیل اقدامات کو یقینی بنانا ہو گا۔ اساتذہ کی بہترین تنخواہوں کا سکیل اور اساتذہ کی تربیت کا پروگرام اس وقت سے آج تک ملک میں اساتذہ کی تربیت کے پروگرام جاری ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں مندرجہ ذیل تربیتی پروگرام شروع ہوئے۔

○ اساتذہ کے تربیتی پروگرام (Teacher Training Programme)

اس وقت ملک میں پرائمری سکول ٹیچر کی تربیت کے تین پروگرام جاری ہیں۔

- 1- روایتی پروگرام
 - 2- فیلڈ میں کام کرنے والے تربیتی پروگرام
 - 3- فاصلاتی تعلیمی پروگرام
- ہر پروگرام کے مختلف مقاصد اور ٹارگٹ ہیں۔ اس پروگرام میں مختلف اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا ہے۔

(الف) اساتذہ کے روایتی تربیتی پروگرام (Conventional Teacher Training Programme)

پس منظر: اساتذہ کے تربیتی پروگرام سے وابستہ توقعات ایک ڈاکومنٹ (Document) سے حاصل نہیں کیے جاسکتے بلکہ اس کے حصول کے لیے ان بہت سی گائیڈ لائنز اور سفارشات کا جائزہ لینا ہو گا جو بہت سی پالیسی دستاویزات میں محفوظ ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ پاکستان ایجوکیشن کا نفرنس کے شرکاء نے 1947ء کے فوری بعد اساتذہ کی تربیت کو لازمی قرار دے دیا تھا۔ 1959ء میں کمیشن آف نیشنل ایجوکیشن نے پہلی سنجیدہ کوشش کی اور تعلیمی نظام کو موثر بنانے کے لیے یہ بات نوٹ کی کہ ”دنیا کا کوئی نظام تعلیم اس وقت تک ہمارے لیے بہتر نہیں ہو سکتا جب تک ہم اساتذہ کی تربیت نہ کریں“ ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی کہ اساتذہ کو دی جانے والی تربیت کا معیار بہتر نہیں ہے اور جو افراد تربیت دے رہے ہیں ان کا اپنا معیار بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔ کمیشن نے استاد میں مندرجہ ذیل خصوصیات کی موجودگی کو لازمی قرار دیا۔

”استاد تعلیمی و علمی حوالے سے بہترین تعلیم و تربیت کا حامل ہو اور اپنے مضمون میں مہارت رکھتا ہو۔ استاد نے بہترین پروفیشنل تربیت حاصل کی ہو۔ استاد کو ان بچوں کو سمجھنے کی صلاحیت کا حامل بھی ہونا چاہیے جنہیں اس نے پڑھانا ہے۔ استاد میں اپنے پروفیشنل سے لگن کا جذبہ ہو اور وہ اپنے پیشے کا احترام کرتا ہو“

یہ وہ خصوصیات ہیں جو آج بھی استادوں کی تربیت کے مقاصد کو وضع کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اساتذہ میں خوبیاں پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ استادوں کی بڑی تعداد بھی ضروری ہے۔ تیسرے پانچ سالہ منصوبے (1965-70) میں استادوں کی کوالٹی پر زور دیا گیا تاکہ معیاری تعلیم دی جاسکے۔ اس منصوبے میں اس مقصد کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

”سکول سسٹم میں پھیلاؤ اور بہتری کا انحصار معیاری اساتذہ کی دستیابی اور ان کی تعداد پر ہے۔ اگر تعلیم ذہنی، معاشی و معاشرتی زندگی میں بہتری لانے کے لیے کوئی کردار ادا کر سکتی ہے تو استاد اور اس کی تعلیم و تربیت پر بہت زیادہ توجہ دینا ہوگی۔

معیاری تعلیم کو بلند کرنے کے لیے تیسرے پانچ سالہ منصوبے میں جہاں اساتذہ کی تربیت پر زور دیا گیا وہاں سکولوں کی ضرورت کی مادی اشیاء کی فراہمی پر بھی زور دیا گیا۔ اس کے علاوہ منصوبے میں اچھے اساتذہ اور اچھے نصاب کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ پلان میں حاضر سروس اساتذہ کی تربیت پر بھرپور توجہ دینے کی بھی سفارش کی گئی۔ اس سفارش کے تحت کم از کم تین ماہ کی تربیت کی سفارش کی گئی اور سینکڑی سکولوں میں مزید تربیت کی سفارش کی گئی۔ چھٹیوں میں استادوں کو ماسٹر ٹیچر کی زیر نگرانی کام کرنے کی ہدایت کی گئی۔

80-1972ء کی تعلیمی پالیسی میں یہ مشورہ دیا گیا کہ ہر سطح پر اساتذہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہر سطح پر اساتذہ کو سولتیس فراہم کی جائیں اور استاد کی تعلیمی قابلیت کو بڑھایا جائے اور اسے پڑھانے کے نئے نئے انداز سکھائے جائیں۔ اس پالیسی کے فیصلے کے نتیجے میں 1976ء میں ٹیچر ایجوکیشن نصاب کو از سر نو ڈیزائن کیا گیا۔

1979ء میں نئی ایجوکیشن پالیسی تیار کی گئی اور اب تک یہی پالیسی پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تربیت کے لیے گائیڈ لائن فراہم کر رہی ہے۔ اس پالیسی میں استادوں کی تعلیمی قابلیت کو بڑھانے کے لیے آٹھ مراحل تجویز کیے گئے تھے۔ 1979ء کی پالیسی میں تین تجاویز انتہائی اہمیت کی حامل تھیں۔

(i) تمام پرائمری اساتذہ ٹریننگ ادارے اپ گریڈ کر کے کالج آف ایلیمینٹری ٹیچر بنادئے گئے۔ ان کالجوں میں پڑھانے والے تمام اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو ماسٹر ڈگری کر دیا گیا جس میں ماسٹر ڈگری ان ایجوکیشن بھی شامل ہے۔

(ii) نوکری سے قبل ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے لیے تیار کیا گیا نصاب از سر نو ترتیب دیا گیا۔

(iii) ایڈمی آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ مینجمنٹ قائم کی جائے گی جو ان سروس ٹریننگ کی سولتیس فراہم کرے گی اور تعلیمی نظام میں مختلف مراحل پر انتظامی امور کا جائزہ لے گی۔

حالانکہ ان سفارشات پر فوری عمل درآمد کرتے ہوئے پرائمری ٹیچرز کے تربیتی ادارے کو اپ گریڈ کر کے کالج آف ایجوکیشن فار ایلیمینٹری ٹیچر بنادیا گیا لیکن ان کالجوں کے اساتذہ کے لیے مقرر کی گئی تعلیمی اہمیت کا خاطر میں نہیں لایا گیا اور اس پر کوئی عمل نہیں کیا گیا جس کے باعث وہی مسائل درپیش رہے جو پہلے سے طے آ رہے تھے۔

اسی طرح سے پالیسی کے مقاصد میں نصاب کی تیاری پر جو زور دیا گیا تھا اس پر بھی کم توجہ دی گئی اور اس لحاظ کو الٹی کے گریجویٹ پیدا کرنا مقصود تھا وہ دستیاب نہیں ہو سکے۔

مقاصد (Objectives)

پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (PTC) پروگرام کا مقصد ہے کہ سٹوڈنٹ ٹیچرز کو بنیادی نالج، ٹیچنگ کی صلاحیت، تعلیمی تھیوریز اور طلبہ کی تدریسی ضروریات اور موثر ٹیچنگ کے بارے میں آگہی دی جائے۔

کورسز (Courses)

روایتی پی ٹی سی پروگرام کو دو قسم کے کورسز میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- 1- تھیوری
- 2- عملی ٹیچنگ کورس

پی ٹی سی پروگرام میں شامل تھیوری کے حصے میں جنرل ایجوکیشن کے طریقے شامل ہیں۔ تھیوری کے اجزاء (Contents) کو دس پیپروں میں پیش کیا جاتا ہے، جن میں سے تین جنرل ایجوکیشن تھیوری سے متعلق اور چھ کا تعلق ٹیچنگ کے طریقوں سے ہے۔ جنرل ایجوکیشن کورسز میں پرنسپلز آف ایجوکیشن اور ٹیچنگ کے طریقے، بچے کی نشوونما اور کونسلنگ، سکول آرگنائزیشن اور کلاس روم انتظام شامل ہے۔

ٹیچنگ کورسز کے طریقے پیپرز چار تاس میں بتائے گئے ہیں۔ ان پیپروں میں ٹیچنگ کے طریقوں کو بہتر کرنے کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ ان طریقوں میں پرائمری سطح پر پڑھانے والے مضامین کے بارے میں بہتر آگہی دی جاتی ہے اور ان مضامین کو پڑھانے کے لیے مناسب اور متعلقہ طریقوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ یہ کورسز مزید دو حصوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

- 1- مضمون کے مندرجات (60 فی صد)
- 2- پڑھانے کا طریقہ (40 فی صد)

مضمون مندرجات (Subject Matter)

ٹیچنگ کے اس حصے میں مضامین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ مہارت دی جاتی ہے اور سائنس، سوشل سٹڈیز، اسلامیات، اسلامک ہسٹری، آرٹس اینڈ پریکٹیکل آرٹس، ہیلتھ اینڈ فزیکل ایجوکیشن کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے خصوصی نصاب ترتیب دیا جاتا ہے اور گریڈون یا پانچ تک مندرجہ بالا مضامین کے لیے اغراض مقاصد، تصورات، سرگرمیوں، صوتی و بصری میٹریل تیار کیا جاتا ہے۔

پڑھانے کا طریقہ (Methods)

پڑھانے کے طریقوں میں طلبہ مختلف مضامین کو مختلف طریقوں سے پڑھانے کا بہتر اور طریقہ سیکھتے ہیں۔ ان طریقوں کو ان کی خصوصیات کے حوالے سے مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ زیر حوضہ طریقوں میں آڈیو

فیل طریقہ (Audio-Lingual Method)، براہ راست اپروچ، عملی کام (Demonstration)، فیل طریقہ، ٹرانسلیشن طریقہ (Translation Method)، پہلے سے طریقہ (Play way Method)، ڈسکوری اپروچ (Discovery Approach)، پرائم، اسائنمنٹ طریقہ (Assignment Method)، ڈسکوری اپروچ (Discovery Approach)، پرائم، مسئلہ حل کرنے کے طریقہ (Problem Solving Methods)، ڈسکشن طریقہ (Discussion Method)، رول، سرگرمیاں (Role-Playing Activities)، انالیتک سٹھنٹک اپروچ (Analytic Synthetic Approach) اور فیلڈ ٹریپس (Field Trips) شامل ہیں۔

ان کورسز کے بعد ایک استاد اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل کام کر سکے۔

پڑھنے پڑھانے کے عمل میں استاد اپنے طریقہ کار کا احاطہ کر لیتا ہے۔

مختلف مضامین میں مختلف ٹیچنگ کے طریقوں کے بارے میں آگہی حاصل کر لیتا ہے۔

ٹیچنگ کے حوالے سے تخلیقی اپروچ حاصل کر لیتا ہے۔

پڑھانے کے لیے ایڈوانسڈ ویسٹ والے ضروری میٹریل کے بارے میں آگہی حاصل کر لیتا ہے اور انھیں استعمال کرنے کا فن سیکھ لیتا ہے۔

مختلف مضامین میں اہم ربط تلاش کرنے کا بہتر سیکھ لیتا ہے اور انھیں موثر طریقے سے پڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

بچوں کی نفسیات اور ان کے رجحانات کا علم حاصل کر لیتا ہے۔

پڑھانے کے طریقوں والے کورسز میں طلبہ کو ان آلات و اشیاء کی فہرست دی جاتی ہے جو ان کی

پڑھانے کی اہلیت کو بڑھاتی ہے اور اس میں موثر پین پیدا کرتی چیزیں۔ اس کے ساتھ طلبہ کو آلات و اشیاء، استعمال کرنے کا بہتر سیکھ لیتا ہے۔ ان آلات و اشیاء میں فلمیں (وینڈو پین)، تصویروں، نقشے، ماڈل، چارٹ، دیوار کے علاوہ مختلف اقسام کے بورڈ، ٹی وی اور ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، فون، کمپیوٹر یا پلاسٹک بلاکس برائے ٹیبلٹ، پویمزری باکس، اوور ہیڈ پراجیکٹر اور ٹرانسپیرنسٹ، سائنسی آلات، استعمال ہونے والی اشیاء جن میں سے کار، کیمیکل یا بیولا جیکل تصویروں اور ٹیچنگ کٹ شامل ہے۔

تیار کیا جاتا ہے پڑھانے کے طریقوں میں شامل ہے اسے "سرگرمیاں (Activities)" کہا جاتا ہے۔

بچے کے دوران میں اساتذہ کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ وہ ٹیچنگ کٹ کو کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ اس

کاغذ پر لکھا ہوا ہے کہ اساتذہ یہ بھی سیکھتے ہیں کہ اگر وہ کسی ایک خاص مضمون کے حوالے سے

ٹیچنگ کٹ تیار کرنا چاہیں تو وہ کس طرح تیار کر سکتے ہیں اور اپنی کلاس میں اسے کس طرح استعمال کر

سکتے ہیں۔ طلبہ کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ پرائمری سکولوں کے طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے کورس

میں ہر گروپ سرگرمیوں اور انفرادی حیثیت میں ٹیسٹ لیا جائے۔ اساتذہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ جہاں

اساتذہ وہاں مختلف مضامین کو باہم مربوط کر کے پڑھائیں۔ ہر کورس کا مقصد اساتذہ پر واضح ہونا

ضروری ہے جہاں تک ممکن ہو۔ استاد ہر مضمون کو زندگی کی حقیقتوں سے قریب ترین کر کے پڑھائے تاکہ ہر طالب علم سچے مسلمان کی حیثیت میں اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنے کے قابل ہو سکے۔

طلبہ کو یہ پڑھایا جائے کہ وہ دی گئی ہدایات کے مطابق اپنا لیسن پلان (Lesson Plan) تیار کریں۔ یہ لیسن ایک مخصوص وقت تک کے لیے تیار کیا جائے۔ لیسن کا تصور بالکل واضح ہو اور اس میں سرگرمیوں کو ضرور شامل کیا جائے۔ ہر پونٹ کا تحریری ٹیمٹ ضرور ہونا چاہیے۔ لیسن کی آؤٹ لائن میں مندرجہ ذیل باتیں ضرور شامل کی جائیں۔

- ☆ ابتدائی ناچ اور لیسن کے ذریعے سے حاصل ہونے والی نئی ناچ کے مابین باہم رابطہ پیدا کرنا۔
- ☆ ٹیچنگ کے طریقے کی وضاحت۔
- ☆ تصویروں اور گرافس کی مدد سے درجہ درجہ لیسن کی پیش کش کی وضاحت۔
- ☆ لیسن سے متعلق وہ سوالات تیار کرنا جو بچوں سے پوچھے جائیں گے۔
- ☆ لیسن کو یکجا کرتے ہوئے اسے اختتام کی طرف لانے والے سوالات کی تیاری۔
- ☆ گروپ سرگرمی۔

یہاں یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ مزید سرگرمیاں بھی تجویز کی جائیں جو طالب علم کو موضوع کے بارے میں مزید پڑھنے میں مدد دیں گی۔ یہ سرگرمیاں طلبہ کو اسائنمنٹ (Assignment) کے طور پر دی جاسکتی ہیں۔

پریکٹس ٹیچنگ (Practice Teaching)

نصابی دستاویز کے مطابق سٹوڈنٹ ٹیچنگ کا بڑا حصہ ٹیچر ٹریننگ پروگرام پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے استاد کو یہ اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اس تصویر کی عملی شکل دے اور ٹیچنگ لرننگ (Teaching Learning) ماحول کے نئے امکانات کو حقیقی تصویر کے طور پر دیکھے۔ ٹیچنگ پریکٹس کو کم از کم چھ ہفتوں کے دورے پر مشتمل ہونا چاہیے۔ اس دورے کو شارٹ ٹرم (دو ہفتوں) اور لانگ ٹرم (چار ہفتوں) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ شارٹ ٹرم ٹیچنگ پریکٹس کو پہلے سمسٹر کے بعد ختم کرنا چاہیے جب کہ لانگ ٹرم پریکٹس کے لیے دوسرے ہفتے میں اسے شروع کرنا چاہیے۔

پریکٹس ٹیچنگ سرگرمیوں کے اختتام پر توقع کی جاتی ہے کہ اساتذہ نے چند بنیادی مقاصد حاصل کر لیے ہیں۔ اس میں خود اعتمادی آگئی ہوگی اور اب وہ پورے اعتماد کے ساتھ طلبہ کو پڑھا سکتا ہے۔ اب استاد اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ لیسنز (Lessons) کا تنقیدی جائزہ لے سکتا ہے اور گروپ کی صورت میں ہونے والی بحث میں اپنے تجربات کی روشنی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتا ہے۔ استاد اب اس قابل ہے کہ وہ کلاس کے لیے موثر پلان اور لیسن کو مضبوط طریقے سے اپلائی کر سکتا ہے۔ اب استاد تدریسی اشیاء تیار کر کے تخلیقی انداز میں

استعمال بھی کر سکتا ہے تاکہ طلبہ کو پڑھائی کی جانب راغب کیا جاسکے۔ اب استاد بچوں میں نظم و ضبط پیدا کر سکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ماڈل کے طور پر دکھا کر بچوں کو نظم و ضبط کا سبق دے سکتا ہے۔

نصابی دستاویز میں خاص طور پر پریکٹس ٹیچنگ کو دو حصوں میں تقسیم دکھایا گیا ہے۔ پہلا تصور (Concepts) اور سرگرمی (Activities)۔ وہ تصورات جن سے استاد پہلے ہی واقف ہے، میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہوں گی۔ تعلیم کے مقاصد، اغراض و مقاصد، پڑھنے کا رویہ، پڑھانے کے انداز، ٹیچنگ اسٹریٹیجی، پلان تیار کرنے کا طریقہ، تلسل، ابلاغ، تنقید، موڈز اینڈ میڈیا، ویلیوز، رجحانات، تعریف و توصیف، نئے آبداریشن، تجربات، ناچ، کریکٹرز، شخصیت، ایجوکیشن ٹیکنالوجی، تجزیہ اور تقابلی جائزہ۔ سرگرمیوں میں ٹیچنگ شامل ہے، جس کے دوران میں کلاس روم ٹیچنگ کا مشاہدہ کرنے کا ہنر سکھایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس دوران میں چاک بورڈ پر لکھنا، فری ہینڈ ڈرائنگ، استاد اور طالب علم کی کانفرنس کو کس طرح کیا جائے، ہم نصابی سرگرمیوں کو کس طرح پلان کر کے ان پر عمل درآمد کیا جائے، کلاس روم کے حاضری رجسٹر کو کس طرح درست رکھا جائے، کلاس کے بارے میں حقائق اور ریکارڈ کو کس طرح ترتیب دیا جائے۔ بچوں کی پڑھائی کو کس طرح آگے بڑھایا جائے، تفریحی دورے اور مطالعاتی دورے کس طرح ترتیب دیئے جائیں اور طلبہ کے والدین کے ساتھ تعلقات کس طرح استوار کیے جائیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ پریکٹس ٹیچنگ کا دورانیہ چھ ہفتوں کا ہوتا ہے، جس میں شارٹ ٹرم اور لانگ ٹرم کلاس روم پیریڈ لیے جاتے ہیں۔ شارٹ ٹرم (دو ہفتوں) کی پریکٹس کو مندرجہ ذیل طریقے سے منعقد کیا جاسکتا ہے۔ پہلے ہفتے کے دوران میں استاد کلاس روم میں کم از کم بارہ اسباق (Lessons) پڑھائے جن میں چار ایسے اسباق شامل ہوں جو عملی طور پر مظاہرہ کر کے دکھائے جائیں اور اس کے بعد گروپ کی شکل میں اس پر بحث ہو۔ آخری دو ہفتوں کے دوران میں ہر طالب علم ٹیچر دس اسباق ڈلیور (Deliver) کرے اور ان میں سے پڑھائے جانے والے مضامین میں سے ہر مضمون کا ایک سبق شامل ہو۔ سپروائزر کو چاہیے کہ وہ طالب علم ٹیچر کے ڈلیور کیے جانے والے کم از کم تین اسباق کا جائزہ لے۔ جہاں بھی ممکن ہو استاد طلبہ کو مختصر اور مدوار ہدایات دے۔

ترتیب دینے والے سے کہا جائے کہ وہ شارٹ ٹرم تربیت کالج سے ملحقہ لیبارٹری میں منعقد کرائے اور ہر گروپ میں 15 سے زائد طالب علم نہ ڈالے جائیں۔ سپروائزر اور کالج سربراہ شارٹ ٹرم پریکٹس کے کل 50 نمبروں میں حاصل کردہ نمبروں کا تعین کرے۔

لانگ ٹرم (چار ہفتے) کی پریکٹس درحقیقت طالب علم اساتذہ کی ٹیچنگ ٹریننگ ہوتی ہے۔ اس ٹرم کے دوران میں ہر طالب علم استاد کم از کم 140 اسباق پڑھائے گا۔ اس دوران میں سپروائزر ایک چوتھائی اسباق کا مشاہدہ کرے گا اور پانچ طالب علم اور اساتذہ کانفرنس منعقد کرائے گا۔ اس کا شیڈول یہ ہے کہ کم از کم ہفتے میں

ایک کانفرنس لانگ ٹرم ٹیچنگ پریکٹس کے دوران میں ہونے والا امتحان 90 نمبروں کا ہو گا اور پیر وائزر ان میں سے نمبر دے گا۔ ہر طالب علم کے تین آخری اسباق کا جائزہ ہر مضمون کے کم از کم تین اساتذہ لیس کے اور کل 60 نمبروں میں سے نمبر دیں گے جن کی تقسیم تینوں اسباق پر برابر ہوگی۔

ٹیچنگ پریکٹس سرگرمیوں کے دوران میں طلبہ پڑھانے میں مدد دینے والی اشیاء کو تیار کرنا سیکھتے ہیں۔ خاص طور پر انھیں بتایا جاتا ہے کہ کل میٹرل سے یہ اشیاء کس طرح تیار کی جاتی ہیں۔ تجویز کردہ پڑھانے والے میٹرل میں:

- 1- مومی رنگ، آبی رنگ، آرٹ پیپر، چاک بورڈ، پلیٹن بورڈ، گلوب، نقشے، چارٹس، ماڈلز، سائنس اور ریاضی کی تیار کردہ اشیاء۔
 - 2- نصابی کتب اور اضافی میٹرل برائے مطالعہ، ڈکشنری اور انسائیکلو پیڈیا۔
 - 3- نیشنل ٹیچنگ کٹ فلم، ٹرانسپیرنسی اور اوور ہیڈ پروجیکٹر وغیرہ اور کیمنٹس ریکارڈ شامل ہیں۔
- ٹیچر ایجوکیشن پروگرام میں کارکردگی کا جائزہ بھی شامل ہے۔ کارکردگی کا جائزہ مستقل اور بھرپور طریقے سے کیا جاتا ہے اور اس سے پروفیشنل گروتھ میں تیزی آتی ہے۔ لانگ ٹرم اور شارٹ ٹرم پریکٹس میں جائزہ لینے کے دور ہما اصول ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

شارٹ ٹرم جائزے کے اصول (Short Term Criteria)

اساتذہ کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ وہ کلاس کے ماڈل لیسن کو بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔ انھیں کلاس میں ہونے والی بحث میں بڑی گرم جوشی اور دلش مندی سے حصہ لینا چاہیے۔ انھیں اپنے مضمون کے مطابق اپنے اسباق کو بڑی توجہ سے تیار کر کے پیش کرنا چاہیے۔

لانگ ٹرم جائزے کے اصول (Long Term Criteria)

اساتذہ کو اپنے اسباق روزانہ کی بنیادوں پر تیار کرنے چاہئیں اور اپنے مضمون کے بارے میں بہترین نتائج حاصل کرنی چاہیے۔ انھیں تدریسی میٹرل کو مناسب اور موثر طریقے سے استعمال کرنا چاہیے۔ انھیں سوال پوچھنے اور ابلاغ کا آرٹ آنا چاہیے۔ انھیں طلبہ کی شرکت کو بھی یقینی بنانا چاہیے۔ استاد کی شخصیت اور رویے کا طلبہ پر بڑا اثر ہوتا ہے لہذا ان باتوں پر توجہ دی جائے۔

نصابی کتب تحریر کرنے والوں سے کہا جائے کہ وہ اساتذہ طلبہ کے لیے ہینڈ بک شائع کریں۔ وزارت تعلیم کے ارباب اختیار کو اساتذوں کی تربیت کرنے والے افراد کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کرنے رہنا چاہیے۔ نصابی دستاویز کے مطابق ہینڈ بک دو حصوں پر مشتمل ہونی چاہیے۔

تعارفی حصہ جس میں اساتذوں کی رہنمائی کے لیے مونٹر ٹیچنگ کے رہنما اصول بتائے جائیں۔
مرکزی حصہ جس میں سپروائزر کی جانب سے ملنے والی ہدایات اور ریکارڈ کو ضابطہ تحریر میں لانے کے طریقے بتائے جائیں اور لیسن نوٹس تحریر کرنے کا طریقہ سکھایا جائے۔

(ب) فیلڈ بیسڈ ٹیچر ٹریننگ پروگرام (Field Based Teacher Training Programme)
پس منظر (Background)

پاکستان میں رائج دوسری قسم کا تربیتی پروگرام آج کل آزمائشی طور پر ملک کے شمالی حصوں میں جاری ہے۔ شمالی علاقوں میں تین کیونینٹیز رہتی ہیں اور ان کی تعداد بھی کم و بیش برابر ہے۔ ان میں سنی، اسماعیلی اور اہل تشیع شامل ہیں۔ 1945ء سے قبل پورے علاقے میں صرف چند سکول تھے۔ 1945ء میں اسماعیلی رہنماؤں نے تعلیم کے فروغ کے لیے بڑے پیمانے پر فنڈز دیئے اور اسماعیلی کمیونٹی کو کہا کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا آغاز کریں۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہر اسماعیلی فورم خود اپنے مذہبی رہنماؤں کی اس خواہش کو پورا کرنے کی خواہش مند تھی۔ فنڈز مل جانے کے بعد تمام علاقے میں فوری طور پر ایک کمرے پر مشتمل سکول قائم کیے گئے یا مساجد (جماعت خانہ) کو بھی سکولوں کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ بعد میں ان سکولوں کو ڈائمنڈ جوبلی سکولوں کا نام دیا گیا۔

ڈائمنڈ سکولوں میں بھی وہی نصاب پڑھایا جاتا تھا جو گورنمنٹ آف پاکستان کے سکولوں میں پڑھایا جاتا تھا لیکن ان سکولوں کی انتظامیہ اور مانیٹرنگ کا نظام اپنا تھا۔ شمالی علاقوں کے ان سکولوں کے ساتھ جو بڑا مسئلہ درپیش تھا وہ یہ تھا کہ اس علاقے میں میٹرک پاس نوجوانوں کی بطور استاد تربیت کرنا تھی۔ 1983ء میں ایک حردے کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ ڈائمنڈ سکولوں کے 80 فی صد اساتذہ غیر تربیت یافتہ ہیں۔ اس علاقے میں اساتذہ کی تربیت کا صرف ایک ہی ادارہ تھا جس کا نام کالج آف ایجوکیشن فار اہلیمینٹری ٹیچرز ہے اور یہ گلگت میں تھا۔ اس واحد ادارے میں اتنی بڑی تعداد میں اساتذہ کو تربیت نہیں دی جاسکتی تھی کیوں کہ کالج محدود تعداد میں طلبہ کو تربیت دینے کے وسائل کا حامل تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی تھا کہ سکولوں میں اساتذہ کی محدود تعداد کے باعث تعلیمی ادارے اپنے اساتذہ کو تربیت حاصل کرنے کے لیے اپنے علاقے سے دور دراز علاقے میں بھیجے پر رضامند نہیں تھے۔ اس صورت حال کے باعث محکمہ تعلیم نے فیصلہ کیا کہ اساتذہ کو اپنے علاقے میں رہتے ہوئے پڑھانے کے نئے نئے آئیڈیاز دیئے جائیں۔ لہذا آغا خان سنٹرل ایجوکیشن بورڈ نے آرگنٹ آف پاکستان کے تعاون سے فیلڈ بیسڈ (Field Based) تربیتی پروگرام تیار کیے۔ اس پروگرام کے تحت موبائل تربیتی ٹیمیں تیار کی گئیں، جنھوں نے ہر علاقے میں جا کر غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو ان کے گھروں کے قریب تربیتی سہولتیں فراہم کیں۔ اس مقصد کے لیے ٹرینیز علاقے سے ہی منتخب کیے گئے۔ انھیں

ماسٹر ٹرینیز کا نام دیا گیا۔

مقاصد (Objectives)

فیلڈ میں تربیت دینے کا پروگرام اپنی نوعیت کا بہترین پروگرام تھا جس کا مقصد غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو تربیت دے کر:

- ☆ وہی پرائمری سکولوں میں رائج روایتی انداز کو ختم کرنا۔
 - ☆ تعلیم دینے کی نئی سوچ کو فروغ دینا جس میں پڑھائی کا مرکز استاد کی بجائے طالب علم کو ماننا شامل تھا۔
- اس طرح سے استاد اور شاگرد تدریسی عمل میں برابر کے شریک ہو گئے۔

فیلڈ پیسڈ تربیتی پروگرام خاص طور پر اس طرح ڈیزائن کیا گیا کہ طلبہ کو پڑھائی میں براہ راست شامل کیا جائے۔ اس پروگرام میں طلبہ پر زور دیا گیا کہ وہ پہلے اپنے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا احاطہ کریں اور اس کے بعد خود ہی ان سوالوں کے جوابات تلاش کریں۔ مزید یہ کہ استاد اس دوران میں صرف موثر ٹیچنگ کے طریقے استعمال کر کے اسباق کی پلاننگ، علاقے میں دستیاب ٹیچنگ میٹریل کو جمع کرنے اور اپنے اسباق کو طلبہ کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ استاد یہ بھی جائزہ لے گا کہ طلبہ کس حد تک سبق سیکھتے ہیں۔ آخر میں استادوں سے کہا جائے گا کہ وہ کلاس روم کے روایتی رویوں کو ترک کر کے زیادہ موثر اور مفید طریقے اپنائیں۔ ان طریقوں میں رٹا لگانے پر زور دینے کے بجائے سبق کو سمجھ کر پڑھنے، طلبہ کو جسمانی سزائیں دینے سے گریز کرنا اور کلاس میں ہر وقت حرکت کرنے اور چلتے پھرتے رہنا شامل ہے تاکہ طلبہ کے سامنے سبق پڑھانے کے روایتی طریقوں کے بجائے بہتر طریقے سے سبق پڑھایا جائے۔ اساتذہ سے کہا گیا کہ وہ ابلاغ کے لیے اردو زبان استعمال کریں تاکہ بچوں میں بہتر ناچ و نقل ہو سکے اور ان کی علاقائی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی اچھی ہو۔

کورسز (Courses)

ایف ٹی ٹی (FBT) پروگرام 1984ء میں گلگت اور اس کے ملحقہ علاقوں میں شروع کیا گیا۔ اس پروگرام کے تحت حاضر سروس ٹیچنگ ٹریننگ کورسز کے انداز پر پڑھایا گیا جس کا نصاب پی ٹی ٹی کا روایتی نصاب تھا۔ ایک سالہ اکیڈمی تربیتی عرصے کے دوران میں زیر تربیت امیدواروں کو پی ٹی ٹی کے امتحان میں شرکت کرنا ہوتی تھی۔

حاضر سروس تربیت کے علاوہ اس پروگرام کی ایک بہت بڑی خوبی اور خاصیت یہ تھی کہ پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ ٹریننگ پروگرام میں شامل ہر طالب علم کو (Teaching Manual) کی سہولت دستیاب تھی۔ پاکستان میں آج بھی کسی تربیتی پروگرام میں شرکاء کو (Manuals) فراہم نہیں کیے جاتے۔ شمالی علاقوں میں تربیت یافتہ اساتذہ کو ان کے تجربے اور قابلیت کی بنیاد پر منتخب کیا جاتا تھا اور انھیں کہا جاتا تھا کہ وہ پرائمری کلاسوں کے ہر گریڈ کے لیے (Manuals) تیار کریں۔

ماسٹر ٹرینیز جنھوں نے اس تربیتی پروگرام میں مرکزی کردار ادا کیا وہ اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سکول کے ہیڈ ٹیچر بھی رہے اور انھوں نے ہی اس پروگرام کو کامیاب بنایا۔ یہ تجربہ کار اساتذہ تھے اور ان کا چنگ ریکارڈ بھی شاندار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سکول کے انتظام کو چلانے کے ساتھ ساتھ زیر تربیت اساتذہ کو تربیت بھی دی۔

ایف ٹی ٹی پروگرام بنیادی طور پر نوکری میں آنے سے پہلے کا پروگرام ہے لیکن اس پروگرام کے ذریعے حاضر سروس اساتذہ کو بھی تربیت دی گئی۔ تکنیکی اعتبار سے یہ ایک نصابی پروگرام تھا جس کا مقصد اساتذہ کی فنی قابلیت اور تربیت میں پائے جانے والے خلاء کو پر کرنا تھا۔ اس پروگرام کا مقصد یہ بھی تھا کہ اساتذہ میں پائی جانے والی پرانی عادات کو ختم کیا جائے اور سکولوں میں پڑھانے کے چند روایتی طریقوں کو بھی ختم کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے فیلڈ پیسڈ پروگرام شروع کیے گئے۔

پریکٹس ٹیچنگ (Practice Teaching)

ایف ٹی ٹی پروگرام کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی تھا کہ اس کے لیے کوئی الگ ٹیچنگ پریکٹس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ زیر تربیت مستقل سپروائزر کی نگرانی میں پڑھانے کا کام کر رہے تھے جسے بعد میں ماسٹر ٹرینیز جائزہ (Evaluation) لے کر خوبیاں اور خامیوں کی نشان دہی کر دیتا تھا۔

جائزہ (Evaluation)

سپروائزر کی جائزہ رپورٹوں کو ملاحظے کے لیے رجسٹرار آف ڈیپارٹمنٹل ایجوکیشن کو بھجوا دیا جاتا جس کا تعلق شمالی علاقوں کے ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن سے تھا۔ تیسری کورسز کے پبلک امتحان رجسٹرار کرتا تھا تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ امیدواروں نے پی ٹی ٹی سی سرٹیفکیٹ میں پڑھائے جانے والے مضامین میں کامیابی حاصل کر لی ہے کہ نہیں۔

(ب) فاصلاتی تعلیم کے ذریعے سے اساتذہ کی تربیت

(Teacher Training Through Distance Education)

پس منظر (Background)

اساتذہ کی تربیت کی تیسری قسم فاصلاتی نظام تربیت کا پروگرام ہے جسے اسلام آباد میں واقع علامہ اقبال اینڈ یونیورسٹی کرواتی ہے۔ پاکستان کے پرائمری سکولوں میں غیر تربیت یافتہ اساتذہ میں علامہ اقبال اوپن اینڈ ٹی کایہ فاصلاتی پروگرام انتہائی مقبول ہے کیوں کہ گھر بیٹھے تعلیم حاصل کرنا ان کے لیے آسان بھی ہے اور کلادورانیہ بھی کم ہوتا ہے جب کہ یہ پروگرام فل ٹائم ٹریننگ پروگرام ہوتا ہے۔

پاکستان میں اگر تربیت یافتہ اور بہتر تعلیم کے حامل اساتذہ دستیاب ہو جائیں تو غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی

نوکری کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ وہ اساتذہ جو فاصلاتی نظام تربیت میں شامل ہوتے ہیں۔ انھیں اپنی نوکری سے چھٹی بھی نہیں ملتی پڑتی جب کہ اس پر اخراجات بھی بہت کم ہیں۔ ماضی میں ان پروگراموں میں طلبہ کی شمولیت 5 ہزار تا 60 ہزار سالانہ تھی لیکن 1991ء تک ان پروگراموں میں شامل ہونے والے طلبہ کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی جب کہ حالیہ دنوں میں یہ تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

مقاصد (Objectives)

تربیتی پروگرام کے اختتام پر طالب علم اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کریں۔

- ☆ معاشرے میں تعلیم کے کردار کی تالیف۔
- ☆ سچی تربیت کے لیے پرائمری سکول میں پڑھائے جانے والے مضامین کے حصے کی تالیف۔
- ☆ نصاب کی تیاری کے عمل کے بارے میں آگہی حاصل ہونا۔
- ☆ مضامین کے حوالے سے اور پڑھانے کے حوالے سے تدریسی طریقہ کار کی آگہی۔
- ☆ اچھی سکول کیونٹی کی اہمیت کے بارے میں آگہی۔
- ☆ استاد اور والدین کے مابین تعلقات کا قیام۔

کورس (Course)

فاصلاتی کورسز میں ایسے کئی اجزاء شامل ہیں جن کی کامیابی ہی تکمیل پر پروگرام کا لازمی حصہ ہے۔ کورس کے خط و کتابت کے حصے کے علاوہ پریکٹیکل ورکشاپ اور تین ہفتوں کا تدریسی اور ٹیچنگ پریکٹس کا دورانیہ بھی پروگرام کا حصہ ہیں۔ خط و کتابت کے ذریعے سے طلبہ کو سٹڈی میٹریل بھجوانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی سمولت کے لیے انھیں کورسز پر مبنی ریڈیو پروگرام بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ عارضی ٹیوٹرز طلبہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ علاقائی سٹڈی سنٹرز پر طلبہ کی مل میٹھ کر کانفرنس بھی ہوتی ہے۔ عارضی ٹیوٹرز کی رہنمائی کے علاوہ طلبہ ورکشاپوں میں بھی شرکت کرتے ہیں اور تین ہفتوں کی ٹیچنگ پریکٹس بھی کرتے ہیں۔

فاصلاتی نظام میں پی ٹی سی سرٹیفکیٹ کورس میں طلبہ کو یہ کورس دو حصوں میں مکمل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ہر حصہ 18 یونٹس کا مکمل کریڈٹ کورس ہوتا ہے تاکہ طالب علم 36 مکمل کریڈٹ تک پڑھائی کرے۔ ہر یونٹ میں دیئے گئے مضمون کا حصہ اٹا ہوتا ہے کہ جسے ایک عام طالب علم ڈیڑھ گھنٹہ روز کے حساب سے پڑھتا ہے۔ اس طرح طالب علم پورا ہفتہ پڑھائی کرتا ہے۔ ہر ٹیکسٹ یونٹ اس انداز سے ڈیزائن کیا گیا ہے کہ طالب علم خاص مقاصد کو سامنے رکھ کر اپنی پڑھائی خود (Self Learning) کرتا ہے۔ ہر یونٹ کے مقاصد سبق کے آغاز میں دیئے جاتے ہیں لہذا طالب علموں سے کہا جاتا ہے کہ وہ یہ یونٹ ان مقاصد کو ذہن میں رکھ

کر پڑھیں۔ اس کے علاوہ طالب علم اپنا ٹیسٹ خود ہی لیتا ہے تاکہ وہ یہ جان سکے کہ اس کی پڑھائی کس طرح کی ہو رہی ہے۔

حالانکہ سٹڈی یونٹس اپنی وضاحت خود کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جہاں تک ممکن ہے انھیں معلوماتی بنایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ذہن میں ہے کہ انھیں سمجھنے میں چند طلبہ کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہو گا۔ ان مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے ہر یونٹ کے بارے میں ریڈیو پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ طلبہ ان پروگراموں کو سن کر اپنی تالیف میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ طلبہ کی رہنمائی کے لیے عارضی پارٹ ٹائم ٹیوٹرز کو تعینات کیا جاتا ہے۔ یونیورسٹی کے علاقائی دفاتر ان ٹیوٹرز کے ناموں سے طلبہ کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہ ٹیوٹرز طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے علاوہ ان کی مشکلات کو حل کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔

فاصلاتی نظام کے پروگراموں میں طلبہ زیادہ وقت اپنی پڑھائی خود کرتے ہیں اور ٹیوٹرز صرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں یا یہ ضرور ہے کہ یونیورسٹی سٹڈی سنٹرز بنائی ہے جہاں طلبہ اضافی رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔ ہر سٹڈی سنٹر پر 40 سے 50 طلبہ کو پڑھائی کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ ان سنٹرز پر ہونے والی ملاقاتوں میں طلبہ کو یہ بھی علم ہوتا ہے کہ یونیورسٹی کے پروگراموں میں کیا تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔

پریکٹس ٹیچنگ (Practice Teaching)

فاصلاتی نظام میں عملی تربیت (Practical Training) کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ورکشاپ اور ٹیچنگ پریکٹس۔ ہر طالب علم ایک ہفتے کی اس ورکشاپ میں شرکت کرتا ہے اور سیکھتا ہے کہ سبق کو کس طرح پلان کیا جائے، صوتی و بصری میٹریل کس طرح تیار ہوتا ہے، سوالات کس طرح ترتیب دیئے جاتے ہیں اور اسباق کو کس طرح آہر رو کیا جاتا ہے۔ ان ورکشاپوں میں طلبہ کورس رہنمائی اور مشاورت دی جاتی ہے۔ ان ورکشاپوں میں شرکت ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔

یوں کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا پی ٹی سی پروگرام ان اساتذہ کے لیے ہوتا ہے جو پہلے ہی پرائمری سکولوں میں پڑھاتے ہیں لہذا تین ہفتے کی ٹیچنگ پریکٹس کو ضرورت کے مطابق سمجھا گیا ہے، جس کے دوران طلبہ پڑھانے کے نئے انداز سیکھتے ہیں اور ان کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان طلبہ کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سکول سے چھٹی لیں اور ان سکولوں میں حاضر ہوں جہاں انھیں ٹیچنگ پریکٹس کرنی ہوتی ہے۔ یہ پریکٹس ان کے یونیورسٹی گزائی میں ہوتی ہے۔

0 جائزہ (Evaluation)

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ پی ٹی سی پروگرام کی تکمیل کے دو حصے ہوتے ہیں۔ تیوری کورسز اور

پریکٹیکل ٹریننگ۔ تھیوری کورسز کا جائزہ 400 نمبر کی چار اسائنمنٹس (Assignments) اور ہر سمسٹر کے اختتام پر ہونے والے ایک تحریری امتحان کے ذریعے سے لیا جاتا ہے۔ تھیوری کے حصے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ اسائنمنٹس میں 40 فی صد نمبر حاصل کریں اور 33 فی صد نمبر حتمی امتحان میں حاصل کریں۔ اس طرح سے اسائنمنٹس کو 40 فی صد اور امتحان کو 60 فی صد تک شامل کیا جاتا ہے۔

پریکٹیکل ٹریننگ میں ہر طالب علم کو دو ماڈل اسباق پڑھانے کا عملی مظاہرہ کرنا ہوتا ہے تاکہ اس کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاسکے۔ جائزہ لینے والی کمیٹی میں طالب علم کا ٹیوٹر، پریکٹس کرنے والے سکول کا ہیڈ ماسٹر اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر شامل ہوتا ہے۔ اس سرگرمی کو مندرجہ ذیل طریقوں سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

☆	پریکٹیکل ورکشاپ (ایک ہفتہ)	50 نمبر
☆	ٹیچنگ پریکٹس (30 اسباق)	50 نمبر
☆	فائنل امتحان (2 اسباق)	100 نمبر

ہر سرگرمی میں حصہ لینا ضروری ہے اور طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ پریکٹیکل ٹریننگ کی کامیابی تکمیل کے لیے 40 فی صد نمبر حاصل کرے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے ورلڈ بینک کے تعاون سے ایک مکمل اور جامع پی ٹی سی کورس متعارف کروایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ پی ٹی سی پروگرام دو کریڈٹ کورسز پر مشتمل ہے۔ یہ کورس آٹھ نصف کریڈٹ کورسز پر مشتمل ہو گا جب کہ پریکٹیکل ٹریننگ کا دورانیہ چھ ہفتے ہو گا۔ تھیوری کے حصے میں ایجوکیشن کے اصول، ٹیچنگ کے طریقے، سکول آرگنائزیشن اور سائنس، فزیکل ایجوکیشن، اسلامیات، سوشل سٹڈیز اور دو اوریا ضعی شامل ہیں۔

یہ کورس روایتی تعلیمی اداروں کے پی ٹی سی پروگرام سے ملتا جلتا ہے لیکن اس پروگرام کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں پڑھایا جانے والا نصابی میٹرل یونیورسٹی کا اپنا تیار کردہ ہے۔ یونیورسٹی ماہرین کو دعوت دیتا ہے اور انھیں طلبہ کے خود پڑھنے والے ٹیچنگ یونٹس (Teaching Units) تحریر کرنے کو کہتی ہے جب کہ پریکٹیکل ٹریننگ کا طریقہ وہی ہے جو پہلے زیر بحث آچکا ہے اور یہ چھ ہفتے دورانیے کا ہوتا ہے۔

○ حاضر سروس تربیتی پروگرام (In-Service Training Programme)

کیوں کہ آزادی کے فوری بعد 1947ء سے ہی تعلیم کو بہت تیزی سے فروغ حاصل ہوا خاص طور پر پرائمری سطح کی تعلیم کو لہذا اس مقصد پر کو الیفینڈ اساتذہ کا دستیاب ہونا ایک مشکل کام تھا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے حکومت مجبور تھی کہ وہ غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو ایمر جنسی کے طور پر بھرتی کرے اور تربیت کا پروگرام ہنگامی بنیادوں پر شروع کرے اور تربیت یافتہ اساتذہ کی قلت کو دور کرے۔ اتنی بڑی تعداد میں اساتذہ کی ضرورت اس بات کی متقاضی تھی کہ حاضر سروس تربیت کا پروگرام شروع کیا جائے۔ 1979ء میں بننے والی قومی تعلیمی پالیسی میں اس بات پر زور دیا گیا کہ تمام مرد و خواتین اساتذہ اپنی نوکری کے دوران میں

ہر پانچ سال کے بعد کم از کم ایک بار تربیتی کورس میں ضرور شرکت کریں۔ اس وقت حاضر سروس تربیت کا اہتمام ایجوکیشن انکسٹن سنٹر (Education Extension Centre) کرتے ہیں۔ حاضر سروس تربیتی پروگراموں میں شامل دیگر پروگرام ریڈیٹر ٹریننگ کورس (RTC) آف آغاخان سنٹرل ایجوکیشن بورڈ، پرائمری ٹیچر اور ٹینشن کورس (PTOC) آف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور وزارت تعلیم کی پی این ای (PNE) ونگ کا حاضر سروس تربیتی کورس ہیں۔

○ توسیع تعلیم سنٹر کورسز (Education Extension Centre Courses)

کیوں کہ تعلیمی نظام صوبائی حکومت کے تحت آتا ہے لہذا توسیع تعلیم سنٹر کورسز صوبائی محکمہ تعلیم کے زیر نگرانی منعقد کرائے جاتے ہیں۔ توسیع تعلیم سنٹرز یہ تربیتی کورسز یا تو صوبائی دارالحکومتوں میں منعقد کروائے ہیں یا علاقائی سنٹرز پر اسی مقصد کے لیے بنائے جانے والے خصوصی تربیتی مراکز پر منعقد کروائے جاتے ہیں۔ ان کورسز کا دورانیہ ایک سے چار ہفتوں تک ہوتا ہے اور اس کا تعلق کورس کی نوعیت پر منحصر ہے۔ ان کورسز کا تواتر توسیع تعلیم سنٹرز کو دستیاب وسائل کو دیکھ کر طے کیا جاتا ہے لیکن ہر صوبائی توسیع تعلیم سنٹر پر ہر سال میں کم از کم 20 تا 40 کورسز کروائے جاتے ہیں۔ ان کورسز کا مقصد اساتذہ کی علمی قابلیت کو بڑھانا اور انھیں پڑھانے کے نئے نئے طریقوں سے روشناس کرانا ہے۔ ان کورسز کا مقصد پرائمری سکولوں کے اساتذہ کو مضامین کی بہتر تالیف مہیا کرنا اور طلبہ کو پڑھانے کے لیے میٹرل کی تیاری میں مدد دینا شامل ہے۔ کورسز کروانے والے ماہرین اساتذہ کو بتاتے ہیں کہ وہ اپنی تدریسی قابلیت کو کن ترکیبوں کے ساتھ بہتر کر سکتے ہیں اور طلبہ کو پڑھانی کی طرف کس طرح راغب کر سکتے ہیں۔ انھیں سکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مضامین ترتیب کے ساتھ اور موثر انداز سے پڑھائیں۔ استاد طلبہ کی کمزوریوں کو پکڑیں اور انھیں دور کرنے میں طلبہ کی مدد کریں۔ انھیں یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ کتابیں اور پڑھائی میں مددگار اشیاء کو کس طرح استعمال کرنا ہے جب کہ ہوم ورک دینے کے انداز کے بارے میں بھی پڑھایا جاتا ہے۔ کورسز کے دوران میں اساتذہ کو غیر نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کی اہمیت کے بارے میں بھی آگہی دی جاتی ہے۔ اس کورس کے ذریعے سے پتہ چلی جاتی ہے کہ کورس کے اختتام پر ایک ایسے استاد کی تمام خوبیاں ان میں جمع ہو جائیں کیوں کہ ایک انداز میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

☆ استاد کی شخصیت پسندیدہ ہو اور اس میں قوت برداشت ہو۔

☆ استاد معاون، مددگار اور اپنے پیشے سے وفادار ہو۔

☆ استاد کے اطوار انتہائی شائستہ اور دل کو بھانے والے ہوں۔

☆ استاد ایماندار اور اپنے کام سے سچی لگن رکھتا ہو اور طلبہ کی مدد کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہو۔

○ آر ٹی سی پروگرام (RTC Programme)

ریڈیٹر ٹریننگ کورس (RTC) مختصر دورانیے کا تربیتی کورس ہے، جس کا اہتمام آغاخان سنٹرل

ایجوکیشن بورڈ شمالی علاقوں میں کرواتی ہے۔ عام طور پر اس کا دورانیہ بارہ روزہ ہوتا ہے۔ 1976ء سے اب تک یہ کورس عام طور پر سال میں ایک بار ہوتا ہے۔ ہر سال اس علاقے میں چھٹیوں کے دوران میں 200 سے 250 اساتذہ اس پروگرام کے ذریعے سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ آر ٹی سی ایک ایسا موثر کورس ہے جس کے ذریعے سے اساتذہ کلاس میں پڑھانے کا بہتر فن سیکھتے ہیں اور اس طرح تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ اساتذہ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ شروع میں آر ٹی سی سکول ڈائمنڈ جوبلی (DJ) سکول کے اساتذہ کی تربیت کے لیے شروع کیا گیا تھا لیکن 1982ء کے بعد اس پروگرام میں سرکاری سکولوں کے اساتذہ کو بھی شامل کیا جانے لگا۔

○ پی ٹی او سی پروگرام (PTOC Programme)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے پرائمری ٹیچر اور مینٹنیشن کورس (PTOC) کا بنیادی مقصد پرائمری سکولوں کے اساتذہ کو از سر نو ترتیب دیئے جانے والے نصاب میں شامل چیزوں کے بارے میں واقفیت دینا ہے تاکہ کسی خاص مضمون میں ان کی اپنی تعلیمی قابلیت بہتر ہو جائے اور وہ بہتر تدریسی انداز سیکھ کر بچوں کو اچھی طرح پڑھاسکیں۔ اس کورس کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان کی تعلیمی قابلیت میں اضافہ کیوں کہ پی ٹی او سی انٹر میڈیٹ کورس کے ایک کریڈٹ کورس کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

پی ٹی او سی چھ ماہ کا تربیتی پروگرام ہے۔ اس کورس کا آغاز 1976ء میں خط و کتابت کے ذریعے سے ہوا جس کے دوران میں خط و کتابت کے ذریعے سے نیوٹوریل مینٹنگ، سپینارز، ورکشاپوں، لیبارٹریوں، ریڈیو پروگراموں اور ذرائع ابلاغ کے دیگر ذرائع کو استعمال کر کے کیا گیا، اس فاصلاتی پروگرام کو پرائمری یوں کی دس سطحوں پر تقسیم کیا گیا۔ ہر مضمون میں تحریری میٹرل یونٹ اسباق (Unit Lessons) پر مشتمل تھا۔

○ لرننگ ماڈیولز آف پی این ای ونگ (Learning Modules of the PNE Wing)

پرائمری ایجنڈا فارمل ایجوکیشن ونگ (PNE) وزارت تعلیم پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ کے تحت کام کرنے والے پرائمری سکول ٹیچر کی حاضر سروس تربیت کا اہتمام کرتی ہے۔ یہ تین افراد پر مشتمل تربیتی پروگرام ہے جس میں پڑھنے والا ماڈیولز (Modules) کی مدد سے پڑھتا ہے۔ یہ تین افراد ماسٹر ٹریزر، سپروائزر اور پرائمری سکول ٹیچر ہے۔

ماسٹر ٹریزر پہلے سپروائزر کو تربیت دیتے ہیں جو پراجیکٹ ایریا میں آگے جا کر پرائمری استاد کو تربیت دیتے ہیں۔ سپروائزر کی تربیت پی این ای ونگ کے تعاون سے صوبائی دارالحکومتوں میں ہوتی ہے۔ ماڈیولز میں شامل موضوعات اور سرگرمیوں کو شامل کرنے کے لیے قائم کی جانے والی ترجیح مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

☆ سمجھ میں آنے میں درپیش مشکلات کی سطح

☆ کے تجربات سے متعلق
☆ کی پہلے سے پڑھائی سے متعلق
☆ کی مستقبل کی پڑھائی سے متعلق
☆ کون سے موضوعات کس حد تک ضروری ہیں
☆ استعمال کی جانے والی زبان اور اصطلاحیں

☆ اندازہ لگانا کہ یہ تمام اشیاء بچے کو سبق سمجھنے میں کس حد تک مدد دیں گی (Concept Map)
☆ تمام باتیں قواعد و ضوابط اور طریقہ کار کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں کس حد تک مدد دیں گی
☆ کس حد تک منتقل کی جاسکتی ہیں

☆ موجودہ نصاب کے ساتھ اس کا تعلق
☆ موجودہ نصابی کتب کے ساتھ اس کا تعلق

☆ پڑھائی میں مدد دینے والے موجودہ میٹرل کے ساتھ اس کا تعلق
☆ شروع کی جانے والی سرگرمیوں کے ساتھ اس کا تعلق
☆ موضوعات کی خصوصیات

☆ موضوعات میں ابھارنے والی خصوصیات
☆ کیونکی پاسوشن اہمیت کس حد تک ہے

☆ بچوں اور والدین کی جانب سے کس حد تک تعاون حاصل ہوگا
☆ لوکل حالات کے ساتھ اس کا تعلق

☆ پیرزیننگ پروگراموں کا جائزہ (Analysis of Teacher Training Programme)

☆ پیرزیننگ (Conventional Preservice Training)

☆ پیرزیننگ میں واقع کریمولم ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ سنٹر نے اب تک پی ٹی سی نصاب کے بارے میں تفصیلی رپورٹیں جاری کیں ہیں۔ اس جائزے کا مقصد نصاب میں واقع کمزوریوں اور بہتری کی نشاندہی کرنا تھا تاکہ نصاب کی اصلاح کے لیے اقدامات کیے جاسکیں۔ یہ سٹڈی بنیادی طور پر ٹیچر ٹرینینگ کی تجویزوں اور خیالات پر مبنی تھا۔ اس رپورٹ میں ٹیچر کی رائے لی گئی کیوں کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تربیتی اداروں میں یہ نصاب پڑھایا تھا۔

☆ استاد طلبہ بچوں کی عقلی گروتھ کے پیٹرن (Intellectual Growth)

☆ (Pattern) کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں پڑھنے اور پڑھنے کے مابین قائم

☆ اٹھارنے (Motivational) والی قوت کے تعلق کا بھی علم نہیں ہو سکا۔ اس کے علاوہ

وہ ان استاد طلبہ کو انفرادی اور گروپ مشاورت کا بھی علم نہیں اور وہ استاد اور والدین کے تعلق اور اہمیت سے بھی واقف نہیں ہیں۔“

اس تنقید میں روایتی ماڈل میں پڑھانے والے مضامین کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہنے پر بھی بات کی گئی۔ اس سٹڈی میں یہ تجویز کیا گیا کہ استاد کا نصاب از سر نو تشکیل دیا جائے اور نئے نصاب میں روایتی پڑھائی سے ہٹ کر عملی سرگرمیوں پر زیادہ توجہ دی جائے۔

ایبٹ آباد، پشاور، کوئٹہ، کراچی اور لاہور میں ہونے والے پری سرورس اور ان سرورس امتحانات میں حل کیے گئے پرچوں سے معلوم ہوا کہ طلبہ نے زیادہ توجہ نصابی کتب کے مندرجات کو رٹہ لگانے پر دی ہے۔ نصاب میں دی گئی کئی باتوں اور سرگرمیوں کو امتحان یا جانزے میں شامل ہی نہیں کیا گیا، جس کے نتیجے میں ٹریزنر نے ان سرگرمیوں کو شامل ہی نہیں کیا حالانکہ یہ سرگرمیاں ٹریننگ پروگرام کے مجموعی مقاصد کے حصول کے لیے انتہائی ضروری تھیں۔

عملی طور پر ٹریزنر نے صرف اس بات پر توجہ دی کہ طلبہ کو اس قابل بنادیا جائے کہ وہ ٹیسٹ میں زیادہ سے زیادہ بہتر پر فارم کر سکیں۔ کیوں کہ حتمی امتحان میں پریکٹیکل کورسز کی خاص فارم میں شامل نہیں تھے لہذا طلبہ اور اساتذہ نے انھیں اولین ترجیح نہیں دی۔ یہاں تک کہ اگر خاص مندرجات تک کو لکھ کر انھیں نہیں دیا تو انھوں نے انھیں بھی نظر انداز کر دیا، لیکن اس صورت حال کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پروگرام کے مقاصد ہی پوری طرح ان پر واضح نہ ہو سکے ہوں۔

طالب علم اساتذہ اور ٹیچر ٹریزنر کے انٹرویوز سے معلوم ہوا کہ کسی بھی طالب علم استاد نے مسلمان مفکرین کے حوالے سے تحریر کی گئی کوئی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی سوائے ان مختصر حصوں کے جو ان کے ٹیکسٹ میں شامل تھا۔ طلبہ نے اپنی کمیونٹی میں سرورس کر کے جو تجاویز دی تھیں ان پر بھی عمل نہیں کیا گیا۔ مطالعاتی دوروں کی عام طور پر حوصلہ شکنی کی گئی۔ اساتذہ نیشنل کریکولم کمیٹیوں کی ان رپورٹوں سے بھی ناواقف تھے جو تربیتی پروگرام کی بہتری کے لیے وقتاً فوقتاً جاری کی جاتی تھیں نہ ہی ان رپورٹوں میں دی گئی سفارشات پر کبھی عمل ہوا تھا۔

اسی طرح سے تربیت کے لیے جس قسم کی اشیاء اور آلات کی ضرورت تھی اور جو پڑھائی کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو سکتی تھیں وہ بھی ٹریننگ سنٹرز پر دستیاب نہیں تھیں۔ حد تو یہ تھی کہ یہ اشیاء پاکستان کے اکثر پرائمری سکولوں میں بھی دستیاب نہ تھیں۔ یہاں تک کہ ”پریکٹیکل“ کورسز کو بھی صرف تھیوری کی شکل میں پڑھا جاتا تھا اور نصابی کتب میں دی گئی اشکال کو ذہن میں رکھ کر ان کے بارے میں رٹہ لگایا جاتا تھا۔

کچھ ہی حال نیچنگ پریکٹس کا بھی تھا۔ پی ٹی سی پروگرام 39 ہفتے دورانیے کا تھا۔ ان میں سے چھ ہفتے نیچنگ پریکٹس کے لیے مختص تھے (مختصر دورانیے کے طویل دورانیے کا 4 ہفتے) لیکن اس کام پر مشکل چار ہفتے بھی نہیں لگائے جاتے تھے۔ لیکن اس کی کئی وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ اکثر تربیتی مراکز گرمیوں کی چھٹیوں کے لیے دس

بچے زائد بند رہتے تھے۔ جب یہ ختم ہوتی تھیں تو سر دیوں کی دو ہفتے کی چھٹیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ لہذا اس صورت حال کے پیش نظر ٹریننگ کورس کے دورانیے کو کہیں سے کم کرنے کی ضرورت پڑتی اور اس مقصد کے لیے نیچنگ پریکٹس کے حصے کا دورانیہ کم کر دیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ اکثر ٹریننگ سنٹرز پر اساتذہ کلاس روم ہی نہیں تھے کہ جو اتنی بڑی تعداد میں اساتذہ کو نیچنگ پریکٹس کے لیے دستیاب ہوتے۔ تیسرا یہ کہ اس مقصد کے لیے طالب علم اساتذہ کو سپروائزرز سے رہنمائی مل جاتی تھی اور اس کے ساتھ کلاس روم ٹیچر بھی گائیڈ کرتا تھا کیوں کہ وہ نیچنگ پریکٹس کے دوران میں کلاس میں موجود رہتا تھا۔ یہ بات نصاب میں شامل تھی کہ ہر طالب علم اساتذہ کم از کم چار بار کلاس روم میں پڑھانے کا عملی مظاہرہ کرے گا اور اس کی گہرائی ماہر کلاس روم ٹیچر کرے گا اور اس کے بعد گروپ مباحثہ (Group Discussion) ہوگی۔ سپروائزر کم از کم پڑھانے کے عملی مظاہرے کا ایک چوتھائی دیکھے گا اور مشاہدہ کرے گا لیکن شاف کی کمی کے باعث یہ کام اکثر تربیتی مراکز پر نہیں کیا گیا اور طالب علم اساتذہ اگر ان میں پڑھانے کی خواہش تھی لیکن انھیں اس کا مناسب موقع نہیں مل سکا۔

پریکٹس کے دوران میں سپروائزر نے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا نہیں کیں۔ اس تجربے سے یہ ثابت ہوا کہ پروفیشنل افراد نے اپنی ذمہ داری سنجیدگی سے پوری نہیں کی۔ اس صورت حال سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب طلبہ استاد بن جاتے ہیں تو وہ اس بات کو اہم نہیں سمجھتے کہ انھوں نے اپنی ڈیوٹی سنجیدگی سے ادا کرنی ہے۔

اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے ایک اور سرورس برٹش کونسل نے کروایا۔ اس سرورس میں اساتذہ کی ایجوکیشن، نیچر ایجوکیشن کے لیے شاف رکھنے، نیچر ایجوکیشن کے لیے نصاب کی تیاری اور نیچر ٹریننگ کے لیے مختص کیے جانے والے فنڈز کے حوالے سے نہایت دلچسپ حقائق سامنے آئے۔ اساتذہ کی تربیت کے لیے چار کیا جانے والے پلان کمزور تھا۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ تربیتی سکولوں اور کالجوں میں شاف کی کمی کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ اساتذہ کے کالجوں کی اکثریت میں نیچنگ میٹرل اور بنیادی آلات تک دستیاب نہیں تھے۔

نیم کا یہ بھی مشاہدہ تھا کہ بلوچستان میں خاص طور پر خواتین کو نیچنگ میں لانا بڑا مسئلہ تھا، جس کے نتیجے میں بلوچستان میں خواتین اساتذہ کی شدید قلت تھی۔ نیچنگ پریکٹس بھی انتہائی غیر موثر تھی۔ اس کی وجوہات انھیں نہیں تھیں لیکن سرورس ٹیم کا خیال تھا کہ پلاننگ اور انتظامیہ میں کہیں کوئی کمزوری ہے۔

0 فیلڈ بیسڈ ٹریننگ ماڈل (Field Based Training Model)

پہلے فیلڈ بیسڈ ٹریننگ کورس کے اختتام پر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائیکالوجی کے محققین کی ایک ٹیم ٹائرس کے بارے میں ایک سٹڈی کی اس سٹڈی میں 23 سکولوں کو شامل کیا گیا۔ محققین نے ایک ہی طرح کے اساتذہ کے گروپ کا جائزہ لیا یعنی اس سٹڈی کے دوران میں اس پروگرام کے تحت تربیت حاصل کرنے

والے اساتذہ اور روایتی انداز میں تربیت حاصل کرنے والے اساتذہ کا تقابلی جائزہ لیا گیا۔ روایتی انداز واسلے گروپ کو مزید دو ذیلی گروپوں میں تقسیم کیا گیا یعنی وہ جنہوں نے پی ٹی سی ٹریننگ کے ساتھ ساتھ ریفریٹر ٹریننگ کورس کیے ہوں اور وہ جنہوں نے پی ٹی سی ٹریننگ کورس تو کیا ہو لیکن کسی ریفریٹر کورس میں شرکت نہ کی ہو۔

ان گروپوں کا جائزہ لینے کے لیے محققین (Researchers) نے دونوں قسم کے گروپوں کے رویوں کا مشاہدہ کیا۔ اس کے علاوہ انٹرویوز کے دوران میں تینوں گروپوں کے اساتذہ کے پس منظر اور فہم و فراست میں فرق کا بھی اندازہ لگایا۔ محققین نے کلاس روم کی فزیکل کنڈیشن کا بھی جائزہ لیا لیکن انہیں پروگرام کی مجموعی کارکردگی کے ساتھ منسلک نہیں کیا۔

اس سٹڈی میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ ایف ٹی ٹی ماڈل کے ذریعے سے جن اساتذہ نے تربیت حاصل کی۔ انہوں نے بہتر طریقے سے اپنے اسباق پلان بھی کیے اور ڈیور بھی کیے۔ انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ بلیک بورڈ استعمال کیا۔ نیز انہوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ انہیں معلوم ہے کہ وہ اپنے طلبہ سے کس طرح موثر اور اچھے طریقے سے سوال پوچھ سکتے ہیں۔ وہ تعارفی سرگرمیوں کے ذریعے سے اپنے طلبہ میں جوش و جذبہ بھی پیدا کرتے ہیں اور پڑھائی کے دوران میں ایسی اشیاء کی مدد حاصل کرتے ہیں جن کے باعث سچے سچے سبق زیادہ اچھے طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔ سٹڈی میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ ایف ٹی ٹی پروگرام کے تحت تربیت حاصل کرنے والے اساتذہ ویسے تو تمام مضامین میں بہت اچھے تھے لیکن اردو اور ریاضی میں انہوں نے خاص طور پر شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ سائنس میں وہ پی ٹی سی اساتذہ سے زیادہ اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ انٹرویوز سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایف ٹی ٹی اساتذہ کا ابلاغ زیادہ اچھا موثر اور تیز ہے۔

جائزے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایف ٹی ٹی اور دوسرے پروگراموں میں کیا فرق ہے۔ مشاہدے سے معلوم ہوا کہ پروگرام میں بتائے گئے اغراض و مقاصد میں اگر نظر ڈالیں تو اس تربیت کے بعد اساتذہ کی مجموعی کارکردگی بہتر ہوئی ہے۔ پروگرام کے بعد بھی ثابت ہوا کہ اگر اساتذہ اور طلبہ کے مابین بہتر تعلقات ہوں تو اس سے معیار تعلیم بہتر ہوتا ہے۔ فیلڈ پیڈ تربیتی پروگرام کے ذریعے سے اساتذہ کے روایتی طریقہ تدریس میں بھی کئی اہم اور نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن جب کامیابیوں کے تناسب پر نظر ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ پروگرام بھی روایتی پروگراموں سے کچھ زیادہ بہتر ثابت نہیں ہوا۔

○ فاصلاتی تعلیمی ماڈل (Distance Education Model)

فاصلاتی تعلیمی پروگرام کا جائزہ نہیں لیا گیا لیکن اس پروگرام اور دوسرے تربیتی پروگراموں میں واضح نظر آرہا ہے۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد نے اس میں دلچسپی لی کیوں کہ یہ وہ پروگرام ہے جس کے ذریعے سے وہ گھر بیٹھ کر تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔ ان طلبہ میں سے اکثریت ایسے طلبہ کی تھی جو اپنے پیچنگ پروفیشن میں

ان حد تک مصروف ہیں کہ وہ نارمل حالات کی تربیت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ ان میں ایک بڑی تعداد روایتی سکولوں کے غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی بھی ہے اور جب یہ استاد اپنی تربیت مکمل کر لیتے ہیں تو وہ بہتر طریقوں پر ملازمت حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور انہیں سرکاری سکولوں میں ملازمت مل جاتی ہے۔ وہ خواہ مخواہ اپنی فیملی کو چھوڑ کر باہر نہیں جاسکتیں۔ ان کے لیے بھی اس پروگرام میں بہت کشش رہی۔ حالانکہ اس کورس میں بنیادی طور پر پی ٹی سی کا نصاب پڑھایا جاتا ہے جب کہ عملی طور پر یہ کورس اس سے بہتر استاد پیدا کر رہا ہے۔ استادوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ تدریسی میٹریل کو استعمال کر کے پڑھائیں اور فائنل پر ٹیکیکل امتحان میں بھی اس کا مظاہرہ کریں گے۔ پریکٹیکل پر زور دینے کے باوجود یہ کورس مستقبل میں کلاس روم کی مختلف صورت حال کا سامنا کرنے کے قابل بنانے میں ناکام رہے۔ خیال یہ رہا کہ ہر کلاس روم میں 20 سے 40 طالب علم ہوں گے۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک اہل کار نے کہا کہ اس پروگرام کے تحت استاد کو آئیڈیل صورت حال میں پڑھانے کے قابل بنایا جائے گا جب کہ اس دور کے ذریعے سے اساتذہ کو یہ بھی سکھایا جائے گا کہ وہ اپنے سکول کی کلاس روم کی فضا کو کس طرح بہتر بنائیں۔

فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے ملک میں اساتذہ کو تربیت دینے کے لیے بہت کام کیا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پی ٹی سی، سی ٹی اور پی ایڈ کے لیے طلبہ کو تیار کرتی ہے۔ صرف 87-1986ء کے سیشن میں اس یونیورسٹی نے 4913 پی ٹی سی اساتذہ کی تربیت کی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اساتذہ کے تعلیمی مسائل حل کرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ خاص طور پر دور دراز کے علاقوں کے اساتذہ کی تعلیمی مشکلات حل کرتی ہے۔

○ خلاصہ (Summary)

پرائمری اساتذہ کی تربیت کے لیے تین بڑے تربیتی پروگرام ہیں۔

روایتی پروگرام

فیلڈ پیڈ تربیتی پروگرام

فاصلاتی نظام تعلیم

پروگرام کے اغراض و مقاصد مختلف ہیں اور اس میں مختلف قسم کے اساتذہ حصہ لیتے ہیں۔ روایتی پی ٹی سی کے کورسز پر مشتمل ہے جس میں تھیوری ٹیچنگ پریکٹس کورس شامل ہیں۔ پی ٹی سی کے اساتذہ حصے میں جزل ایجوکیشن اور پڑھانے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ تھیوری کو دس گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے سبق کا تعلق جزل ایجوکیشن تھیوری سے اور چھ کا پڑھانے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جزل ایجوکیشن کورسز میں مندرجہ ذیل کورسز شامل ہوتے ہیں۔

ایجوکیشن کے اصول اور پڑھانے کے طریقے، بچوں کی نشوونما اور مشاورت اور سکول آرگنائزیشن اور کلاس روم انتظام۔

پڑھانے کے طریقوں میں استادوں کے پڑھانے کی صلاحیت کو بہتر کیا جاتا ہے اور ان کی علمی قابلیت کو جلا دی جاتی ہے۔ ٹیچنگ پریکٹس بھی تربیتی پروگرام کا لازمی حصہ ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے سے اساتذہ کو پڑھانے کے سیکھے ہوئے نئے طریقوں کو آزمانے کا موقع ملتا ہے اور آگے چل کر یہ طریقے ان کی پیشہ دراز مہارت کو مزید نکھارتا ہے۔

پاکستان میں جاری تربیتی پروگرام کی دوسری قسم فیلڈ ہیڈ ٹریننگ پروگرام (FBT) ہے جو آج کل شمال علاقہ جات میں جاری ہے۔ یہ پروگرام 1984ء میں گلگت اور اس کے گرد و نواح میں شروع ہوا تھا۔ یہ پروگرام اساتذہ کو ان کے سکولوں میں دی جانے والی تربیت پر مبنی ہے اور اس کا نصاب پی ٹی سی کاروباری نصاب ہے۔ ایک سال کے تربیتی پروگرام کے اختتام پر زیر تربیت امیدواروں کو پی ٹی سی کے امتحان میں شرکت کرنا لازمی ہوتا ہے۔ دوران تربیت انھیں ہر کلاس کو ہر مضمون پڑھانا لازمی ہوتا ہے۔ سکول کے ہر روز کے آخر میں زیر تربیت اساتذہ ماسٹر ٹرینز کے ساتھ میٹنگ کرتے ہیں جو وہیں ان کو رہنمائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ماڈل اسباق کا عملی مظاہرہ کر کے دکھاتے ہیں۔ اس پروگرام کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس پروگرام کی تکمیل کے بعد اساتذہ حقیقی زندگی کی صورت حال سے قریبی رشتہ استوار کر لیتے ہیں۔

تربیتی پروگرام کی تیسری قسم فاصلاتی نظام تعلیم ہے جسے اسلام آباد میں واقع علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کرواتا ہے۔ فاصلاتی کورسز میں کئی چیزیں شامل ہوتی ہیں جنھیں مکمل کرنا کورسز کی کامیابی سے تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ کورس کے خط و کتابت والے حصے کے علاوہ اس میں ورکشاپس اور پریکٹس ٹیچنگ بھی شامل ہیں۔ پڑھائے جانے والے اسباق کی مزید وضاحت کے لیے ریڈیو پروگرام بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عارضی ٹیوٹرز اور سٹڈی سنٹرز کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔

فاصلاتی کورس جو آگے چل کر پی ٹی سی سرٹیفکیٹ کے لیے امیدوار کو اہل کر دیتا ہے، کو دو حصوں میں کرنے کی سہولت ہے۔ ہر پارٹ مکمل کر ڈیٹ کورس ہوتا ہے جس کے 18 یونٹس ہوتے ہیں اور اس طرح ہر طالب علم 30 یونٹس پڑھتا ہے۔

پری سروس ٹریننگ کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے ان سروس ٹریننگ پروگرام بھی شروع کیے جاتے ہیں تاکہ تعلیم کے شعبے میں ہونے والی نئی نئی ایجادات اور ڈیولپمنٹ سے اساتذہ کو آگاہ کیا جائے۔ اس وقت ان سروس ٹریننگ پروگراموں میں سے اکثر ایجوکیشن انجینئرنگ سنٹرز کرواتے ہیں۔ دیگر ان سروس ٹریننگ پروگراموں میں ریفریٹر ٹریننگ کورس (RTC) آف آغا خان سنٹرل ایجوکیشن بورڈ، پرائمری ٹیچر اور ٹیچنگ کورس (PTOC) آف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور پی این ای ونگ وزارت تعلیم کا ان سروس ٹریننگ کورس شامل ہے۔



ٹیچر ایجوکیشن کا ڈھانچا اور نصاب

(Structure and Curriculum of Teacher Education)

تعلیم کا معیار براہ راست اس تدریسی معیار پر منحصر ہوتا ہے جو کلاس میں دی جاتی ہے۔ نہایت بنیادی سطح پر تعلیمی اصلاح میں استاد کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تعلیمی قابلیت، مضامین کے مواد سے آگے، تدریسی استعداد و ہنر مندی اور اساتذہ میں لگن درس و تدریس کے لیے موثر ثابت ہوتے ہیں۔ مختلف سطح پر تعلیم کے انحطاط پذیر معیار کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ملک میں اساتذہ کی تعلیم کو موثر بنانے اور اس کو مناسب ترجیح دینے کی کوشش کی جائے۔ تعلیم سب کے لیے، کے اصول کو مرکزی توجہ دے کر حصول علم کے مواقع میں وسعت دی جائے۔ طلب اور رسد میں معقول توازن کے قیام کے لیے اساتذہ کی تربیت کے پروگرام میں عددی لحاظ سے بڑی حد تک توسیع ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف اساتذہ کی تعلیم کے معیار پر بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایسے اساتذہ کی افراط ہو گئی ہے جن میں تدریسی طریقوں اور ان کے مواد سے متعلق آگے بہت سطحی ہے۔

ملک میں اساتذہ کی تعلیم کے معیار پر متعدد عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ عوامل نظریاتی اور معاشی و معاشرتی ضروریات سے لے کر موجودہ نظام تعلیم اور درس و تدریس کے مبہم نظریات اور اقدامات تک محیط ہیں۔ آنے والے ہر دور میں بڑھتی ہوئی آبادی کا دباؤ تعلیم کے فروغ میں سب سے نمایاں محرک نظر آتا ہے۔ اساتذہ کی تربیت کا پروگرام نظام تعلیم کا جزو لا ینفک ہے۔ اس میں بھی توسیع ہوئی ہے اور ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر مزید توسیع متوقع ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نظام پر مطالبات کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اساتذہ کی تعلیم کے معیار کی ضروریات پر بھی احتیاط سے توجہ دی جائے۔ اساتذہ کی تعلیم کے معیار سے متعلق منصوبہ بندی کرتے ہوئے اساتذہ کی تعلیم کے پروگرام کی ترقی اور انتظام، تربیتی اداروں کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی، اساتذہ کو تعلیم دینے والے استادوں کی قبل از ملازمت اور دوران ملازمت مسلسل تربیت، نصاب کے مندرجات، طریق کار، جانچنے کے آداب، تدریسی معاون مواد کی افزودگی اور اساتذہ سے متعلق دیگر سہولتیں کو مد نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

5.1- ٹیچنگ ایجوکیشن کا ڈھانچا (Structure of Teacher Education)

اساتذہ کی تعلیم کا موجودہ نظام سکولوں کے تعلیمی نظام میں معیاری تعلیم کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نظر نہیں آتا۔ پاکستان میں اساتذہ کی تعلیم کے ضمن میں بے شمار مسائل اور تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اساتذہ کی تعلیم کے شعبے کی موجودہ صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے جو بھی اقدام کیے جائیں۔ ان میں مسائل پر توجہ دینا ضروری ہوگا۔ ماہرین نے ان مسائل اور تشویشوں کی نشان دہی کی ہے۔ ان میں چند درج ذیل ہیں:

(I) نوجوانوں کے لیے تدریسی کا پیشہ ایک مجبوری ہے۔ اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اساتذہ میں تدریس کا نہ شوق ہے اور نہ ہی لگن۔ یہ بات خواتین اساتذہ سے زیادہ مرد اساتذہ پر صادق آتی ہے۔

(II) اساتذہ کے تعلیمی پروگرام میں مضامین سے علمی آگے سکول کے نصاب کے مندرجات، تدریسی وسیلوں، تدریس کے عملی طریقوں اور نصابی سرگرمیوں میں عدم توازن پایا جاتا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کے تعلیمی پروگرام کی مدت منحصر ہوتی ہے۔

(III) سیاسی اثر و سوج اور دیگر معاشرتی بد عنوانیوں کے سبب اساتذہ کی تعلیماتی کے طریق کار میں اہلیت کو عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے۔

(IV) اساتذہ کے تربیتی ادارے مالی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں فعال معیاری تعلیم کی سہولتیں کافی ہوتی ہیں۔

(V) پاکستان میں تعلیم کسی بھی سطح پر اساتذہ کی طلب و رسد میں موثر مناسبت نہیں ہے۔ اساتذہ کی تربیت کو بغیر کسی منافع بخش حکمت عملی یا منصوبہ بندی کے خاکے کے چلایا جاتا ہے جس کا انجام یہ ہے کہ طلب و رسد میں عدم توازن رونما ہوتا ہے۔

(VI) اساتذہ کی تعلیم کے لیے جو تدریسی کتب ہیں، ان کا معیار ناقص ہے۔ تدریسی مواد، تعلیم کے اصل ماحول سے مطابقت نہیں رکھتا اور مستقبل کے استاد کے مزید مطالعے کے لیے باعث ترغیب و تحریک بھی نہیں ہوتا۔ ملازمت کرنے والے اساتذہ کے لیے بھی ہدایت ناموں اور اضافی مواد کی فراہمی کا کوئی نظام نہیں ہے۔

(VII) اساتذہ کے تربیتی اداروں میں استادوں کی تقرری کے لیے کوئی معیاری طریق کار موجود نہیں ہے۔ موجودہ نظام کے تحت ہر وہ استاد جو سکول یا کالج میں پڑھاتا ہے، تربیتی ادارے میں مقرر کیا جاسکتا ہے۔

(VIII) اساتذہ کی تربیتی اداروں میں عمارتوں، ساز و سامان، فرنیچر، تدریسی آلات، لابریری میں کتابوں اور دیگر مطالعاتی مواد کی اشد ضرورت ہے۔ اساتذہ کو تعلیم دینے والے استادوں کو ضروری معاون سہولتیں فراہم نہیں ہیں۔ ان اداروں کی نگرانی بھی موثر طور پر نہیں ہوتی۔

(IX) اساتذہ کو تعلیم دینے والوں کے لیے دوران ملازمت تربیت تقریباً ناپید ہے۔ استادوں کو باقاعدہ تربیت دینے کا کوئی مستقبل طریق کا متعین نہیں ہے۔ تربیت کے باقاعدہ مواقع کبھی کبھی ملتے ہیں۔ ان کا معیار ناقص ہوتا ہے۔

(X) امتحان کا نظام بھی انتہائی ناقص ہے۔ بنیادی طور پر یہ بیرونی وضع کا ہوتا ہے اسی لیے

طلبہ تخلیقی اور قائدانہ صلاحیتوں سے محروم رہتے ہیں۔

(XI) اساتذہ کی غیر حاضری، ناقص انتظام، نگرانی کی کمی اور جواب دہی کے طریقے جیسے

اساتذہ کی تربیت کے مسائل ہیں جن پر مناسب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

○ پاکستان میں آج کل مندرجہ ذیل ادارے مختلف تربیتی پروگرام دے رہے ہیں۔

پروگرام اور ادارے	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان	وفاقی	میزان
پی ٹی سی / سی ٹی (G.C.E.Ts)	34	24	18	10	04	90
ٹی ایڈ / ٹی ایس ایڈ (تعلیمی کالج)	08	04	02	01	01	16
ایم ایڈ / ایم اے (ایڈ) آئی آری یونیورسٹی شعبہ تعلیم	04	02	02	01	09
توسیعی / عملے کی ترقی (دوران ملازمت تعلیم)	01	01	01	01	04
پی آئی ٹی ایز	01	01	01	01	04

○ آزادی کے بعد سے اساتذہ کی تربیت کے اداروں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ فی الحال اساتذہ کے لیے پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (PTC) اور سرٹیفکیٹ ان ٹیچنگ (CT) کے لیے 90 ابتدائی کالج اور 30 ہائی سکول ہیں جو ادارے ثانوی سکول کے اساتذہ تیار کرتے ہیں انھیں کالج آف ایجوکیشن کما جاتا ہے۔ 11 کالج آف ایجوکیشن، 14 انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ اور دو جامعات میں تعلیم کے شعبے ہیں جہاں ثانوی سکول کے اساتذہ کے لیے تعلیم میں پچھلے ڈگری B.ED دی جاتی ہے۔ فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بھی اساتذہ کی تربیت کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ مختلف تربیتی پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے:

تربیتی پروگرام	داخلہ کی اہلیت	تربیت کی مدت باعتبار تعلیمی سال	تدریسی جماعتیں
پی ٹی سی	میٹرک	1 سال	پہلی سے پانچویں تک
سی ٹی	انٹر میڈیٹ	1 سال	پہلی سے آٹھویں تک
ٹی ایس ایڈ (12+3)	انٹر میڈیٹ	3 سال	چھٹی سے دسویں تک
ٹی ایڈ (14+1)	ٹی اے / ٹی ایس سی	1 سال	چھٹی سے دسویں تک

ایم ایڈ	ٹی ایڈ	1 سال	چھٹی سے بارہویں تک اس کے علاوہ پی ٹی سی، اور ٹی ایڈ کے طلبہ اور نگرانی
ایم اے (تعلیم)	ٹی اے / ٹی ایس سی	2 سال	چھٹی سے بارہویں تک اس کے علاوہ پی ٹی سی، سی ٹی اور ٹی ایڈ کے طلبہ اور نگرانی

تمام روایتی تربیتی اداروں میں تربیت کی سالانہ گنجائش تقریباً 30,000 طلبہ کی ہے۔ تقریباً تمام اداروں میں اساتذہ کی تربیت کے پروگرام میں داخلے کے لیے بہت زیادہ دباؤ ہے۔ بیشتر اداروں میں درخواست دہندوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ ہوتی ہے (جواب کم ہو رہی ہے) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تربیتی پروگرام میں داخل ہونے والوں کی سالانہ تعداد دس ہزار سے زائد ہے، جن میں تقریباً سات ہزار ہر سال مختلف شعبوں میں داخل کر لیے ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے پی ٹی سی، سی ٹی اور ٹی ایڈ کے پروگرام میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ شامل ہیں۔ اساتذہ کی تربیت سے متعلق عملے کا تعلیمی شعبے سے تعلق ہوتا ہے اساتذہ کی تربیت کے لیے اساتذہ کا کوئی علیحدہ عملہ اور شعبہ نہیں ہے۔ کوئی بھی حاضر سروس استاد یا لیکچرر جو ماسٹر کی ڈگری کا حامل ہے اساتذہ کی تربیت کے لیے مامور ہو سکتا ہے خواہ اس میں پیشہ ورانہ اہلیت ہو یا نہ ہو۔ تاہم تعلیم کے لیے ماسٹر کی ڈگری رکھنے والوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پرائمری، مڈل اور ثانوی سکولوں میں پڑھانے کے لیے اساتذہ کی تربیت ضروری شرط ہے تاہم اعلیٰ ثانوی اور ڈگری کی سطح پر تعلیم دینے کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔

اساتذہ کی تربیت کے موجودہ اداروں کی گنجائش کے پیش نظر جو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کو شامل کر کے 40,000 ہزاری کی بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک میں اساتذہ کی تربیت کی عددی ضروریات پوری کرنے کے لیے موجودہ ادارے کافی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق مختلف تعلیمی قابلیت رکھنے والے 65,000 اساتذہ موجود ہیں۔

اساتذہ کے سرکاری ادارے

پاکستان میں بنیادی طور پر، تربیت اساتذہ کے چار طرح کے ادارے ہیں: ایلمنٹری تعلیم کے کالج، کالجز، ایلمنٹری یونیورسٹی کے شعبہ جات، تعلیم و تحقیق کے ادارے اور دوران ملازمت تربیت کے ادارے اور مراکز۔ تربیت اساتذہ کے قومی کالج یا سائنسی تعلیم کے حکومتی کالج ایک مخصوص نوع کے تعلق ہیں لیکن وہ بھی اس نقشے میں ٹھیک بیٹھتے ہیں۔

قومی تعلیم کے حکومتی کالج، پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ اور سرٹیفکیٹ آف ٹیچنگ مکمل کرواتے

ہیں۔ پاکستان میں اساتذہ زیادہ تر انھیں پروگراموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کالج ملک کے ہر حصے میں موجود ہیں اور (ان کی تربیت کے معیار کے بارے میں) کم و بیش متفقہ طور پر یہ رائے پائی جاتی ہیں کہ ”پرائمری اساتذہ کی تربیت مشکوک معیار کی حامل ہے۔“ ان اداروں کے پیکچر، غالباً پرائمری یا مل سکولوں کا حالیہ (یا کوئی) تجربہ نہیں رکھتے اور انھیں بچوں کی موثر تدریس کے لیے ضروری مہارتوں، تصورات اور عملی معاملات پر غور نہیں ہوتا۔ تربیت اساتذہ کے ابتدائی کورسز ”طریق“ کے حوالے سے کمزور ہیں اور کوئی ایسی خصوصیت پیش نہیں کرتے کہ سیکھنے میں چھوٹے بچوں کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے۔

کالج آف ایجوکیشن بی۔ اے / بی۔ ایس۔ سی طلبہ کو پیکچر آف ایجوکیشن کی ڈگری مکمل کروانے میں ثانوی سطح کے لیے اساتذہ کی تربیت کرتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں انھوں نے ایم۔ اے ایجوکیشن اور بعد ازاں ایڈ ایک سالہ ایم۔ ایڈ بھی شروع کر دیا ہے۔ ان اداروں کے اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں لیکن نظری اور امتحان پر منحصر تدریس غالب ہے۔ بعض صورتوں میں یہ خود کو ڈگری کالج سمجھتے ہیں جن کے پاس کوئی تخصیصی ذمہ داری نہیں ہے۔ ان اداروں کے پیشتر سربراہان تربیت اساتذہ کے شعبے کا معمولی یا کوئی پس منظر، یا اس شعبے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ تعلیم کے حکومتی محکمے ان اداروں کے ساتھ کم تر ترجیح کے حامل اداروں کا سامنا کرتے ہیں۔ نتیجتاً جو سہولتیں اور وسائل برل آرٹس کے کالجوں کو ملتی ہیں، انھیں ان سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہ کالج ذہین طلبہ کی توجہ حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں۔

پاکستان کی عمومی یونیورسٹیوں میں تعلیم و تحقیق کے انسٹی ٹیوٹ یا شعبہ ہائے تعلیم موجود ہیں، جہاں تعلیم میں ماسٹر اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے پروگرام مکمل کروائے جاتے ہیں۔ ماسٹر پروگرام میں ایم۔ اے۔ ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ ایم۔ ایڈ بھی شامل ہے۔ بعض یونیورسٹیوں میں برنس ایجوکیشن، سینشل ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن میں تخصیص بھی کروایا جاتا ہے۔ ان اداروں میں کچھ تحقیق بھی ہوتی ہے اور فیکلٹی کے سٹاف میں پی۔ ایچ۔ ڈی اساتذہ کی خاصی تعداد ہے۔ یونیورسٹی کے بورڈ آف سٹڈیز تعلیمی پروگرام کی منظوری دیتے ہیں اور زور سالانہ امتحانات پر ہی ہے۔ ان اداروں اور ان سکولوں کے مابین، جن کی خاطر یہ ادارے موجود ہیں، تعامل بہت کم ہوتا ہے۔

ہر صوبے میں محکمہ تعلیم کے قائم کردہ ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈیولپمنٹ یا توسیعی مراکز حکومتی اساتذہ کے لیے دوران ملازمت، پیشتر، تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف وزارت تعلیم کے عہدیداروں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ دوسری وزارتوں کے دوران ملازمت تربیتی اداروں سے مشابہ ہیں۔ ان کا ماحول تعلیمی کی بجائے بیوروکریٹک زیادہ ہے اور (تربیتی) پروگراموں کے لیے آنے والے پیشتر اساتذہ انھیں ”بی۔ اے / اے / اے“ مشق کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ زیادہ تر ڈائریکٹوریٹ بہت کچھ کام سرانجام دے چکے ہیں، لیکن اس بات کی کوئی واضح توجیہ موجود نہیں کہ تعلیمی کام کالج آف ایجوکیشن یا یونیورسٹیوں کے سپرد کیوں نہ کیا جائے۔ منتظمین اور سپروائزرز کو دوران ملازمت بہتر تربیت مہیا کرنے کے لیے اسلام آباد میں تعلیمی منصوبہ

بندی و انتظام کی اکیڈمی قائم کی گئی ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، فاصلاتی تعلیم مہیا کرنے والا ادارہ ہے اور تربیت اساتذہ کے پی۔ ٹی۔ سی۔ ٹی اور بی۔ ایڈ ایم۔ ایڈ، ایم۔ اے ایجوکیشن، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی ایجوکیشن کے کورسز مکمل کرواتا ہے۔ یہ تعلیمی منصوبہ بندی و انتظام کا پروگرام اور پرائمری، مل اور ثانوی سطح کے اساتذہ کے لیے متعدد دوسرے تخصیصی کورسز بھی کرواتا ہے۔

5.2۔ سرکاری شعبے میں تربیت اساتذہ کے پروگرام (Curriculum)

پاکستان میں تربیت اساتذہ متعدد پروگراموں پر مشتمل ہے جو ایک سالہ یا زیادہ مدت پر محیط ہیں۔ پی۔ ٹی۔ سی۔ ٹی اور بی۔ ایڈ کے لیے ایک سال درکار ہوتا ہے جب کہ ایم۔ اے ایجوکیشن میں (بی۔ اے کے بعد) سال اور سائنسی تعلیم میں بھی بی۔ ایس۔ سی کے لیے (ایف۔ ایس۔ سی کے بعد) تین سال مدت پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (پی۔ ٹی۔ سی) جس میں میٹرک کے بعد ایک سال لگتا ہے، ایک شاندار نصاب (کاغذوں میں) کا حامل ہے۔ اس میں تدریسی مشق بھی شامل ہے۔ مشمولہ کورسز یہ ہیں: اصول تعلیم اور طریقہ ہائے تدریس، بچے کی نشوونما اور مشاورت، سکول کا نظم و نسق اور کمرہ جماعت کا انتظام و انصرام، صحت و جسمانی تعلیم، مختلف مضامین کے کورسز کی تدریس کے چھ طریقے۔ تاہم ایک مبصر کے مطابق ”زیر تربیت اساتذہ کا کاغذ اور پینل ٹیسٹ دیے جاتے ہیں جو حقائق اور مختصر معلومات کی رٹائی کو جانچتے ہیں۔ تدریس کی مہارتوں کا امتحان محنتوں کی ایک ٹیم کے صرف چند منٹ کے مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے، جب کہ تربیت استاد اصل میں خاص طور پر تربیت دی گئی کلاس کو پڑھاتا ہے۔“ کمرہ جماعت کی تدریس اور سکول میں تدریسی مشق پر صرف کیے جانے والے دن تعلیمی سال کے 150 دنوں سے کم ہوتے ہیں جو ستمبر میں شروع ہو کر مئی میں ختم ہوتا ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کی سٹاک یہ بن چکی ہے کہ اس کے لیے معمولی محنت یا مہارم درکار ہے۔ اس پروگرام کے تحصیل یافتگان تدریسی کام کے عملی پہلو سے بچنے کے لیے تیاری اور بچوں کی تدریس کی تفہیم کے فقدان کی شکایت کرتے ہیں۔ محکمہ تعلیم کے تجربہ کار پاکستانی عہدیدار پی۔ ٹی۔ سی کے ”ایک ایسا بچہ جسے بچے کی تدریس کے لیے کہا جائے“ قرار دیتے ہیں۔

سرٹیفکیٹ آف ٹیچنگ (بی۔ ٹی) کے لیے بھی ایف۔ اے / ایف۔ ایس۔ سی کے بعد ایک سال درکار ہوتا ہے۔ نصاب کے اصلاً رسمی ہونے اور طالب علم کے لیے واقعتاً معمولی تحصیل کے اعتبار سے یہ تعلیمی پروگرام سے مماثل ہے۔ سی۔ ٹی ان کورسز پر مشتمل ہے: ”نظریہ و تاریخ تعلیم، بچے کی نشوونما، اعلیٰ طریق اور تدریسی معاونات کی تیاری، سکول اور کمیونٹی کی ترقی، مشاورت، امتحان اور جائزہ ابتدائی تعلیم اور سکول کا انتظام و انصرام اور مختلف مضامین کے کورسز کی تدریس کے چار طریقے۔ اس کابینہ کی منشاء مکمل کے لیے اساتذہ تیار کرنا ہے، جب کہ پرائمری اساتذہ اسے اپنے کیریئر کی بہتری کی طرف پسلا

زیر نہ سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات سی۔ ٹی کا نتیجہ بچوں کے ساتھ کام کی اہلیت میں کسی سنجیدہ پیش رفت کی بجائے تنخواہ کے بہتر گریڈ اور ایک نئی تقرری کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک استاد کے سی۔ ٹی پروگرام مکمل کرتے ہیں پر انہری درجہ ایک اچھے یا اچھی پی۔ ٹی۔ سی استاد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

کالج آف ایجوکیشن پچلر آف ایجوکیشن (پی۔ ایڈ) پروگرام مکمل کرواتے ہیں اور ثانوی سطح پر تدریس کا اہل بناتے ہیں۔ داخلہ صرف پی۔ ایڈ کر لینے والوں تک محدود ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک برس میں تدریسی منہاجیات کے ساتھ ساتھ کسی مضمون کے خصوصی علم پر دسترس حاصل کر لیں گے۔ پی۔ ایڈ ایک پروفیشنل ڈگری ہے اور اس میں دو جمع دو چار ہفتوں پر محیط تدریس پر دسترس کے دوسرے حلقے شامل ہیں۔ پی۔ ایڈ پروگرام میں عمومی طور پر یہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں تناظرات تعلیم، انسانی نشوونما اور تمام سکول کا نظم و نسق، جائزہ اور رہنمائی، معاشرہ، سکول اور استاد، انفرادی منصوبے اور جزیل سائنس، صنعتی کامرس، زراعت یا ہوم اکنامکس میں سے منتخب کیے جانے والے مواد اور تدریسی طریقوں کے دو کورسز۔ پی۔ ایڈ گریجویٹ کو نجی شعبے کے سکولوں میں اس اعتبار سے کوئی خاص ترجیحی مقام نہیں دیا جاتا کہ اس میں بچوں کے ساتھ کام کرنے کی اہلیت زیادہ ہے۔ طلبہ کے نزدیک یہ کورسز اس کام سے جو انھیں سکول میں کرنا پڑتا ہے کوئی واضح مناسبت نہیں رکھتے اور کالج آف ایجوکیشن میں یکچہرے طریقے کا استعمال عام ہے۔

ڈرائنگ ماسٹر / آرٹس و کرافٹس کے اساتذہ کا سرٹیفکیٹ ایک سالہ کورس پر مشتمل ہے۔ یہ ایف۔ ایف۔ ایف۔ ایس۔ سی کرنے والے ان طلبہ کے لیے ہے جنہوں نے متعلقہ مضمون پڑھا ہوتا ہے۔ انھیں ششم تا دہم جماعتوں کے طلبہ کو یہ مہارتیں سکھانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان پروگراموں کا انتخاب کرنے والے طلبہ کی تعداد عام طور پر بہت مختصر ہوتی ہے۔ اور چند ہی سکول ان اساتذہ کے اثر کی گواہی دیتے ہیں۔ تعلیم جسمانی کا جو نیز اور سینئر ڈپلومہ تعلیم جسمانی کی سائنس میں تربیت ایک سالہ پروگرام پر مشتمل ہے جو نوز کورس کے لیے ایف۔ ایف۔ ایف۔ ایس۔ سی اور سینئر سطح کے لیے پی۔ ایڈ۔ ایس۔ سی طلبہ کے لیے ہے۔ جو شیر ڈپلومہ رکھنے والے ششم تا دہم جماعتوں کو پڑھا سکتے ہیں جب کہ سینئر ڈپلومہ گیارھویں تا چودھویں جماعت کو پڑھانے کے اہل ٹھہرتے ہیں۔

ماسٹر آف ایجوکیشن (ایم۔ ایڈ) پی۔ ایڈ کے بعد، ایک سالہ پروگرام ہے۔ اس میں طلبہ کو پرائمری، ثانوی یا فنی تعلیم میں تخصص کا موقع مہیا کیا جاتا ہے۔ ایم۔ ایڈ کرنے والے طلبہ اسے، بنیادی طور پر تعلیم کے شعبے میں انتظامی اور سپروائزر کی نوکریاں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کا نصاب ایم۔ ایڈ ایجوکیشن سے بہت زیادہ مختلف نہیں، سوائے اس کے کہ موثر الذکر طلبہ کو پہلا سال پی۔ ایڈ کے پروگرام کو مکمل کرنے پر صرف کرنا ہوتا ہے۔

نجی شعبے کے ادارے اور پروگرام

پاکستان نجی شعبے میں تربیت اساتذہ کے اداروں کا قیام نسبتاً ایک حالیہ واقعہ ہے۔ ابتداً تربیت اساتذہ کی سہولت کو سرکاری شعبے تک رکھنا یا تربیت اساتذہ کے نجی کالجوں کا سرکاری یونیورسٹی سے الحاق ایک معمول تھا جو ان کا اہتمام کرتی ہے اور ڈگری تفویض کرتی تھیں، جیسے کہ کراچی کا سینٹ پیٹرکس کراچی یونیورسٹی سے ملتی ہے۔ آٹھویں دہائی کے دوران میں، حکومت کے نجی یونیورسٹیوں کے قیام کی اجازت دینے کا فیصلہ کیا جو تعلیم میں متعدد نئی امکانات کے لیے نقطہ آغاز ثابت ہوا۔

اس حصے میں تربیت اساتذہ کے دو اداروں کا ذکر کیا جائے گا۔ علی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور اور دارالہدایہ تعلیمی ترقی آغاخان یونیورسٹی کراچی۔ ان دونوں پروگراموں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نجی سیکٹر اس طرح ان شعبوں میں پیش رفت کا حامل ہو سکتا ہے، جب کہ سرکاری سیکٹر غیر ضروری معمولات اور غیر اہمیان مشا حاصلات سے چھٹا ہوا ہے۔ ان دونوں اداروں کا آغاز 1993ء میں ہوا اور ان کا مقصد تربیت اساتذہ کے لیے پروگرام کی تشکیل دینا تھا جن پر سرکاری شعبے میں عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ علی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور کے ایک ممتاز گھرانے کے نجی تعلیمی ترقی، آغاخان یونیورسٹی نے قائم کیا تھا۔ ذیل میں نجی شعبے کے ان دونوں اداروں اور ان کے پروگراموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

علی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (ایس۔ آئی۔ ای) پی۔ ایڈ / ایس۔ سی طلبہ کو پرائمری تعلیم میں ایک سالہ پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ مکمل کرواتا ہے۔ اس کے پروگرام میں پرائمری درجہ کے لیے پائی، سائنس اور زبان کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ چونکہ ذریعہ تدریس انگریزی ہے، ڈپلومہ کیوں کے آغاز سے پہلے داخلہ لینے والے طلبہ کو قبل از نشیون اصلاح زبان کا خصوصی موقع دیا جاتا ہے مقامی سکولوں میں دس ہفتوں پر مشتمل تدریسی مشق کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے اور تربیت کے آخری مرحلے میں عملی تحقیق (ایکشن ریسرچ) متعارف کروائی جاتی ہے۔ ایس۔ آئی۔ ای کے اساتذہ جوان ہیں اور دنیا میں تربیت اساتذہ کی نئی مروج روایات کے تحت تربیت کے عمل میں کوشاں ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ سے ہر سال تقریباً سو اساتذہ نئی از ملازمت پروگرام کی تربیت حاصل کرتے ہیں جب کہ 400 سے 500 کے درمیان حاضر سروس اساتذہ سالانہ مختصر کورسز یا ورکشاپس میں شرکت کرتے ہیں۔ پروگرام کی رسائی میں توسیع کے لیے لاہور سے باہر پورے پاکستان کے مراکز قائم کیے گئے ہیں تاکہ وہی اساتذہ کو نئی تدریسی تکنیکوں اور پیشہ ورانہ معلومات فراہم کر سکیں۔

تربیت اساتذہ اور اصلاح سکول کے پروگراموں کے شعبے میں نئی تدابیر اور تبدیلیاں وضع کرنے کے اہم ترین پیشہ ورانہ تبادلہ خیالات کے لیے قومی / علاقائی سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کرنے کے سلسلے میں مددگار۔ ان دوسرے سرکاری اور نجی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ ایس۔ آئی۔ ای اپنے تحصیل

یافتگان کی کامیاب تعیناتی کے ریکارڈ کا حامل ہے، اور اس کے طلبہ میں نجی اور حکومتی سکولوں کے نامزدگان شامل ہوتے ہیں۔ اے۔ آئی۔ ای، سٹاک ہوم انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اور ٹیچرز کالج، کولمبیا یونیورسٹی سے روابط رکھتا ہے اور اسے یو۔ این۔ ڈی۔ پی کے ساتھ ساتھ سوئڈن کی حکومت کی تکنیکی معاونت کی ایجنسی کی مدد بھی حاصل ہے۔

ادارہ ترقی تعلیم (انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل ڈیولپمنٹ۔ آئی۔ ای۔ ڈی) جو جولائی 1993ء میں قائم ہوا، پرائمری یا ثانوی سکول میں پانچ سالہ تدریسی تجربے اور پیچھلے ڈگری کے حامل حاضر سروس اساتذہ کو ماسٹر ان ایجوکیشن (ایم۔ ایڈ) کے دو سالہ پروگرام مکمل کرواتا ہے۔ یہ ضروری ہے سکول ان کی درخواست منظور کریں، کورس کرنے کے لیے انھیں رخصت دیں اور اگر اپنی واپسی پر وہ سکول کی بہتری کے لیے کوئی تبدیلیاں لانا چاہتے ہوں تو ان کی پوری مدد کی جائے۔ اس پروگرام میں بعض غیر ملکی طلبہ سمیت تقریباً 20-25 گریجویٹ طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ انگلش، سائنس، ریاضی اور معاشرتی علوم کے مضامین میں تخصیص کروائی جاتی ہے۔ سرکاری شعبے کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کے امیدواروں کو بھی داخلہ دیا جاتا ہے۔ آئی۔ ای۔ ڈی تربیت اساتذہ (کے شعبے) میں اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کے لیے سرری (کمپیٹل) نقطہ نظر پر مبنی پیشہ ورانہ ترقی کے مراکز کے کردار پر زور دیتا ہے۔ آئی۔ ای۔ ڈی کی فیکلٹی مختصر لیکن اعلیٰ تربیت یافتہ ہے۔ جس کے پروگرام میں کینیڈا اور برطانیہ کے سرکردہ ماہرین تعلیم بھی شریک ہوتے ہیں۔ یونیورسٹی آف ٹورانٹو اور آسٹریلیا کے یونیورسٹی اس کے شریک ادارے ہیں۔ پیشہ ورانہ تعامل کے فروغ کے لیے آئی۔ ای۔ ڈی نے بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں کا انعقاد کیا ہے اور تعلیمی مشاورت بھی سرانجام دی ہے۔ اے۔ آئی۔ ای کی طرح آئی۔ ای۔ ڈی کو بھی یو۔ این۔ ڈی۔ پی اور یورپین کمیونٹی کی مدد حاصل ہے۔

اے۔ آئی۔ ای کا پرائمری ایجوکیشن پروگرام ایجوکیشن کا پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ اور آئی۔ ای۔ ڈی کا ایم۔ ایڈ دونوں ایسے پروگرام ہیں جو پاکستانی اساتذہ کی ضروریات کے ساتھ ساتھ باقی دنیا میں تربیت اساتذہ کی موجودہ تحقیق و پیش رفت کے نتائج کو مد نظر رکھ کر ترتیب دیے گئے ہیں۔

یہ پروگرام مواد اور انداز تکمیل دونوں میں، متعدد اہم اعتبارات سے سرکاری شعبے کے پی۔ ٹی۔ سی اور ایم۔ ایڈ سے مختلف ہیں۔ یہ پروگرام عملی نوعیت کی تربیت پر زور دیتے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ موثر تدریسی مہارتیں بہترین انداز میں کمرہ جماعت کے انداز حاصل ہوتی ہیں۔ ثانیاں اس حقیقت کے قبول کرتے ہوئے کہ استاد کا کردار ایک سہل کار کا ہے، نہ کہ ایک ایسے شخص کا جو جھول و صول کنندہ کو علم منتقل کرتا ہے، اس میں تقریری (لیکچر کے) طریقے کی بجائے فعالیت پر مبنی تدریس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ثالثاً ان پروگراموں کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ مصروف کار پروفیشنل کی حیثیت سے اساتذہ کو مسلسل جستجوئے ذات میں مشغول رہنا چاہیے۔ رابعاً، ایم۔ ایڈ پروگرام اور ڈپلومہ دونوں میں زیر تربیت اساتذہ سے کمرہ جماعت پر مبنی تحقیق کی توقع کی جاتی ہے۔

حقیقت حال

پاکستان میں مصروف خیال ہے کہ تربیت اساتذہ کے موجودہ پروگرام تدریسی مہارتوں پر کوئی اثر مرتب نہیں کرتے۔ صاف اور فیکلٹی پیشہ ورانہ طور پر غیر تربیت یافتہ ہیں، سیاسی مداخلت عام ہے، وسائل اور سہولتیں ناکافی ہیں۔ استعمال کا شکار ہیں، جذبہ اور توقعات پست ہیں اور معیارات کے نفاذ کے لیے منظوری کا کوئی نظام موجود نہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق تربیت اساتذہ کے دس کلیدی مسائل یہ ہیں:

روایتی تقریری (لیکچر) طریقہ۔
اساتذہ کو تربیت دینے والے اساتذہ کی نامناسب تربیت۔

تربیتی مدت کا اختصار۔
تدریسی مشق کے لیے سکولوں کی کمی۔

دوران ملازمت نامناسب تربیت۔

روایتی نصاب۔

لگن کا فقدان۔

تحقیق کا فقدان

زیر تربیت اساتذہ کے پروگراموں کے جائزے کا فقدان۔

زیر تربیت اداروں کے مائنر رابطے کا فقدان۔

1987ء میں ایک بین الاقوامی تنظیم کے رپورٹ میں یہ نشان دہی کی گئی کہ پاکستان کے تعلیمی منصوبہ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تربیت اساتذہ ہے۔ اساتذہ پر بہت زیادہ بوجھ ہے اور وہ موثر کارکردگی کی بات عادی ہیں۔ غیر تعلیم یافتہ اساتذہ کی فی صد تعداد بہت زیادہ ہے اور شاگرد / استاد تناسب بہت بلند مشکل کی بات تو علیحدہ رہی، تربیت اساتذہ کے اداروں کی گنجائش ملک کی موجودہ ضروریات سے کہیں کم ہے۔ ایک خواتین اساتذہ کی کمی اور بالعموم اساتذہ کی بھرتی اور تربیت کا تعلق ہے، پاکستان ایک شدید طور پر کمزور ہے۔

پاکستان میں تربیت اساتذہ کی حقیقت کو جتنا زیادہ کریداجائے، یہی بات سامنے آتی ہے کہ یہ ذمہ داری نہیں اور اساتذہ کی فراہمی کے لیے مطلوبہ اہداف کبھی مقرر نہیں کیے گئے۔ اساتذہ کے کالجوں کی تعداد اور انہوں پر غیر تربیت یافتہ ہے اور ادارے بالخصوص سائنس، ریاضی اور تدریسی انگریزی کے اساتذہ کی کمی میں مبتلا ہیں۔ تدریسی مشق کے انداز اور پیشہ ورانہ تعلیم کے نصاب میں سنگین خامیاں ہیں اور اساتذہ کے تربیت کنندگان نصابی ترقی میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ نامکمل لائبریریاں اور ناموزوں و تعلیم کو مشکل بناتی ہیں اور پیشتر اداروں میں بنیادی آلات ہی موجود نہیں۔ یہ ایک تکلیف دہ مسئلہ کہ شعبہ تعلیم سے حیثیت مجموعی بہت زیادہ لا پرواہی برتی گئی ہے اور معیاری تربیت کنندگان کی

ضرورت کو تو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ فطری اور سماجی علوم میں دلچسپی کے سبب چند اہل لوگ ان مضامین کی طرف آتے ہوں گے، لیکن تربیت اساتذہ کے شعبے میں ایسی دلچسپی قطعاً مفقود ہے۔ لہذا معیار اور تعداد، دونوں اعتبارات سے۔ جیسے جیسے اساتذہ کی طلب بڑھی، 1947ء میں شروع ہونے والے عارضی اقدامات ہی کو فیصلوں کی بنیاد بنائے جانے کا عمل جاری رہا ہے۔ آزادی کے وقت اساتذہ کے تربیت کنندگان کا کوئی کاڈر نہیں بنایا گیا اور چونکہ تدریس کو ایک اہم پروفیشن نہیں سمجھا جاتا تھا، سو اساتذہ کے انداز تربیت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ مزید برآں، چونکہ نجی شعبے کے کچھ سکول اٹھارہ سوخ کے حامل گھرانوں کے بچوں کو ان کی مطلوبہ تعلیم دینے کی اہلیت رکھتے تھے، عام بچوں کی معیاری تعلیم کی کوئی توجہ نہ ملی۔

5.4- نصابی مسائل اور ٹیچر ایجوکیشن (Curriculum Problems & Teacher Education)

○ وزارت تعلیم کو درپیش مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ سکولوں میں ہر سطح پر ریاضی اور سائنس پڑھانے والے اچھے اساتذہ کی کمی کا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان مضامین کا نصاب پاکستان کی روزمرہ زندگی سے کوئی یکسانیت نہیں رکھتا۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مسائل بھی ہیں۔

- 1- سائنس پڑھانے کے لیے درکار لیبارٹریوں کی کمی۔
- 2- آلات کی کمی۔
- 3- نصابی کتب جن کا معیار بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔
- 4- ٹیچنگ کے شعبے میں ملنے والی کم مراعات۔
- 5- نامناسب ٹیچنگ کا طریق کار۔
- 6- نصاب کی تیاری میں اساتذہ کی عدم شرکت۔

سائنس اور ریاضی کلاس پنجم تک ہر کلاس کے لازمی مضامین ہیں۔ نویں اور دسویں کلاس میں طلبہ کو یہ حق انتخاب دیا جاتا ہے کہ وہ کوئی مضمون پڑھ لے یا تینوں مضامین یعنی فزکس، کیمسٹری اور بیلوجی کو اکٹھے پڑھ لے۔

ان مضامین کا نصاب قومی اتفاق رائے سے تیار کیا گیا ہے لیکن 1986ء میں اسے از سر نو ترتیب دیا گیا۔ گوکہ موضوعات کی فہرست میں چند تبدیلیاں اور اضافے کیے گئے لیکن بنیادی ڈھانچہ اجزا اور تسلسل تبدیل نہیں کیا گیا۔ جس کے باعث تبدیلیوں کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔

- 1- اہل سمٹری کا لچ آف ایجوکیشن میں پرائمری اساتذہ کو کروائے جانے والے پلی ٹی سی کورسز میں سائنس اور ریاضی کو شامل کیا گیا ہے۔
- 2- اہل سمٹری کا لچ آف ایجوکیشن میں سی ٹی پروگرام میں داخل ہونے والے مڈل سکول اساتذہ کے لیے سائنس اور ریاضی اختیاری مضامین ہیں۔
- 3- ہائی سکول میں پڑھائے جانے والے فزکس، کیمسٹری، بیلوجی اور ریاضی کے مضامین کو کا لچ آف ایجوکیشن اور یونیورسٹی کے شعبوں میں بی ایڈ اور بی ایس ایڈ میں پڑھایا جاتا ہے۔

پاکستان سائنس ایجوکیشن پراجیکٹ (The Pakistan Science Education Project) حکومت پاکستان کی جانب سے ملک میں سائنس کی تعلیم کی ترویج کے لیے کئی مرحلوں پر مشتمل منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس پلان کا مقصد سیکنڈری سکولوں میں سائنس کی تعلیم کا معیار بلند کرنا تھا اور اسے زندگی سے قریب کرنا تھا۔ اس منصوبے میں شامل اہداف کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

سائنس رومز اور لیبارٹریوں کی فراہمی۔

مڈل سکول کے لیے سائنس کٹس (Science Kits)

ہیئر ٹریننگ انسٹی ٹیوشن میں اساتذہ کے لیے سائنسی آلات کی فراہمی۔

صوبوں میں سائنس ایجوکیشن سنٹرز (SEC) اور وفاق میں سائنس ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ (SET)

اسلام آباد کا قیام۔

آخری پانچ نکات کا تعلق براہ راست اساتذہ کی تربیت سے ہے۔ کسی بھی تربیت کے لیے سائنسی آلات کی دستیابی اور دستیاب شاف کی فراہمی نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس طرح سے جب تک اچھا نصاب

میں ہوگا اس وقت تک بہتر تعلیم بھی نہیں دی جاسکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ نصاب کی تیاری کا کام بھی جاری ہے۔ وہ کا لچ جن میں سائنس ایجوکیشن سنٹر بھی ان کے لیے یہ خطرہ تھا کہ ان میں سے اکثر کا لچ براہ راست اس تبدیلی اور ڈیولپمنٹ میں حصہ ہی نہیں لے سکے۔ تمام کا لچ آف ایجوکیشن صرف اس صورت میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر تمام شاف کو ملنے کے ساتھ ساتھ نصاب کی تیاری اور اسے بہتر کرنے کے کام پر لگادیا جائے۔ اس سے طلبہ کو بھی فائدہ ہوگا کہ جب وہ دیکھیں گے کہ تمام کام مل جل کر ہو رہا ہے تو اس سے ان کی دلچسپی میں بھی اضافہ ہوگا۔

حال ہی میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سائنس ایجوکیشن سنٹرز کو کا لچ آف ایجوکیشن اور یونیورسٹی سے الگ بنائے جائے۔ ان سنٹرز کی ذمہ داری اور ایپریا آف ورک پہلے ہی طے کر لیا گیا ہے۔ صوبوں میں سائنس ایجوکیشن سنٹرز اور پراجیکٹ کا آغاز شاف کی تعیناتی کے ساتھ ہی ہو جائے گا۔ توقع ہے کہ یہ پراجیکٹ دو سال کے اندر اپنا کام شروع کر دے گا۔

یہاں کہ پراجیکٹ کے اغراض و مقاصد سے ہی واضح ہے کہ یہ پراجیکٹ صرف اور صرف سائنس سے متعلق ہے لیکن ان سنٹرز پر شاف کی دستیابی کو دیکھتے ہوئے سنٹرزیہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں گے کہ وہ فزکس اور بیلوجی کے ساتھ ساتھ ریاضی کو بھی شامل کر لیں۔ یہ پراجیکٹ صرف اور صرف سیکنڈری سائنس کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے شروع کیا جا رہا ہے۔ اس وقت تک میکینالوجی کو پراجیکٹ میں شامل کیا گیا ہے لیکن میکینالوجی، کیوں کہ سائنس کے ساتھ وابستہ ہے لہذا پراجیکٹ میں اس کی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور دوسرے مرحلے میں اس پر کام شروع کیا جائے گا۔

کیوں کہ طلبہ اساتذہ کی تربیت کے لیے اچھی سائنس لیبارٹریوں کا قیام بہت ضروری ہے لہذا اسکول میں انھیں بہتر خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پی ٹی سی اور سی ٹی کے لیے ہنگے سائنس آلات فراہم کیے جائیں گے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ جگہ اور ان اشیاء کی مستقل فراہمی کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے کالجوں میں الگ فنڈز مختص کیے جائیں گے۔

○ پاکستان میں ٹیچر ایجوکیشن سسٹم کی ترقی (Developing Pakistan's Teaching Education)

تعارف (Introduction)

مشاورت کا اہم مقصد ٹیچر ایجوکیشن کے بارے میں سروے اور ایسی سفارشات مرتب کرنا تھا جن کی بنیاد پر غیر ملکی امداد حاصل کی جاسکے۔ اس سروے میں ایسی تجاویز بھی تیار کی گئی ہیں جن میں حکومت پاکستان کو بتایا گیا کہ یہ منصوبہ غیر ملکی امداد کے بغیر کس طرح چل سکتا ہے۔ یہ سفارشات ایسی بہت سی سفارشات پر مشتمل تھیں، جن کے ذریعے اساتذہ کی ایجوکیشن جو کہ بیرونی اور ایجوکیشن نظام میں پائی جانے والی خرابیوں کو ختم کرنے کے بارے میں تھیں۔ مشیروں کا کہنا تھا کہ ان کی سفارشات ایسی ہوں گی جو اس نظام کے فریم ورک میں پوری آتی ہوں۔ دوسرے لفظوں میں ایسی سفارشات جو عدم مرکزیت (De-Centraliza-tion) اور مقامی طور پر خود مختاری کی راہ ہموار کریں، قابل قبول نہیں ہوں گی۔

دنیا کے اکثر ممالک میں ”ٹیچنگ سروس کمیشن“ قائم ہیں جس کا اہم ترین کام ٹیکریڈیول پر اساتذہ کی فراہمی اور حکومت کے ساتھ اساتذہ کے مسائل کو زیر بحث لاکر انھیں ختم کرنا ہے۔ پاکستان میں بھی اس قسم کے ادارے کے قیام کی ضرورت ہے لیکن حکومت پاکستان کے لیے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پاکستان میں کام کرنے والے کم وبیش 360,000 سے زائد اساتذہ کی تنخواہوں، مراعات اور پروفیشنل فنانس کی گمانائی کون کرے گا۔ اس وقت صوبائی اور وفاقی سطح پر اس قسم کے ادارے کی اشد ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے صوبے اور وفاق کے مابین کوآرڈینیشن کا جو نظام مرتب کیا گیا ہے اس میں مندرجہ ذیل نکات شامل ہیں۔

(الف) وفاق اور صوبوں میں نصاب تیار کرنے والے ماہرین کو اختیارات دیئے جائیں تاکہ انھیں حاصل ہونے والی تقویت کے باعث ٹیچر ایجوکیشن کو کامیابی سے جاری رکھا جائے۔

(ب) صوبوں میں ٹیچر ایجوکیشن کونسلیں بنائی جائیں جو صوبائی وزیر تعلیم کو جواب دہ ہوں اور ان کی ذمہ داریوں میں ٹیچر ایجوکیشن کے عمل کو مانٹر کرنا شامل ہو۔ اس کے علاوہ یہ ہاڈی پلاننگ بتائے، بحث کی تیاری اور ذرائع میں اضافے کی سفارشات تیار کرے۔ ہر کونسل کا چیئرمین صوبائی سیکرٹری ایجوکیشن ہو لیکن اس میں مندرجہ ذیل نمائندگی دی جائے۔

1- ایڈمنسٹریٹو کالج اور کالج آف ایجوکیشن۔

2- پی ایڈ کے ذمہ داریونیورسٹی بورڈ آف سٹڈیز۔

وزارت تعلیم کے پلاننگ سکولز اینڈ کالجز۔

3- نصاب اور توسیع سٹافز۔

4- امتحان اور ٹیکسٹ بک بورڈز۔

5- سکولوں کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہونا چاہیے۔

قومی سطح پر اسی طرح کی ایک نیشنل ٹیچر ایجوکیشن کونسل بنائی جائے جس میں مندرجہ ذیل نمائندگی

دی جائے۔

تمام صوبائی کونسلیں۔

1- نیشنل ہیرواف کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بکس۔

2- نیشنل ٹیکسٹ بکس اینڈ ایڈیٹنگ بورڈز۔

3- فیڈرل ایجوکیشن پلاننگ۔

4- دیگر متعلقہ ادارے۔

اس قومی ادارے کی سربراہی وفاقی سیکرٹری ایجوکیشن کے پاس ہونی چاہیے اور اس کے سال میں دو

اجلاس ہوں جن میں وہ صوبائی کونسلوں کی رپورٹیں وصول کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ صوبائی اور نیشنل ٹیچر

ایجوکیشن کونسلیں ٹیچر ایجوکیشن کے مختلف گوشوں پر نظر رکھیں۔

ایک اور مسئلہ جو حکومت پاکستان کو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ حکومت غیر ملکی امداد کے بغیر ٹیچر ایجوکیشن

سistem کو نہیں چلا سکتی۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے حکومت نے ایک ماسٹر پلان تیار کیا ہے لیکن اس کے کوئی

نفاذی اقدامات اب تک نہیں ہوئے لہذا حکومت فوری طور پر مندرجہ ذیل اقدامات کرے۔

1- استادوں کی تربیت کے لیے بہتر اور اچھے ٹرینرز کو لانا چاہیے۔

2- پرائمری، مڈل سکولوں اور کالجوں میں کنٹریکٹ پر مختصر مدت کے لیے تعینات کیا جائے۔

3- کالجوں کو اپنی مدد آپ کے اصولوں پر استوار کیا جائے۔

4- کالجوں کی سطح پر وسائل کو پیدا کرنے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

مختصر الفاظ میں یہ کہ کالجوں کو ایسی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے کہ جس سے تربیت کا عمل بہتر سے

ہو سکے۔ پاکستان میں ہر سال 16000 اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر ہم معیاری تعلیم پڑھانا چاہتے

ہیں تو ہمیں مندرجہ ذیل اقدامات کرنے ہوں گے۔

1- داخلوں کے لیے معیار تعلیم میں کمی کرنا تاکہ خواتین ٹیچر تربیت کے لیے اداروں میں آئیں۔

2- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے فاصلاتی نظام تعلیم کو فروغ دیا جائے۔

3- متبادل نظام تربیت کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

4- کالجوں میں دوہری شفٹوں کا آغاز کر کے کالجوں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

5- ہر صوبے میں نئے کالج بنائے جائیں۔

ٹیچر ایجوکیشن سسٹم میں ایک اور قباحت ٹیچر ٹرینرز کے کیریئر کا عدم تحفظ ہے۔ اکثر کالجوں میں ٹرینرز کی ترقی کا کوئی مناسب بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی ان کے لیے پلاننگ اور نصاب کی تیاری کے شعبوں میں کوئی عمل دخل ہے۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ٹیچر ایجوکیشن ایلمینٹری کالج کی سطح تک انتہائی ناقص ہے جس سے ہائی سکول ٹیچنگ کا معیار متاثر ہو رہا ہے۔ ہنگامہ میں ٹیچر ایجوکیشن سے متعلق قائم ادارے اسے پی ای ای ڈی کے شائع ہونے والے شمارے میں چند تجاویز دی گئیں جنہیں ایسا کے کئی ممالک میں اختیار کیا گیا۔ ان تجاویز میں سے مندرجہ ذیل تجاویز اپنی مدد آپ کے تحت پاکستان میں بھی رائج کی جاسکتی ہیں۔

- 1- سٹاف ابتدائی ٹریننگ کے لیے عارضی طور پر بھرتی کیا جائے۔
- 2- پڑھانے کے لیے ٹی وی کی زیادہ سے زیادہ مدد حاصل کی جائے۔
- 3- ٹیچنگ پریکٹس کے دوران میں سکول کو تربیت گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔
- 4- کالجوں میں نئی طرز کی ٹیچنگ حکمت عملی اختیار کی جائے اور زیر تربیت اساتذہ کو گروپ ورک اور خود پڑھنے کا ہنر دیا جائے۔
- 5- ان سروس ٹریننگ میں ملٹی میڈیا ٹیکنیک کو استعمال کیا جائے۔
- 6- ان سروس ورک کے لیے سکولوں اور کالجوں کا استعمال کیا جائے۔
- 7- کالجوں کے مابین وسائل کی تقسیم کے نظام کو بہتر بنانا۔

○ انتظامی اور کوآرڈینیشن مسائل (Management & Co-ordination Problems)

ان مسائل کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز دی جاتی ہیں:

- 1- کامن ڈینائٹس بنایا جائے جو منصوبہ بندی کرنے والوں کو حقیقی اعداد و شمار فراہم کرے۔
- 2- نوجوان اساتذہ کو بھرتی کیا جائے اور انھیں دی جانے والی مدد، سپروائزر کی سرورسز کو بہتر بنایا جائے۔
- 3- ٹیچر ایجوکیشن پر سختی سے عمل کیا جائے اور اس سلسلے میں اساتذہ کی ایڈوائس کو ایلیمنٹیشن پر توجہ دی جائے۔ خاص طور پر پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی۔
- 4- پیشہ ورانہ ترقی اور ڈیولپمنٹ کے نئے مواقع پیدا کیے جائیں اور ٹرینرز کو مزید سائنڈ پروگرام آفر کیے جائیں اور انھیں نصاب سازی اور ایجوکیشن انتظامیہ میں حصہ دیا جائے۔ انھیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے فاصلاتی نظام تعلیم سے استفادہ کرنے کا موقع بھی دیا جائے۔
- 5- ضلعی سطح پر ریسورس سنٹرز قائم کیے جائیں خاص طور پر ٹیچر کالج میں جہاں پروفیشنل گروتھ ہوتی ہے اور جہاں اساتذہ کو سینیئر اور ورکشاپوں کی سہولت موجود ہوتی ہے۔
- 6- نئے کالج قائم کیے جائیں خاص طور پر خواتین کے کالج بنائے جائیں اور روایتی کالج کو ریسرچ کے متبادل بہتر کورسز متعارف کرائے جائیں۔

○ سٹاف کے مسائل (Staffing Problems)

- 1- اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز دی جاتی ہیں۔
- 2- تربیت کے لیے موثر مواقع فراہم کیے جائیں جن میں ٹیچر ٹرینرز کو ملازمت کے اچھے مواقع دستیاب ہوں۔
- 3- کالج سٹاف کو نصاب کی تیاری، امتحانات اور نصابی کتب لکھنے کا موقع دیا جائے۔
- 4- ٹیچر ایجوکیشن کے لیے ایسی کوششیں کی جائیں جس کی مدد سے سائنس اور ریاضی کے اساتذہ کو تربیت کی جاب راغب کیا جائے اور ای ای ای ٹی ماہرین تیار کیے جائیں۔
- 5- تمام کالج اساتذہ کو ہفتے میں ایک دن کے لیے سکولوں میں پڑھانے کی ذمہ داری دی جائے۔
- 6- تمام کالج آف ایجوکیشن اور ایلمینٹری کالج میں اساتذہ کی بھرتی خالص میرٹ کی بنیاد پر کی جائے اور اس بھرتی کے لیے مناسب تجربہ تعلیمی قابلیت اور سروس کے دورانیے کا خیال رکھا جائے۔
- 7- پرائمری سکول ٹیچرز اور ای ای او (ADEOS) کو مختصر مدت کے لیے ایلمینٹری کالجوں میں تعینات کیا جائے۔
- 8- تمام کالجوں کو تواتر کے ساتھ وزٹ کیا جائے اور کالجوں کے معائنے کا بندوبست کیا جائے۔

○ ٹیچر ایجوکیشن کے لیے وسائل (Resources for Teacher Education)

- 1- A-V کابینا دی سیٹ ہر کالج اور ٹریننگ کالج کو مہیا کیا جائے اور استعمال میں آنے والے تمام آلات کی خریداری کے لیے بجٹ مختص کیا جائے۔
- 2- لائبریری جمع سٹڈی ایریا تمام کالجوں میں بنایا جائے اور لازمی سٹڈی پیریڈز کو ناظم ٹیبل میں شامل کیا جائے۔
- 3- کالجوں میں لیبار ٹریوں کی سہولت دی جائے۔
- 4- تمام کالجوں کی عمارتیں پیشہ ورانہ معیار کے عین مطابق ہوں۔
- 5- (i) بکچر رومز متعلقہ چارٹوں اور پڑھانے میں مدد دینے والی اشیاء سے مزین ہوں۔
- 6- (ii) چاک بورڈز اور صاف ستھرے ہوں۔
- 7- (iii) ٹیچنگ مافرنیچر فوری طور پر ضائع کر دیا جائے۔
- 8- (iv) کالج کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام مستقبل بنیادوں پر ہونا چاہیے۔
- 9- (v) سٹاف روم کا پیشہ ورانہ ماحول بنایا جائے جہاں نہ صرف مل ٹیچنگ کا بندوبست ہو بلکہ یہ آرام گاہ بھی ہو۔
- 10- (vi) کالج میں پڑھائی میں مدد دینے والے میٹرٹیل کو بہتر سے بہتر کیا جائے۔



تدریسی حکمتیں اور تدابیر

(Instruction Strategies and Techniques)

All aiou solved assignments

AIOU LEARNING
0303 8507371

ڈیٹا کو مختصر ترین کر کے قابل استعمال بناتا ہے۔

انتظامی معاملات کو آسان کر دیتا ہے۔

ڈیٹا کو دنیا بھر تک پہنچاتا، اسے سنور کرنا اور تبادلہ کرنا۔

تعلیم میں مدد دیتا ہے۔

○ اساتذہ کے لیے متبادل (Alternatives for Teachers)

اس سلسلے میں صرف دو ہی راستے ہیں کہ یا تو کمپیوٹر کو زندگی کا حصہ بنالیا جائے اور اس سے مکمل استفادہ کیا جائے اور یا پھر اسے زندگی سے بالکل نکال دیا جائے۔ ایک مصنف کی حیثیت سے میرا پناہی خیال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب اب ناگزیر ہے۔ تو کیوں نہ کمپیوٹر کو اختیار کر لیا جائے اور اسے اپنانے کا انداز بالکل وہی ہو جو کسی بھی دوسری ایجوکیشنل ٹیکنالوجی کے لیے ہے۔ ہر اس شخص سے جو اپنے لیے یا اپنے بچوں کے لیے کمپیوٹر خرید رہا ہو۔ یہ بات کہی جائے کہ کمپیوٹر کے ساتھ تعلق ہفتوں کے بعد سالوں پر محیط ہوتا ہے۔ اب مارکیٹ میں تعلیمی مقاصد کی تکمیل کے لیے بہت سے سافٹ ویئر آگئے ہیں۔

○ کمپیوٹر سے پڑھنے کے لیے سازگار حالات

(Appropriate Circumstances for Use of Computer)

سب سے پسلا موقع جس پر کمپیوٹر کی ضرورت پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ جب پڑھنے کے لیے کئی متبادل ذریعہ نہ ہو تو ایسے میں کمپیوٹر سب سے زیادہ مدد کرتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی چند مواقع ہیں۔ ایک ہی موضوع کو پڑھنے کے لیے کئی پروگرام دستیاب ہیں لہذا پڑھنے والا ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ سافٹ ویئر کو استعمال کر کے پڑھ سکتا ہے اور اچھے نتائج حاصل کر سکتا ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے طالب علم ٹیوشن بھی پڑھ سکتا ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے استاد کی موجودگی کے بغیر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ گو کہ پڑھنے کے لیے استاد کی موجودگی ہونا ناگزیر ہے لیکن اگر سکول نہ ہو اور طالب علم کو پڑھنے کی ضرورت ہو تو وہ کمپیوٹر کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔

ایک موقع ایسا ہے جس اصطلاح میں ناخالص حالات کہا جاتا ہے، جسے کمپیوٹر منیجڈ لرننگ (Com-puter Managed Learning) کہا جاتا ہے۔

○ کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے کی خصوصیات

(Characteristics of Computer Assisted Learning)

اگر لوہرتائے گئے حالات کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے کے لیے سازگار ہیں تو پھر وہ کون سی خصوصیات لہذا اس سے متعلق ہیں؟ اس کا جواب دو حوالوں سے دیا جاسکتا ہے یعنی استاد اور کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے

تدریسی حکمت عملی ایک وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ اس کا مقصد طالب علم کو ہمہ جہتی اور متوازن نشوونما کے لیے تیار کرنا ہے۔ طریقہ تدریس وسیع تر تدریسی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے جب کہ کسی سبق کی تدریس کے دوران میں معلم جو وسائل اور اصول و ضوابط اختیار کرے، ان کو ”تدریسی تکنیک“ کا نام دیا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ باب میں نیچر ایجوکیشن کی ایک دو اہم تدریسی تدابیر، چند تدریسی طریقوں اور ایک کمری تدریسی حکمت عملی کے بارے میں مباحث کی جائے گی۔

6.1- کمپیوٹر اعانتی آموزش

(Computer Assisted Learning or Instruction) (CAL)

گزشتہ سالوں سے کمپیوٹر کی مدد سے پڑھنے پر زور دیا جا رہا ہے لیکن آنے والے وقتوں میں اس کا کیا اثر ہو گا اس بارے میں ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے پڑھنے میں اس سے پہلے بہت سی مشکلات تھیں۔ جن کا تعلق میڈیا اور طریقہ کار سے ہے لیکن جب سے مائیکرو کمپیوٹر کا دور آیا ہے اس وقت سے یہ مسئلہ نہیں رہا۔ کمپیوٹر کی مدد سے پڑھنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود انسان ہے، اساتذہ اس میں بالکل توجہ نہیں دے رہے یا پھر بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اچھے سافٹ ویئر کی ضرورت ہے۔

○ ایجوکیشنل لائف سائیکل (Educational Life Cycle)

ایک بڑا سوال یہ ہے کہ جب نئی ایجوکیشنل ٹیکنالوجی متعارف ہوئی تو زندگی میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ ہر شعبہ زندگی میں ایک خاص لائف سائیکل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اس کا خام آئیڈیا تیار کیا گیا اور اسے مختلف رسالوں میں شائع کیا گیا۔ اس کے لیے خیال یہ تھا کہ اگر اس آئیڈیا کو پذیرائی ملی اور اس پر عمل کرنے کے لیے مناسب فنڈز دستیاب ہو گئے تو پھر اس پر عمل کیا جائے گا۔ آہستہ آہستہ اس آئیڈیا کی پذیرائی ہوتی گئی۔ مختلف قسم کے گروپوں نے اس میں دلچسپی لی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ اس آئیڈیا میں موجود خامیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اب یہ خام آئیڈیا نکھر کر سامنے آگیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد کے لیے ایک ایسی ٹیم کی ضرورت تھی جو دل و جان سے اس پر کام کرے اور اس طرح تعلیمی میدان میں کمپیوٹر کی آمد ہو گئی اور اس کی آمد سے تعلیمی دنیا میں نئے تصورات ابھرے جنہوں نے تعلیم و تربیت کو بہت تیز کر دیا۔

○ مقاصد اور انتہا (Purposes & Limitations)

ایک عام سی بات ہے کہ تعلیمی اور عام زندگی میں کمپیوٹر ہمارے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ کمپیوٹر چار طرح سے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

والا، آغاز میں ہی اس وقت دستیاب ایجوکیشنل سافٹ ویئر سے نالاں تھا کیوں کہ اس کا پروگرام مشکل تھا۔ سافٹ ویئر عام طور پر اس قسم کی دو جہات کی بناء پر تیار کیے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسے پروگرام کرنا نہایت آسان ہے اور دوسرے اکثر ایجوکیشنل سافٹ ویئر پروڈیکشنل پروگرامز کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ضرورت سے مختلف ہیں لیکن اس کے برعکس اگر یہی پروگرام ایک ماہر تعلیم لکھے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ یہ نہایت سست رویہ ہوگا لیکن اس میں مضامین کی خصوصیات ہوں گی کیوں کہ ایک استاد ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنے مضمون میں اپنے طالب علم کو کیا بتانا ہے اور کس طرح بتانا ہے جب کہ کسی پروڈیکشنل پروگرام کا لکھا ہوا پروگرام تیز رفتار تو ہوگا لیکن وہ تدریسی تقاضے پورے نہیں کرے گا۔

○ ارتقاء اور تحقیق (Evaluation & Research)

اس وقت جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کمپیوٹر استعمال کرنے والوں کو یہ بتایا جائے کہ کمپیوٹر کی مدد سے کس طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ ایک سائنس دان کی حیثیت سے سب سے اہم بات میں یہ کہوں گا کہ صارفین کو کمپیوٹر استعمال کرنے کے طریقے بتائے جائیں۔ جب تک یہ بات نہیں آئے گی اس وقت تک نہ تو اس نئی ایجاد سے پوری طرح استفادہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے نافع حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے میں اب تک اس طریقے کو نہیں اپنایا گیا۔ ایجوکیشنل ماڈلز تیار کرنے کے حوالے سے درپیش مسائل کا بھی سب کو ادراک ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے میں ایسا سافٹ ویئر تیار کیا جائے جو پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی کرے اور اسے پورا سبق اچھی طرح تیار کروائے۔ صرف اعداد و شمار طالب علم تک پہنچا دینے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک سافٹ ویئر اس کے مطابق تیار نہیں کیے جاتے اس وقت تک یہ کارآمد نہیں ہوں گے اور نہ ہی لوگ ایجوکیشنل ٹیکنالوجی سے استفادہ کر سکیں گے۔ سب سے پہلے کمپیوٹر پروگرام کے معیار کو بہتر بنانا ہوگا اور دوسرے نمبر پر طلبہ کو اس طرف راغب کرنا ہوگا۔ اس شعبے میں مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے اور حاصل شدہ نتائج کو شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

○ اساتذہ کے لیے کمپیوٹر کی مدد سے سیلف انسٹرکشن سسٹم..... حالیہ ترقی

(A Computer Assisted Self Instruction System for Teacher)

تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ اساتذہ کی تعلیمی قابلیت میں بھی برابر اضافہ ہو جس سے ان کی پیشہ ورانہ مہارت میں اضافہ ہو۔ حالانکہ اساتذہ کی جانب سے تربیتی کورسز کا مطالبہ بھی بڑھتا جا رہا ہے لیکن موجودہ معاشی حالات میں ان مطالبات کو پورا کرنا حکومت کے بس کی بات نہیں۔ اس مسئلے کا ایک حل یہ ہے کہ ایسے کمپیوٹر پروگرام تیار کیے جائیں جن کی مدد سے اساتذہ کو بہترین نتائج حاصل ہو سکے۔ کمپیوٹر اسسٹ سیلف انسٹرکشن سسٹم فار ٹیچرز (CASIST) کیونٹو یونیورسٹی آف ایجوکیشن نے تیار کیا ہے جو چاندلی نظاموں پر مشتمل ہے۔

انسٹرکشنل ریسورس مینجمنٹ سسٹم (IRMS)

کمپیوٹر مینجمنٹ اینڈ جنریشن سسٹم (CUMGES)

ڈائجسٹوز اینڈ لاکس اینڈ کنٹینٹس سسٹم (DACS)

ایجوکیشنل ڈاکو مینٹیشن مینجمنٹ اینڈ ماسٹر لیول سسٹم (EDMARS)

تصوراتی فریم ورک (Conceptual) کی موجودگی یہ بتاتی ہے کہ اس پروگرام کی تیاری اور-CA کی سسٹم کی تیاری میں اساتذہ بھی پراجیکٹ میں شامل ہے۔ استاد بطور پیشہ ور شخص کی مہارت کے دودر جول پر نظر سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا وہ کہ جو رکشا پوں اور سپینارز کے ذریعے سے ٹریننگ دے اور دوسرا وہ جو کسی بھی طریقے سے ترتیب دے لیکن اس کی تربیت بظاہر نظر نہ آئے۔ ای ڈی ایم اے آر ایس-ED) ایک ایسا سسٹم ہے جس میں 50,000 ایجوکیشنل سٹڈیز کے کاغذات سموئے جاسکتے ہیں۔

○ نیچر ایجوکیشن میں سیلف انسٹرکشن کی وجوہات

(Rationale for Self Instruction in Teacher Education)

جیسا کہ جاپان میں دوسری جنگ عظیم کے بعد اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا نظام بھی تبدیل ہوا ہے لہذا نیچر کی اور سینڈری ایجوکیشن کی سطح پر اساتذہ کی تربیت یونیورسٹی ایجوکیشن کے طرز پر کی جارہی ہے۔ 1970ء وہ سال تھا جب جاپان میں اس طرف بھرپور توجہ دی گئی۔ اس سلسلے میں کئی قسم کے سروے کرائے گئے اور طویل بحث مباحثے ہوئے۔ اس سلسلے میں کئی اداروں، جن میں جاپان سوسائٹی فار دی سٹڈی آف ایجوکیشن اور جاپان کمپیوٹر ایجوکیشن سوسائٹی وغیرہ شامل ہیں۔ اس موضوع پر کئی سٹڈیز کیس گزشتہ پانچ سالوں میں تین نئی یونیورسٹیاں (ہیوگو، جواٹسو Jou-etsu) اور نارونو) بنائی گئی ہیں، جن میں حاضر سرورس طلبہ کو تیز تر سوز کرانے کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ تربیت بھی دی جاتی ہے۔ ان یونیورسٹیوں میں ان طلبہ کو اعلیٰ پایا جاتا ہے جو گریجویٹ ہوں اور جن کا پڑھانے کا کم از کم دو سالہ تجربہ ہو۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد توقع کی جاتی ہے کہ یہ نوجوان اساتذہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں خوب نبھائیں گے لیکن ان کو اسے دو سال کے لیے اساتذہ کو چھٹی ملنا مشکل ہوتا ہے۔

خود پڑھنا یا اس سے ملتی جلتی جتنی بھی اصطلاحیں ہیں وہ سب کی سب ایڈلٹ لرننگ (Adult Learning) کے لیے ہیں۔ اس طرح سے اساتذہ میں خود پڑھنے کا شعور پیدا ہوتا ہے اور پیشہ ورانہ مہارت حاصل ہونے میں ان کی اپنی کوششوں کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔

○ سیلف انسٹرکشنل سسٹم تیار کرنے کا تصوراتی خاکہ

(A Conceptual Model for Designing a self Instructional System)

یہ تصوراتی ماڈل ایسا ماڈل ہے جس کے ذریعے سے استاد کو خود پڑھنے میں مدد حاصل ہو سکے۔ اس ماڈل کا مرکز خود اساتذہ کی مہارت کو بڑھانا ہے۔ جب کہ اساتذہ کے رجحانات جو شوق جذبے اور اترار

کی بھی نشوونما کرتا ہے۔ اس کے ذریعے سے اساتذہ کو اپنے روزمرہ کا خاص طور پر کلاس روم کے کاموں کی انجام دہی میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس سسٹم میں استاد ایک طرف تو کلاس روم میں پڑھانے میں مصروف ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کے پاس پڑھنے کے لیے بہت سی مددگار اشیاء بھی موجود ہوتی ہیں۔ اس ماڈل میں مسائل حل کرنے کی سوچ کو فروغ دیا جاتا ہے جس کے دوران میں اساتذہ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ پڑھائی کے دوران میں اپنے مسائل خود حل کریں۔ ان مسائل کو حل کرتے وقت انھیں ان مسائل کا ادراک بھی کرنا ہوتا ہے اور جو اہم نکات ہوتے ہیں ان کی تفتیش بھی کرنی ہوتی ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھائی نے بہت سے مسائل حل کر دیئے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اب کمپیوٹر کو استعمال کرنا بہت آسان ہے اور اساتذہ بھی اسے روزمرہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔

○ زیر تکمیل سسٹم کی حالیہ سطح (The Present State of System Under Development)

کمپیوٹر کے ذریعے سے پڑھنے کے لیے استعمال کیا جانے والا روایتی طریقے میں بہت سی اشیاء تیار کرنی پڑتی ہیں لیکن اس نظام کو ترقی دینے کے لیے بہت وسیع پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس واحد پروگرام کی تیاری کے لیے حاضر سروس نیچر ایجوکیشن کے لیے وسائل کلاس روم طریقوں کے مطابق درکار تھے جن میں سوالنامے، ڈیٹا آن لرنرز ریپائنس اور کلاس روم کی ٹرانسکرپشن شامل ہیں۔ اساتذہ کو تدریسی مسائل کو جمع کرنے کی مصیبت سے آزاد کرنے کے لیے اور نصابی کتب اور ٹیٹ پیپر تیار کرنے کے جھنجھٹ سے آزاد کرنے کے لیے تمام ڈیٹا بھی کمپیوٹر میں جمع کر دیا گیا ہے۔

○ کریکولم مینجمنٹ اینڈ جزیشن سسٹم (Curriculum Management Generation System)

نصاب مقامی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر تیار کیا جائے۔ مناسب اور ضرورتوں کے مطابق نصاب کی تیاری کے لیے اساتذہ کو بہت سا وقت درکار ہوتا ہے۔ اس کی تیاری کے سلسلے میں نہ صرف مقامی ضرورتوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے بلکہ طلبہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ تدریسی وسائل کو انہی باتوں کو ذہن میں رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ کوئی بھی استاد کمپیوٹر کی مدد سے تدریسی میٹریل حاصل کر سکتا ہے۔ میٹریل کی تفصیل اور اس کا تسلسل استاد اپنی پسند کی زبان میں حاصل کر سکتا ہے۔

○ ایجوکیشنل ڈاکومنٹ اینڈ ریریٹری سسٹم

(Educational Document Management & Retrieval System) (EDMARS)

تعلیمی حلقوں میں ریفرنس میٹریل، کتابوں اور ریسرچ پیپر کا حصول ایک بڑا مسئلہ ہے لیکن حالیہ میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے فروغ کے باعث اس مسئلے پر قابو پایا گیا ہے۔ گیفو یونیورسٹی (Gifu University) کے شعبہ کریکولم ریسرچ اینڈ ڈاکومنٹ سنٹر کے عملے نے 50,000 تحقیقی مقالے کمپیوٹر میں محفوظ کیے ہیں۔ نیشنل ایجوکیشنل ریسرچ سنٹر میں اساتذہ کے تحریر کردہ وہ تمام مقالے بھی محفوظ ہیں جس میں انھوں نے

نئی شعبے کو درپیش مسائل اور ان کے حل کے حوالے سے تحریر کیے۔ ہائیکرو کمپیوٹر کی ایجاد کے باعث اب نئی شعبے کے بے شمار مسائل حل ہو گئے ہیں۔

6.2 غیر جماعتی کلاسز یا مکسڈ قابلیت گروپس

(Non-graded Classes or Mixed-ability Groups)

گروہ ہم سب کی زندگیوں میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہم سب چھوٹے چھوٹے گروہوں کے ہیں جن میں ہمارے خاندان، دفتری محکمہ، ہمارے دوستوں کا حلقہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے گروہ ہماری روزمرہ زندگی پر بہت گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یہ انہی گروہوں میں شمولیت کا نتیجہ ہے ہماری زندگی کے معمولات اور رجحانات تشکیل پاتے ہیں اور انہی گروہوں سے وابستگی ہماری وفاداری کو قائم کرتی ہے۔ ہمارے لیے من حیث القوم معاشرے کا فرد ہونا مشکل ہوتا ہے لیکن ہم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے آپ کو ان چھوٹے چھوٹے گروہوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہی اسطو کا وہ قول ہے جس کا مطلب غلط سمجھا جاتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ انسان ایک سیاسی جانور ہے۔ جب وہ یہ لفظ استعمال کر رہا تھا تو اس کے ذہن میں اپنی ضرورت تھی جس میں لفظ ”سیاسی“ کا مطلب ہے چھوٹا گروہ۔ اس کے اس نظریے کی حمایت میں علم سیاسیات کے بہت سے نظریات موجود ہیں۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہماری طاقت کا سرچشمہ وہ گروہ ہوتے ہیں جن سے ہم تعلق رکھتے ہیں۔

یہ گروہی پیمانہ موثر تدریسی ہتھیار بھی بن سکتا ہے۔ ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے ایک استاد اپنے طلبہ کو اپنی شکل میں تعلیم دے سکتا ہے جب کہ انفرادی حیثیت سے تعلیم دینا روایتی تعلیم کہلاتا ہے۔ اگر کوئی تعلیم کرتا ہے کہ گروپ ورک ایک اہم تعلیمی ہتھیار ہے اور اگر کوئی اسے ہر تعلیمی سطح پر استعمال کرتا ہے تو اسے گروہ سازی کے طریقے اور اس کی اہمیت پر بھی نظر ڈالنی ہوگی۔ سب سے پہلے تو اس بنیادی معیار پر غور کرنا ہوگی جس کی بناء پر استاد کلاس کے طلبہ کو ذیلی گروپوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک استاد اپنا معیار اپنا سکتا ہے۔

مثلاً: اکثر استاد کلاس کے طلبہ کو ان کی قابلیت کی بنیاد پر گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں استاد کلاس کے مسائل کو ان کے مطابق حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ طلبہ کو ان کے متعلقہ مضمون پر عمل کردہ نمبروں کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے اور اس طرح انھیں اس گروہ میں شامل کر دیا جاتا ہے جس میں معیار ان کے مطابق ہے اور ان کی کارکردگی بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ یہ سلسلہ صرف وہی استاد اختیار کرے جو ایک دینیے گئے نصاب کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح استاد کو کوئی ایک خاص سبق تیار نہیں کرنا پڑے گا۔ گروپ کے لیے چار یا پانچ سبق تیار کرنا پڑے گا۔ اس طرح کی تیاری سے استاد کو یہ فائدہ ملتا ہے کہ اسے گروہ کے ساتھ کام کرنا ہے اور اس طرح سے کئی طرح کے معاشرتی مسائل بھی ختم ہو جاتے

ہیں۔ مزید یہ کہ اس طرح کی گروہ سازی کو مختلف مضامین کی تبدیلی کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا کسی انفرادی بچے کی کارکردگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

○ دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلاس میں اہلیت کی بنیاد پر کی جانے والی گروہ سازی سکول کی سطح پر کی جانے والی گروہ سازی کے مقابلے میں چند مسائل سے بھی دوچار ہو جاتی ہے۔ چند لوگ اس پر مزید اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس قسم کی اپروچ اور اس کے ذریعے سے ملنے والے مواقع کو ضائع کرتے ہیں۔ اس قسم کے استاد گروہ سازی میں اہلیت کو بنیادی اکائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کلاس میں اس طریقے کی جانے والی گروہ سازی کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ کی طے جملہ انداز میں گروہ بندی کی جائے۔ اس کے لیے تمام طلبہ کے نام لکھ کر ایک ٹوکری میں ڈال کر ایک ایک کر کے نکالے جائیں اور یوں انھیں گروپوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح سے متحد اہلیت کی کلاس میں مکس گروپ بن جائے گا لیکن اس میں یکسانیت (Combination) نہیں ہوگی۔ اس طرح سے استاد گروہ بندی کا فائدہ کم اٹھاتا ہے۔

○ گروہ سازی کے لیے تیسری بنیاد ترمیم شدہ ہے اور یہ اکثر اساتذہ کا پسندیدہ ہے۔ یہ بنیاد کلاس میں دوستی کی بنیاد پر کی جانے والی گروہ سازی ہے یا دوسرے لفظوں میں طلبہ کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنا گروپ خود بنا لیں اور اس کی بنیاد طلبہ کی آپس کی دوستی ہو۔ سکول میں طلبہ کی دوستی سکول کے ماحول میں سب سے اہم عنصر ہے اگر اساتذہ اس کو سمجھ سکیں تو، اس کے رویوں پر بڑے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر اساتذہ دوستی کے ان رشتوں کو نظر انداز کریں گے تو یہ کوئی عقل مندی نہیں ہوگی۔ لیکن یہاں ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح سے استاد گروہ سازی کے سارے اختیار طلبہ کو دے دیتا ہے اور اس فیصلے میں طلبہ کی مرضی اور چناؤ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں تھوڑا بہت استاد کا کردار بھی ہونا چاہیے۔ استاد کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جو گروہ بنائے وہ بالکل درست ہے اور گروہ سازی کے مقاصد پورے کرے گا۔

○ استاد کی ہدایت اور طلبہ کے چناؤ کو سامنے رکھتے ہوئے گروہ سازی کا ایک چوتھا راستہ بھی ہے اور وہ ہے ”فادات کی بنیاد پر گروہ سازی“۔ اگر مفادات اور رجحانات کو سامنے رکھ کر گروہ سازی کی جائے گی تو اس طرح طلبہ کو گروہ بنانے میں تھوڑا سا وقت لگے گا کیوں کہ طلبہ کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں تھوڑا سا وقت درکار ہوگا۔ یہاں بھی کمنا ضروری ہے کہ یہ گروہ سازی دوستی کی بنیاد پر کی جانے والی گروہ سازی سے ملتی جلتی ہوگی۔ طلبہ کے رجحانات و مفادات سکول کے اندر اور ہوتے ہیں اور سکول کے باہر اور لہذا دوستی وہ رشتہ ہے جو سکول کے اندر اور باہر یکساں ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر ایک اچھا اور موثر گروہ قائم ہو سکتا ہے۔ یہاں بات یہ بھی کمنا ضروری ہے کہ استاد کو طلبہ کے آپس کے تعلقات کو تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اگر مفادات و رجحانات دوستی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھیں اور انھیں تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال کیا جائے تو اس طرح استاد گروہ کے اندر دوئی تعلقات کو مضبوط کر سکتا ہے اور طلبہ بہتر تعلیم و تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔

○ استاد کے نزدیک طلبہ کو گروہوں میں تقسیم کرنے کے دو مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا تعلیمی معیار بہتر

ہو۔ دوسرا مقصد یہ کہ ان کی معاشرتی تربیت بھی ہو لہذا جب بھی استاد گروہ سازی کرے تو اسے یہ دوسری بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کیوں کہ گروپ میں کام کرنے سے طالب علموں میں مل جل کر کام کرنے اور زندگی گزارنے کا شعور آتا ہے، استاد اور شاگرد کا رشتہ نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس رشتے سے مضبوط رشتہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس رشتے کے ذریعے سے معاشرتی تعلقات قائم کرنے میں مدد ملتی ہے کیوں کہ یہ وہ رشتہ ہے جو بچے سے نہیں سیکھا جاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ طالب علم کی کامیابی میں استاد کی اپنی قابلیت کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ سکول کی معاشرتی آرگنائزیشن کے ذریعے سے ہی طالب علم کی معاشرتی زندگی نشوونما پاتی ہے۔

طلبہ کی گروہ سازی کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟ اس طرح سے طلبہ میں کس قسم کی معاشرتی زندگی کی نشوونما کرنا مقصود ہوتا ہے، اس سے قبل ہم گروہ سازی اور گروہ میں ذاتی تعلقات کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں۔ اگر ان کے فوائد ہیں جو کہ یقینی بات ہے کہ ہیں تو پھر اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کی گروہ سازی کریں تاکہ اس سے طلبہ کا فائدہ ہو۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ طلبہ کی آپس میں بہت دوستی ہوتی ہے۔ اساتذہ کو اس دوستی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان فوائد کو نظروں سے اوجھل ہونے دینا چاہیے جو طلبہ اس دوستی کے نتیجے میں ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں۔ طلبہ کے معاشرتی تعلقات کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ وہ گروپ میں ایک دوسرے کی عزت کرنا سیکھتے ہیں اور یہ بھی سیکھتے ہیں کہ جس دوست کو وہ پسند کرتے ہیں اس کے ساتھ کس طرح کے معاملات رکھتے ہیں۔ اس قسم کی صلاحیت پیدا کرنا اور گروہ میں زندگی گزارنے کے آداب سیکھنا گروہ سازی کے بڑے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

لیکن استاد کو اپنے طلبہ کی گروہ سازی کرتے وقت تعلیمی اور معاشرتی دونوں پہلو ذہن میں رکھنے چاہئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں میں صرف سوچ کی حد تک فرق ہے جب کہ عملی طور پر یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط ہیں۔ ایک استاد کلاس میں جس قسم کا ماحول پیدا کرے گا وہی اثر اس کی پڑھائی پر ہوگا جب کہ کلاس کے باہر ہونے والی سرگرمیوں کا بھی پڑھائی پر بہت اثر ہوتا ہے۔ طلبہ کی اکثریت ایسے گروپ میں کام کرنا پسند کرتی ہے جہاں ان کے ارد گرد دوستوں کا سمجھنا ہونہ کہ ایک ایسے گروہ میں جہاں وہ تنہا محسوس کریں اور ان کے ارد گرد ان کا کوئی دوست نہ ہو۔ اس طرح سے وہ کام کو بوجھ نہیں سمجھتے اور کام کو ہلکے پھلکے انداز میں بغیر تھکاوٹ کے کر لیتے ہیں۔ اس بات کے بہت سے شواہد موجود ہیں جن سے حقائق وہ معاشرتی حالات جن میں طالب علم سیکھتا ہے۔ اتنا ہی اہم ہے جتنا ان کی دانشورانہ سطح اور اسی کی دستانہ اپنی تعلیمی کامیابیوں کا ادراک حاصل کرتے ہیں۔ اگر معاشرتی زندگی اور ماحول اتنا ہی اہم ہے تو استاد ان کی تعلیم میں نہایت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔

○ اس وقت تک کی بحث سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ موقع ملنے پر طلبہ اور نوجوان اپنی گروہ سازی کس طرح کرتے ہیں۔ لہذا ایک استاد کو ان بنیادی رجحانات کی مکمل آگہی ہونی چاہیے تاکہ وہ ان مسائل سے بچ سکے

افراد کی حیثیت میں وہ زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ بہر حال طلبہ کی اس سوچ کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت حال میں کسی طالب علم کو زبردستی کسی گروہ میں نہیں دھکیلا جاسکتا۔ لہذا اس صورت حال میں طالب علموں کو انفرادی حیثیت میں کام کرنے کی تربیت دی جاسکتی ہے جب کہ دوسری طرف یہ بات بھی طے ہے کہ جب طالب علم انفرادی حیثیت میں کام کرے گا تو اس سے تعلیمی فوائد کم حاصل ہوں گے اور اگر گروہ سازی سے ہمارا مقصد طلبہ کی تعلیمی صلاحیت میں اضافے کے ساتھ ساتھ معاشرتی طرز زندگی کو بھی بہتر بنانا ہے تو اس صورت میں ہمیں طلبہ کو انفرادی حیثیت کی بجائے گروہ میں کام کرنے کی ترغیب دینا ہوگی۔

ملی جلی ملا جلیوں کی حامل کلاس کی گروہ سازی کرتے وقت استاد ان طلبہ پر بھی نظر رکھے جو گروہ میں مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ استاد کو آہستہ سیکھنے والوں، تنہائی پسندوں کو بھی نظر میں رکھنا ہوگا اور ان سب باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے گروہ سازی کرنا ہوگی۔ اس کے علاوہ استاد کو طلبہ کے ہنر کے انداز پر بھی توجہ دینا ہوگی تاکہ کلاس میں خیالات کے تضاد کے باعث مدبھیہ اور لڑائی کے امکانات کم ہو جائیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ استاد کے لیے مسائل صرف وہی طلبہ پیدا نہیں کریں گے جو مسائل پیدا کرنے والے ہوتے ہیں بلکہ عام حالات میں وہ طلبہ جو مل جل کر کام کرتے ہوں ان میں شخصی تضاد پیدا ہو جائے اور وہ استاد کے لیے مسئلہ بن جائیں، لہذا استاد پر اس صورت حال پر بھی بھرپور ذمہ دینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ تضادات اور لڑائی عام طور پر گروہ کی سربراہی کے مسئلے پر پیدا ہوتی ہے لیکن وہ استاد جو خود پر اعتماد اور بات در شخصیت کا مالک ہو وہ گروہ میں اس قسم کے مسائل پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اس سلسلے میں ایک ایسا طالب علم جو گروہ میں بہت مقبول ہو وہ گروپ کی لیڈر شپ کے لیے آگے آئے گا تو اس کے ساتھ ساتھ یہ عین ممکن ہے کہ دوسرا طالب علم جو بہت زیادہ ذہین ہے اور اس کے پاس آئیڈیاز ہیں وہ بھی گروپ کی لیڈر شپ کے حوالے سے لیے مد مقابل آجائے۔ ایسی صورت میں ایسے طالب علم کی حوصلہ افزائی کی جائے جو خدا داد صلاحیتوں کا مالک ہو، خود انحصاری پر عمل کرتا ہو اور پر اعتماد ہو، لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایسی ہمت پید نہ ہونے پائے کہ دوسرے طلبہ اپنے آپ کو کمتر محسوس کریں اور یوں گروہ سازی کے ذریعے سے ان کے ہونے والے فوائد حاصل نہ ہو پائیں۔ گروہ کو جمہوری انداز سے چلایا جائے۔ دوسرے لفظوں میں ایک گروپ کی لیڈر بنایا جائے لیکن فیصلہ گروہ کے تمام ارکان کی مرضی سے ہونا چاہیے اور کسی بھی معاملے پر ہر شخص کا اختیار اختیار کیا جائے کیوں کہ تمام ارکان برابر ہوتے ہیں۔ اگر تمام لوگ گروہ میں مل جل کر کام نہ کریں تو فیصلے میں بھی سب کو شامل ہونا چاہیے۔ طلبہ کا گروپ جمہوری طریقے سے بنایا جائے تاکہ ہر رکن گروہ میں رہے کہ وہ گروہ کا مکمل با اختیار اور متحرک رکن ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہوگی۔ اگر گروہ کا کوئی رکن نہیں ہو تو یہ بات بہت ضروری ہے کہ یہ ذمہ داری باری باری سب کے حصے میں آئے۔ اس مقصد کے لیے تمام طلبہ سے ان کی رائے لی جاسکتی ہے اور تمام طلبہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسے تین نام تجویز کریں

جو اسے اس وقت چنیں آسکتے ہیں جب وہ ان کی مخالفت کرے کائین الروہ ان کو درست طریقے سے استعمال کرے گا تو وہ ان کے اچھے نتائج حاصل کرے گا۔ اس تمام بحث میں ہم نے طلبہ کی دوستی اور سکول سے استعمال تعلقات پر بھی روشنی ڈالی اور ان مفادات کا بھی ذکر کیا جن کی بنیاد پر وہ سکول میں اپنا گروپ بناتے ہیں۔ اگر طلبہ کو موقع دیا جائے تو وہ ان طلبہ کے ساتھ کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ جن کے ساتھ ان کی شناسائی ہو اور سکول سے باہر بھی ان کے ساتھ ان کے تعلقات ہوں یا جن کے نزدیک ان کا گھر ہو، وہ ایک ہی پر انگری سکول میں پڑھتے رہے ہوں، وہ ایک ہی مسجد میں عبادت کے لیے جاتے ہوں یا وہ اسکاؤٹ گائیڈز یا یوتھ کلب کے رکن ہوں۔ یہ رجحان قدرتی ہے۔ ہم بھی اپنی زندگی میں یہی کرتے ہیں۔

کلاس کو یہ اختیار دینا کہ وہ اپنی مرضی سے گروہ سازی کر سکیں اس میں دوسرا خطرہ یہ ہے کہ اس طرح سے قائم ہونے والا گروہ زیادہ رشتے داروں اور قرابت داروں پر مبنی گروہ پیدا کرے گا۔ یہ گروہ فیملی یا ہمسایوں پر مبنی ہو سکتا ہے اور اس گروہ میں وہ طلبہ شامل ہوں گے جن کے سکول سے باہر بھی آپس میں تعلقات ہوں گے۔ اگر استاد معاشرتی تعلقات کی اہمیت سے باخبر ہے تو وہ اس قسم کی ڈیولپمنٹ سے گریز کرے گا اور کچھ نہ کچھ ملا جلا گروہ بنائے گا۔ اس طرح سے ایسے گروہ میں ان طلبہ کو بھی شامل کیا جائے جو پڑھائی میں کمزور ہیں۔ یہاں یہ بات بھی جائے گی کہ ایسا گروہ بننے دیں کہ جن کے سامنے دوسرے گروہ اپنے آپ کو کمزور یا کمتر محسوس کریں۔

ملی جلی زبانیت کے حامل طلبہ کی کلاس میں جب استاد طلبہ کو گروہ میں تقسیم کرے گا تو اسے جو تیسرا سب سے اہم مسئلہ درپیش ہو گا وہ ہے کہ ایک یا زائد طلبہ کی تنہائی کا مسئلہ۔ اگر کسی طالب علم کا کلاس میں کوئی دوست نہیں ہوگا تو اس طرح کوئی گروپ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوگا۔ اس طرح کے طالب علم کے اپنے مفادات اور رجحانات ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں استاد کی ذمہ داری بالکل مختلف انداز کی ہوتی ہے۔ اس صورت حال اور مسئلے سے نکلنے کے لیے استاد کو بہتر حکمت عملی اختیار کرنا ہوگی کیوں کہ اس قسم کے طالب علم میں دوسروں کو دوست بنانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اپنی زبانیت سے دوسروں کے لیے کشش کا باعث ہوتا ہے۔ لہذا استاد کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسے طالب علم کو گروپ میں کام کرنے کا موقع دے اور گروپ کو ایسے طالب علم کو قبول کرنے کی ترغیب دے۔ ایسے وقت میں استاد کو چاہیے کہ وہ طلبہ سے بلند آواز میں ایسے طالب علم کو قبول کرنے کی بات کملوائے کیوں کہ اس طرح طالب علم کو حوصلہ ملتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اس سے قبل کہ گروہ کوئی خاص پہچان کا حامل ہو جائے اس میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔

ایسے کئی طلبہ ہوتے ہیں جو اکیلے کام کرنا پسند کرتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں ناگزیر وجوہات کی بناء پر وہ گروپ میں اپنے تعلقات نہیں بنا سکتے۔ وہ ہمیشہ تنہا کام کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے لیکن بعض اوقات وہ ایسا کرنا پسند کرتے ہیں۔ بعض کیسوں میں طلبہ کا خیال ہے کہ گروہ میں سست روی سے کام ہوتا ہے جب کہ

جنہیں وہ اپنا گروپ لیڈر بنانا پسند کرتے ہیں یا جو انھیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔ اس طرح سے آسانی سے کلاس میں طلبہ کے مابین دوستی اور تعلق کے رشتے کو دریافت کیا جاسکتا ہے۔ اگر طلبہ سے مکمل رازداری کا وعدہ کر لیا جائے تو اس سلسلے میں بہت اچھی افکار میشن حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس افکار میشن کے ذریعے سے کلاس کے ہر طالب علم کی کلاس میں انفرادی حیثیت کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

6.3 رسمی اور نیم رسمی تعلیم (Formal and Non-formal Education)

(الف) رسمی تعلیم

اس سے مراد ایسی تعلیم ہے جس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کرنا پڑتی ہے۔ اس کے پہلے سے متعین کردہ مقاصد ہوتے ہیں، اور اس کی اچھائی اور برائی کا انحصار ان مقاصد کی تکمیل پر ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال تعلیمی ادارے، سکول، کالج، یونیورسٹی اور نصاب کی تیاری وغیرہ ہے۔ اسی تعلیم کا سب سے پہلا اور سب سے اہم ادارہ سکول ہے جو بچے کی شخصیت پر ابتدائی چھاپ لگاتا ہے لہذا اس کے ماحول کو اچھا بنانے کی بڑی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اساتذہ اپنا کردار دیانت داری سے سرانجام دیں اور ان کی تدریس کا طریقہ جدید تعلیمی اصولوں کی بنیاد پر ہو، سکول میں ہم نصابی سرگرمیوں کا بھرپور اہتمام ہو، سر کا استعمال بے جا نہ ہو اور اس کا مقصد محض اصلاح ہو۔ یہاں پر ان منفی عوامل کا ذکر کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا جو سکول کے ماحول پر بڑے بڑے اثرات مرتب کر کے بچے کی رسمی تعلیم کو متاثر کرتے ہیں لہذا منفی عوامل سے پرہیز کیا جائے اور:

- (i) دوران تدریس تمام طلبہ کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے اور طالب علم کو صرف طالب علم ہی تصور کیا جائے، چاہے وہ کسی بھی سماجی و اقتصادی پس منظر سے متعلق ہو۔ امیر اور غریب کی تفریق یا ناجائز طرف داری بچے کی مجموعی رسمی تعلیم پر اثر انداز ہوگی۔
- (ii) سکول میں طبعی سہولیات کا ہونا ضروری ہے مثلاً تدریس کے لیے موزوں جگہ، صفائی اور روشنی کا معقول انتظام، امدادی سازوسامان وغیرہ وغیرہ، ان کی عدم موجودگی کی بنا پر بھی بچے کی تعلیم کا مناسب بندوبست نہ ہو سکے گا۔

(iii) اساتذہ کا رویہ غیر جذباتی ہو۔ استاد کے غلط فیصلے بچے کی شخصیت پر بڑے اثرات مرتب کرتے ہیں اور اس کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت متح ہوئے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔

(iv) بچے کی رسمی تعلیم بھی متاثر ہوگی اگر تدریس کا طریقہ جدید اصولوں پر مبنی نہ ہوں گے۔

(v) سخت اور تشدد آمیز نظم و ضبط بھی بچے کی رسمی تعلیم کے آڑے آئے گا۔

(vi) ہر بچے پر استاد کا بھرپور توجہ دینا بھی رسمی تعلیم کے سلسلے کا ایک منفی عمل ہے۔

(vii) سکول میں ہم نصابی سرگرمیوں کا نہ ہونا بھی ایک منفی عمل ہے۔

پاکستان میں مندرجہ ذیل رسمی تعلیم کی اقسام قابل ذکر ہیں۔ آئیں ان کے سرسری اساتذہ کرتے ہیں۔

عمومی تعلیم

1- اس سے مراد وہ تعلیم ہے جو پیشہ ورانہ اور ٹیکنیکل یافتہ تعلیم کے علاوہ ہمارے باقاعدہ نظام تعلیم کے تحت عام سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل درجے ہیں۔

- 1- پرائمری تعلیم
- 2- مڈل
- 3- میٹرک
- 4- ایف۔ اے
- 5- بی۔ اے
- 6- ایم۔ اے
- 7- ایم۔ فل
- 8- پی ایچ۔ ڈی

پرائمری تعلیم

پرائمری تعلیم 5 سال کی عمر سے شروع کی جاتی ہے اور اس میں ابتدائی 5 کلاسوں تک تعلیم دی جاتی ہے۔ پہلی کلاسوں کے علاوہ باقی تمام کلاسوں میں مندرجہ ذیل مضامین میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اردو، حساب، معاشرتی علوم، دینیات، سائنس، آرٹ اور اب انگلش میڈیم سکولوں کے علاوہ پنجاب اور فیڈرل ایریا میں انگریزی کی تعلیم بھی لاگو ہے۔

2- مڈل

پانچویں کلاس کی تکمیل کے بعد طلبہ کو لوئر سیکنڈری یا مڈل کلاسوں میں داخلہ دیا جاتا ہے اور یہ چھٹی کلاس سے شروع ہو کر آٹھویں کلاس تک جاری رہتا ہے۔ اس سطح پر تین سال تک تعلیم مکمل کرنی پڑتی ہے اور اس میں مروجہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

3- میٹرک

اس سطح پر عمومی تعلیم کو بھی دو گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- 0 وہ طلبہ جو آرٹ کے مضامین پسند کرتے ہیں۔
- 0 وہ طلبہ جو سائنس کے مضامین ہر پڑھ کر اپنے بہتر مستقبل کے بارے میں سوچتے ہیں۔

4- ایف۔ اے

میٹرک کی تعلیم کے بعد طلبہ مختلف کالجوں میں داخلہ لیتے ہیں اور میٹرک میں لیے گئے مضامین کی بنیاد مضامین کا انتخاب کرتے ہیں۔ سائنسی مضامین کے لیے بعض کالج بالکل الگ بنائے گئے ہیں جب کہ بعض کالج سائنس اور آرٹ کی ملی جلی تعلیم دینے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ اس سطح پر طالبات کی تعداد میں بہت کمی آئی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زیادہ تر دیہاتوں میں رہنے والی آبادی اپنی روایات کے مطابق اپنی بچیوں کو کالجوں میں لے جانے سے باز رکھتی ہے۔ اس سطح پر اردو اور انگریزی لازمی مضامین کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں جب کہ باقی اہم مضامین کی ایک طویل فہرست میں سے صرف تین مضامین کا اختیاری طور پر انتخاب کرنا پڑتا ہے مزید بلکہ ہر طالب علم کو اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کا پرچہ بھی لازمی طور پر پاس کرنا ہوتا ہے۔

ایف۔ اے کے بعد مزید دو سالوں کی تعلیم و تربیت کے لیے طلبہ کو مختلف اداروں میں اپنی گریجویشن کی تکمیل کے لیے داخلہ لینا پڑتا ہے اور اس میں انگریزی، مطالعہ پاکستان اور اسلامیات لازمی مضامین ہوتے ہیں باقی مضامین میں سے 2 کا اختیاری طور پر انتخاب کرنا پڑتا ہے اور ایک مضمون آپشنل لینا پڑتا ہے۔

6- ایم۔ اے

ٹی۔ اے کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہر طالب علم اپنی ذہنی استعداد اور ذاتی دلچسپیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ماسٹر سطح کا کوئی ایک مضمون منتخب کرتا ہے اور اس میں اس کو تخصیص کے ساتھ مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔

بعض اوقات ایم۔ اے کے بعد بعض طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے مختلف یونیورسٹیوں (ملکی و غیر ملکی) میں داخلہ لیتے ہیں اور اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کرنے کے بعد اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری وصول کرتے ہیں۔

2- فنی تعلیم اور سائنسی تعلیم

اگر کسی ملک کو خود کفیل ہونا ہے تو فنی تعلیم کے نظام کو بہتر ضروری سمجھنا چاہیے۔ کوئی ملک اس وقت تک صنعت و حرفت میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس ملک کو فنی ماہرین اور کارگر دستیاب نہ ہوں۔ آج دنیا کے اکثر ممالک سائنسی اور مشینی امور میں ترقی کر رہے ہیں کہ وہاں فنی تعلیم کا اہتمام ہو۔

ہماری صنعتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع تعلیم کے بنیادی ڈھانچے سے ملتا ہے اور ملک کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اس سائنسی اور فنی تعلیم کے بدولت ہی ممکن ہے۔ 1960ء سے لوگوں کا رجحان سائنسی اور فنی تعلیم کی طرف راغب ہو چکا ہے اور اسی لیے حکومت انجینئرنگ کالجوں کو انجینئرنگ یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح کے بہت سے فنی ادارے قائم کر دیے گئے ہیں۔ آج کل نصف سے زیادہ طلبہ سائنسی فنی اور پروفیشنل تعلیم کی جانب متوجہ ہیں۔ اس طرح ہمارے ملک کو کافی تعداد میں سائنس دان، انجینئر اور مختلف شعبوں میں مہارت رکھنے والے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ابھی ہم کمی کا شکار ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر زیادہ تنخواہ حاصل کرنے کے سلسلے میں پاکستان سے باہر چلے جاتے ہیں۔ ان اداروں کے وسعت پانچانے سے یہ نظام بہت سے طلبہ کے لیے فائدہ مند ہو گا۔ سکول جانے کی عمر

کے بہت سے طلبہ دکانوں، گھروں اور کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور اس طریقے سے اپنے والدین اور بزرگوں کا ہاتھ مانتے ہیں۔ ان بچوں کو صرف اسی محنت و مشقت کا علم ہوتا جو کہ وہ سرانجام دیتے ہیں یا جوان کے بزرگ کو بتاتے ہیں کیونکہ سکول کی تعلیم سے وہ ناواقف ہوتے ہیں۔ زرعی و فنی قسم کے سکول کھلنے سے ان کی یہ

کمزوری دور ہو سکتی ہے۔ ان سکولوں میں ان کو محنت و مشقت یا دستی کام میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حقیقی دنیا کے متعلق بھی بہت کچھ بتایا جاسکتا ہے۔ دیہاتوں میں اکثر لڑکے چونکہ اپنے والدین کے ساتھ شریعتی سے زراعت کے پیشے سے منسلک ہو جاتے ہیں اور کاشتکاری کے پیشے کو اپنے آبائی پیشے سے منسوب کرتے ہیں لیکن کچھ بچے ان پیشوں میں دلچسپی نہیں لیتے جن میں ان کے والدین انھیں شامل ہونے کے لیے لیتے ہیں، وہ آوارہ اور بد معاش لڑکوں کی سوسائٹی میں بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ والدین کے لیے بھی درد سر بن جاتے ہیں اور معاشرے کے لیے ناسور۔ اس لیے یہ توقع کی جا رہی ہے کہ نئے سکول کھلنے سے یہ تمام مسائل حل ہو جائے گی۔ فنی تعلیم کے چند ایک مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

- 1- طلبہ کو پیشہ ورانہ تربیت دینا تاکہ وہ معاشرے میں کوئی پیشہ اختیار کر کے مطابقت حاصل کرے۔
- 2- ان کے مخصوص رجحانات اور میلانات کی تسفی کرنا۔
- 3- ان میں فنی ماہرانہ صلاحیتیں پیدا کرنا۔
- 4- ملک کو صنعت و حرفت کے لحاظ سے ترقی یافتہ اور خود کفیل بنانا۔

5- تعلیم کے ذریعے سے طلبہ میں ہنرمندی اور کسی پیشہ کی طرف رغبت پیدا کی جائے تاکہ وہ ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی روزی خود پیدا کر سکیں۔ اس سلسلے میں سکولوں کے نصاب میں کامرس کے مضامین اور ٹیکنیکل مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

3- خصوصی تعلیم

یوں تو ہرچہ دوسرے بچے سے مختلف ہے لیکن بعض بچوں میں جسمانی، ذہنی، جذباتی اور معاشرتی پہلوؤں میں اختلافات اتنے شدید اور عروج پر ہوتے ہیں کہ وہ فوراً ہماری توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اس طرح کے بچے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس قسم کے بچوں کے لیے خصوصی تعلیم و تربیت کا الگ انتظام کر دیا جائے تو ان کی متوازن نشوونما میں کافی تسلی بخش ترقی ہوتی ہے اور ان میں کچھ بہت کچھ علم حاصل کرنے اور معاشرے کے لیے مفید اور قانون پسند شری بننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ اپنے خاندان اور معاشرے پر بھی بارگراں نہیں بنے رہتے۔

ان کی خصوصی تعلیم کی اہمیت پسماندہ الگ ہیں اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے چونکہ ایسے ممالک میں بچوں اور ان کی ماؤں کے لیے رہن سہن، خوراک اور طبی سہولتوں کی قلت ہوتی ہے اس لیے ان ممالک میں عقلی اور ہنرمند ذہنی استعداد والے بچوں کی تعداد ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ایسے ملک ہوں گی اتنی بڑی تعداد کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتیں تو وہ ایک بہت بڑی افراط و تفریط سے محروم رہیں گے۔

(الف) ایسے بچے جن کو خصوصی تعلیم کی ضرورت ہے ان کی چند اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

5- ٹی۔ اے

ایف۔ اے کے بعد مزید دو سالوں کی تعلیم و تربیت کے لیے طلبہ کو مختلف اداروں میں انٹرگریجویٹ کی تکمیل کے لیے داخلہ لینا پڑتا ہے اور اس میں انگریزی، مطالعہ پاکستان اور اسلامیات لازمی مضامین ہوتے ہیں باقی مضامین میں سے 2 کا اختیاری طور پر انتخاب کرنا پڑتا ہے اور ایک مضمون آپشن لینا پڑتا ہے۔

6- ایم۔ اے

ٹی۔ اے کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہر طالب علم اپنی ذہنی استعداد اور ذاتی دلچسپیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ماسٹر سطح کا کوئی ایک مضمون منتخب کرتا ہے اور اس میں اس کو تخصیص کے ساتھ مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔

بعض اوقات ایم۔ اے کے بعد بعض طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے مختلف یونیورسٹیوں (ملکی و غیر ملکی) میں داخلہ لیتے ہیں اور اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کرنے کے بعد اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری وصول کرتے ہیں۔

2- فنی تعلیم اور سائنسی تعلیم

اگر کسی ملک کو خود کفیل ہونا ہے تو فنی تعلیم کے نظام کو بہتر ضروری سمجھنا چاہیے۔ کوئی ملک اس وقت تک صنعت و حرفت میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس ملک کو فنی ماہرین اور کارکنان کی کمی نہ ہو۔ آج دنیا کے اکثر ممالک سائنسی اور مشینی امور میں ترقی کر رہے ہیں کہ وہاں فنی تعلیم کا اہتمام ہو۔

ہماری صنعتوں کو پچھلے پچھلے کا موقع تعلیم کے بنیادی ڈھانچے سے ملتا ہے اور ملک کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اس سائنسی اور فنی تعلیم کے بدولت ہی ممکن ہے۔ 1960ء سے لوگوں کا رجحان سائنسی اور فنی تعلیم کی طرف راغب ہو چکا ہے اور اسی لیے حکومت انجینئرنگ کالجوں کو انجینئرنگ یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح کے بہت سے فنی ادارے قائم کر دیے گئے ہیں۔ آج کل نصف سے زیادہ طلبہ سائنسی فنی اور پروفیشنل تعلیم کی جانب متوجہ ہیں۔ اس طرح ہمارے ملک کو کافی تعداد میں سائنس دان، انجینئر اور مختلف شعبوں میں مہارت رکھنے والے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ابھی ہم کی کا شمار کم ہے لیکن ان میں سے اکثر زیادہ تنخواہ حاصل کرنے کے سلسلے میں پاکستان سے باہر چلے جاتے ہیں۔

ان اداروں کے وسعت پانچانے سے یہ نظام بہت سے طلبہ کے لیے فائدہ مند ہو گا۔ سکول جانے کی عمر کے بہت سے طلبہ دکانوں، گھروں اور کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور اس طریقے سے اپنے والدین اور بزرگوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ان بچوں کو صرف اسی محنت و مشقت کا علم ہوتا جو کہ وہ سرانجام دیتے ہیں یا جو ان کے بزرگ ان کو بتاتے ہیں کیونکہ سکول کی تعلیم سے وہ ناواقف ہوتے ہیں۔ زرعی و فنی قسم کے سکول کھلنے سے ان کی یہ

تجزی دور ہو سکتی ہے۔ ان سکولوں میں ان کو محنت و مشقت یاد دہانی کام میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حقیقی دنیا کے متعلق بھی کچھ بتایا جاسکتا ہے۔ دیہاتوں میں اکثر لڑکے چونکہ اپنے والدین کے ساتھ شروع ہی سے زراعت کے پیشے سے منسلک ہو جاتے ہیں اور کارکنان کی کے پیشے کو اپنے آبائی پیشے سے متصور کرتے ہیں لیکن کچھ بچے ان پیشوں میں دلچسپی نہیں لیتے جن میں ان کے والدین انہیں شامل ہونے کے لیے کہتے ہیں، وہ آوارہ اور بد معاشر لڑکوں کی سوسائٹی میں بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ والدین کے لیے بھی درد سر بن جاتے ہیں اور معاشرے کے لیے ناسور۔ اس لیے یہ توقع کی جا رہی ہے کہ نئے سکول کھلنے سے یہ تمام مسائل حل ہو جائے گی۔ فنی تعلیم کے چند ایک مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

1- طلبہ کو پیشہ ورانہ تربیت دینا تاکہ وہ معاشرے میں کوئی پیشہ اختیار کر کے مطابقت حاصل کرے۔

2- ان کے مخصوص رجحانات اور میلانات کی تسفی کرنا۔

3- ان میں فنی ماہرانہ صلاحیتیں پیدا کرنا۔

4- ملک کو صنعت و حرفت کے لحاظ سے ترقی یافتہ اور خود کفیل بنانا۔

5- تعلیم کے ذریعے سے طلبہ میں ہنرمندی اور کسی پیشہ کی طرف رغبت پیدا کی جائے تاکہ وہ ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی روزی خود پیدا کر سکیں۔ اس سلسلے میں سکولوں کے نصاب میں کامرس کے مضامین اور ٹیکنیکل مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

3- خصوصی تعلیم

یوں تو ہرچہ دوسرے بچے سے مختلف ہے لیکن بعض بچوں میں جسمانی، ذہنی، جذباتی اور معاشرتی پہلوؤں میں اختلافات اتنے شدید اور عروج پر ہوتے ہیں کہ وہ فوراً ہماری توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اس طرح کے بچے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس قسم کے بچوں کے لیے خصوصی تعلیم و تربیت کا الگ انتظام کر دیا جائے تو ان کی متوازن نشوونما میں کافی تسلی بخش ترقی ہوتی ہے اور ان میں کچھ ذہنی علم حاصل کرنے اور معاشرے کے لیے مفید اور قانون پسند شہری بننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ اپنے خاندان اور معاشرے پر بھی بارگراں نہیں بنتے۔

ان کی خصوصی تعلیم کی اہمیت پسماندہ الگ ہیں اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے چونکہ ایسے ممالک میں بچوں اور ان کی ماؤں کے لیے رہن سہن، خوراک اور طبی سہولتوں کی قلت ہوتی ہے اس لیے ان ممالک میں عقلی اور جسمانی ذہنی استعداد والے بچوں کی تعداد ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ایسے ملک ہوں گی تو بڑی تعداد کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتیں تو وہ ایک بہت بڑی افراط و تفریط سے محروم رہیں گے۔

(الف) ایسے بچے جن کو خصوصی تعلیم کی ضرورت ہے ان کی چند اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

- 1- فطین ہے 2- کم عقل ہے 3- مضطرب ہے
4- معذور ہے 5- مجرم ہے

1- فطین ہے

غیر معمولی درجہ ذہانت کے مالک بچوں کو فطین کہا جاتا ہے۔

2- کم عقل ہے

کم عقل ہے وہ ہیں جن کی ذہنی استعداد کا درجہ بہت ہی کم ہو مثلاً ان کا درجہ ذہانت صفر سے لے کر 70 کے درمیان ہوتا ہے۔

3- مضطرب ہے

ایسے بچے جو جذباتی عدم توازن کا شکار ہوں، مضطرب بچے کہلاتے ہیں۔

4- معذور ہے

وہ بچے جو کسی جسمانی نقص میں مبتلا ہوں، اس جسمانی نقص کی وجہ وراثت بھی ہو سکتی ہے، کوئی بیماری یا حادثہ بھی۔

5- مجرم ہے

ایسے بچے جو تجربہ بد اور مجرمانہ رجحانات کے حامل ہوں مجرم بچے کہلاتے ہیں۔

(ب) خصوصی تعلیم کی اہمیت

مندرجہ ذیل نکات پر غور کرنے سے ہمیں خصوصی تعلیم کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے:

(الف) نفسیاتی نقطہ نظر

(ب) نفسیاتی نقطہ نظر

(ج) معاشرتی اور اقتصادی زاویہ نگاہ

(د) تعلیمی مساوات کا اصول

(الف) تعلیمی نقطہ نظر

اگر اس کے مطابق سوچا جائے تعلیم کا مقصد بچوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور نقص دار بچوں کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنے نقائص پر حاوی ہو کر اس قابل ہو جائیں کہ وہ روزی کما سکیں۔ مناسب تعلیم دی جائے تو ان بچوں کی تعلیمی ترقی کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ اگر انھیں موزوں اور مناسب تعلیم دی جائے تو

بچوں کی قدرتی قابلیت جو پوشیدہ ہوتی ہے ضائع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ بچے یا تو نگہداری کا پیشہ اختیار کر لیں اور خاندان اور معاشرے کے لیے بدنامی کا باعث بن جاتے ہیں۔ تمام عمر خاندان اور معاشرے پر بوجھ بنتے ہیں۔

(ب) نفسیاتی نقطہ نظر

خصوصی تعلیم کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ نفسیات کا مقصد بچوں کی شخصیت کی موزوں نشوونما ہے اور اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تعلیم کی بنیاد انفرادی اختلافات کے اصولوں پر نہ رکھی جائے۔

(ج) معاشرتی اور اقتصادی زاویہ نگاہ

معاشرے کی سالمیت اور ترقی و بہبود کے لیے اہم ہے اس کے تمام افراد محنت و کاوش سے کام لیں اور جذبات کے حامل ہوں۔ ایسے جذبات کی تحریک کے لیے لازم ہے کہ بچوں کی خصوصی تربیت کی جائے۔ کیا گیا تو مستقبل میں یہ بچے بجائے اس کے کہ قوم و ملت کی تعمیر میں حصہ لیں۔ یہ اس کے لیے سب کار اور دشمن عناصر بن سکتے ہیں۔

تعلیمی مساوات کا اصول

اسلامی مساوات کے دیگر اصولوں کی طرح تعلیمی مساوات کا اصول بھی امر کا متقاضی ہے کہ ہر بچے کو ان مایوں اور خوبیوں کے مطابق تعلیم اور فنی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ کسی بچے کو کم عقل یا معذور سمجھ کر تعلیمی سہولتوں سے محروم رکھنا اور فطین بچوں کو ان کی اعلیٰ ذہانت کی بنا پر نظر انداز کرنا جمہوریت کی اقدار مول کے منافی ہے۔ اساتذہ اور والدین کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ عام بچوں کی طرح یہ بچے بھی ہماری توجہ و ترقی کے حق دار ہیں۔ پھر ان بچوں کو ان کے لیے مخصوص تقاضوں کے مطابق رہنمائی کی جائے تو ان میں معاشرے میں کاربائے نمایاں سر انجام دیں گے جس سے معاشرہ ترقی کی منازل کی طرف گامزن ہوتا ہے۔

بشر اور اندہ تعلیم

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیشہ ورانہ تعلیم پر عمومی تعلیم سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ کسی ملک کی ترقی کا دار و مدار بھی زیادہ تر پیشہ ورانہ تعلیم پر ہے۔ پیشہ ورانہ تعلیم میں ایک بچہ کو کسی ہنر میں مہارت کی تربیت دی جاتی ہے۔ پیشہ ورانہ تعلیم کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

- 1- انجینئرنگ 2- میکانک 3- ایجوکیشن
4- انسانی امور اور تجارت (ٹینجمنٹ اینڈ کامرس) 5- زراعت
6- قانون یا کالٹ 7- محاسبی (اکاؤنٹنسی) 8- طب (میڈیسن)

مندرجہ بالا تمام اقسام کی تعلیم زیادہ تر یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے جہاں تک تربیت اساتذہ کا تعلیم ہے ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نارمل سکول، ابتدائی اساتذہ کے کالج، کالج آف ایجوکیشن اور تحقیقاتی ادارے موجود ہیں۔ پاکستان میں تعلیمی سطحوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے مثلاً

(الف) پرائمری تعلیم	(ب) وسطیٰ تعلیم	(ج) ثانوی تعلیم
(د) اعلیٰ ثانوی تعلیم	(ه) یونیورسٹی کی تعلیم	(و) اعلیٰ تعلیم
(ی) ٹیکنیکل ایجوکیشن		

ان تمام سطحوں پر پڑھانے والے اساتذہ کی مختلف سطح پر تربیت کی جاتی ہے یعنی پی۔ ٹی۔ سی، بی۔ ایس۔ ایڈ، بی۔ ایڈ، ایم۔ ایڈ، ایم۔ اے ایجوکیشن، ایم۔ فل ایجوکیشن اور پی۔ ایچ۔ ڈی ایجوکیشن وغیرہ۔

(ب) نیم رسمی تعلیم (Non- Formal Education)

لفظ ”نارمل“ (Non-Formal) ”فارمل“ سے پہلے ”(Pre-Fix)“ ”نان“ (Non) کو بطور سابقہ استعمال کر کے اخذ کیا جاتا ہے۔ اسے عموماً این۔ ایف۔ ای (نان فارمل ایجوکیشن) لکھا جاتا ہے۔ این۔ ایف۔ ای (نان فارمل ایجوکیشن) کے تصور کو ماہر تعلیم کوہس (Coombs, 1973) اس طرح واضح کرتا ہے: نارمل فارمل ایجوکیشن سے مراد فارمل سسٹم یعنی رسمی نظام سے باہر کوئی بھی منظم تعلیمی سرگرمی ہے، خواہ وہ از خود عمل پذیر ہو یا کسی وسیع تعلیمی سرگرمی کے اہم خدوخال کی حیثیت سے عمل پذیر ہو لیکن وہ کسی مخصوص ضرورت مند طلبہ کے لیے ہو اور اس کے خاص مقاصد ہوں۔ نیم رسمی تعلیم میں دو طرح کے نظام استعمال کیے جاتے ہیں۔

- (i) فاصلاتی نظام تعلیم
- (ii) غیر روایتی نظام تعلیم

ان کی تفصیل آنے والے صفحات میں الگ دی جا رہی ہے۔

6.4- فاصلاتی نظام تعلیم (Distance Education)

جب سے انسان نے قلم کو وسیلہ تعلیم بنایا، اس دن سے فاصلاتی نظام تدریس کی بنیاد رکھ دی گئی انسانی تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ فاصلاتی یا نیم رسمی طریقہ تعلیم میں بھی تغیرات واقع ہوتے رہے۔ اسلام نے اپنے ظہور سے ہی علم کو جو اہمیت دی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ پورا کرہ ارض ایک علمی انقلاب کی آماجگاہ بن گیا اور علم اپنے بے پناہ پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ تخصصات کے درمیچے واکر تا گیا چنانچہ عصر حاضر کو ہم جا طور پر تخصصات کا عہد کہہ سکتے ہیں۔ اس عہد میں دیگر شعبہ ہائے تمدن کی طرح فاصلاتی طریقہ تدریس نے ایک مستقل نظام کی شکل اختیار کر لی جو بہت سے ملکوں میں زندگی کے مختلف شعبوں میں مصروف کار افراد کی

تعلیمی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو جلائے کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ روایتی نظام تعلیم کے مقابلے میں فاصلاتی نظام تعلیم بھی زیادہ کامیابی سے انسانی معاشرے کی خدمت کر رہا ہے۔ معاشرے کے لوگ جو روایتی نظام تعلیم کے تحت تعلیم سے محروم ہیں۔ فاصلاتی نظام تعلیم نے ان کی اس روحانی تشنگی کو ختم کرنے کے لیے کافی خدمات سر انجام دی ہیں۔ یہ ایک سستا نظام تعلیم ہے اور اس سے تعلیم سے محروم آبادی کے بہت بڑے بڑے حصے کو علم کی دولت فراہم کرنے کی اہلیت موجود ہے۔

○ فاصلاتی نظام تعلیم کی تعریف و ابتدا

کیمن (Keegan) کے مطابق فاصلاتی تعلیم مطالعے کی کئی اشکال میں سے کوئی ایک شکل ہو سکتی ہے جو کہ ضروری نہیں کہ استاد کی مسلسل نگرانی میں کمرہ جماعت میں فراہم کی جائے۔ البتہ اس میں تمام طریقہ تدریس شامل ہیں جو تمام تعلیم و تدریس کے لیے طبع شدہ مواد، محلی کی مدد سے استعمال ہونے والی مشین یا دیگر طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

اس کی ابتدا انیسویں صدی میں ہوئی، برطانیہ اور امریکہ میں کئی کئی اداروں بشمول پرائیویٹ تجارتی کالجوں اور اداروں نے خط کتابت کے ذریعے سے تدریسی مواد کی فراہمی سے تدریس کا کام شروع کیا۔ موجودہ صدی کا آغاز ہوتے ہی کئی ایک یونیورسٹیوں نے اس اسلوب کی مدد سے تعلیم دینے کا نظام اپنایا۔ اس سلسلے میں آسٹریلیا کی کوئیز لینڈ یونیورسٹی اور یونیورسٹی آف نیو انگلینڈ کی مثال دی جاسکتی ہے۔ تدریس کے لیے طبع شدہ نوٹس استعمال ہوئے۔ استاد اور شاگرد آمنے سامنے بیٹھ کر ان نوٹس کے بارے میں سوال و جواب کرتے۔ اس کے لیے کچھ دور دراز کے تعلیمی مرکز یا کسی سکول کو استعمال کیا جاتا۔ یہ سلسلہ بتدریج بڑھتا رہا جس نے 1960ء کے بعد کی دہائی میں اس نظام کی ترقی کی رفتار تیزی سے بڑھنے لگی۔

ترقی پذیر ممالک کے تعلیمی مسائل اور خاص طور پر ان لوگوں کی تعلیم کا مسئلہ جو جغرافیائی لحاظ سے بہت دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں، کو حل کرنے میں اس نظام تعلیم کے تصور نے بہت مدد کی ہے۔ لیکن ترقی یافتہ ممالک نے بھی اپنے افراد کے ان گروپوں کے لیے جو کسی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہیں۔ فاصلاتی تعلیم کا نظام اپنایا ہے۔ ترقی پذیر ممالک نے ایسے افراد جو معاشرتی محرومیوں کا شکار ہیں یا پسماندہ علاقے میں رہتے ہیں یا وہ بالغ افراد ہیں جن کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نہیں ملے، کے لیے خصوصی طور پر تعلیم کا پروگرام اس نظام تعلیم کے تحت چلا رہے ہیں۔

فاصلاتی اسلوب تعلیم کے اہم عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- درسی مواد
- 2- ذرائع ابلاغ
- 3- تعلیمی مراکز
- 4- میوٹر

○ فاصلاتی تعلیم کے لیے مضامین

بعض ماہرین تعلیم کے مطابق بعض مضامین کی تدریس اس نظام کے تحت بہت مشکل ہے۔ مثلاً طب کے لیے محض کتب کا مطالعہ ہی کافی نہیں۔ اس کے لیے مشاہدہ اور عمل کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ یہ نظام اس کے لیے کوئی معاونت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انجینئرنگ بھی اس نظام کے تحت نہیں پڑھائی جاسکتی۔ حالانکہ بعض فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت چلنے والے اداروں میں انجینئرنگ کی تعلیم کا اہتمام کامیابی سے کیا جا رہا ہے۔ نظریاتی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے طلبہ کی تدریسی لیبارٹری کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے اور دیگر ذرائع ریڈیو اور ٹیلی ویژن استعمال کیے جاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کی تدریس کے لیے فاصلاتی نظام نے بہت کامیابی حاصل کی ہے۔ اس نظام کے ذریعے سے تقریباً تمام شعبوں میں تعلیم کا تجربہ کیا جا چکا ہے۔ نفسیات، عمرانیات، معاشیات، آثار قدیمہ، کمپیوٹر تعلیم، سول، میچینل اور الیکٹرکل انجینئرنگ ایسے شعبوں میں تعلیم و تدریس کا عمل کامیابی سے جاری ہے۔

○ فاصلاتی نظام تعلیم کے اخراجات

ایک عام فرد فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت دیگر تمام اداروں کی نسبت کم اخراجات برداشت کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت جس طرح چاہیں، اخراجات کم کیا زیادہ کیے جاسکتے ہیں ہیں۔ تدریسی مواد، تدریسی طریقہ تدریس کے مختلف اقسام کے استعمال میں کمی و پیشی کر کے اور انتظامی اخراجات کے استعمال کے پیش نظر فاصلاتی نظام تعلیم پر اثر انداز ہونے والے اخراجات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال آج کے دور میں اس نظام تعلیم نے کم اخراجات کے پیش نظر ہر حصے میں موجود افراد تک علم کی روشنی پہنچانا ممکن بنادیا ہے۔ ایک بات اور ہے کہ کم طلبہ اور پھر بار بار اس کے استعمال سے اخراجات میں بہت کمی واقع ہوتی ہے۔

فاصلاتی نظام تعلیم کی تدریس کے لیے کئی ایک طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ طبع شدہ مواد، ریڈیو، ٹیلی ویژن، پروگرام تدریس مواد کمپیوٹر اور کئی سکولوں کے ذریعے سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ کامیابی سے چلا گیا ہے۔ ان بہت سے تدریسی تکنیکوں کی وجہ سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی قائم رکھتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان میں سے ایک آدھ تکنیک مثلاً ریڈیو اس کے لیے استعمال کیا جائے تو طلبہ نسبتاً کم دلچسپی لیتے ہیں اس سسٹم میں طلبہ اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق مضمون کے سیکھنے کے لیے ایک سے زیادہ جتنے چاہیں ذرائع سے استفادہ کر سکتے ہیں اور پھر مزید کی اور مسائل کے حل کے لیے مقررہ دن و اوقات اور جگہ پر طلبہ اساتذہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ آٹے سامنے بیٹھ کر بہت سے مشکل مراحل طے کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں عام اداروں میں دی جانے والی تعلیم کو مزید موثر اور کارآمد بنانے کے لیے فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت تیار شدہ تدریسی مواد کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس نظام کے تحت ایک اہم بات یہ ہے کہ طالب علم کو استاد کی طرف سے مکمل رہنمائی ملتی ہے جائزہ کے عمل میں بھی تدریس کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی ٹیوٹر جب طالب علم کے

تو خامیوں کے بارے میں تحریری طور پر طالب علم کو مطلع کرتا ہے۔ اس طرح طالب علم کو ہر لمحہ آگاہ ہو جاتا ہے۔

○ ممالک میں فاصلاتی نظام تعلیم کے مختلف پروگرام

کئی ممالک نے اپنی ضرورت کے مطابق اور اپنے وسائل کے پیش نظر کئی ایک پروگرام شروع کر دیے ہیں ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم اور ملک اپنے عوام کے لیے کس سطح پر تعلیمی پروگرام چلا رہا ہے۔ ان میں سے چند ایک ممالک درج ذیل ہیں۔ افغانستان میں فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے سے لوگوں کو پڑھانے والے اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا گیا ہے۔ آسٹریلیا میں پرائمری تعلیم کا اہتمام جس کے تحت پڑھنا، بچے سیکھنا، ریاضی، معاشرتی علوم، آرٹ اور مذہبی تعلیم کے کورسز کی جاتی ہے جب کہ ثانوی تعلیم کے لیے انگریزی، ریاضی، معاشرتی علوم، سائنس، آرٹ، صحت کی تعلیم کا کورس کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ اسباق کو پیس یونٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر دو ہفتے میں ایک یونٹ پڑھا ہوتا ہے۔ اس کے لیے درسی کتب طلبہ کو مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ طلبہ کو تدریسی عمل میں ٹیپ ریکارڈنگ، سلائیڈ فلم سٹرپ اور ویڈیو کے استعمال کا موقع دیا جاتا ہے ایشیا میں دیگر کئی ممالک بشمول بھارت، چین، بنگلہ دیش، پاکستان اور دیگر ممالک اس فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت بھی دی جاتی ہے چین نے اس نظام کو اپنے لیے اس فاصلاتی نظام تعلیم کو استعمال کیا ہے۔

○ ان میں فاصلاتی نظام تعلیم

جنوب مشرقی ایشیا میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) فاصلاتی نظام تعلیم و تدریس کی نقیب ہے۔ اس یونیورسٹی ہے، اس لیے یہاں ان لوگوں کے لیے بھی کورس رکھے جاتے ہیں جو کسی ڈگری یا ڈیپلوم کے لیے نہیں ہوتے۔ یہ یونیورسٹی ان حضرات کو بھی تعلیم کے مواقع میسر کرتی ہے جو اپنی تعلیم کو پوری تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہو سکے۔ اس طرح کے ذریعے سے وہ اپنی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے کے علاوہ تکنیکی تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کی سہولتیں بھی موجود ہیں۔

اقبال اوپن یونیورسٹی ایک طالب علم کی تعلیمی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے اور کورس کے عین آغاز میں اور تکنیک کا استعمال عمل میں لاتی ہے جو کہ طباعت شدہ کتابوں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگرام پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ جہاں ضرورت پڑتی ہے، طالب علموں کو اساتذہ کی مدد سے آٹے سامنے بٹھا کر بھی پڑھاتا ہے۔

اقبال اوپن یونیورسٹی ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے کوشاں ہے جو کہ باقاعدہ نظام تعلیم کو روکتے ہیں اور تعلیم کو ان دور دراز مقامات تک پہنچانے کا اہتمام کر رہی ہے جو کہ باقاعدہ نظام تعلیم سے

☆ پاکستان میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا قیام 1974ء میں پارلیمنٹ ایکٹ XXXIX کے ذریعے سے عمل میں آیا۔ اس یونیورسٹی کا مقصد لوگوں کو گھر بیٹھے تعلیم کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ اس پیش کش سے دو لوگ خاص طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے اپنی تعلیم مکمل نہیں کر سکے لیکن وہ اپنی تعلیمی استعداد بڑھانے کے خواہش مند ضرور ہیں۔ یونیورسٹی کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق کسی خاص علاقے سے نہیں، اس کے دائرہ کار میں پورا پاکستان آجاتا ہے۔ اس وفاقی یونیورسٹی میں پاکستان کے کسی بھی خطے میں رہنے والا شخص داخلہ لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ مطلوبہ معیار پر اترتا ہو۔

☆ یونیورسٹی اپنے پروگرام مندرجہ ذیل چار شعبوں میں پیش کرتی ہے۔

(i) عمومی تعلیم (ii) عملی و فنی تعلیم (iii) تربیت اساتذہ (iv) اعلیٰ تعلیم و تحقیق

زرعی، عملی، فنی اور عمومی تعلیم کے مختلف سطح کے کورس سال میں دوسرے تہ بہ تہ / خراس سسٹم میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک سمسٹر کا وقت مطالعہ 18 ہفتے ہوتا ہے۔ آخری امتحان اس کے بعد لیا جاتا ہے۔ بغیر کریڈٹ کے زرعی کورس امتحان سے مستثنیٰ ہیں۔

☆ یہ یونیورسٹی اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہاں خواندگی کی بجلی سطح سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ ترین سطحوں تک تعلیم کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ملک میں اب تک خواندگی کو غیر تربیت یافتہ افراد یا زیادہ سے زیادہ پرائمری کے رکن و کرم پر چھوڑ رکھا ہے لیکن اوپن یونیورسٹی نے اپنی بنیاد پر خواندگی کا مواد تیار کیا ہے۔ اس طرح ناخواندگی کے محاذ پر لڑنے والے سپاہی کو ایک سپلائی لائن مہیا کی ہے۔

☆ ہمارا نظام تعلیم مختلف خانوں میں بنا ہوا ہے اور ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ یونیورسٹی کا کالج، کالج کا سکول سے اور ہائی سکول کا پرائمری سکول سے کوئی موثر رابطہ نہیں لیکن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں مختلف سطحوں کے درمیان ایک تسلسل قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تعلیم کی ایک سطح سے دوسری سطح تک یہ ربط و تسلسل روایتی نظام تعلیم میں اتنا مضبوط نہیں ہے۔

☆ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے ملک کی سب سے بڑی یونیورسٹی قرار دی جاسکتی ہے۔ یہاں داخلہ لینے والوں کی تعداد ملک کی تمام یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلبہ کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔

☆ اوپن یونیورسٹی کے طلبہ کی یہ تعداد صرف شہر تک محدود نہیں بلکہ اس میں دور دراز کے دیہی علاقوں کے طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ہر اب تک تعلیمی سہولتوں سے محروم چلی آرہی تھی۔ اس کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ یونیورسٹی میں طالبات کا تناسب ایک تہائی ہے جو نہایت جوصل افزاء ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اب تک سائنس کی تعلیم میں کوئی خاص پیش رفت نہیں کر سکی تھی لیکن اب اس میدان میں بھی یونیورسٹی قدم آگے بڑھا رہی ہے۔ پاکستان انٹارگری کمیشن کے تعاون سے ایم فل فزکس کا اعلیٰ سطحی پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح بجلی سطح پر بھی سائنس کے پروگراموں کو اہمیت دی

☆ وفاقی اور دوسری صنعتوں کے لیے ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت زیادہ افرادی قوت کی ضرورت ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ فاصلاتی تعلیم روایتی تعلیمی نظام کے حریف کے طور پر سامنے آیا تھا لیکن اب وہ اس کا حریف بن چکا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے درسی مواد، ویڈیو اور ٹیلی ویژن پروگراموں سے روایتی نظام کے طلبہ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

☆ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے کچھ خاص ٹیلی ویژن پروگرام روایتی نظام تعلیم کے لیے بھی تیار کیے ہیں۔ تربیت اساتذہ کے جملہ پروگرام ملک بھر میں بہت مقبول چلے آ رہے ہیں اور اب ایم ایڈ، ایم۔ اے، بی۔ اے، بی۔ ایچ۔ ڈی ایجوکیشن بھی شروع کر دیے گئے ہیں۔ ملک کی شاید ہی کوئی دوسری یونیورسٹی ہو جس نے اس عظیم اور دوران ملازمت تعلیم کے شعبے میں اتنے پروگرام پیش کیے ہوں۔ اسی طرح کئی ایسے پروگرام ہیں جو کچھ خاص ٹیلی ویژن پروگراموں سے روایتی نظام تعلیم کے لیے بھی تیار کیے گئے ہیں۔ ان دونوں پروگراموں کی سہولتیں سیکھنے کے تعاون سے ملک کے طول و عرض میں بے شمار مراکز قائم کیے ہیں جن میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی سہولتیں حاصل ہیں۔ اس شعبے میں یونیورسٹی نے کمرشل ازم کا خاتمہ کر کے تعلیمی پروگرام فراہم کیا ہے۔

☆ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سوسائٹی کے تمام شعبوں کی تعلیمی ضرورتوں کا ادراک و احساس رکھتی ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں زیر تعلیم درس نظامی کے طلبہ کے لیے بھی پروگرام شروع کر دیے گئے ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے زیادہ تر کورس اردو میں پیش کیے جاتے ہیں تاہم چند مخصوص شعبوں میں پیش کیے جانے والے کورس انگریزی میں ہیں۔ مثلاً ٹی اے، ٹی بی کام وغیرہ، ایسے کورسز کی ضرورت ان دنوں میں تحریری پرچہ انگریزی زبان میں ہی حل کرنے ہوتے ہیں۔

☆ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں رسمی تعلیم کے عام طریقے استعمال نہیں کیے جاتے چونکہ اس کے طلبہ پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس لیے انھیں فاصلاتی تعلیم کے اصول کے مطابق تعلیم دینا ہے اور اس کے اجزاء مندرجہ ذیل ہیں:

(i) درسی مواد (ii) ریڈیو ٹیلی ویژن پروگرام (iii) اساتذہ سے رہنمائی

☆ کی مواد کے لیے درسی مواد اپنی تعلیم آپ کے اصول پر تیار کیا جاتا ہے۔ ہر کورس میں درسی مواد کے مواد اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ یونیورسٹی میں طالبات کا تناسب ایک تہائی ہے جو نہایت جوصل افزاء ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اب تک سائنس کی تعلیم میں کوئی خاص پیش رفت نہیں کر سکی تھی لیکن اب اس میدان میں بھی یونیورسٹی قدم آگے بڑھا رہی ہے۔ پاکستان انٹارگری کمیشن کے تعاون سے ایم فل فزکس کا اعلیٰ سطحی پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح بجلی سطح پر بھی سائنس کے پروگراموں کو اہمیت دی

(ii) ریڈیو، ٹیلی ویژن پروگرام

اگرچہ درسی مواد کو ہر لحاظ سے مکمل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تاہم مزید وضاحت اور تقویت کے لیے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ ان پروگراموں کے اوقات کی اطلاع کو پہلے سے فراہم کر دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی کے تمام طالب علموں کی رہنمائی کے لیے اتوار کے روز ریڈیو پاکستان سے "جامعہ نامہ" کا خصوصی پروگرام نشر کیا جاتا ہے۔

(iii) اساتذہ سے رہنمائی

ملک کے مختلف شہروں میں یونیورسٹی کے تعلیمی مراکز موجود ہیں۔ جہاں دفتری اوقات کے بعد یا چھٹی کے دن مختلف کورس کے اساتذہ طلبہ کی رہنمائی کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ ان تعلیمی اجتماعات کا پروگرام بھی طلبہ کو پہلے سے بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وقت مقررہ پر مراکز میں آکر اپنی مشکلات کے حل میں اساتذہ سے مدد لے سکیں۔ بعض مراکز میں ٹیپ ریکارڈ کیسٹ اور دوسرا امدادی سامان بھی فراہم کیا گیا ہے جس سے طلبہ خاطر خواہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ مطالعاتی مراکز میں حاضری لازمی نہیں لیکن مفید ضرور ہے۔ طلبہ مر اسلٹ، نشریات اور مطالعاتی مراکز تینوں ذرائع سے مجموعی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

یونیورسٹی نے طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا اہتمام بالکل جدید خطوط پر کیا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل دو حصے ہیں:

(i) امتحانی مشقیں

(ii) آخری امتحان

(i) امتحانی مشقیں

ہر کورس کے لیے اس کی نوعیت کے اعتبار سے امتحانی مشقوں کی ایک مخصوص تعداد مقرر کی گئی ہے۔ نمبر کے لیے کورس کے دوران میں یہ امتحانی مشقیں حل کر کے اپنے نیوٹر کو بروقت بھیجنا لازمی ہے۔ نیوٹر جمع اور جانچ پڑتال کے بعد یہ امتحانی مشقیں طالب علم کو واپس بھیج دیتا ہے تاکہ طلبہ اپنی کارکردگی سے باخبر رہیں۔ ان مشقوں کے نمبر آخری امتحان میں حاصل کردہ نمبروں میں شامل کر کے نتیجہ مرتب کیا جاتا ہے۔ ایک مکمل کورس کے لیے چار اور نصف کورس کے لیے دو امتحانی مشقیں حل کرنا ہوتی ہیں۔ فنی، عملی کورسوں میں تعداد مختلف ہو سکتی ہے۔ امتحانی مشقوں میں کامیابی کے نمبر چالیس فیصد ہوتے ہیں۔ مقررہ مشقیں بروقت نہ حل کرنے سے نتیجہ متاثر ہوتا ہے اور ان میں ناکامی کی صورت میں دوبارہ داخلہ لینا پڑتا ہے۔

(ii) آخری امتحان

ہر کورس کی مدت ختم ہونے پر ایک آخری امتحان لیا جاتا ہے جس کے لیے طلبہ کو امتحانی مراکز میں

مقرر ہونا پڑتا ہے۔ اس کے بارے میں تفصیلی معلومات طلبہ کو پہلے میا کر دی جاتی ہیں۔ آخری امتحان میں زیادت متعلقہ کورس کے تمام اسباق سے پوچھے جاتے ہیں۔ اس آخری امتحان میں صرف وہی طالب علم ایک ہوتے ہیں جنہوں نے مشقی کام میں کامیابی حاصل کر لی ہو۔

کورس کا نتیجہ مندرجہ ذیل اصولوں پر مرتب ہوتا ہے:

امتحانی مشقوں اور آخری امتحان دونوں کے نمبر بالترتیب 30 فیصد اور 70 فیصد ہوں گے یعنی اگر کسی کورس کے 100 نمبر ہیں تو ان میں سے 30 فی صد نمبر امتحانی مشقوں کے لیے مخصوص ہوں گے اور بقیہ 70 فی صد نمبر آخری امتحان کے لیے۔

امتحانی مشقوں اور آخری امتحان میں الگ الگ پاس ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی طالب علم آخری امتحان میں پاس ہو جاتا ہے مگر امتحانی مشقوں میں پاس ہونے کے اوسط نمبر حاصل نہیں کر پاتا تو وہ مجموعی طور پر فیل تصور ہوگا۔

امتحانی مشقوں اور آخری امتحان میں پاس ہونے کے لیے کم از کم بالترتیب 40 فی صد اور 33 فی صد نمبر حاصل کرنا ضروری ہے۔ امتحانی مشقوں اور آخری امتحان میں علیحدہ علیحدہ پاس ہونے کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ مجموعی طور پر (Aggregate) 40 فی صد سے کم نمبر نہ ہوں۔ جو طالب علم امتحانی مشقوں میں چالیس فیصد نمبر حاصل کر کے پاس ہو لیکن آخری امتحان میں شریک نہ ہو سکے یا (Ag-40) gregate) اوسط نمبر حاصل نہ کر سکے تو اسے امتحانی فیس جمع کرانے پر فوری بعد سمسٹر کے ساتھ آخری امتحان میں بیٹھنے کے دو مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

(Open Learning) اوپن لرننگ

اوپن لرننگ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ان تعلیم و تربیت کی سکیموں کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جن میں افراد کی مختلف ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہو۔ تنظیمیں (Organisations) ان میں منظم شدہ اور چلک دار تعلیمی پیچ میا کر کے وقت، جگہ اور طریقہ کار کی آزادی کو ممکن بناتی ہیں۔ یہ تمام اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ تربیت کار کی براہ راست نگرانی کے بغیر ہی اگر ضروری ہو تو کافی وقت اور محنت کے بغیر حاصل کر سکے۔

اوپن لرننگ میں ایسی تربیت کی گنجائش رکھی جاتی ہے کہ وہ اتنی چلک دار ہو کہ تربیت حاصل کرنے والے (Trainee) اور تربیت کار (Trainer) دونوں کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ اسے کئی طریقوں سے میا کیا جاتا ہے جس کا انحصار ہدف، متعلمین کی رہائش اور کام کرنے کی جگہ پر ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر وہ (متعلمین) ایک ایسا تعلیم، مرکز، میز، جگہ دار گھنٹوں (Flexible)

متعلم خود اپنے مقاصد	مقاصد پہلے سے	متعلم کس حد تک منتخب کر سکتا
بناتا ہے؟	متعین ہوتے ہیں۔	ہے / گفت و شنید کرنا کہ وہ کیا انتخاب ممکن نہیں۔ سیکھنا چاہتا ہے۔
کئی راستے (Route)	ایک راستہ / ایک راہ	متعلم کس حد تک منتخب کر سکتا
راہ عمل کئی طریقے۔	عمل صرف ایک	ہے۔
کئی میڈیا۔	طریقہ صرف ایک	(i) اس کے مقاصد کی راہ عمل؟
	ذریعہ۔	(ii) تعلیم کا طریقہ (مثلاً آکس
		سٹری، لکھنا، سیریں کرنا، لیب کا
		کاٹ)
		(iii) ذریعہ (میڈیا) (مثلاً آڈیو
		ٹیپ، ویڈیو، پرنٹ، کمپیوٹر؟)
کہیں بھی	ایک جگہ مثلاً تربیتی	تعلیمی منتقلی کی شرح کیا ہے؟
مرکز		
کسی وقت بھی آغاز کیا	متعین شدہ آغاز	کس حد تک متعلم منتخب کر سکتا ہے
جاسکتا ہے؟ اپنی شرح	متعین شدہ رفتار متعین	گفت و شنید:-
رفتار۔ کسی وقت بھی		(i) وہ کب شروع کرے؟
ختم کرنا۔	مکمل۔	(ii) وہ کب مکمل کرے؟
		(iii) کس رفتار سے مواد پڑھایا
		جائے۔
متعلم کیسے کر رہا ہے؟	متعلم کی جانچ کے	کس حد تک۔
(How is the Learner Doing?)	طریقوں کے انتخاب	(i) جانچ کے طریقوں پر متعلم سے
	ذاتی جانچ۔	گفت و شنید کی جائے؟
	کارکردگی کا مکمل یا	(ii) کیا متعلم کی ذاتی جانچ کی
	زیادہ فیڈبک	حاصلہ افزائی کی جائے؟
		(iii) کیا متعلم کو فیڈبک اس طرح
		دیا جائے کہ جیسے وہ استعمال کر سکتا
		ہے؟

(Hours) کے دوران میں کھلا رہتا ہے اور جس میں تعلیمی مواد کی ورائٹی ہوتی ہے یا وہ محض گھر پر پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار مقامی مرکز میں حاضری بھی دے سکتے ہیں۔ یہ آخری ورائٹی "فاصلاتی تعلیم" (Distance Learning) کو زیادہ بہتر خیال کیا جاتا ہے لیکن نئی سیکسیں مثال کے طور پر وہ جنہیں ایم ایس سی (MSC) کا اوپن ٹیک یونٹ (Open Tech Unit) فنڈ میا کرتا ہے۔ بہت کم ہی خالصتاً "فاصلاتی تعلیم" کا استعمال کرتی ہیں۔

سیکسیں زیادہ یا کم اوپن ہوتی ہیں نیز یہ انداز میں اوپن ہوتی ہیں چنانچہ ہمیں درج ذیل سوالات کا جواب دینے کی ضرورت ہوگی۔

- 1- معمول (Client) گروپوں کے لیے کشادگی (Openness) کے کون سے پہلو (Aspects) درکار ہیں؟
- 2- ان پہلوؤں پر سیکم کو کس طرح سے اوپن ہونا چاہیے؟

ان کے جوابات کا انحصار کسی حد تک انتخاب اور فلسفے پر ہے اور کسی حد تک ذرائع (Resources) اور رکاوٹوں پر۔ مختلف سوالات کے جوابات اس کے متعلق نوٹس کی مدد سے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ جدول میں دکھایا گیا ہے۔

جدول

سوالات	اوپن (Open)	کلوزڈ (Closed)	نوٹس (Notes)
کون؟ (Who?)	تمام آنے والے (All Comers)	صرف وہ جن کی خاص	سیکم کے لیے کون موزوں ہے؟
		رسمی تعلیمی حد ہو۔	اوپن داخلے پر کون سی پابندیاں لگائی جائیں گی؟
			یہ پابندیاں متعلم کے مفاد میں ہوں گی یا منہیا کرنے والے (Provided) کی آسانی کے لیے؟
کیوں؟ (Why?)	متعلم کا اپنا فیصلہ	آجر (Employer)	متعلم اپنا انتخاب خود کرنے میں کس
			خود منتخب کرے گا، حد تک آزاد ہے؟
			متعلم کو فیصلے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

مستعمل کی مدد کون کر سکتا ہے؟	مستعمل کی ذاتی معاونین کی مختلف النوع سے انتخاب کرتا ہے	مستعمل کا معاونین کے لیے کوئی انتخاب نہ ہونا / کوئی معاون مہیا نہیں کیا جائے	مستعمل کو کس حد تک کیا جائے؟
(Who Can Help the Learner)	(ٹیوٹر، تربیت کار، استاد، رفقاء کار وغیرہ)	مستعمل کو انتخاب مہیا نہ ہوتا۔	(i) مختلف النوع کی معاونین کی
	ذرائع سے دستیاب ہوتی ہے	مستعمل کو انتخاب مہیا نہ ہوتا۔	(ii) مستعمل کو انتخاب مہیا نہ ہوتا۔
	(مثلاً خط، ٹیلیفون، براہ راست وغیرہ)	مستعمل کو انتخاب مہیا نہ ہوتا۔	(iii) معاونت کو کوئی طریقہ نہ ہوتا (مثلاً خط)
مستعمل آگے کیا کر سکتا ہے؟	کوئی ممکنہ منازل (مثلاً ملازمتیں، کورسز)	مستعمل کو انتخاب مہیا نہ ہوتا۔	مستعمل کو کس حد تک دیگر مواقع مل سکتے ہیں؟
(What Can the Learner do Next?)			

○ سولہ سال کی عمر کے بعد اوپن لرننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اوپن لرننگ کو ایک سافٹ (Sophisticated) معاوناتی نظام کی ضرورت ہوتی ہے یا بہت زیادہ محرکاتی اور نمود پند معاشرتی مہران کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی افراد آئندہ آنے والے سالوں میں اپنی بنیادی معلومات کی مسلسل ترویج سے مستفید ہوں گے۔ مختصر یہ کہ اوپن لرننگ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔

”یہ تعلیم کا ایسا طریقہ ہے جو فرد کو ایسی صلاحیت عطا کرتا ہے کہ وہ مطالعاتی مواد، مطالعاتی طریقہ کار، مطالعے کی طوالت اور مطالعے کے دورانیے کے بارے میں گفت و شنید کرنے کے قابل ہو جائے۔“

مثال کے طور پر برطانوی صنعت نے بنیادی تربیت مہیا کر کے اپنے مد مقابلوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ بات قابل تشویش ہے کہ بنیادی تربیت کبھی ہونی چاہیے اور اس کی خامیوں کو باقاعدہ وقفوں کے ساتھ کیے کیا جائے۔ روزگار نوجوانوں کی تربیت کو طویل العمر سلسلے کی بجائے پیشہ ورانہ معاملے کے طور پر لیا جائے۔ اوپن لرننگ ”ماڈیولز“ کا ایک انتخاب پیش کرتی ہے جو بنیادی مہارتوں سے شروع ہوتا ہے اور عملی عملیوں کو وقت کے عین مطابق ماننے کے لیے انتخاب کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس عمل کے آغاز کے لیے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے۔ جیسا کہ ایک تربیتی سکیم یا رسمی شاگردی / کار آموزی

کا اختتام نہیں ہوتا۔ اگر نئی صنعتوں کو کم مہارت درکار ہو اور ملازمتی معاہدوں کا طریقہ کار ہمہ وقت کی بجائے جزوقتی ہو تو کار جو اب تیس مہارتیں زیادہ سے زیادہ اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک 1990ء کا متوازن وسیع (Liberal) نصاب زیر ملازمت تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے مرتب کیا جائے جو 2002ء کا انفرادی گفت و شنید تربیتی پیچکن جانے گا جسے تربیت حاصل کرنے والے کو ہر طرح کی مدد دینے کے لیے بنایا گیا تاکہ ایک طرف تو وہ اپنی معلومات کی کمی کو پورا کر سکے تاکہ وہ بذات خود کاروبار چلانے کی صلاحیت حاصل کر لے اور دوسرے جانب معاشرتی سوجھ بوجھ بھی حاصل کر سکے۔ مزید آگے نہ بڑھنے والے تعلیمی نظام کو اس انقلاب میں ایک اہم کردار ادا کرنا ہے تاکہ ہم اپنے طلبہ کو یہ کہہ سکیں۔

”خوش آمدید ہم آپ کی موجودہ درکار تربیتی ضروریات کو پورا کرنے والے ہیں لیکن آپ کو یہ بات بھی قبول کرنی چاہیے کہ آپ کو معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ نئی معلومات کے حصول کے لیے ہمیں گاہے گاہے بطور وسیلہ (Resource) استعمال کرنے کی ضرورت کو سیکھنا ہے۔ اسی وجہ سے ہماری موجودہ ٹیکنالوجی جس حد تک اسے مانسکے گی ہماری اپروچ اتنی ہی چلک دار ہوگی اور ہم اسے آپ کی طرز زندگی سے جس حد تک ممکن ہو سکا قریب ترمانے کی کوشش کریں گے۔“

روایتی تعلیمی طریقوں سمیت کوئی بھی کورس اس کی اوپن لرننگ مطابقت کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ ایک ”ٹوٹل اپروچ“ سے مراد مخصوص کلاس روم اکٹھا کرنا یا ایک تعلیمی ورکشاپ کا طریقہ اور ہوم سٹڈی (ٹیک اوے (Take Away) طریقہ ہے۔ اس سے مراد ایک نئے سسٹم کا خاکہ مرتب کرنا اور طلبہ کی انفرادی ضروریات کی نشان دہی کے لیے ذاتی طریقہ کار کی ترویج کرنا ہے نیز مواد کی درست جانچ مہیا کرنا اور ٹیوٹرز کو کورس مہیا کرنے والوں کی کونسلنگ کی اپروچ تیار کرنا ہے۔

اس کا متبادل خوش کن نہیں ہے۔ اس میں تبدیلی پیدا کرنے کی بجائے اس پر رد عمل کا اظہار کرنا ہے۔ سب سے ارزاں ترین قلیل المیعا تربیت پر بقاء کے ایک سلسلے کے پیچ کے ساتھ بعد میں آنے والی زندگی میں عکس کی جاتی ہے جیسے جیسے معاشرہ تبدیل ہوتا ہے اور بے کاری آزدگی کی بجائے معیار بن جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے شالی سمندری تیل کی سرمایہ کاری / آمدنی میں کمی نے بہت سے نوجوانوں کو بے روزگار بنا دیا۔ اسی طرح مستقبل میں دیگر سماجی - اقتصادی ذرائع بھی وقت کی / بے روزگاری کا باعث ہو سکتے ہیں۔

خوش قسمتی سے روایتی نظام میں کچھ ایسا ہے جو باسانی اوپن لرننگ طریقہ کار میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر عملی منصوبوں اور انجینئرنگ ورکشاپوں میں خصوصی شاف / طلبہ کے درمیان تعلقات قائم کر کے، آرٹ لیچررز کو بطور کنسلٹنٹ استعمال کر کے اور تخلیقی مضامین میں منصوبی دریافتی طریقہ کو تنقیدی انداز میں استعمال کرنے کی ہمیشہ سے حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

6.6- شراکتی تدریس (Team Teaching)

شراکتی تدریس کو ٹیم ٹیچنگ بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ لفظ ٹیم سے ہی ظاہر ہے، اس میں تدریس کا کام ایک استاد کی بجائے زیادہ اساتذہ مل جل کر کرتے ہیں۔ ”شراکتی تدریس“ کی تعریف ہم ان الفاظ میں کر سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا طریقہ تدریس ہے جس میں متعدد اساتذہ طلبہ کے تعلیمی پروگراموں کی منصوبہ بندی، پیش کش اور ان کے جائزے میں مل جل کر کام کرتے ہیں۔ کارنو کے نزدیک ٹیچنگ ایک ایسا تدریسی عمل ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ اساتذہ باہمی تعاون اور اصلاح مشورے سے طلبہ کی جماعت کو پڑھاتے ہیں۔ ان کا یہ تدریسی پروگرام یک دہ دار ہوتا ہے۔

شراکتی تدریس کا تصور اگرچہ امریکہ میں بیسویں صدی کے وسط میں ظاہر ہوا تھا مگر پاکستان میں ابھی تک اسے شروع نہیں کیا گیا جس کی کئی مالی اور انتظامی وجوہات ہیں۔ پاکستان میں اس طریقہ کے شروع کرنے میں جو رکاوٹیں درپیش ہیں، وہ الگ بات ہے لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ چونکہ اس میں ایک سے زیادہ ذہن مل کر تعلیمی پروگرام وضع کرتے اور چلاتے ہیں، اس لیے اس کی مدد سے مختلف افراد کی صلاحیتوں کو ایک جگہ جمع کر کے تعلیمی مقاصد کے سلسلے میں استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یوں یہ مختلف تعلیمی مسائل کے حل کے سلسلے میں ایک بہتر اور زیادہ مؤثر طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

○ شراکتی تدریس کے اصول

شراکتی تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے چند بنیادی اصولوں پر عمل کرنا چاہیے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- ٹیم میں شامل اساتذہ کا تعلیمی پس منظر اور دلچسپی طلبہ کے تعلیمی مسائل کے حل میں مدد و معاون ثابت ہونی چاہیے اس لیے اس میں ایسے اساتذہ شامل ہونے چاہئیں جن کی وساطت سے طلبہ کی تعلیمی حالت سدھرنے میں مدد مل سکے۔
- 2- ٹیم میں شامل اساتذہ کی تعداد طلبہ کے تعلیمی مسائل، تعلیمی مقاصد اور تدریسی مواد کو مد نظر رکھ کر مقرر کی جانی چاہیے۔
- 3- چونکہ ٹیم ٹیچنگ میں دو یا دو سے زیادہ اساتذہ ہوتے ہیں، اس لیے وضع شدہ تعلیمی پروگرام اپنی نوعیت کے اعتبار سے خاصا یک دہ دار ہونا چاہیے تاکہ اس میں حسب ضرورت مناسب ترمیم و تبدیلی کی جاسکے۔
- 4- طلبہ میں آزاد مطالعے کا کام استاد کی رہنمائی کے مطابق سرانجام پاتا ہے۔
- 5- اساتذہ کا باہمی تعاون بہت قریبی ہونا چاہیے تاکہ اس طریقے سے تدریسی امور کی انجام دہی میں کوئی دقت یا مشکل نہ پیش آئے۔
- 6- اساتذہ میں تدریسی امور کی تقسیم ان کی باہمی دلچسپیوں، پس منظر اور تعلیمی قابلیت اور پیشہ ورانہ تجربے

کو مد نظر رکھتے ہوئے ہونی چاہیے۔

طلبہ کی گروہ بندی میں خاصی احتیاط سے کام لیا جانا چاہیے تاکہ ناقص گروہ بندی کی صورت میں تعلیمی حرج نہ ہونے پائے۔

○ شراکتی تدریس کی صورتیں

شراکتی تدریس بالعموم تین صورتوں میں وقوع پذیر ہو سکتی ہے جن کا تعلق طلبہ کی گروپ بندی سے ہے۔

1- بڑے گروپ کی صورت میں

بڑے گروپ کی صورت میں شراکتی تدریس کے ذریعے ایسی تکنیکی ترکیبیں استعمال کی جاتی ہیں جو باہمی پیمائش سے متنبی ثابت نہ ہوں۔ اس سے اساتذہ کا وقت اور ان کی توانائی ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔ جب کسی خاص مضمون یا موضوع میں دلچسپی اور کمال رکھنے والے استاد کی طرف سے گروپ کی تدریس ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں طلبہ اس استاد سے اور باقی اساتذہ کی طرف سے حاصل کردہ رہنمائی سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس سے خاص خاص مضامین میں استاد کو مہارت حاصل کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اساتذہ سے تعاون کرنے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے تاہم اگر استاد کی دلچسپیاں مانع نہ ہوں تو وہ کسی خاص مضمون تک محدود رہنے کی بجائے دیگر مضامین اور موضوعات سے بھی آگہی حاصل کر سکتا ہے۔

تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اگر بہت بڑے گروپ کو یا بہت ساری جماعتوں کو کسی ایک گروپ کی شکل میں کسی بہت بڑے ہال میں پڑھایا جائے تو اس سے طلبہ کی سماجی تربیت ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ان میں آج کے بھاگ دوڑ والے اور بھید بھاڑ والے معاشرے میں کامیابی سے رہنے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کے طالب علم کو دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے کے لیے مناسب رویے اور اقدار کی شدید ضرورت ہے۔ بڑے گروپ میں شراکتی تدریس کے ذریعے سے یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

2- چھوٹے گروپ کی صورت میں

طلبہ کے چھوٹے چھوٹے گروپوں کی تدریس کے لیے خاص مہارت اور ہنر مندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شراکتی تدریس کی صورت میں ٹیم کے ہر رکن کے لیے اس قسم کی مہارت کا حصول نہایت ضروری ہے۔ چھوٹے گروپوں کی کامیابی کا بڑا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ بڑے گروپ کی تدریس کے دوران میں طلبہ کو کس حد تک اس مقصد کے لیے تیار کیا جاتا ہے کہ وہ بعض معاملات پر کس چھوٹے گروپ میں بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔

گروپ کا سائز چھوٹا ہونے کی صورت میں ٹیم کے ہر رکن کو ہر طالب علم کی صلاحیتوں، مشکلات، دلچسپیوں اور مسائل کے بارے میں جاننے کا آسانی سے موقع مل سکتا ہے۔

3- آزاد مطالعے کی صورت میں

تعلیم و تدریس میں آزاد مطالعے کی اپنی اہمیت ہے جو طالب علم کی ذہنی اور تعلیمی نشوونما کے لیے بہت ضروری ہے۔ ٹیم ٹیچنگ میں آزاد مطالعہ استاد کی ہدایات کے مطابق ہوتا ہے، نہ کہ طالب علم کی اپنی آزاد مرضی اور منشاء کے مطابق۔ چونکہ استاد اور طالب علم کے سامنے واضح مقاصد موجود ہوتے ہیں، اس لیے ان کے حصول کی خاطر مشترکہ جدوجہد کی جاتی ہے اور طالب علم کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ استاد کی نگرانی میں اپنی دلچسپی کے مطابق آگے بڑھتا جاتا ہے۔ بہترین آزاد مطالعہ وہ ہے جو تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مدد دے، چنانچہ اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ جملہ تعلیمی سازوسامان، تقسیم کتب، پمفلٹ، فلم اور اس قسم کی دوسری امانتیں طالب علم کے تجربات کو بامعنی بنانے کے لیے بوقت ضرورت اسے بلا تامل مہیا کی جائیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ طالب علم کو آزاد مطالعے کے لیے بلا سوچے سمجھے موضوعات یا کام سپرد کر دینا اچھا نہیں۔ اس کی نگرانی کرنا ضروری ہے، البتہ نگرانی میں حسب ضرورت تھوڑی بہت چلک کا ہونا بھی ضروری ہے۔

○ شراکتی تدریس کی منصوبہ بندی

شراکتی تدریس کی منصوبہ بندی میں اساتذہ اور طلبہ کی، یعنی ان دونوں طبقوں کی بھرپور شرکت اشد ضروری ہے۔ صدر معلم اور ارکان اساتذہ کی انفرادی صلاحیتوں، مدارس میں میسر سہولتوں اور طلبہ کے انفرادی اختلافات اور تعلیمی نصاب کو شراکتی منصوبہ بندی میں مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ابتدائی منصوبہ بندی کرتے وقت، ہمارے لیے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دینا ضروری ہے:

- 1- کون سا مضمون یا مضمون کا حصہ بڑے گروپ کی صورت میں بہتر طریقے سے پڑھایا جاسکتا ہے؟
- 2- کون سے مضمون کا حصہ چھوٹے گروپ کی شکل میں باہمی بحث و تحقیق کی صورت میں بہتر طریقے سے پڑھایا جاسکتا ہے؟

3- استاد کے زیر نگرانی آزاد مطالعے کے کیا مقاصد ہیں؟

منصوبہ بندی کے اگلے مرحلے کا تعلق متعلقہ مضمون کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات سے ہے۔

- 1- ٹیم کا کون سا استاد پیشہ ورانہ طور پر اس مضمون کے کس حصے کو بہترین طریقے سے پڑھا سکتا ہے؟
- 2- بحث و تحقیق اور دوسری تعلیمی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی میں اور کون لوگ مدد کر سکتے ہیں؟
- 3- طلبہ کی آزادانہ رہنمائی کے لیے کون کام کرے گا؟

شراکتی تدریس میں منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ طے شدہ پروگرام کے تحت ہفتہ وار اجلاس منعقد کرکے ٹیم میں سے ہر ایک کی تدریسی سرگرمیوں کے بارے میں دوسروں کو مطلع رکھا جائے۔ اس کے علاوہ سرگرمیوں اور ان میں استعمال ہونے والے سازوسامان کی تفصیل اور دوسری معلومات تک ہر رکن کی دستیاب ہونا ضروری ہے۔ منصوبہ بندی کی سطح پر اس امر کا بھی خیال رکھا جائے کہ مدرسے کے منتظمین کے رابطے کی کیا نوعیت ہوگی اور اس میں کون کون سے اہم پہلو توجہ طلب ہیں۔

شراکتی تدریس میں مختلف سرگرمیوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ بہت ضروری ہے، چنانچہ اس کی منصوبہ بندی ہائے مقام، طریقہ کار اور دوسری تفصیلات کا بروقت طے کیا جانا ضروری ہے۔

شراکتی تدریس کا طریقہ کار

شراکتی تدریس کی سب سے بڑی خاصیت اس کی آزادی ہوتی ہے، چنانچہ اس قسم کی تدریس میں کسی قسم کا طریقہ کار اپنانا نہ ہو تو ضروری ہے اور نہ بہتر ہوتا ہے اس لیے اس سلسلے میں یہ کمنا زیادہ بہتر ہوگا کہ تحت تدریسی سرگرمیوں کی نوعیت میں بہت بڑا تنوع پایا جانا ہی اس کا حسن ہے۔ ذیل میں ہم ایک شراکتی تدریس کے طریقہ کار کے ذریعے سے سائنس کے مضمون میں مایکھیوں کی حرکت کے بارے میں تفصیلات پیش کر رہے ہیں۔

اس سکول میں جماعت ششم کے کل چار سیکشن تھے جن میں سے ہر ایک میں 20 سے 25 تک طلبہ زیر تھے۔ پرنسپل صاحب نے کچھ عرصے تک اپنے اساتذہ کے ساتھ کام کر کے ان کی پیشہ ورانہ دلچسپیوں کا جائزہ لیا تھا جو اس قسم کی معلومات فراہم کر رہا تھا کہ ایک استاد سائنس کا ماہر تھا، جب کہ دوسرا تعلیم الصحت کا ماہر تھا اور دو معاشرتی علوم اور تدریس خواندگی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ منصوبہ بندی کے صدر معلم نے ان تمام اساتذہ کا مشترکہ اجلاس بلایا جس میں سب نے سائنس کے موضوع، مایکھیوں کی حرکت کی مناسبت سے سائنس کے استاد کو اپنا ٹیم لیڈر منتخب کر لیا اور سب نے مل جل کر بڑے موضوع کے حوالے سے چھوٹے بڑے عنوانات یا موضوعات کی نشاندہی کی جو مندرجہ ذیل تھے۔

سائنس کے حوالے سے	(الف) ٹھوس، مائع اور گیس کی حالت میں مایکھیوں کی حرکت
	(ب) مایکھیوں کی حرکت پر حرارت کے اثرات
حیات کے حوالے سے	(الف) جسم کے خلیوں میں آکسیجن کا پینچنا
	(ب) لحمیاتی مادے سے خلیوں کی نشوونما کی طرح ہوتی ہے
	(ج) ٹھوس غذا کا ہضم ہونا
خارجی حوالے سے	(الف) ہوا اور پانی کی روؤں سے آب و ہوا پر اثرات

(ب)	معدنیاتی اجزاء کا بہنا
(ج)	آب نکاسی اور آب پاشی
(د)	ہوا اور پانی کی آلودگی
خواندگی کے حوالے سے	چھوٹی چھوٹی کمائیوں کے ذریعے سے بچوں میں زبان وادب کے مطالعے کا شوق

مندرجہ بالا تعلیمی موضوعات کے حوالے سے تدریسی مقاصد کا تعین بھی اساتذہ نے باہمی گفت و شنید کے ذریعے سے کیا اور یہ طے پایا کہ ہر استاد دو لیکچر دے گا اور اس دور ان باقی اساتذہ اپنی تدریس کے سلسلے میں ضروری تیاری کریں گے۔

طلبہ کی کل تعداد ایک سو تھی جنہیں آٹھ گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر استاد نے کم و بیش دس سوالات بنائے تاکہ ہر گروپ ان دس سوالات کی بنیاد پر متعلقہ موضوع پر بحث و تحقیق کا آغاز کرے۔ اساتذہ نے پرنسپل سمیت پیشہ ورانہ دلچسپیوں کے حامل کچھ اور افراد کو بھی شامل کر لیا تاکہ طلبہ کا ہر گروپ ایک استاد کی نگرانی میں آگے بڑھ سکے۔ بڑے گروپ میں مندرجہ بالا چاروں موضوعات پر لیکچر کے فوری بعد طلبہ چھوٹے گروپوں میں تقسیم ہو کر بیس منٹ کے لیے بحث کرتے اور بحث کے بعد اساتذہ پانچ منٹ کے لیے طلبہ کو انفرادی کام تفویض کرتے جسے ہر طالب علم مقررہ اوقات میں لا بھریری میں بیٹھ کر مکمل کرتا اور دو دن کے اندر اندر متعلقہ استاد کو دے دیتا۔

جہاں تک سمعی و بصری اعانتوں کا تعلق ہے، ان میں سے کچھ کو تو انھوں نے سکول ہی میں تیار کر لیا اور کچھ کو بازار سے خرید لیا۔ دوران لیکچر اور ہیڈ پراجیکٹر کو بھی استعمال کیا جاتا اور لیکچر کے خلاصے کی ایک ایک نقل تمام طلبہ کو بھی مینا کر دی جاتی۔ بحث و تحقیق کے دوران میں اٹھائے جانے والے سوالات اور متعلقہ چیزوں کے نام نوٹ کر لیے جاتے اور اس لیکچر کے تین دن بعد بچوں کو خصوصی طور پر ماہر مضمون کے پاس بلایا جاتا اور ان تصورات کی وضاحت کر دی جاتی جن کے بارے میں انھیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔

تدریسی کام مکمل ہونے کے بعد تمام اساتذہ پھر اپنا مشترکہ اجلاس کرتے اور اپنی اپنی تدریسی سرگرمیوں اور کوششوں کا جائزہ لیتے۔ تدریسی سرگرمیوں کے آخر پر جب مجموعی طور پر طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا تو اس سے پتہ چلا کہ شراکتی تدریس کے ذریعے سے پڑھائے گئے طلبہ کی کارکردگی اگرچہ دوسرے طلبہ کے مقابلے میں چنداں بہتر نہ تھی مگر پھر بھی ایک ابتدائی کوشش کے طور پر یہ تجربہ نہایت کامیاب رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اگر انہی خطوط پر پہلے سے بہتر منصوبہ بندی کی جائے اور اس پر بہتر طریقے سے عمل درآمد ہو تو یہ طریقہ تدریس دوسرے طریقوں سے زیادہ کامیاب ثابت ہو سکتا ہے۔ اس نئے طریقے کی وجہ سے طلبہ میں تعلیم و تعلم کے سلسلے میں پہلے سے کہیں زیادہ شوق دیکھنے میں آیا جو اس طریقے کی کامیابی کی سب سے بڑی ضمانت تھی۔

○ شراکتی تدریس کی خوبیاں

شراکتی تدریس کی خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں :

- 1- شراکتی تدریس میں بہت سے اساتذہ مل جل کر پڑھاتے ہیں، اس لیے ان سب کے علم اور تجربے سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔
- 2- اساتذہ میں بہتر سے بہتر طریقے پڑھانے کا شوق بڑھتا ہے اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی تدریس دوسروں کی تدریس سے کسی طرح کم معیار کی نہ ہو۔
- 3- شراکتی تدریس میں مدرسے کے ساز و سامان، عمارت اور دوسری سہولتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔
- 4- مختلف اساتذہ کی وجہ سے طلبہ سبق میں دلچسپی لیتے ہیں۔
- 5- اساتذہ کو باہمی صلاح مشورے کے ذریعے سے ایک دوسرے کی اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے۔
- 6- اساتذہ میں باہمی تعاون فروغ پاتا ہے۔

○ شراکتی تدریس کی راہ میں حائل مشکلات

اگرچہ شراکتی تدریس کے بہت سے فوائد ہیں مگر ابھی تک ہم اسے پاکستان میں نہیں اپنا سکے۔ اس سلسلے میں بہت سی مشکلات حائل ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں :

- 1- بعض اساتذہ شراکتی تدریس میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہیں کر پاتے اور یوں طلبہ کا تعلیمی حرج ہوتا ہے۔
- 2- شراکتی تدریس کی منصوبہ بندی کے لیے بڑے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سینئر اور تجربہ کار اساتذہ نہ ملنے کی صورت میں اس کی منصوبہ بندی نہیں ہو پاتی۔
- 3- ہمارے مدارس میں چونکہ چھوٹے سائز کے کمرے ہیں، اس لیے شراکتی تدریس کی ضروریات پوری نہیں کر پاتے۔
- 4- ہمارے ملک میں اساتذہ قدامت پسند ہیں۔ وہ نئی تدریسی حکمت عملی کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ پرانے طریقے تدریس سے ہی چمٹے رہتے ہیں۔
- 5- چونکہ شراکتی تدریس میں مقابلہ زیادہ اساتذہ اور سمعی و بصری ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اس پر خاصی رقم خرچ آتی ہے۔ ہمارا ملک تعلیم پر خاص حد سے زیادہ خرچ کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے پرانے طریقے تدریس سے ہی کام چلایا جا رہا ہے۔
- 6- چونکہ ہمارے ملک میں تحقیقی کام بہت کم ہوتا ہے، اس لیے تجربات تو یہ ہے کہ بہت سے اساتذہ کو اس تدریسی حکمت عملی کا سرے سے علم ہی نہیں۔

”میرا خیال ہے کہ پورا سبق بہت اچھا رہا۔ پہلے سبق کے مقابلے میں دوسرا سبق زیادہ بہتر طریقے سے پڑھایا گیا۔ مجھے اپنے پڑھانے کی مہارت پر اطمینان ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک دہائی میں جن میں مجھے مزید بہتری لانا ہے۔ پہلی بات یہ کہ میری موجودگی کلاس میں زیادہ موثر طریقے سے محسوس کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ بچوں نے میرے سبق کو انجوائے کیا کیوں کہ جب چھٹی کی گھنٹی بجتی تھی تو اس وقت بھی وہ جلدی جلدی سے بند نہیں کرتے تھے۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ سبق میں ان کی دلچسپی ہوتی تھی۔ طلبہ گروپ مباحثوں اور سبق میں یکساں دلچسپی لیتے تھے۔ طلبہ کی دلچسپی کا اندازہ سبق کے بارے میں پوچھنے سے ان کے سوالات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سبق طلبہ کے ساتھ ساتھ میرے اپنے لیے بھی بہت حوصلہ افزاء تھا کیوں کہ میں نے بہت ہلکے ہلکے انداز میں وقت گزارا۔ ہاں البتہ جن چیزوں کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔“

- 1- چاک بورڈ کا استعمال..... مجھے ہوم ورک بورڈ پر لکھنا چاہیے
- 2- آواز..... مجھے بلند آواز رکھنی چاہیے اور اس میں ڈرامائی عنصر پیدا کرنا چاہیے۔ آواز کو صاف رکھنا چاہیے۔
- 3- رابطہ..... مجھے جوش و جذبے سے طلبہ کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہیے۔
- 4- مثالیں دینا..... مجھے اپنی بات سمجھانے کے لیے نقشے، چارٹ، تصویروں، کارڈز اور اشکال کی مدد حاصل کرنی چاہیے۔
- 5- سوال و جواب..... مجھے کلاس کو کنٹرول کرنے کے لیے طلبہ سے مشکل سوالات نہیں پوچھنا چاہیے۔
- 6- جب کسی طالب علم کا جواب اچھا ہو تو مجھے دھرانا چاہیے۔
- 7- تدریسی اشیاء کی مدد..... مجھے ٹاپ شدہ کارڈز استعمال کرنا چاہیے جو نمونے لفظوں پر مبنی ہوں۔
- 8- کلاس کنٹرول..... جس وقت طلبہ کلاس میں داخل ہوئے تو میں کلاس کے دروازے کے قریب کھڑا تھا جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے کیا سیکھا

- 1- اور ہیڈ پر ارجیکٹر (OHP) پر سبز قلم استعمال نہ کیا جائے۔
- 2- جنرل سوالات کی بجائے موضوع سے متعلق براہ راست سوالات بہتر ہوتے ہیں۔
- 3- ذاتی تجربات اور کلاس روم تجربات کو ملا کر اپنا تجربہ حاصل کریں۔
- 4- کتابیں اور ٹیپ استعمال کریں لیکن انہیں مختصر رکھیں اور کلاس سے فیدبیک حاصل کریں۔
- 5- کلاس کو ہر سرگرمی میں شامل کریں۔
- 6- کلاس میں تنجیدگی کی بجائے ہلکا پھلکا انداز اپنائیں تاکہ کلاس میں ماحول دوستانہ رہے۔
- 7- میٹرل کم استعمال کریں اور کلاس میں ڈرائنگ کریں۔

طلبہ کو کلاس میں پڑھائی کے دوران میں بنائی گئی ویڈیو یا آڈیو ٹیپ دکھائی اور سنائی جائے تاکہ وہ اپنی ان

○ ٹیوٹر اور ٹیم ٹیچنگ تجربہ (Tutors and Planning of the Team-teaching Experience)

آغاز میں ٹیم ٹیچنگ (Team Teaching) کا سلسلہ چلتا تھا جس سے اساتذہ کو اپنے پیشے میں داخل ہونے کے بعد متعارف کروانے کا موقع ملتا تھا۔ کسی بھی کورس کے آغاز میں ہی کم از کم چار طلبہ پر مشتمل ٹیم بنا دی جائے اور انہیں کسی بھی سکول میں کم از کم آدھے دن تک چار ہفتوں کے لیے پڑھانے کا ٹاسک دیا جائے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے سکول واپس آئیں اور مزید دو ہفتے تک تربیت حاصل کریں۔ ماضی میں ٹیم ٹیچنگ کے ذریعے سے پڑھانے کی ابتدائی تربیت دی جاتی تھی۔ جس کے بعد باقاعدہ تربیت کے ذریعے سے وہ پڑھانے میں مہارت حاصل کرتے تھے۔ یہ دونوں قسم کی مہارت اساتذہ کو پڑھائی گئی تھیوری کو عملی شکل میں دیکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

ابتدائی دنوں میں گروپ کو محسوس ہو گا کہ ٹیم کو سادہ ترین شیڈول بنانا چاہیے جس کے ذریعے سے کلاس میں پڑھانے والے استاد کو غور سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔ اس کے بعد گروپ کو کہا جائے کہ وہ پڑھانے والے استاد کا غور مشاہدہ کرے اور دیکھے کہ وہ پڑھانے کی مددگار اشیاء کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ ان میں آواز کا استعمال، تدریسی ہدایات، بورڈ اور اور ہیڈ پر ارجیکٹر (HOP) کا استعمال کلاس روم کا انداز، ٹیچنگ میٹرل، کلاس کا ماحول، کلاس کی فضا میں آسودگی، طلبہ پر کنٹرول اور طلبہ اور استاد کے مابین سوال و جواب کس طرح کیے گئے ہیں۔ دوسرے شیڈول میں استاد کے سبق اور اس میں بتدریج کی جانے والی تبدیلیوں کو نوٹ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ سبق کو کس طرح تیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیم ٹیچنگ کی ویڈیو بنائی جائے اور بعد میں غلطیوں کی نشاندہی کی جائے تاکہ استاد دوبارہ یہ غلطیاں نہ دہرائیں۔

○ طلبہ کو سکول میں تیاری کا موقع دینا (Students Preparing to Teach in School)

سبق تیار کرنے کے لیے طلبہ کو پورا موقع دینا چاہیے کہ جس میں سبق کے مقاصد، سرگرمیاں، سبق کا جائزہ لینے کے طریقے بھی شامل ہوں۔ طلبہ کو وقت سے پہلے اپنا سبق تیار کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے کم از کم بیس طلبہ کے گروپ کو موقع ملنا چاہیے کہ اس کے باہمی روابط فروغ پائیں اور وہ نارمل حالات میں مل جل کر کام کرنا سیکھیں۔ ہر چار چار طلبہ کے گروپ کو دیئے گئے سبق کو پڑھانے کے لیے مل جل کر سوچنا ہو گا اور یہ طے کرنا ہو گا کہ اس سبق کو پڑھانے سے وہ کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

○ طلبہ کے لیے سکول میں ابتدائی مہارت حاصل کرنا

(Students Acquiring Initial Teaching Skills in School)

اس تجربے کے دوران میں ہر طالب علم سے کہا جائے کہ سکول میں جو سبق پڑھانے کا تجربہ انہیں ہوا ہے اس کی ایک تجزیاتی رپورٹ تیار کریں جب کہ سبق کی تجزیاتی رپورٹ تیار کرنے کا کام دیا جائے۔ یہ تجزیاتی رپورٹ اس طرح سے لکھی جاسکتی ہے۔

خامیوں کو دیکھ سکیں جو انھوں نے پڑھانے کے دوران میں کی ہیں۔ اس سے طلبہ کو حوصلہ ملتا ہے اور ان کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ پڑھانے کے دوران میں اپنی ہدایات اور اقدار کی پاسداری کرنی چاہیے تاکہ طلبہ اپنی روایات سے آگہی حاصل کر سکیں۔

طلبہ کو کہا جائے کہ وہ اپنی تجزیاتی رپورٹیں لکھیں کیوں کہ گروہ میں کام کرنا نہایت فائدہ مند اور تخلیقی ہوتا ہے اور اس کا استاد اور طالب علم دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ استاد طلبہ کے ہر کام میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اور طالب علم استاد کے ساتھ مل کر خود کام کرنے اور تخلیقی آئیڈیاز کو استعمال کر کے اچھے نتائج دیتا ہے۔ استاد طلبہ سے گفتگو کرتے ہوئے ہر طالب علم کے پاس انفرادی طور پر پڑھاتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ اس طرح استاد طلبہ کو ان کے کام کو بہتر کرنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ یہ ایک مثبت تجربہ ہے۔ گروپ میں کام کرنے کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک طالب علم دوسرے کو کام کرتے دیکھتا ہے اور اس کے طریقہ کار سے سیکھتا ہے۔ اس سے اسے اپنی غلطیوں کا اندازہ ہوتا رہتا ہے۔ گروپ میں کام کرنے سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ گروپ مختلف مذہبی اور تہذیبی افراد پر مشتمل ہوتا ہے لہذا مختلف نظریات کی سمجھ آتی ہے۔ ٹیم میں کام کرنے سے گروپ کے ارکان ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے ہیں اور اس طرح بہتر نتائج ملتے ہیں۔

6.7- طریقہ مباحثہ (Discussion Method)

موجودہ دور میں تدریس کے ایسے طریقوں پر زور دیا جاتا ہے جن سے کہ کلاس روم کے کام میں طلبہ کی آزادانہ اور فطری طور پر شمولیت ہو سکے۔ طریقہ مباحثہ اسی طرح کا ایک طریقہ تدریس ہے۔ یہ ایک جمہوری اور شوں پر منحصر طریقہ ہے اور اس کے ذریعے سے آموزش بھی زیادہ ہوتی ہے۔

مباحثہ یا مذاکرے میں ایک گروپ کے ارکان کسی باہمی دلچسپی کے موضوع پر یا کسی مشترک مسئلے پر اپنی رائے اور خیالات کا اظہار، ایک زیادہ صلاحیت والے رکن کی قیادت میں کرتے ہیں۔ مباحثہ اور مطالعے اور تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ مواد کا انتخاب کر کے اسے منظم کیا جاتا ہے۔ مباحثہ یا مذاکرہ دوسروں سے تبادلہ خیال کرنے کا ایک اہم سماجی فن ہے۔

○ طریقہ مباحثہ کے مرحلے

طریقہ مباحثہ اپنانے میں استاد اور طلبہ کو کافی پلاننگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس عمل میں تین مرحلے ہوتے ہیں جن سے ذیل میں بحث کی گئی ہے:

1- تیاری

مباحثے کے لیے طے کیے گئے موضوع یا مسئلے کو دھیان میں رکھ کر موزوں کتابیں پمفلٹ، رسالے اور اخبار منتخب کرنے چاہئیں۔ ان کا انتخاب کرنے کے بعد یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ ان حوالوں کے کون سے حصوں کا مطالعہ کرنا ہے۔ مطالعہ کرتے وقت اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ اس کے ذریعے سے موضوع کا ایک خاکہ ذہن میں آجائے اور اس بنیاد پر خیالات کو منظم اور منطقی ترتیب دی جاسکے۔ ایسا کرنے سے پورا موضوع واضح ہو جاتا ہے اور اعتماد کے ساتھ مباحثے میں حصہ لیا جاسکتا ہے۔

2- مباحثہ
مباحثے کے لیے کلاس روم کو صحیح ڈھنگ سے منظم کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ مباحثے کے لیے ضروری ساز و سامان میا کر لیے گئے ہیں۔ ایک اوقات نامہ بھی مان لینا چاہیے۔ طلبہ کو طریق کار کے بارے میں تفصیلات بتادی جانی چاہیے۔ مثلاً طلبہ کو بتانا چاہیے کہ انھیں دوسروں کی باتیں صبر و سکون کے ساتھ سننا ہے، بلا ضرورت سوالات نہیں پوچھنے ہیں، دوسروں کو بولنے کا موقع دینا چاہیے۔ انھیں شائستہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ انھیں صاف بولنا چاہیے اور بولنے میں آسان الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ وضاحت کے لیے ممکن ہو نوٹشوں، گراف، خاکوں اور تصاویر کا استعمال بھی کرنا چاہیے۔ شہریاتی مواد تب ہی استعمال کیا جائے جب کہ وہ مباحثے کے لیے واقعی مفید ہو۔

استاد کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ متعلقہ پہلو ہی مباحثے میں زیر بحث آئیں اور مصدقہ حقائق کی بنا پر نتائج اخذ کیے جائیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد رک کر بحث میں پیش کیے گئے خاص خاص نکات کو تختہ تحریر پر لکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح صحیح ڈھنگ سے مباحثہ آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

3- مباحثے کا جائزہ

مباحثے میں شرکت کرنے والے ہر طالب علم کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہاں تک مباحثے کے ذریعے سے اس کی معلومات میں اضافہ ہوا ہے، اس کے خیالات اور رویوں میں کون سی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس کی دلچسپیوں میں کیا اضافہ ہوا وغیرہ۔ اس طرح جائزہ لینے میں یہ جاننا ہوتا ہے کہ مباحثے کے ذریعے سے طلبہ میں کرداری تبدیلیاں رونما ہوتی ہے؟

○ مباحثے کی اقسام

مباحثے کی دو بنیادی اقسام ہوتی ہیں۔

1- بے ساختہ مباحثہ

بے ساختہ مباحثہ عام طور پر طلبہ کے ان سوالات کا نتیجہ ہوتا ہے جو کہ وہ زیر مطالعہ موضوع سے متعلق باحالیہ حالات کے بارے میں کرتے ہیں۔ طلبہ میں متعلقہ موضوعات کے بارے میں سمجھ بوجھ پیدا کرنے کا یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ اس میں واقعات کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور انہیں حقیقی زندگی کے حالات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ استاد کو چاہیے کہ اس طرح کے سوالات کا خیر مقدم کرے لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ مباحثے میں اتنا ہی وقت صرف کیا جائے جتنا کہ ضروری ہے اور جو عمل آموزش میں مددگار ہو۔

2- منظم مباحثہ

اس طرح کا مباحثہ کسی موضوع کا مطالعہ کرنے کے لیے یا تحقیق کرنے کے لیے یا تفویض دینے کے لیے منظم کیا جاتا ہے اس میں استاد ایک طالب علم یا کئی طلبہ کو موضوع زیر بحث پر رپورٹ پیش کرنے کو کہتا ہے اور اس رپورٹ پر بحث کی جاتی ہے۔ اس طرح کے مباحثے میں مذاکرہ، سمپوزیم، پینل، رائٹڈ ٹیبل

جیسی ترکیب کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

○ طریقہ مباحثہ کی خوبیاں

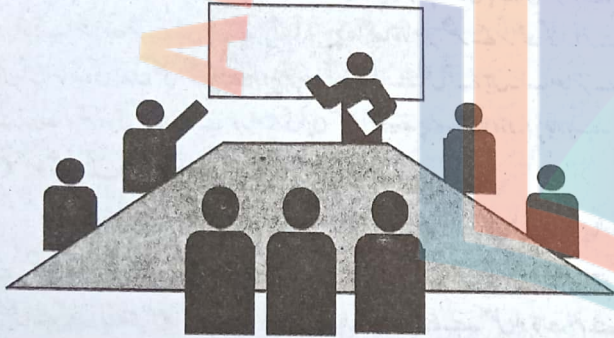
- 1- مضمون کے مواد کی نوعیت کے مطابق اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- 2- یہ طریقہ طلبہ کی رہائی طور سے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے۔
- 3- اس طریقے سے طلبہ میں غور و فکر کرنے، تجزیہ کرنے اور نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے۔
- 4- اس طریقے کے استعمال سے طلبہ میں معروضی نقطہ نظر کی ترقی ہوتی ہے۔
- 5- طلبہ میں بغور سننے اور سمجھنے کی عادت پڑتی ہے۔
- 6- طلبہ مختلف حوالوں سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
- 7- طلبہ میں خود اعتمادی اور اس کے خیالات میں توازن پیدا ہوتا ہے۔
- 8- طلبہ میں شائستگی آتی ہے اور وہ تعاون کرنا سیکھتے ہیں۔
- 9- طلبہ کو قیادت کی تربیت ملتی ہے۔
- 10- استاد اور طلبہ کے باہمی تعاون کے زیادہ مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

○ طریقہ مباحثہ کی خامیاں

- 1- طریقہ مباحثہ میں چند تیز طلبہ کے غالب ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔
- 2- مباحثہ کرنے میں اکثر طلبہ اصل موضوع سے ہٹ جاتے ہیں اور اس طرح تفسیر کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔
- 3- اس طریقے کے استعمال میں زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔
- 4- اس طریقے کا استعمال سیکھنے سکھانے کی ہر ایک صورت حال میں نہیں کیا جاسکتا۔
- 5- کلاس کے ارکان نے انفرادی طور پر کیا کچھ سیکھا ہے، اس کا جائزہ لینا مشکل ہے۔

○ ہدایات

- 1- اس طریقے کو استعمال کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کی طرف دھیان دینا چاہیے :-
- 1- مباحثہ کے لیے موضوع کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ یہ نہ تو بہت آسان ہونا چاہیے اور نہ ہی بہت تکنیکی اور مشکل۔
- 2- مباحثہ شروع ہونے سے پہلے طلبہ کو اس کے طریق کار کی تفصیلات بتادینی چاہیے۔
- 3- استاد اور مباحثہ کی قیادت کرنے والے طالب علم یا طلبہ کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ گروپ کے ارکان کی صلاحیتوں کا پورا استعمال کیا جائے۔
- 4- یہ امر یقینی بنانا چاہیے کہ مباحثہ میں زیادہ سے زیادہ طلبہ حصہ لیتے ہیں۔
- 5- مباحثہ میں حصہ لینے کے لیے کمزور طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔
- 6- مباحثہ کے دوران میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ طلبہ موضوع سے ہٹ تو نہیں رہے۔
- 7- متنازعہ نقطہ باتوں کو واضح کرنے کی ذمہ داری استاد کو خود لینی چاہیے۔
- 8- استاد کو مباحثہ کے ہر مرحلے پر اس کے ذریعے سے حاصل ہونے والے مقاصد کو دھیان میں رکھنا چاہیے۔



معلمانہ استعدادیں اور ایجوکیشنل ٹیکنالوجی کا کردار
(Teacher Competencies and Role of Educational Technology)

استاد ایک ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو پڑھنے والوں کو پڑھنے میں مدد دے اور ان کے ساتھ سنے اور منفرد انداز کے ساتھ برتاؤ کرے لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے کون سے افراد ہیں جو اس تعریف کے زمرے میں نہیں آتے؟ والدین، پیئر ڈائریکٹرز؟ ڈرل سارجنٹ، بوائے سکاؤٹ لیڈر حالانکہ کسی نہ کسی طور پر یہ بھی پڑھانے کے عمل میں شامل ہیں۔

یہاں ہم لفظ استاد کو اصطلاحاً ایسے شخص کے لیے مخصوص کرتے ہیں جس کا پیشہ اور نوکری ہی دوسروں کو پڑھنے میں مدد دینا ہے کیوں کہ ہر معاشرے میں تعلیم کی اہمیت مسلمہ ہے لہذا کوئی بھی معاشرہ تعلیم کو اہمیت دینے سے گریز نہیں کرتا۔ اس مقصد کے لیے ہر معاشرے میں سکول قائم کیے جاتے ہیں جہاں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان سکولوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اسے نصاب کہا جاتا ہے۔ ہر معاشرہ اس نصاب کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کی خدمات حاصل کرتا ہے۔

7.1۔ استعداد معلم (Teacher Competence)

جدید دور میں آجانے کے باوجود اساتذہ کو خود بھی روایتی طور پر سکول جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دور تھا جب استاد معاشرے میں غریب کم آمدنی والا پڑھا کھا اور صبر شکر کے ساتھ گزارا کرتے والا شخص تھا لیکن آج اساتذہ کی آمدن بھی اچھی ہے اور وہ غربت کی زندگی سے نکل آئے ہیں۔ اب معاشرے میں استاد کے لیے تربیت کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور استاد کی اپنی تعلیمی قابلیت پر بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔

○ موثر ٹیچنگ (Effective Teaching)

کالج سے ڈگری حاصل کرنے کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ڈگری کا حامل شخص اچھا اور موثر استاد بھی ہے۔ لیکن موثر استاد کون ہے؟ اور اچھا استاد کون ہے؟ کیا یہ دونوں ایک ہی ہیں؟ اچھے استاد کی تعریف کرنا مشکل ہے کیوں کہ لفظ ”اچھا“ اپنے اندر بہت سی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ بعض اوقات ہم جسے اچھا استاد نہیں سمجھ رہے ہوتے طلبہ اس سے بہت مطمئن ہوتے ہیں، ایک استاد ہے جو کلاس کو بہت زیادہ ڈسپلن میں رکھتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں دوسرا استاد ہے جو طلبہ کو زیادہ آزادی دیتا ہے۔ ماہرین پہلے والے استاد کو اچھا استاد کہتے ہیں۔

○ استاد کی صلاحیت کے اہم پہلو (General Areas of Teacher Competence)

ماہر تعلیم بی او سمٹھ (B.O Smith) کا کہنا ہے کہ ایک اچھے اور تربیت یافتہ استاد کو مندرجہ ذیل چار خوبیوں کا حامل ہونا چاہیے۔

- (الف) پڑھنے اور انسانی رویے کے بارے میں بنیادی تھیوری نالج اور اس پر دسترس۔
- (ب) ایسے رویے کا اظہار جو نہ صرف دوسروں کو پڑھنے پر مجبور کریں بلکہ اس کے ساتھ اچھے روابط بھی پیدا ہوں۔
- (ج) پڑھانے جانے والے مضمون میں مہارت اور اس کے بارے میں مکمل اور بھرپور نالج۔
- (د) پڑھانے کے تکنیکی طریقوں پر عبور حاصل ہونا جس کے باعث پڑھانے میں مدد ملے۔
- (الف) ایک غرض سے تعلیم کے بارے میں یہ تنقید سننے کو مل رہی ہے کہ یہ روایتی طریقوں سے دی جارہی ہے کیوں کہ روایتی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے لہذا انفرادی، معاشرتی حوالوں سے اساتذہ کوئی نئے طریقے بھی بتائے جارہے ہیں تاکہ استاد کلاس میں جدید طریقوں سے پڑھا سکے۔

جدید طریقوں کے حوالے سے اساتذہ کے سامنے جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جو طریقہ انہیں بتایا جا رہا ہے وہ قابل عمل نہیں ہے بلکہ وہ ان تھیوریز (Theories) کو اس جگہ پر عملی طور پر استعمال کرنے کا ہنر نہیں جانتے جہاں وہ ان کی مدد سے مسائل کو حل کر سکیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انہیں اتنے مواقع ہی نہیں ملتے کہ وہ اپنی نالج کو اپلائی کر سکیں اور اسے تھیوری سے پریکٹیکل کی شکل دے سکیں۔ کسی بھی موضوع کو یا مضمون کو پڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مناسب دھرائی (Rein force ment) بھی ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ کلاس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے کے لیے استاد کو کلاس میں طلبہ کو نام لے کر پکارنا چاہیے یا پڑھایا جانے والا مضمون دھرا نا چاہیے۔

کیوں کہ تھیوری کی نالج کے ذریعے سے استاد حالات کی وضاحت کر سکتا ہے اور مسائل کو حل کر سکتا ہے لہذا درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے انسانی رویوں سے متعلق تھیوری اور تصورات کو بھی اپلائی کرنا چاہیے لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے بہتر سوچ و جھ پریکٹس اور کالج یونیورسٹی کے پروفیسروں کی جانب سے فیڈبک ملنا بھی ضروری ہے۔ صرف روایتی تربیت حاصل کر لینے سے مہارت پیدا نہیں ہوتی بلکہ یہ نوزدگی بھر ساتھ چلنے والا عمل ہے جس کے دوران میں روایتی تربیت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ زندگی میں ذاتی صلاحیتوں کو بھی بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) موثر تدریسی صلاحیت کے حوالے سے دوسرے شعبے سے اس کا تعلق بہت حد تک رجحان سے ہے۔ رجحان و میلان ایک ایسی سوچ کو کہتے ہیں جس کے زیر اثر کوئی بھی شخص دوسرے کے ساتھ مثبت یا منفی رویہ اختیار کرتا ہے۔ اکثر تدریسی ماہرین کا خیال ہے کہ پڑھانے کے لیے سب سے اہم چیز رجحان و میلان ہے۔ ہمارے رجحانات کا ہماری روزمرہ زندگی پر براہ راست اثر ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد پر ہم دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے زیر اثر ہم دوسرے سے معاملات کرتے ہیں۔

تدریسی کردار (Teaching Behaviour) پر اثر انداز ہونے والے بڑے عناصر مندرجہ ذیل ہیں۔

- (i) استاد کا خود اپنے بارے میں رویہ (Teacher's Attitudes Towards Themselves)
- (ii) استاد کا بچوں کے بارے میں رویہ (Teacher's Attitudes Towards Children)

- (iii) استاد کا والدین کے بارے میں رویہ (Teacher's Attitudes Towards Parents)
(iv) استاد کا مضمون کے بارے میں رجحان (Teacher's Attitudes Towards Subject)

I- استاد کا خود اپنے بارے میں رویہ

ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے اپنے جذبات پر قابو نہیں ہے اس میں دوسروں کی عزت کرنے اور دوسروں کے جذبات کا احترام کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہوتا۔ اگر ایک استاد اپنے طلبہ کے جذبات کو سمجھنا یا ان کی سوچ کا احترام کرتا ہے تو وہ اپنی سوچ اور جذبات کو سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اکثر کالج اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے طلبہ کے ساتھ مشاورتی نشستوں (Counselling) کا اہتمام کرتے ہیں۔

II- استاد کا بچوں کے بارے میں رویہ

بعض اوقات اساتذہ طلبہ اور بچوں کے بارے میں ایسے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، جو ان کے تدریسی عمل پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے، خاص طلبہ کو شدت سے پسند کرنے یا ناپسند کرنے سے کسی خاص طبقے کے طلبہ کے بارے میں مخالفانہ رویہ، غریب بچوں کے پڑھنے کی کمزوری یا طلبہ کی خاص رویے کے بارے میں شدید نفرت کا اظہار یہ سب مل جل کر تدریسی عمل کی اثر انگیزی کو متاثر کرتے ہیں۔ اگر استاد اپنے طلبہ پر براہ توجہ دے اور ہر طالب علم میں یہ احساس پیدا کرے کہ وہ اس کے لیے نہایت اہم ہے تو ایسے طالب علم زیادہ متاثر کن نتائج دیں گے۔

III- استاد کا رویہ والدین کے بارے میں

استاد کلاس روم میں تنہا نہیں رہ سکتا۔ اسے ہر حالت میں سکول انتظامیہ اپنے ساتھ اساتذہ اور والدین کے ساتھ میل جول رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ بچوں کے ساتھ براہ تازہ کرتے ہوئے متاثر ہو سکتے ہیں لیکن بڑوں کے ساتھ فنی رویہ اختیار کرنے کے باعث ان کی پیشہ ورانہ زندگی کا مافیہ سے ہمکنار نہیں ہوتی۔ یہ بہت کم ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کے سب لوگوں کے ساتھ ایک سے تعلقات ہوں۔

IV- استاد کا رویہ مضمون کے بارے میں

اس شعبے میں نہایت مختصر لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ استاد کا جوش و جذبہ ہوتا ہے جو اسے کوئی مضمون پڑھانے کے لیے کامیاب استاد ثابت کرتا ہے، جیسا کہ طالب علم استاد کے رویے کو بہت باریک بینی سے دیکھتے ہیں تو وہیں طلبہ مضمون پر استاد کی گرفت اور مہارت کو بھی نوٹ کرتے ہیں۔ جو استاد اپنے پڑھائے جانے والے مضمون کی معلومات میں کمزور ہوں گے وہ اس بات کو یقین سے سمجھ لیں کہ ان کے طلبہ بھی اس

مضمون میں بہت کم دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنے والی ہے کہ اگر آپ مضمون پر گرفت نہیں کریں گے تو آپ کے طلبہ میں بھی اس مضمون کو پڑھنے کے حوصلے سے جوش و جذبہ پیدا نہیں ہوگا۔
(ج) مضمون پر مہارت ہر استاد کی بنیادی ضرورت ہے لیکن اس مقصد کے لیے ہیا لوجی، ریاضی یا تاریخ کے مضامین کے لیے سے ہی مہارت پیدا نہیں ہوتی۔ استاد کی تیاری میں خاص طور پر دو باتیں اہم ہوتی ہیں۔ پہلی بات مضمون کو پڑھنا اور اس کی تیاری دوسرا مضمون میں وہ چیزیں لینا جو نہ صرف طلبہ کے علم میں اضافہ کرنے کا باعث ہوں بلکہ استاد انھیں آسانی سے طلبہ میں منتقل بھی کر سکے۔
(د) چوتھی چیز جو تدریسی مہارت میں نہایت فعال کردار ادا کرتی ہے وہ ہے اچھی شہرت اور نیک نامی۔ یہ نہایت ضروری ہے چاہے استاد کی طلبہ میں اچھی شہرت ہی کیوں نہ ہو۔ تدریسی تربیت کے دوران میں اس کے حصول پر بہت زور دیا جاتا ہے۔

7.2- تدریسی مہارتیں (Teaching Skills)

○ شخصی مرکزیت کا تصور (The Person Centred Approach)

استاد کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے مضمون میں مہارت پیدا کرے۔ عام لوگوں کے ٹچنگ کے پیش میں نہ آنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں بچوں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ براہ تازہ کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں۔
ابلاغ کے طریقے یکساں نہیں ہیں بلکہ یہ چند مخصوص اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ہم ابلاغ کے بارے میں جتنی معلومات حاصل کریں گے اتنا ہی ہم اپنی مہارت کو بڑھا سکیں گے۔ آج کل ابلاغ کے سلسلے میں مشاورتی نشستوں کو بہترین طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

ایڈمک ٹریننگ اور ذاتی تجربات سے حاصل ہونے والی مہارت میں بہت فرق ہے کیوں کہ ذاتی تجربے کے بعد انسانی علم میں اپنے شعور اور علم سے اضافہ ہوتا ہے۔ ابلاغ کی صلاحیت قدرت کی دین ہوتی ہے لیکن ان میں کوشش اور محنت کے ذریعے سے اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

کارل راجرز اور شخصی مرکزیت کا تصور (Carl Rogers & Person Centre Approach)

ایک امریکی ماہر نفسیات کارل راجرز (1902-1987) نے مشاورت کنندہ (Counsellors) کے لیے چند ایسی خصوصیات اور مہارتوں کا احاطہ کیا ہے جو انھیں نفسیاتی علاج کے دوران میں بہت کام دے سکتی ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک طریقہ اختیار کیا جسے آج کل ”شخصی مرکزیت“ کا طریقہ کہتے ہیں اور اس طریقے سے بہت سے فوائد بھی ہوتے ہیں۔ راجرز کے مطابق شخصی مرکزیت کے طریقے میں مریض کو ہر طرح کی انسانی سرگرمیوں کا محور و مرکز بنالیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے سے اس کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کر لیا جاتا ہے جو آگے چل کر اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

ہم تک پہنچتی ہے۔ بچپن میں ہم اپنی شناخت اور اپنی حیثیت کا اندازہ اپنے بزرگوں کی جانب سے ملنے والی توجہ سے لگاتے ہیں۔ بزرگ اپنے تجربے سے ہمیں بتاتے ہیں کہ کیا اچھا اور کیا برا۔ مثال کے طور پر وہ ہمیں کہتے ہیں کہ اگر تم کچھ نہیں کرتے تو تم انتہائی ست اور نالائق ہو یا بار بار سوالات کرنا بری عادت ہے۔ جب اقدار اس طرح نسل در نسل منتقل ہوں گی تو بچے اس سے یہ مطلب لیں گے کہ زندگی گزارنے کے چند گنے ہندھے اصول ہیں۔ جب بزرگ کہتے ہیں کہ ”جینو مت یہ شرارت اور بد تمیزی کے زمرے میں آتا ہے“ تو اس سے وہ خود امن اور سکون چاہتے ہیں لیکن اس طرح کی ڈانٹ ڈپٹ کا مقصد اپنی ذات کی تسکینی ہوتا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ ”پلیز کہیں اور جا کر شور مچاؤ“ تو یہ ایک مثبت انداز ہو گا۔ اس سے بچے کی نفسیات بھی مجروح نہیں ہوگی اور سبب بھی قائم رہے گا۔

اگر بچے کو سزا، الزامات یا شرمندہ کرنے کے ماحول کا سامنا ہو تو اس کی ذاتی صلاحیتیں کھل کر سامنے نہیں آتی ہیں اور وہ عدم اعتمادی اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر انھیں کہا جائے کہ ”بے وقوفی کی باتیں بند کرو“ یا ”لاچی مت بو“ تو اس تنقید کو وہ اپنی شخصی نشوونما میں رکاوٹ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور جب موقع آتا ہے تو وہ نامل زندگی میں بھی اپنی بات اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔

ہم میں سے ہر شخص یہ بات واضح طور پر محسوس کر سکتا ہے کہ یہ تمام تجربات ہماری اپنی زندگی کے ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ ہماری نشوونما میں بزرگوں کے کردار اور رویے کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے اور جب ہم خود بزرگ بن جاتے ہیں تو ہم اپنی عادت کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھتے ہیں اور یوں یہ تسلسل چلتا رہتا ہے۔ ہم اپنی زندگی میں تنقید سے بچنے کے لیے ہمیشہ تحفظ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ایک وقت ہوتا کہ جب انسان اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کر لیتا ہے لیکن جب ہم ورثے میں ملنے والی اقدار (Intro-jected Values) کو لے کر چلتے ہیں تو پھر اس قسم کی صورت حال پیدا نہیں ہوتی۔ اگر ہم ورثے میں ملنے والی تعداد میں تبدیلیاں پیدا نہیں کریں گے تو ہم بار بار ایک ہی قسم کی غلطیاں دہراتے چلے جائیں گے۔

”دوران تربیت اپنے آپ سے یہ سوال ضرور پوچھیں۔ میرے اندر ورثے میں ملنے والی اقدار کون سی ہیں؟ میں اپنے بارے میں کن باتوں کو اچھا سمجھتا ہوں؟ یا میری شخصیت کے ساتھ کون سی باتیں میل نہیں کھاتی ہیں؟ مثال کے طور پر گندے بچے ذہین نہیں ہوتے۔“

ہم دوسروں کے ساتھ جس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ بعض اوقات ہماری ورثے میں ملنے والی اقدار کے منافی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دو اساتذہ کا کٹھن ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونا۔ ان میں سے ایک کا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اپنے فوری سبق کی تیاری کے لیے بالکل تھوڑا سا وقت ملا اور اگر اس صورت حال میں ان کے رفقاء انھیں سمجھانے کی کوشش کریں گے تو وہ خود کو بھرم محسوس کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ کام کی زیادتی کی شکایت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی شکایت کرتے نظر آئیں۔ اس کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنے طلبہ کے ساتھ برا سلوک کریں۔

اس سلسلے میں انھوں نے جان بوجھ کر لفظ ”مشاورت کنندہ (Counsellor) استعمال کیا اور ماہر نفسیات کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اسی طرح مریض کے لیے لفظ ”گاہک“ یعنی کلائنٹ (Client) استعمال کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس طریقے سے دونوں جانب اختیارات کا توازن برقرار رہے اور ایک دوسرے پر حاوی نہ ہو سکے لیکن آج کل اس لفظ کو غلط استعمال کیا جا رہا ہے اور ہر اس شخص کو کونسلر کہا جا رہا ہے جو کسی پیشہ ورانہ زندگی میں مشاورت کرے یا مسائل حل کرے۔ یہاں ایک بات ذہن میں رکھنے والی ہے کہ مشاورتی مہارت سیکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کے بعد کونسلر میں بن جائے بلکہ اس کا مطلب ہو تا ہے کہ مہارت پیدا کرنا۔

شخصی مرکزیت کا بنیادی نقطہ کسی بھی شخص کی ذاتی عزت ہوتی ہے۔ اس طرح سے اس شخص کی ذاتی اہلیت اور اس کی اقدار بھی اہم ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ادارہ شخصی مرکزیت پر قائم ہے اور وہ انسانوں کی فلاح کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ لوگ اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں تو پھر ان پر اعتماد بھی کیا جائے اور ان کا احترام بھی کیا جائے۔ عام ادارے جو ہمارے لیے کام کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عام لوگوں کے مقابلے میں ماہرین معاملے کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جیسے جیسے ادارے پھل پھول کر بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے فیصلہ کرنے والے افراد اس حقیقت کو بھولتے جاتے ہیں کہ ان کے صارفین اور لوگوں کی ضروریات کیا ہیں۔

شخصی مرکزیت کا طریقہ ایک ایسا ماڈل ہے جو حکام اور اداروں پر اس لیے اپنایا گیا جاسکتا ہے کہ وہ زیادہ چمک دار اور صارفین دوست ہو جائیں۔ جیسے جیسے لوگ پرانے اور قدیم طریقوں پر عمل کریں گے اور فلیٹ بینجمنٹ کو اپنائیں گے تو پوری کمپنی کے افراد فیصلے کرنے میں شامل ہوں گے لیکن اس کے برعکس اگر لوگوں کی عزت ہوگی اور انھیں آپ کے کیے ہوئے فیصلوں پر اعتماد ہو گا تو وہ خود بھی ذمہ داری سے ہر کام کریں گے۔ اس سے اس آئیڈیا کو بھی فروغ ملتا ہے کہ لوگوں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یا دوسرے لفظوں میں ان میں سے ہی کسی کو لیڈر تسلیم کرنا پڑتا ہے جس کی بنیاد پر بڑے بڑے فیصلے ہوتے ہیں۔ لیکن چند لوگوں کو دوسروں پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ سمجھتے ہیں کہ دوسرا شخص اس طرح سے کام نہیں کر سکتا جس طرح وہ خود کر سکتے ہیں۔

لوگوں کی عدم تسلی تبدیلی کی متقاضی ہوتی ہے۔ تبدیلی کو بڑی وضاحت کے ساتھ چلڈر نرائٹ 1992ء میں بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق جب بھی بچوں کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جائے تو بچوں سے اس کے بارے میں رائے ضروری جائے۔ اگر سکول میں زیادہ اچھا ماحول دینا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ یہ تبدیلیاں کیوں ہوئی ہیں۔

اندرونی جذبہ (Internal Motivation)

کارل راجرز نے ان اقدار اور خیالات پر غور کیا جن کے زیر اثر ہم زندگی گزارتے ہیں جو نسل در نسل

منفی جذبہ (Hidden Motivation)

ہمیں ورثے میں ملنے والی اقدار کا ابلاغ ہم پر شعور کے دروازے کھولتی ہیں اور اسی کی مدد سے ہم اپنے جذبات کو پروان چڑھاتے ہیں۔ جب ہم ابلاغ کر رہے ہوتے ہیں تو لفظوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر باڈی لینگویج چہرے کے اثرات آواز کا زیر و بم وغیرہ۔ بعض اوقات ہمیں اختیار ہی نہیں ہوتا کہ ہم کئی قسم کے منفی بیانات نہ صرف دے رہے ہوتے ہیں بلکہ وصول بھی کر رہے ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ خاموش زبان لفظوں سے زیادہ موثر ابلاغ کا کام کرتی ہے لیکن روزمرہ زندگی میں ہم ابلاغ میں زبان و بیان اور چہرے کے تاثرات پر زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں اور اسی سے ہمیں دوسروں کے عزائم کا علم ہوتا ہے۔

بنیادی حالات (The Core Conditions)

کارل راجرز کا خیال ہے کہ کسی بھی شخص کے لیے اپنی وراثتی اقدار کو سمجھنے کے لیے خاص ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان حالات کو بنیادی حالات کا نام دیا گیا ہے۔ راجرز کا خیال ہے کہ ان کو سمجھے بغیر کسی بھی انسان میں مثبت تبدیلیاں ناممکن نہیں کیوں کہ یہ ضروری ہیں کہ لہذا یہ مطلوب بھی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ذاتی تجربوں سے انسان سیکھتا ہے۔

یہ حالات ایک استاد کے لیے نہایت اہمیت کے حامل ہیں خاص طور پر وہ استاد جو اپنے طلبہ کے لیے اعتماد کی فضا پیدا کرنا چاہتا ہو اور اس کا مقصد موثر ابلاغ اور ذاتی شخصیت کی تعمیر ہو۔

ہمدردی (Empathy)

دوسروں کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں ان تمام معاملات کی سمجھ بوجھ ہو جن کی بنیاد پر ہم ایک دوسرے کے ساتھ میل جول بڑھاتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اس بات پر یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی بھی شخص اکیلا تمام حقائق سے واقف نہیں ہو سکتا۔ جب اساتذہ اپنے طلبہ کے لیے رویے کی نشوونما کے لیے معیاری سینڈرڈ طے کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ تمام اساتذہ کے خیالات میں فرق ہو۔ اس موقع پر یہ بھڑکے ہوئے ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا نقطہ نظر سمجھائیں اور انھیں بتائیں کہ وہ غلط سوچ رہے ہیں اور درست بات یہ ہے۔

ہمدردی (Empathy) کا مطلب ہے دوسروں کو سمجھنا۔ اس سلسلے میں کارل راجرز کا کہنا ہے کہ ہمیں مثبت انداز میں دوسروں کی بات کو سمجھنا چاہیے اور اس میں اپنی سوچ اور مفاد کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔ انھوں نے اس بات کو واضح کیا کہ ہمیں دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ چاہے ہمارا بھی وہی تجربہ ہو جو دوسروں کا لیکن ضروری نہیں کہ ہم اس تجربے سے وہی کچھ محسوس کریں جو دوسرے کرتے ہیں۔

حقیقی (Genuineness)

دوسری بنیادی حالت حقیقت پسندی ہے۔ یعنی جس انداز میں آپ سوچتے ہیں اس میں آپ ایماندار ہوں۔ یعنی اس کا مطلب ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے ایمانداری کا مظاہرہ کریں۔ دوسرے لفظوں میں ایک استاد میں یہ سوچ ہو کہ اس سے جو بھی سوال پوچھے جائیں گے اسے ان سب کے جواب کا علم ہے۔ روابط استوار کرنے میں ہر شخص برابر کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے جذبات پر مکمل کنٹرول رکھنا ہو گا۔

گرم جوشی (Warmth)

آخری بنیادی حالت نہ نظر آنے والی گرم جوشی ہے جس میں عزت کرنا اور غیر مشروط مثبت عزت و احترام کرنا شامل ہے۔ گرم جوشی میں دوسروں کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرنا بھی شامل ہے۔ اگر ہم گرم جوشی کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں دوسروں کا احترام کرنا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی شخص کا احترام، دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اس برتاؤ کے لیے ہمیں دوسروں کی اقدار کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔ ہم دوسروں کی جو عزت کرتے ہیں وہ مشروط نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ناقابل قبول رویوں کو مسترد کر رہے ہیں۔

کارل راجرز نے بنیادی حالتوں کو اپنے صارفین کے نفسیاتی علاج کے لیے استعمال کیا اور اس نے اپنے صارفین میں واضح تبدیلی محسوس کی۔ مشاورتی ہنر اور شخصی مرکزیت ایک استاد کو اپنے طلبہ کو پڑھانے کی بہتر سوجھ بوجھ دیتا ہے۔ اگر آپ میں پڑھانے کے لیے مشاورتی ہنر موجود ہے تو اس سے آپ کے ذاتی روابط کو فروغ حاصل ہو گا۔ جہاں اساتذہ ابتدائی حالتوں کے لیے ماحول سازگار بناتے ہیں استاد کا کلاس پر کنٹرول رہ سکتا ہے تو اس سے سکول کا ماحول اچھا ہو سکتا ہے۔

○ مشاورتی ہنر (Counselling Skills)

بنیادی خصوصیات خوبیاں ہیں جب کہ مشاورتی ہنر انھیں دوسروں تک پہنچانے کا طریقہ ہے۔ مشاورتی ہنر عام طور پر کوئی خاص ہنر نہیں بلکہ یہ وہ کام ہے جو کم و بیش ہم میں سے ہر شخص کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کی کامیابی کی شرح مختلف ہوگی۔

○ سماعت یا سننا (Listening)

حالانکہ سماعت یا سننا مشابہت مشکل ہے اور اس پر وقت بھی نہیں لگتا ہے اور اس کے لیے بہت زیادہ صبر و تحمل کی بھی ضرورت ہے۔ یہ ابتدائی مشکل ہیں لیکن اس وقت کے گزرنے کے بعد بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

اختصار (Summaries)

سماعت (Listening)

- 1- پوری توجہ مرکوز کریں۔
- 2- وقفہ دیں۔ اگر ضرورت ہو تو دوسری بار بھی سنیں۔
- 3- فوری اختتام پر فیصلہ نہ کریں۔
- 4- انھیں سنانے دیں نہ کہ از خود کوئی تصور گھڑ لیں۔
- 5- بولنے والا جو کچھ کہے اس پر یقین کریں۔

حوصلہ بڑھانا (Encouraging)

یہ ظاہر کریں کہ آپ:

- 1- بہت سا وقت نکال کر سن رہے ہیں۔
- 2- آپ باڈی لینگویج یعنی خاموش زبان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سن رہے ہیں۔
- 3- آواز کے زیر و بم اور لب و لہجے کو سننے وقت خوب سمجھ رہے ہیں۔

رد عمل ظاہر کرتے ہوئے سننا (Reflective Listening)

- 1- بولنے والے کے لفظوں اور جذبات کو سن کر آپ نے جس طرح محسوس کیا اس کا آئینہ دار۔
- 2- بولنے والے کے پیغام کو سمجھ کر اسے کنفرم کرنا۔
- 3- اپنی اصلاح کے لیے تیار رہیں اور یہ ذہن میں رہے کہ یہ درست ہے۔

رد عمل دینا (Responding)

- 1- اپنی اصل ہدایت دینے سے قبل ادھر ادھر کی ہدایت دینے سے گریز کریں۔
- 2- احکامات کی بجائے تجویز دیں۔
- 3- ہدایت دیتے وقت "ضرور کریں" یا "یہ کرنا ہے" کی طرح کے لفظ استعمال نہ کریں۔

سوالات (Questions)

- 1- بہت زیادہ سوالات نہ کریں۔
 - 2- صرف وقت گزارنے کے لیے سوالات نہ کریں۔
 - 3- ایسے سوالات کا انتخاب کریں جن سے آپ کا مقصد حل ہو مثال کے طور پر:
- (i) اوپن سوالات اور بیانات ابلاغ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

- (ii) کلوز سوالات ابلاغ پر منفی اثرات ڈالتے ہیں۔
- (iii) یاد دہانی والے سوالات انفارمیشن کی ترسیل کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

انتظار کرنا (Waiting)

- 1- دوسرے کے رد عمل کے لیے مناسب انتظار کریں اور اس کام کے لیے دوسرے کو وقت دیں۔
- 2- خاموشی کو ختم کرنے کے لیے مقرر کو مناسب وقت دیں۔
- 3- اپنے رد عمل کے لیے دوسرے کو مناسب وقت دیں۔

بنیادی حالات (The Core Conditions)

ہمدردی (Empathy)

- 1- دوسرے شخص کے تجربات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔
- 2- دوسرے کے خیالات اور نقطہ نظر کو سمجھتے ہوئے اسے برابر کا درجہ دیں۔
- 3- اپنے جذبات کو دوسروں کے ساتھ کنفیو زمت کریں اور نہ ہی دوسرے کے جذبات کو اپنے ساتھ۔

گرم جوش (Warmth)

- 1- ہمیشہ مثبت رہیں اور دوسروں کو خوش آمدید کہیں۔
- 2- دوسروں کو اپنا وقت دیں۔
- 3- لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔
- 4- بولنے والے پر اعتماد کریں۔
- 5- بولنے والوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کریں۔
- 6- وہ اپنے لیے جو کام منتخب کریں انھیں کرنے دینا چاہیے ان سے اتفاق کریں یا نہ کریں۔

حقیقی (Genuineness)

- 1- اپنے آپ کو حقیقت پر مبنی بنائیں اور اپنے لیے کام کریں۔
- 2- یہ بات ذہن میں رہے کہ جو شخص آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے اس کے فائدے کی بات کریں۔

تنازعہ انتظام (Conflict Management)

دلیلیں (Values)

جو کچھ میں سوچ رہا ہوں وہ اہم ہے اور جو کچھ تم سوچ رہے ہو وہ بھی اہم ہے، ان میں فرق۔

انڈر سٹینڈنگ

جو کچھ میں سمجھ رہا ہوں اور جو کچھ تم سمجھ رہے ہو اس میں فرق۔

مشاغل

جس طریقے سے میں کام کرتا ہوں اور جس طریقے سے تم کر رہے ہو اس میں فرق۔

خیالات

جو کچھ تم سوچتے ہو اور جو کچھ میں سوچ رہا ہوں، میں فرق۔

انٹریسٹ

جو کچھ میں چاہتا ہوں اور جو کچھ تم چاہتے ہو، میں فرق۔

○ ٹیچنگ سٹائلز (Teaching Styles)

1- جارحانہ انداز..... کامیابی / ناکامی

اس انداز میں دوسروں پر چبھنا چلانا، دھمکیاں دینا، چیلنج، دروازہ بیٹنا، دوسروں پر انگلیاں اٹھانا اور اپنے انداز سے زندگی گزارنا شامل ہے۔ اس انداز کے باعث دوسرے لوگوں کو برا محسوس ہوتا ہے۔

1- مجبولا نہ انداز..... ناکامی / ناکامی

مجمول لوگ عام طور پر خاموش طبع ہوتے ہیں اور ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔ ان سے کام کرنے کی توقع شاید ہی رکھی جاسکتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسرے لوگوں کی آڑ میں زندگی گزارتے ہیں۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہیں اور پسپائی اختیار کر لیتے ہیں۔

3- پراعتماد انداز (Assertive)..... کامیابی / کامیابی

پراعتماد لوگ عام طور پر خاموش طبع لیکن سکون ہوتے ہیں۔ دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرتے ہیں، دوسروں کی بات غور اور توجہ سے سنتے ہیں۔ دوسرے مواقع (Options) کھلے رکھتے ہیں۔ مذاکرات کرتے ہیں۔ مسائل حل کرنے پر توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کے رد عمل کو اہمیت دیتے ہیں۔

اعتماد پیدا کرنے کے طریقے (Assertiveness Techniques)

ہمیشہ ثابت رہیں اور اس سلسلے میں نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے لیے بھی مثبت سوچ اختیار کریں۔ اپنے حقوق کے بارے میں آگاہی پیدا کریں۔ اس بات پر بالکل کلیئر ہوں کہ آپ کیا مطلب کر رہے ہیں اور آپ کیا

طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہمیشہ ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اپنے خیالات و جذبات کو دوسروں تک پہنچائیں۔ اپنی کمزوریوں اور صلاحیتوں کے بارے میں مطلع رہیں اور ان پر پرسکون رہیں۔

دھندلا پن (Fogging)

1- دوسروں کی بات سے اتفاق کریں لیکن کوئی الزام قبول نہ کریں۔

2- حقیقت اور سچ کو تسلیم کریں لیکن کوئی الزام قبول نہ کریں۔

3- مزید انفارمیشن کے لیے کہیں۔

مذاکرات (Negotiation)

1- اپنے اندر موجود تضادات کو پہچانیں۔

2- اپنے آپ کو دوسروں کی جگہ پر رکھ کر پرکھیں۔

3- کسی کی بات سن کر دوسروں کو الزام نہ دیں۔

4- ایک شخص کے خیالات پر دوسرے کے خیالات کو ترجیح دیں۔

5- دوسرے کی بات کو غور سے سنیں۔

6- کیا یہ مسئلہ آپ کے لیے قابل بحث نہیں ہے اور کیا یہ مسئلہ آپ کے لیے اہم نہیں ہے۔

7- کیا مذاکرات کے لیے یہ وقت مناسب اور صحیح ہے۔

8- کیا میں ذہنی طور پر تیار ہوں۔

9- جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کے بارے میں بالکل کلیئر ہوں۔

10- آپ جو چاہتے ہیں اس کے بارے میں سو فی صد کہیں۔

11- دوسروں کی رائے حاصل کریں۔

12- ہمیشہ کامیابی کی کوشش کریں۔ دوسروں کو افہام و تفہیم کی طرف لائیں اور باہمی مفادات کو تلاش کریں۔

13- اس بات کا یقین کریں کہ یہ کام کرے گا۔

14- ہمیشہ مسائل کے حل کے ساتھ تخلیقی کام کریں۔

15- دوسروں کی رائے اور ممکنہ مواقع پر غور کرنے کے لیے مناسب وقت لیں۔

○ استاد بطور فیصلہ کرنے والا (The Teacher as Decision Maker)

عام طور پر اچھے استاد میں وہ تمام خوبیاں ہوتی ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا یہ کہا جاتا ہے کہ استاد اچھا فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر استاد کو اس حوالے سے پرکھنا ہو تو پہلے مندرجہ ذیل صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

آپ ٹرل سکول میں سوشل سٹڈیز کے استاد ہیں اور آپ اپنے طلبہ کو حفاظتی ٹیرف (Protective Tariff) کے بارے میں پڑھانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے کیا فیصلہ کرنا ہے آپ کو پہلے سے کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ کو پہلے سے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حفاظتی ٹیرف کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ طلبہ کو حفاظتی ٹیرف اور ریونیو ٹیرف میں فرق کیا بتانا ہے۔ دنیا کے ممالک حفاظتی ٹیرف کیوں عائد کرتے ہیں اور اس پر دوسرے ملکوں کا کیا رد عمل ہوتا ہے اور جب یہ ٹیرف لاگو ہوتا ہے تو کون اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور کون نقصان میں ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ طلبہ وہ کون سا برتاؤ قبول کریں کہ جس کی بنیاد پر انھیں حفاظتی ٹیرف کی سمجھ آجائے۔ کیا ان کے ذہن سے اس اصطلاح کی تعریف نکل جائے گی؟ کیا انھیں مثالیں دے کر سمجھانے کی ضرورت ہے؟

تیسری بات یہ کہ آپ کو طلبہ کے لیے قابل قبول پڑھائی کے لیے پلان اختیار کرنا ہوگا۔ کیا اس کے لیے طلبہ کو کچھ پڑھنے کے لیے بھی دیا جائے گا؟ کیا اس سلسلے میں آپ انھیں کچھ صوتی و بصری مواد بھی دکھائیں گے؟ آپ انھیں کتنی مثالیں دے سکتے ہیں؟ جو طلبہ نہیں سمجھ رہے آپ ان کے لیے کون سے طریقے اختیار کریں گے۔ اس پڑھائی کے لیے آپ کتنا وقت مختص کریں گے؟

چوتھی بات یہ کہ جب آپ سبق پڑھا رہے ہوں تو آپ کو طلبہ کے رد عمل کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کے پلان میں کہاں نقص ہے۔ کیا طلبہ بالکل اسی طرح کا رد عمل ظاہر کر رہے ہیں جس طرح آپ سمجھ رہے تھے۔ کیا کلاس روم میں کوئی ایسی نئی صورت حال پیدا ہوئی ہے کہ جو آپ کو اپنا پلان تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔

پانچویں بات یہ کہ آپ جو لکھ پڑھ رہے ہیں اس کا طلبہ پر کیا اثر ہو رہا ہے اس کا جائزہ بھی لینا ہے۔ طلبہ آپ کی بات کو سمجھتے ہوئے وہ کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائے کہ طلبہ آپ کی بات سمجھ گئے ہیں؟ اور اگر آپ کی بات طلبہ کی سمجھ میں نہیں آ رہی تو سمجھ میں نہ آنے کے لیے کہاں نقص ہے؟ آپ اس نقص کو کس طرح دور کر سکتے ہیں؟ اور آپ کے پڑھانے کا طریقہ کس حد تک متاثر کن ہے؟

ان تمام سوالات کے جوابات مختلف طریقوں سے حاصل کرنا ہوں گے۔ جیسا کہ اس مثال سے واضح ہے کہ ہر سطح پر ہر لمحے استاد کو فوری فیصلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر دورانِ لیکچر کسی موقع پر استاد کو یہ احساس ہو جائے کہ طلبہ استاد کی بات نہیں سمجھ رہے ہیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ ان پر حفاظتی ٹیرف کا تصور بالکل کلیئر نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یا تو طلبہ کی توجہ نہیں ہے یا پھر استاد کا طریقہ موثر نہیں ہے۔

پلان کرتے ہوئے استاد یہ بات ذہن میں رکھے کہ اس کے طلبہ کی ضروریات کیا ہیں اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کون سے طریقے اختیار کیے جائیں۔ طلبہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان میں

جوش و جذبہ پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پلاننگ کا مرحلہ اس وقت ہوتا ہے جب استاد کے پاس طویل المیعاد اور مختصر المیعاد پلان ماننے کا وقت ہو۔

عمل درآمد (Implementation) کی سطح پر استاد ہر اس پلان پر عمل کرے جو پہلے سے تیار کیا گیا ہے اور جو پلاننگ سطح پر تیار کیا گیا تھا۔ خاص طور پر پلان جو تدریسی عمل کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جب استاد تنہا ہوتا ہے تو وہ پلان، ہمارا ہوتا ہے لیکن جب وہ طلبہ کے ساتھ رابطہ کرتا ہے تو پلان پر عمل درآمد کی سطح ہوتی ہے۔

جائزہ لینے کا موقع وہ ہوتا ہے جب آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ آپ نے جو مقاصد وضع کیے ہیں وہ کس طرح حاصل ہوں گے۔ فیصلہ کرنے کے لیے استاد کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ استاد کو کس قسم کی انفارمیشن درکار ہے اور جب وہ یہ معلوم کر لے تو پھر اسے یہ انفارمیشن حاصل کرنا ہوتی ہے۔

فیصلے کی فیڈبیک کا مطلب ہے کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے اثرات کے حوالے سے کیا سامنے آیا ہے اور آپ کی تدریسی صلاحیت کس قسم کی ہے۔ ویسے تو استاد کے فیصلے کا جائزہ لینے کے لیے اور بھی کئی قسم کے ماڈل ہو سکتے ہیں لیکن اس ماڈل کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ یہ نہایت سادہ تھا۔

تدریسی صلاحیتوں کو کس طرح حاصل کیا جائے (How are Teaching Skills Acquired)

تدریسی صلاحیتوں کو حاصل کرنے کا طریقہ سادہ نہیں پیچیدہ ہے۔ اس صلاحیت کو حاصل کرنے کے لیے نہ صرف تفصیلی سٹڈی ضروری ہے بلکہ پڑھانے کی پریکٹس کی بھی ضرورت ہے۔ کوئی بھی شخص اچھا استاد بننے کے لیے پیچیدہ طریقے سے کس طرح گزر سکتا ہے؟ اس سلسلے میں پرفارم اور ای (Cognitive) ہے لہذا طالب علم کو اس طریقے کو سیکھنے کے لیے طالب علم اپنا طریقہ خود واضح کرتا ہے۔ اور اسی طریقہ طالب علم کو دوسرے تمام طریقے چھوڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ پیچیدہ طریقے کا دوسرا فیئر پریکٹس پر مبنی ہے۔ ہم نے ایک بہت پرانی کمات سن رکھی ہے کہ پریکٹس ہی انسان کو ماہر بناتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پیچیدہ طریقے پریکٹس کے ذریعے ہی سیکھے جاتے ہیں۔ تیسرا فیئر رزلٹ کی نالی ہے۔ پریکٹس بھی اس وقت تک کسی شخص کو ماہر نہیں بناتی تاوقتیکہ اسے اپنی پرفارمنس کی فیڈبیک نہ مل جائے۔ اس فیڈبیک کے بغیر استاد کی پرفارمنس بہتر نہیں ہو سکتی۔ اگر فیڈبیک ملتی رہے اور ساتھ ساتھ پریکٹس بھی چلتی رہے تو استاد کی پرفارمنس چند ہفتوں میں پہلے روز کی پرفارمنس سے بہت بہتر ہو جاتی ہے لیکن یہاں ایک سوال بہت اہم ہے کہ کیا یہ پیچیدہ طریقہ بغیر طلبہ کے سیکھا جاسکتا ہے کیوں کہ پریکٹس کے لیے پڑھانے والے طلبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

کتابوں کا ڈیزائن (The Book's Design)

کتاب کا ہر باب مندرجہ ذیل فارمیٹ (Format) کو سامنے رکھ کر تحریر کیا جائے۔

1- اغراض و مقاصد

2- موضوع کے ساتھ ان کا تعلق

3- پڑھنے والا میٹرل اور سرگرمیاں

4- طلبہ کی کارکردگی جانچنے کے لیے مجوزہ ٹیسٹ

1- اغراض و مقاصد

اغراض و مقاصد کا تعلق پڑھنے والے کی آؤٹ پٹ (Out Put) سے ہے۔ اغراض و مقاصد کو پڑھنے کے ماحول اور ضروریات کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا ہے، جو آگے چل کر سادہ اغراض و مقاصد سے بڑھ کر وسیع اغراض و مقاصد تک ہوتا ہے۔

2- تعلق

تعلق کی وضاحت اغراض و مقاصد کے مقصد اور اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، اس کے ذریعے سے مہارت حاصل کرنے کے لیے درکار وقت کی وضاحت کرنا مقصود ہوتی ہے۔ تعلق کو نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔

3- پڑھنے کا میٹرل اور سرگرمیاں

یہ اغراض و مقاصد کے ساتھ پڑھنے والا میٹرل بھی ہوتا ہے، جو خاص طور پر اغراض و مقاصد کے لیے لکھے گئے ہیں۔ پڑھنے والا میٹرل اور سرگرمیوں کی نیچر میں فرق ہوتا ہے لیکن اس کا دار و مدار ان اغراض و مقاصد پر ہوتا ہے جن کے لیے یہ تیار کیا گیا ہو۔

4- ماہرانہ ٹیسٹ

ہر باب میں ایسے ٹیسٹ دیے جاتے ہیں جن کے ساتھ سوال و جواب بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ جو اغراض و مقاصد وضع کیے گئے ہیں انھیں حاصل کیا گیا ہے کہ نہیں۔ یہ ماہرانہ ٹیسٹ آپ کو بتاتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے وہ کس حد تک آپ کی سمجھ میں آیا ہے۔

مہارت کی وضاحت (Description of Skills)

فیصلہ کرنے میں تین باتیں اہم ہوتی ہیں۔ پلان، عمل درآمد اور جائزہ۔ ان میں کسی بھی ایک پر عمل درآمد کے لیے بنیادی مہارت بہت اہم ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی ایک مہارت ایک سے زیادہ کاموں کے کرنے کے لیے کام آتی ہے۔ ذیل میں نو مہارتیں دی جا رہی ہیں۔

پلان : پلاننگ (Planning)

تدریسی اغراض و مقاصد (Instructional Objectives)

پیش کش کی مہارت (Presentation Skill)

سوالات (Questioning)

پڑھانے کے تصورات (Teaching Concepts)

آپس کا ذاتی ابلاغ (Interpersonal Communication)

کلاس روم مینجمنٹ (Classroom Management)

کوآپریٹو لرننگ (Cooperative Learning)

عمل درآمد کے بعد حاصل شدہ نتائج کا جائزہ لینا (Evaluation)

پلاننگ : پلاننگ وہ اہم ترین کام ہے جو کوئی استاد کرتا ہے۔ فیصلہ کرنے کی بنیاد اس پر رکھی گئی ہے۔ استاد جو کچھ پڑھاتا ہے وہ اس پلاننگ کی عملی شکل ہوتی ہے۔ اگر پلاننگ اچھی اور موثر ہوگی تو اس کے نتائج بھی بہت اچھے ہوں گے۔ اگر پلاننگ میں کہیں کوئی خامی یا جھول ہو تو اس سے پورا تدریسی عمل متاثر ہو جاتا ہے۔

تدریسی اغراض و مقاصد

تدریسی اغراض و مقاصد کو تحریر کرنا بنیادی پلاننگ ہنر ہے۔ تدریسی اغراض و مقاصد کے ذریعے سے استاد پڑھانے کی وجوہات پر روشنی ڈالتا ہے۔ موثر طریقے سے تحریر کیے گئے تدریسی اغراض و مقاصد کے ذریعے سے استاد اپنا پلان تیار کرنے کے بعد اس پر عمل درآمد بھی کر سکتا ہے۔

پیش کش کا ہنر

تعلیمی ماہرین نے پیش کش کے ہنر کو فروغ دینے کے لیے چار بنیادی شرائط طے کی ہیں۔ ان میں سیٹ انڈکشن (Set Induction) وضاحت (Explaining)، کلوزر (Closures) اور لیکچرز (Lectures) جب کہ تحقیق موثر پیش کش کا ہنر سیکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ان چار طریقوں کو موثر طریقے سے استعمال کر کے طلبہ کی سبق میں دلچسپی کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

سوالات کرنا (Questioning)

آج تک پڑھانے کے لیے کوئی طریقہ موثر اور کارگر نہیں سمجھا گیا جتنا سوال و جواب کا طریقہ کیوں کہ استاد طالب علم کے مابین سوال و جواب کے ذریعے سے پڑھائے جانے والے سبق پر تبادلہ خیال ہوتا ہے لہذا اس طریقہ کو اساتذہ کا محبوب طریقہ سمجھا جاتا ہے تو اس میں حیرت کی بات نہیں ہے۔

پڑھانے کے تصورات

اس کے ذریعے سے یہ سیکھا جاتا ہے کہ استاد اپنے طلبہ کو کس طرح پڑھا سکتا ہے اور کن اصولوں کو بنیاد

ہنا کر طلبہ کے لیے اچھے سبق پلان کر سکتا ہے۔ ہر استاد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو پڑھانے کے لیے نئے سے نیا اصول استعمال کرے۔ موجودہ اصولوں کے ساتھ نئے تصورات پر مبنی اصول بھی اختیار کرے۔

شخصی و ذاتی ابلاغ (Interpersonal Communication)

بعض اوقات کوئی استاد اپنے مضمون پر دسترس رکھتا ہے لیکن وہ اپنے طلبہ کے ساتھ ذاتی و شخصی ابلاغ نہ ہونے کے باعث اس کا درست ابلاغ نہیں کر پاتا کیوں کہ اس طرح استاد کی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملتی اور نہ ہی وہ اس مضمون کو کامیابی سے پڑھا سکتا ہے لہذا چند ذاتی خصوصیات پیدا کرنے کے لیے پڑھنا پڑتا ہے، جس کے بعد کلاس روم کے ماحول کو مثبت انداز میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ وہ استاد جو اچھے سامع ہوں اچھا تاثر دین، سوالات کو سن کر جواب دیں اور طلبہ کے متبادل برتاؤ کی حوصلہ افزائی کریں وہ اپنے طلبہ کو ذاتی گوشش سے علم حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں اور اس سے وہ زیادہ موثر ابلاغ کرتے ہیں۔

کلاس روم انتظام (Classroom Management)

استاد کے لیے کلاس روم انتظام سے زیادہ بڑا مسئلہ کوئی اور نہیں ہوتا۔ اکثر نئے اساتذہ ہمیشہ اپنی کلاس کے طلبہ کو کنٹرول کرنے کے مسئلے سے دوچار ہوتے ہیں۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کلاس پر موثر کنٹرول نہ ہونے کے باعث پڑھائی کا عمل بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اگر یہ صورت حال ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اساتذہ کی تربیت میں کلاس روم انتظام کے حوالے سے زیادہ نہیں پڑھا گیا۔ اگر تربیت کے دوران میں نصاب میں اس طرف توجہ نہیں دی گئی تو اس کا مطلب ہے کہ ایجوکیٹر کو خود ہی اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے اور انھوں نے اس اہم نکتے کو نظر انداز کر دیا ہے۔

مل جل کر پڑھنا (Cooperative Learning)

ہمارے ملک میں طلبہ سکولوں میں یہ بھی پڑھتے ہیں کہ اپنے مد مقابل طلبہ کے مقابلے میں کس طرح اچھے نمبر لینے ہیں۔ مل جل کر پڑھنے میں سب سے زیادہ اہم بات انتظام ہوتا ہے جس کے دوران میں طلبہ کو انفرادی مشن دی جاتی ہے اور طلبہ ٹیم کی صورت میں سیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ مل جل کر پڑھنے کے سلسلے میں تین طریقے بڑے اہم ہیں۔ گروپ مقاصد، ذاتی احتساب اور کامیابی کے لیے یکساں مواقع۔

جائزہ

اگر استاد چاہتا ہے کہ اس کے پڑھانے کے موثر نتائج نکلیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ استاد کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے۔ جائزے کو تنقیدی ماننے پر سب کا اتفاق ہے۔ جائزہ لینے کی تربیت تمام اساتذہ کو نہیں ہوتی بلکہ صرف چند اساتذہ یہ تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔ جائزہ لینے کے چار مراحل ہوتے ہیں۔

- 1- جائزہ لینے کی تیاری
- 2- مطلوبہ انفارمیشن کا حصول
- 3- مشاہدہ کرنا
- 4- مشاہدے سے حاصل ہونے والے نتائج کی بنیاد پر رائے قائم کرنا

بنیادی یا ظاہری تدریسی ہنر (Teaching Skills, Basic or Surface)

کیوں کہ طلبہ کے لیے پرانا سبق ایک نیا اور انوکھا تجربہ ہوتا ہے لہذا پڑھانے کے لیے استعمال کیا جانے والا ہر طریقہ بھی انوکھا اور نیا ہونا چاہیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جن طلبہ میں جو طریقہ نہایت کامیاب ہے وہ دوسروں میں اتنا موثر اور کامیاب نہ ہو، ٹیچنگ پلان کی کامیابی کا تعلق ان عمومی اصولوں پر ہے جو پڑھائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر طلبہ کو خاص ماحول میں پڑھنے کی صلاحیت سے بہرہ مند کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات یہ کیا جاتا ہے کہ ٹیچنگ سے متعلق جو تھیوریٹیکل اصول وضع کیے گئے ہیں وہ پوری طرح سے استاد اور طالب علم کی ضروریات کو پورا نہیں کرتے۔ لہذا انسانوں کے پڑھنے کے لیے ایسے اصول وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو استاد اور طالب علم دونوں کی ضرورت کو پورا کریں۔ یہ پیرا وائزر کی ڈیوٹی ہے کہ وہ استاد کو نفسیاتی طریقوں کی مکمل آگہی دے تاکہ وہ پڑھاتے ہوئے ان کو مد نظر رکھے۔

مسائل کے حل کے سلسلے میں تدریس اور جائزے کی جدول

(Schedule for the Teaching and Evaluation of Problem Solving)

- ☆ ٹاسک کا جائزہ لیں تاکہ جو مسئلہ حل طلب ہے اس کی نیچر کا پتہ چل سکے۔
- ☆ اس بات پر یقین رکھیں کہ طلبہ میں مسائل حل کرنے کی قدرتی صلاحیت ہوتی ہے۔
- ☆ طلبہ پر مسئلے کی نوعیت کو واضح کریں۔
- ☆ طلبہ کو مسئلے کی گہرائی تک جا کر اسے حل کرنے کی گوشش کرنے والے چوں کی حوصلہ افزائی کریں۔
- ☆ طلبہ کو مسئلے میں شامل عناصر کی خصوصیات سے آگاہ کریں۔ ہو سکتا ہے یہ مسئلے کے حل میں مدد دے۔
- ☆ طلبہ کی مسئلے کا تجربہ کرنے پر حوصلہ افزائی کریں۔
- ☆ مسئلے کو حل کرنے میں انصاف کے ساتھ طلبہ کی مدد کریں لیکن خود مسئلے کا حل نہ کریں۔
- ☆ اہم نکات پر فیڈبیک دیں۔
- ☆ مسئلے کے حل میں انفرادی اپروچ کی حوصلہ افزائی کریں اور مسئلے کو حل کرنے کے طریقے وضع کرنے میں مدد دیں۔
- ☆ طلبہ کو اسی قسم کے مسائل سے ملتے جلتے دوسرے مسئلے دیں اور ان سے حل کرنے کو کہیں۔

مندرجہ بالا فرست گو کہ مکمل نہیں ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس فرست میں دیئے گئے نکات مسائل حل کرنے والی تدریس میں مدد دیں گے۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ مسائل حل کرنا بہت بڑا ہنر ہے۔ اس سلسلے میں شیڈول نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ شیڈول میں طے پایا ہوا ہر نکتہ بعض اوقات چند خاص مسائل کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ مسائل حل کرنے والی تدریس میں اساتذہ کے لیے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ استاد مسئلے کی نوعیت کو سمجھیں، گو کہ شیڈول میں نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود اساتذہ کو بھی ایسے بہت سے مسائل کا سامنا ہوتا ہے جو حل طلب ہوتے ہیں۔

تدریسی تصورات (Teaching Concepts)

تصورات کی تدریس وہ مسئلہ ہوتا ہے جو عام طور پر اساتذہ کو درپیش ہوتے ہیں۔ تدریسی تصورات میں تدریسی حقائق (Teaching Facts) اصول (Principles) اور نالج کی مختلف فیئڈز اور بڑے مسائل شامل ہوتے ہیں۔

تصورات کی تدریس کلیدی تدریسی ہنر ہے اور اس کو سیکھنے میں قدرتی تعلیمی مہارت کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جب تک فیئڈ آف سٹڈی کو مکمل طور پر نہ سمجھا جائے اس وقت تک یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص مسائل کو حل کر سکے۔ ٹیچنگ آف موٹر سکلز (Teaching of Motor Skills) اور طلبہ میں جوش و جذبہ (Motivation) پیدا کرنے والے ہنر بھی بہت اہم ہیں۔ ان دونوں کو سیکھنے سے بہت سے دیگر ہنر بھی آجاتے ہیں جو عام طور پر پڑھانے میں مہارت پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ کسی بھی چیز کا تجزیہ کرنے کے لیے اس کی پیچیدگیوں کے ساتھ ساتھ اس کی عام جتنوں پر بھی توجہ دینا پڑتی ہے۔ تجزیہ کرنے کے لیے مضمون کی تھیوری اور اس کے اصولوں سے واقفیت ہونی چاہیے۔

ہنر اور کوآپریٹو سپرویشن (Skills and Co-operative Supervision)

طالب علم اساتذہ کو بنیادی تدریسی ہنر (Basic Teaching Skills) سکھانے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں تھیوری اور پریکٹیکل دونوں کی یکساں مشق کروائی جائے لیکن یہ سب کچھ مضمون کی نالج اور تدریسی مہارت کی نالج سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان دونوں کو عملی کام سے الگ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جدید طریقوں کو چھوڑ کر روایتی طریقوں کی جانب واپس مڑ جائیں لیکن کوآپریٹو اپروچ کے ذریعے سے ٹیچنگ مسائل کو حل کرنے کے لیے نیوٹری سٹج پر ادراکی (Cognitive) سرگرمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

برطانیہ میں ایک سالہ تربیتی کورس پر زور دیا جا رہا ہے جس کے بعد خاص مضمون میں مہارت حاصل کی جاتی ہے۔ اس کورس کے دوران میں استاد اور طالب علم اور ایجوکیشنل شاف کی مدد سے تعاون کو بڑھانے کا

طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ اس کورس کے دوران میں حکومت خاص مضمون کی مہارت (Subject Specialisation) پر زور دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تربیتی اداروں میں بھرتی اور یوٹرائزڈ کے کردار پر توجہ دی جارہی ہے اور اگر ہو سکے تو سب سے زیادہ توجہ ان کی تربیت پر دی جائے۔ خاص مضمون میں مہارت حاصل کرنے کا مقصد طلبہ کی ہر مضمون میں خصوصی مہارت کے ساتھ پڑھائی ہے۔ اگر کسی ایک مضمون میں مہارت حاصل کرنے والوں کی تربیت پر تربیتی ادارے میں توجہ دی جائے گی تو اس طرح انھیں حقیقی مضمون میں سیکھت سیکھت کے طور پر پروان چڑھایا جاسکتا ہے، جس کے بعد وہ تھیوری پر پریکٹیکل اور پروانز کی ذمہ داریاں یکساں طور پر ادا کر سکتا ہے۔

تدریسی ہنر..... پس منظر

طالب علم اساتذہ کی تربیت نہایت اہم ذمہ داری اور خاص طور پر ادراکی تربیت پر وائزڈ کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ جو ہنر پیدا کیے جاتے ہیں وہ کسی بھی مضمون کو پڑھانے میں بنیادی اور نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تدریسی ہنر کوئی ایڈہاک خصوصیت نہیں ہے بلکہ انسان کے اندر پیدا ہونے والی ایسی مہارت ہے جس کے ذریعے سے انسانی خصوصیات اور مہارتوں کو جلا دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں پڑھنے والی سب سے اہم بات تصورات (Concepts) اور اصول (Principles) ہیں۔ ان دونوں کو خاص مضمون کی سٹڈی میں بھی اہمیت حاصل ہے۔ تصورات (Concepts) کی پڑھائی ایسا شعبہ ہے جس کی اساتذہ بہت حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

7.3- مائیکرو ٹیچنگ (Micro-Teaching)

اگر ایک استاد کی اچھی ٹیچنگ تربیت ہوئی ہو تو وہ اچھا پڑھاتا ہے۔ اچھی ٹیچنگ میں واضح اغراض و مقاصد، طالب علم کے ماحول کی توجہ سے پلاننگ اور طالب علم کے ساتھ اچھے اور خوش گوار تعلقات نہایت اہم ہوتے ہیں۔ مائیکرو ٹیچنگ اس حوالے سے اہم ہے کہ اس کا براہ راست تعلق انھی باتوں کے ساتھ ہے۔

○ ابتدائی ٹیچر ٹریننگ میں مائیکرو ٹیچنگ (Micro-Teaching in Initial Teacher Training) اساتذہ کی تربیت کے ابتدائی کورسز میں اساتذہ کو صرف یہ سکھاتے ہیں کہ کلاس روم میں کس طرح کا برتاؤ رکھنا اور ٹیکچر روم، لیبارٹری یا ورکشاپ میں کس طرح کا برتاؤ کرنا ہے۔ اگر نئے آنے والے اساتذہ سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ کوئی بہت بڑی تبدیلی لے آئیں گے تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ابتدائی تربیت کے دوران میں خاص طور پر ایک سالہ پوسٹ گریجویٹ ٹریننگ کورس کے دوران میں اساتذہ کو صرف کلاس روم میں برتاؤ کرنے کا ہنر دیا جاتا ہے اور کلاس کو درپیش ممکنہ مسائل کو حل کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

بہتر کا جائزہ لینا (Skills Analysis)

مانیکروٹینگ کی ایک مثال بہتر کا جائزہ لینا بھی ہے جو زیر تربیت اساتذہ کو دی جاتی ہے۔ اس جائزے کے دوران میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اساتذہ کا طرز عمل کیا ہے، پڑھانے کے لیے وہ کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اساتذہ کی موثر کارکردگی کے سلسلے میں ہونے والی حالیہ تحقیق میں یہ کیا جا رہا ہے کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ کس کام میں استاد کا رویہ کس حد تک موثر ہوتا ہے۔ اس برتاؤ کا جائزہ لینے کے لیے بہت سے ٹیچنگ ٹاسک (Teaching Task) ہو سکتے ہیں۔ ان میں سینار کا بندوبست کرنا، پریکٹیکل کروانا، گروپ ریڈنگ پلان کرنا، امتحانی پرچوں یا مضامین کو چیک کر کے نمبر لگانا، لیکچر دینا، کلاس کو پڑھانا وغیرہ شامل ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں بہتر کے گروپ (Group of Skills) ہیں جن کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور ہر گروپ کی بنیاد پر تربیتی پروگرام ترتیب دیا جاسکتا ہے لیکن یہاں اساتذہ کی تربیت کے دو بڑے گروپس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا میں دیئے ہوئے پہلے چار گروپ میں اساتذہ کسی خاص نالج کا ماہر نہیں ہوتا کہ جسے وہ اپنے طلبہ میں منتقل کر سکے لیکن آخری دور میں استاد یہ کام کر سکتا ہے لیکن یہاں صرف آخری دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ اساتذہ کی تربیت سے متعلق ہیں۔

(الف) استاد سے شاگرد

استاد پڑھاتے ہوئے انفارمیشن دیتا ہے اور طالب علم اسے وصول کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہر تعلیمی ادارے میں رہتا ہے لیکن یہ یونیورسٹی لیکچر میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(ب) استاد ↔ شاگرد

پڑھانے کے عمل کا آغاز استاد کرتا ہے اور اس سلسلے میں پہلی انفارمیشن دیتا ہے یا کوئی سوال پوچھتا ہے۔ طالب علم اس کا جواب دیتے ہیں۔ استاد طلبہ کے جواب پر رد عمل ظاہر کرتا ہے اور اس کے بعد تبادلہ خیال کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی ٹیچنگ کے لیے کوالٹی کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے۔

تیاری (Preparation)

ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ بطور استاد، وہ نہایت عمدہ اور موثر استاد ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہتر تین استاد ہونے کے لیے سب سے پہلی جو چیز درکار ہے وہ ہے پڑھانے والے مضمون میں مہارت۔ عام طور پر پرائمری سکولوں کے استاد پہلے چند سالوں میں ہر اس فیلڈ میں مہارت حاصل نہیں کر پاتے جس کی انہیں ضرورت ہے۔

اگر کوئی اپنے مضمون میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس مضمون کی بھرپور تیاری کرنا ہوگی۔ اس طرح وہ اپنی عام مطلوبہ انفارمیشن کو یکجا کر سکتا ہے، اگر کوئی استاد اور طالب علم کے مابین مزید تبادلہ خیال کی ضرورت کا مطالبہ کرے اور چاہے یہ مختصر ہی کیوں نہ ہو تو اس کے لیے استاد طالب علم کی ضرورت کے مطابق نالج کی تیاری کرے۔ کسی بھی مضمون کی تیاری کے سلسلے میں مضمون کے لاجیکل تسلسل اور طالب علم کی نفسیاتی ضرورتوں کو ذہن میں رکھ کر تیاری کی جائے۔

سبق کا آغاز (Starting A Lesson)

سبق کی تیاری کلاس روم پیئرڈ کا آغاز کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے سے طلبہ کی توجہ بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مانیکروٹینگ پروگرام میں سبق کے آغاز کی مہارت دی جاتی ہے۔ سینڈرڈ بورڈ مانیکروٹینگ پروگرام میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

(الف) اس میں سبق کا مقصد بالکل واضح ہونا چاہیے۔ سبق کو طالب علم کی نالج اور تجربے کے مطابق ہونا چاہیے۔ طلبہ میں جوش و جذبہ پیدا کرنا اور سبق کی جانب متوجہ کرنا۔ اس میں وڈیو ٹیپس کی مدد سے اچھی پریکٹس کروائی جاتی ہے۔

(ب) استاد کو مختصر دورانیے کا جزو تیار کرنا چاہیے جس میں وہ منتخب ٹاپک کو متعارف کروائے۔

(ج) جیسا کہ وہ مختصر کلاس یعنی پانچ سے چھ طلبہ کی کلاس کو پڑھاتا ہے لہذا اساتذہ کے سینئر سپروائزرز (Seni or Supervisors) ان کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں اور مزید یہ کہ اساتذہ کی کارکردگی کی وڈیو بھی بنی ہے۔

(د) اپنے ٹیوٹر کے ساتھ وہ وڈیو دیکھتے ہیں یا اس کے منتخب حصے دیکھتے ہیں۔ اس دوران میں وہ اساتذہ کی کارکردگی پر گفتگو کرتے ہیں اور اس کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(ذ) استاد طالب علم کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کے لیے ایک بار پھر اپنا سبق پلان کرنا چاہیے لیکن اس بار ایک نئی مانیکروٹینگ کے لیے۔

ٹیچنگ کے دوران میں اداکاری کا بہتر (The Acting Skills of Teaching)

کسی اداکاری کی طرح استاد کو اپنی نقل و حرکت کے اثرات کا بخوبی علم ہونا چاہیے۔ استاد کو اپنے ظاہری رویے اور اپنی آواز کے زیرہم اور آواز کی بلندی، کوالٹی، ادائیگی میں اتار چڑھاؤ پسند کرنے کا بہتر سیکھنا پڑتا ہے۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ ان مہارتوں کے باعث طلبہ استاد کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور استاد زیادہ اچھا اور موثر پڑھا سکتا ہے۔ 1970ء کے دوران میں سٹراٹگک یونیورسٹی کے مانیکروٹینگ پروگرام کے تحت پانچ منٹ دورانیے کی آواز میں اتار چڑھاؤ کا تربیتی پروگرام بھی شامل کیا گیا۔ اس دوران میں اساتذہ کو اپنی آواز اور اپنے لب و لہجے میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنے کی تربیت دی جاتی تھی۔

سوالات کرنا (Questioning)

یہ شعبہ انتہائی تحقیق و مطالعے کا شعبہ ہے اور یہ ہنر بغیر تحقیق اور مطالعے کے نہیں آتا۔ سوالات انفارمیشن کی ترسیل کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس ہنر کے ذریعے سے نہ صرف طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے بلکہ استاد کو بھی اپنے طلبہ کا جائزہ لینے میں مدد ملتی ہے۔

فیڈبیک کی حساسیت اور رد عمل (Sensitivity to Feedback and Reaction)

تعریف کے مطابق موثر ٹیچنگ کے آغاز کا تعلق استاد کے ساتھ ہے۔ یہ استاد وہی ہوتا ہے جو مضمون اور اس کے حوالے سے سرگرمیوں کا چناؤ کرتا ہے۔ وہی انفارمیشن دیتا ہے اور عملی مظاہرہ کرتا ہے، سوالات پوچھتا ہے، ٹاسک مقرر کرتا ہے اور امتحانی سوالات مرتب کرتا ہے لیکن اس کا ہر تاؤ ہر طالب علم کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں استاد ایک انسانی کمپیوٹر ہوتا ہے اور تمام فیڈبیک حاصل کر کے اس کے مطابق رد عمل کرتا ہے۔ اس قسم کی فیڈبیک کے اہم نکات حاصل کر کے تمام فیڈبیک حاصل کر کے اس کے مطابق رد عمل ہی کلاس روم انتظام کی بنیاد ہوتا ہے۔ وڈیو ریکارڈنگ بھی استادوں کو فیڈبیک دیتی ہے اور اس کے ذریعے سے نہ صرف استاد کی کارکردگی معلوم ہوتی ہے بلکہ طلبہ کا رد عمل بھی معلوم ہوتا ہے۔

مقالہ سازی (Structuring the Discourse)

موثر ٹیچنگ کے سلسلے میں یہ ہنر سب سے اہم ہے اور موثر ٹیچنگ اس کے گرد گھومتی ہے کیوں کہ ہر طالب علم استاد کو اپنا مقالہ تیار کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ لہذا اسے کہا جائے کہ وہ چند روز سے پیش منٹ تک دورانیے کا مختصر سبق تیار کرے۔ ہر نیوٹر کے ساتھ پانچ طلبہ لگا کر مائیکرو ٹیچنگ کی پریکٹس کی جائے۔ ایک استاد پانچ سے چھ طلبہ کو اپنا مختصر دورانیے کا سبق پڑھائے جب کہ گروپ کے دوسرے ساتھی کیمرہ ورک اور ریکارڈنگ کریں۔ اس کے بعد تمام گروپ مل کر اس کا جائزہ لیں اور وڈیو دیکھیں اور استاد کی بطور استاد کارکردگی کے کمزور پہلوؤں کا جائزہ لیں۔

مائیکرو ٹیچنگ اور ان سروس ٹریننگ (Micro-Teaching and In-Service Training)

اب تک ان سروس اساتذہ کی تربیت اور ان میں تدریسی ہنر کے فروغ پر کم توجہ دی گئی ہے جب کہ زیادہ توجہ نصاب میں تبدیلیوں پر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاضر سروس اساتذہ کی تربیت اور شعبہ تدریس سے وابستہ ہونے والے نئے اساتذہ کو سکول کے اندر ہی ابتدائی تربیت دینے پر توجہ دی گئی ہے۔

پیشہ ورانہ مہارت میں بہتری (Improvement of Professional Skills)

پیشہ ورانہ مہارت مکمل کرنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ حائل دشواری کا تعلق فیڈبیک سے ہے۔ ماہرین تعلیم کے خیال میں حاصل کی گئی تربیت کو آزمانے یا پریکٹس کرنے کا نام مائیکرو ٹیچنگ ہے یا دوسرے

لفظوں میں اسے زیر کنٹرول پریکٹس کا نظام بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زیر کنٹرول پریکٹس ہوتی ہے جو زیر کنٹرول ماحول میں کی جاتی ہے۔ اس نظام کے تحت مختصر کلاس، سبق کا دورانیہ اور ٹیچنگ مسائل شامل ہیں۔ تدریسی عمل کو کسی خاص مہارت میں پرکھا جائے تو اس کی بہت سی جہتیں نکلتی ہیں۔ اگر اغراض و مقاصد کو پہلے سے طے کر لیا جائے تو استاد کا ٹاسک بالکل واضح ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر یہ بہت آسان ہے کہ کوئی استاد کوئی مہارت اپنی کلاس میں منتقل کر دے۔ کسی خاص مہارت کے تناظر میں تدریسی عمل کا جائزہ لینے سے کئی گھمبیر مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

سپر وائزر مائیکرو ٹیچنگ میں بطور :

- ☆ ریپورس پرسن
- ☆ ایڈوائزر
- ☆ بطور جائزہ نگار اہم کردار ادا کر سکتا ہے

لیکن جب کسی استاد کی تدریسی کارکردگی کا جائزہ لے کر اسے بتایا جائے کہ اس پر اس جائزے کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح سے استاد کے تدریسی برتاؤ پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ استاد کو کلاس روم رویے کے بارے میں بتایا جائے یا اسے وڈیو فلم دکھائی جائے تو استاد پر بہت سی غلطیاں کھل کر سامنے آتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے لیے نئی حکمت عملی اختیار کرتا ہے۔

خود پڑھنے والے کورسز (Self Instructional Courses)

خود پڑھنے والے کورسز اور خود جائزہ لینے والے مائیکرو ٹیچنگ کو مہتر کی حاضر سروس اساتذہ کی تربیت کے لیے نہایت اہمیت ہے کیوں کہ حاضر سروس اساتذہ اپنی تعلیمی قابلیت بڑھانے کے پابند ہوتے ہیں لیکن چند وجوہات کی بناء پر وہ اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں لہذا وہ سپر وائزر کی ہدایات پر کان نہیں دھرتے اور نہ ہی اسے تسلیم کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

تدریسی رویے کا جائزہ لینے سے ایریا آف سٹڈی سمجھ میں آتا ہے۔ کلاس روم میں ہونے والے سوال و جواب اور بحث مباحثے بھی اس کی ایک کڑی ہیں۔ تحقیق کے مطابق کوئی بھی مہارت کا حل کرنے کے لیے

مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

☆ مہارت کا واضح طور پر تعین کر لیں۔

☆ خاص ماحول میں اس کی پریکٹس۔

☆ تربیت کے دوران میں فوری اور موثر فیڈبیک۔

فیڈبیک کے لیے وڈیو ٹیپ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ہر وڈیو ٹیپ کے دو حصے ہوں گے :

- (i) تدریس سبق
- (ii) ماڈل سبق

ان وڈیو ٹیپوں کے دواہم کام ہیں :

- (i) تدریسی مہارت کو واضح کرنا اور محتاط انداز سے اس کی وضاحت
- (ii) استاد کی جانب سے استعمال کی گئی مہارت پر فوکس کرنا

تدریسی سبق کو دیکھنے کے بعد استاد اسی ماڈل مائیکرو سبق کے دو حوالوں سے دیکھے۔ پہلے حوالے میں ماڈل سبق میں تدریسی مہارت کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ استاد نے تدریس مہارت کو کس طرح استعمال کیا ہے۔

ماڈلنگ (Modelling)

ماڈلنگ کا تصور نقالی (Imitation) کے مظاہر سے ابھر رہا ہے۔ خاص طور پر یہ تصور بدور اور والٹس (Bandura & Walters 1936) کی تصوری سے ابھر جس کے مطابق کمپلکس سوشل رویہ (Complex Social Behaviour) بھی نقالی سے ابھرتا ہے۔ اس طریقے سے سیکھنے کے لیے تین بنیادی ضروریات یا شرائط ہیں۔ پڑھنے والے کو لازمی طور پر:

- ☆ اس شخص کے ایکشن دیکھنے ہوں گے اور ان پر توجہ دینی ہوگی جس سے وہ پڑھ رہا ہے۔
 - ☆ پڑھانے والے کی ہر حرکت کو غور سے دیکھنا چاہیے تاکہ وہ اسے بالکل اسی طرح پر فارم کر کے دکھاسکے
 - ☆ ایسی صلاحیت کا مالک ہونا چاہیے کہ وہ ہر قسم کے رسپانس (Response) کا جواب دے سکے۔
- ماڈلنگ وضاحت (Explanation) مہیا کرتی ہے اور اغراض و مقاصد کو واضح کرتی ہے جس کی مدد سے رویے میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

پریکٹس اور جائزہ (Practice & Evaluation)

کورس پیئرس مہارت میں اضافہ کرنے کے لیے مدد دینے والے سمبولک ماڈل (Symbolic Models) فراہم نہیں کرتی بلکہ مائیکرو ٹیچنگ کے لیے ایڈز بھی فراہم کرتی ہے۔ یہ کتابیں مندرجہ ذیل طریقے سے مددگار ہیں :

- ☆ پوچھے جانے والے سوالات کی مکمل وضاحت اور سمجھ۔
- ☆ دیئے گئے سوالات کی سمجھ اور استاد پر اسی کی وضاحت جس کی مدد سے وہ اپنا مائیکرو لیسن (Micro-Lesson) تیار کرتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے۔

موثر سوالات کا کورس (The Course on Effective Questioning)

یہ کورس بنیادی طور پر ایک پریکٹس سیشن (Practice Session) اور چار تدریسی مراحل پر مشتمل ہے۔ اس کورس کا تعارفی سیشن اس طرح بنایا گیا ہے کہ جس سے اساتذہ کو صرف تدریسی ماڈل (Instruc-

tional Model) سے واقفیت حاصل ہو سکے، جس کے ساتھ مائیکرو ٹیچنگ طریقوں اور کورس کو ڈیزائن کرنے کے بارے میں آگاہی بھی دی جاتی ہے۔ ہر تدریسی مرحلہ تین تدریسی مہارتوں پر مشتمل ہوتا ہے جو آئے چل کر موثر سوالات میں مہارت پیدا کرنے کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ اس کورس کا مقصد ہے کہ اساتذہ موثر سوالات کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

☆ استاد میں خود سے تدریسی مہارت پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

☆ استاد کو خودیوں لے کر عادت سے روکنا اور طلبہ کی زیادہ سے زیادہ شمولیت کو یقینی بنانا۔

کورس کا دورانیہ پندرہ گھنٹے ہے جس کے دوران میں طلبہ گرم جوشی سے اس میں حصہ لیتے ہیں جس کے بعد مشاہدہ، پریکٹس، جائزہ اور حتمی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ طالب علم کو کم از کم دس گھنٹے تک پڑھنے اور تیاری کرنے کا وقت بھی دیا جاتا ہے۔

ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ (Research & Development)

ریسرچ اور ڈیولپمنٹ کا پراجیکٹ طالب علم اور پڑھانے والے کے درمیان طے پاتا ہے۔ اس کورس کا مقصد عالمی سطح پر ریسرچ اور ڈیولپمنٹ کے ذریعے سے مہارت حاصل کرنا ہے۔

سوالات پوچھنے کی مہارت (Questioning Skills and Habits)

- ☆ سوالات کے ذریعے سے طلبہ میں فوری جواب دینے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- ☆ طلبہ کو فوری رد عمل کی نشوونما کرنا۔
- ☆ طلبہ کی شرکت اور اس کے معیار کو بڑھانا۔
- ☆ طلبہ میں ایسی عادات کا خاتمہ جن کے باعث بحث و مباحثہ کے توازن میں مداخلت ہوتی ہو۔

جائزہ لینا (Evaluation)

جب ریسرچ اور ڈیولپمنٹ کا کام مکمل ہو جائے اور ٹرانس میٹرل کا پیلا میٹ مکمل ہو جاتا ہے تو ٹیننگ پروگرام شروع ہوتا ہے جس کے دوران میں مندرجہ ذیل سوالات حل کیے جاتے ہیں۔

- ☆ کیا مائیکرو ٹیچنگ کورس کے ذریعے سے سوالات پوچھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا؟
- ☆ اور کیا یہ صلاحیت کلاس روم میں منتقل ہو سکے گی۔

ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے کورس کے تین فیلڈ کورس کرائے جاتے ہیں جس میں پچاس سے زائد اساتذہ حصہ لیتے ہیں، سب سے اہم فیلڈ میٹ میں تیس سینئر اور تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جن کا تعلق پرائمری اور سینڈری سکولوں سے ہو۔

کورس کے جائزے کے لیے پراجیکٹ سٹاف پر اسناد کی کلاس کا دورہ کرے گا اور بیس منٹ دور اسٹیج پر مشتمل تدریسی وڈیو ٹیپ ریکارڈ کرے گا اور یہ طریقہ چار مہینوں تک وقفے وقفے سے جاری رہے گا۔ ان وڈیو ٹیپوں کو کورس میں دیئے گئے بارہ طریقوں کے مطابق پرکھا جائے گا اور جائزہ لیا جائے گا جس کے بعد اساتذہ کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کی رہنمائی کی جائے گی۔

اساتذہ کا رد عمل (Teacher's Reaction)

مائیکرو ٹیچنگ کورسز کے سلسلے میں اساتذہ کے رد عمل اور ان کے برتاؤ کے حوالے سے کئی مسئلہ بھرتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اساتذہ کی جانب سے ان کورسز کی پذیرائی ہوتی ہے اور ان میں سے اکثریت اسی قسم کی تکنیک کو استعمال کر کے پڑھانے والے کورسز میں داخلہ لیا۔ ان کورسز کو مکمل کرنے والے اسی فی صد اساتذہ نے اپنے سکول کے دیگر اساتذہ کو بھی مشورہ دیا کہ وہ بھی یہ کورس مکمل کریں۔ کورس کی تکمیل کے بعد اساتذہ نے اس کورس میں پڑھائی گئی مہارت کی بدولت کامیاب تدریسی کام کیے۔

مائیکرو ٹیچنگ کورسز کے ذریعے سے اساتذہ کو بالکل مختلف تدریسی ماڈل سکھائے گئے۔ ان ماڈلز سے انھیں پہلے بھی واقفیت تھی لیکن استعمال نہ کرنے کی وجہ سے وہ ان سے استفادہ نہیں کر رہے تھے لیکن کورس کی تکمیل کے بعد انھوں نے تدریسی شعبے میں بہتر کارروائی کی۔ پورا کورس اساتذہ نے خود بطور طالب علم ذیابن کیا۔

7.4 ٹیچر ایجوکیشن میں تعلیمی ٹیکنالوجی کا کردار

(Role of Educational Technology in Teacher Education)

○ اطلاعاتی ٹیکنالوجی مختصر مدت میں جدید صنعتی معاشرے کا اساسی عنصر بن گئی ہے۔ اس وقت دنیا کے متعدد ممالک اطلاعاتی ٹیکنالوجی کی تعلیم، بنیادی مہارتوں پر قابو اور اس کے اساسی تصورات کو لکھنے پڑھنے کی طرح کامرکزی نقطہ سمجھتے ہیں۔ اس شعبے میں مطالعے کی حدود کو مجموعی مفہوم میں اطلاعات (Informatics) کہا جاتا ہے۔ اس اطلاعات کے فن کا جواز اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ جدید ترین ٹیکنالوجی تجارتی ماحول میں سرایت کر چکی ہے اور جدید کارپوریشنوں کی کامیابی کی ضمانت بن چکی ہے اور حکومتوں کو کم قیمت پر سول انتظامیہ فراہم کر رہی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے آلات اطلاعات کے طریقے کار، تعلیمی عمل اور تعلیمی اداروں کی تنظیم اور انتظامات کے لیے ان کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے چنانچہ ایک اعلیٰ درجے کی منصوبہ بندی کے نتیجے میں تیار کردہ تعلیمی نظام بشمول ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ تعلیم (ٹی۔وی۔ای) ملک کی معاشی ترقی کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

○ یونیسکو کے رائے کے مطابق تمام حکومتیں اپنی مالی گنجائش کے مطابق اپنے تمام شہریوں کے لیے جامع تعلیم فراہم کرنا چاہتی ہیں۔ جدید معاشروں میں اطلاعاتی ٹیکنالوجی کی مرکزی اہمیت کے سبب اس ٹیکنالوجی کو

ٹیچر ایجوکیشن میں متعارف کرنے کا کام اعلیٰ ترین حیثیت کا حامل ہے۔ یونیسکو بھی اس حقیقت پر زور دے رہا

○ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے فائدہ بڑی سرعت سے حاصل ہوتا ہے۔ مناسب تعلیم اور کم از کم سازو سامان کا جلد فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے کام پر وقت بھی کم صرف ہوتا ہے۔ اس طرح ملازمتوں پر خرچ کم آتا ہے۔ اطلاعات کی عظیم شاہراہ معیار، انتظامی کارکردگی، اثر انگیزی اور ملک کے بے شمار طلبہ کی اعلیٰ تعلیم تک رسائی میں اضافے کے امکانات سے بھرپور ہے۔ اس کے طفیل علمی ماہرین کو عالمگیر سطح پر معلومات کا خزانہ ہاتھ آگیا ہے۔ دنیا بھر کی تمام تجربہ گاہیں دراصل عالمی بنیاد پر انٹرنیٹ کے ذریعے سے ایک دوسرے سے استفادہ کر رہی ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے دور دراز افراد بھی نظریات اور تجربات کے نتائج کا ایکٹر آنک سمولتوں کے ذریعے سے باہمی تبادلہ کر رہے ہیں۔ اس طرح انٹرنیٹ کے طفیل تیسری دنیا کے ممالک کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے وسیع مواقع حاصل ہیں۔

○ اطلاعات کی عظیم شاہراہ کے آغاز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم استاد اور شاگرد کے دہدو تعلق تک ہی محدود نہیں ہے۔ طالب علم اپنے درس کا مقام، وقت اور طریقہ تدریس خود منتخب کر سکتے ہیں۔ صرف تعلیمی ادارے ہی اب تحصیل علم کا ماخذ نہیں رہے۔ تعلیمی کی ترویج میں ٹیلی وژن، کمپیوٹر، خاص طور پر انٹرنیٹ جیسے ذرائع ابلاغ عامہ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ تحصیل علم کے مواقع کی فراہمی میں اطلاعاتی ٹیکنالوجی اپنا وسیع اور پہلو وار کردار ادا کرتی رہے گی۔ اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے استعمال سے درس و تدریس کا عمل بہت وسیع اور متعدد مضامین کا حامل ہو چکا ہے۔ طلبہ کی علمی ضروریات کی تکمیل میں اطلاعاتی ٹیکنالوجی کو بہت اہمیت حاصل ہو چکی ہے جس کا ذریعہ تدریس بھی ہو گی اور تدریسی پروگرام کو طلبہ کی ضرورتوں کے مطابق بھی بنایا جاسکتا ہے چنانچہ اطلاعاتی ٹیکنالوجی میں فاصلاتی تعلیم کے لیے بھی لامحدود امکانات مضمر ہیں۔

○ ڈیرگن رپورٹ (1997ء) نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آئندہ صدی میں ٹیچر ایجوکیشن اور اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں بین الاقوامی مال تجارت بن جائیں گی۔ جن کے لیے عالمگیر سطح پر مقابلہ بڑھتا ہی جائے گا۔ اس رپورٹ میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ اطلاعاتی ٹیکنالوجی پر مبنی تدریسی مواد کے لیے خریداروں کا طبقہ پیدا ہونے کے سبب بنیادی سہولتیں خدمات اور مواد فراہم کرنے والے اداروں کے درمیان تجارتی شراکت وجود میں آئے گی۔ ہماری یونیورسٹیوں کو چاہیے کہ وہ اطلاعاتی ٹیکنالوجی پر توجہ مرکوز کھینچیں اور اپنے درس و تدریس کے وسائل کی ترقی اور تعلیم کے معیار کی اصلاح اور دوسرے ممالک کے سائنس دانوں سے رابطہ کی وسیع امکانات سے استفادہ کریں۔

○ سمعی بصری معاونات اور معلم

تقریباً ہر ماہر تعلیم الفاظ کے استعمال کی زیادتی کی مخالفت کرتا چلا آیا ہے کیوں کہ ان کے معنی تو ضرور

ہوتے ہیں مگر اشیاء نہیں ہوتیں کہ براہ راست تعلق قائم ہو سکے۔ جن ماہرین نے تعلم کو (Learning) حقیقت پسندی کا مظہر بنانے کی کوشش کی، ان کا دعویٰ یہ رہا کہ تصاویر کو بچوں کی تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے تاکہ وہ اس میں دلچسپی لیں اور آئندہ اسباق پڑھنے سے پہلے اجسام سے واقفیت حاصل کریں۔ خاص طور پر روسو نے تدریس میں لفاظی کی سخت مذمت کی پھر اس کے نظریے کو پستالوزی نے اپنایا۔ انھوں نے حسی اور اک کو بنیاد بنانے پر زور دیا ہے۔ بہر حال سمعی و بصری معاونات کا بھرپور استعمال موجودہ صدی میں ہی ممکن ہو سکا۔ سمعی و بصری معاونات سے مراد وہ مختلف النوع سامان ہے جو اپنے اندر سمعی و بصری کشش رکھتا ہے اور جو کمرہ جماعت میں تجریدی تصورات کو سمجھانے کے لیے معاونت کے طور پر استعمال ہوتا ہے، ان کے استعمال سے معانی تک رسائی کے لیے الفاظ پر انحصار کم ہو جاتا ہے لہذا اس تعریف کی رو سے درسی کتب اس سامان میں شامل نہیں بلکہ ان کتب میں موجود تصاویر اور اشکال ضرور شامل ہیں۔ سمعی و بصری معاونات میں بعض کا استعمال تو براہ راست ہوتا ہے مثلاً چارٹ، فوٹو، تصاویر، بعض کے لیے پروجیکٹر درکار ہوتا ہے مثلاً فلم سٹریپ (Filmstrip) بعض سرگرمیوں سے متعلق ہیں مثلاً سیاحت، مطالعاتی دورے وغیرہ اور بعض سماعت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً ریکارڈ اور Magnetic Tape وغیرہ بنا بریں ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان سب کے مجموعے کو سمعی و بصری معاونات کا نام دیا گیا ہے۔ ماہرین تعلیم کے اس شعبے کو فن تعلیمی بلاغیت (Educational Communication Technology)، سمعی و بصری ذرائع (Audio-Visual Media) اور ذرائع تعلم (Learning Resources) کا نام دیتے ہیں۔

سمعی و بصری مواد (A.V. Materials) اور تدریسی ذرائع (Instructional Media) سے یہی مراد لی جاتی ہے۔ ان سب کو میڈیا (Media) بھی کہا جاتا ہے۔ میڈیا سے خصوصی طور پر فلم، فلم سٹریپ اور ریکارڈنگ لیتے ہیں اور پروگرامی تدریسی، کمپیوٹر تدریس اور تعلیمی ٹی وی سے طریقے مراد لی جاتی ہے۔ تاہم اب تعلم میں سمعی و بصری مواد کے استعمال کے لیے تعلیمی ٹیکنالوجی اور تدریسی ٹیکنالوجی کی اصطلاح مروج ہو رہی ہے اور اس کی وجہ سے شعبے کی روز افزوں ترقی اور تعلیمی ٹی وی کی ترویج ہے۔ تعلیمی ٹیکنالوجی کے استعمال کا بڑا مقصد تعلیم میں بہتری لانا ہے۔ تاہم اس کا بہتر استعمال اسی وقت ممکن ہے جب کہ استاد اس کا زیادہ سے زیادہ فہم رکھتا ہے۔

○ انٹرنیٹ بطور لرننگ ٹول (Internet as a Learning Tool)

آج کل انٹرنیٹ کو صرف ذرائع ابلاغ کے لیے ہی استعمال نہیں کیا جا رہا بلکہ دور حاضر میں انٹرنیٹ کو تعلیمی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہر شخص انٹرنیٹ میں دلچسپی رکھتا ہے لیکن اس کے بارے میں زیادہ آگہی نہ ہونے اور اسے استعمال کرنے کا بہتر نہ آنے کی وجہ سے لوگ انٹرنیٹ سے وہ فائدہ نہیں اٹھا رہے جو وہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر کوئی آن لائن معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے کمپیوٹر خریدنا چاہیے لیکن بات نہیں ختم ہوتی بلکہ اسے مائل و اینڈ ویب (Worldwide Web (www)) کو موثر طریقے سے

استعمال کرنا سیکھنا ہو گا۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم انٹرنیٹ کو بطور تعلیمی ٹول کے کس طرح استعمال کر سکتے ہیں اور اس کے ذریعے سے کیا فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کی طرح سے کلاس روم میں نیچنگ اور لرننگ (Teaching & Learning) کو موثر بنانے میں مدد دے سکتا ہے۔

1- انٹرنیٹ کے ذریعے سے ہر وہ معلومات فوری دستیاب ہو جاتی ہیں جن تک عام طور پر ہماری رسائی مشکل ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سے طالب علم دنیا کی لائبریریوں اور درس گاہوں سے براہ راست رابطہ کر سکتا ہے۔

2- ویب پیج (Web Pages) کے ذریعے سے اپنے ساتھی طالب علموں کے ساتھ دنیا بھر میں معلومات کا تبادلہ کر سکتا ہے اور ای میل کے ذریعے مجھے بھی ماہر تعلیم سے کسی بھی مضمون کے حوالے سے کوئی بھی سوال پوچھ سکتا ہے۔

3- انٹرنیٹ کے ذریعے سے گرافکس، میچس، ساؤنڈ، ویڈیو اور اس قسم کی تمام مدد حاصل کر سکتا ہے۔

4- سرچ اور ڈسکوری کے ذریعے سے طالب علم نئے نئے کھوج لگانے اور خود علوم کی آگہی حاصل کرنے کا شعور پیدا ہوتا ہے اور ان میں خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے۔

5- انٹرنیٹ کے ذریعے سے اعلیٰ درجے کی پڑھائی ممکن ہے۔ اس کے ذریعے سے دنیا میں جغرافیائی قید و بند کی ممانعت بھی نہیں ہے اور نہ ہی کسی مذہب و ملت اور رنگ و نسل کی کوئی قید ہے۔

6- طالب علموں کے سامنے استاد کا اعتماد بڑھتا ہے اور طلبہ استاد کے بنائے ہوئے سبق پر اعتماد کرتے ہیں اور جب طلبہ اسی ویب پیج پر خود جاتے ہیں تو اس طرح سبق کی دہرائی ہو جاتی ہے۔

7- انفارمیشن ٹیکنالوجی کے علم کا حصول ممکن ہوتا ہے اور انسان خود کو اس علم کا حصہ تصور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ WWW کو موثر ٹول کے طور پر استعمال کرنے کا بہتر سیکھنے کے لیے مندرجہ ذیل دو بنیادی چیزیں سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

8- انٹرنیٹ کو لگانے کے لیے درکار تکنیکی مہارت اور یوکس سسٹم (Unix System)

9- WWW کی ٹیچر اور اس میں شامل اجراء۔

انٹرنیٹ کے استعمال کو سیکھنے کے لیے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں اور بہت سی کتب اس موضوع پر دستیاب ہیں۔ انٹرنیٹ بصری لائبریری ہے اور اساتذہ اس سے خود بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور اپنے طلبہ کو بھی اس پر حائل کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سے طلبہ کو اضافی تدریسی سہولتیں فراہم کی جاسکتی ہیں جن میں:

1- ورک شیٹس (Work Sheets)

2- WWW پیج کے ذریعے سے دی جانے والی تدریسی گائیڈ لائن۔

3- اساتذہ کی جانب سے گھر بیٹھے طالب علم کو ہدایات دینا۔

4- سوالی شیٹ۔

5- انفارمیشن کا پرنٹ حاصل کرنا۔

6- کٹ اینڈ پیسٹ (Cut and Past) شامل ہے۔

طلبہ کی جانب سے آج کل نہ صرف ذاتی دلچسپی بلکہ تدریسی مقاصد کے لیے بھی انٹرنیٹ کے استعمال ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ رہا ہے۔ اس رجحان کو نہ صرف لڑکوں بلکہ لڑکیوں میں بھی یکساں طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ میں دلچسپی رکھنے والے افراد میں ہر عمر کے لوگ شامل ہیں۔ ہر شہر میں انٹرنیٹ کلب قائم ہیں جو کئی محلوں میں انٹرنیٹ کے استعمال کا شعور پیدا کر رہے ہیں۔ سکول کی چھٹی کے بعد بڑی تعداد میں طلبہ انٹرنیٹ کلبوں میں جاتے ہیں۔

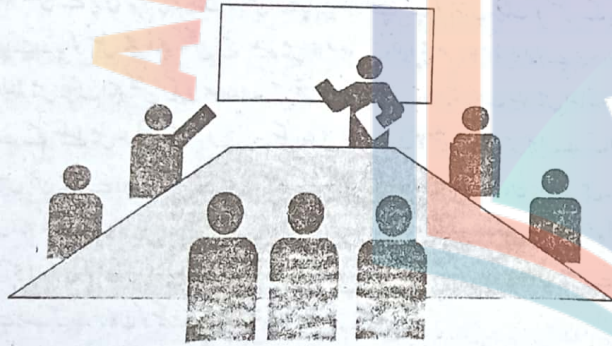
انٹرنیٹ انفارمیشن کا ایک ایسا ذخیرہ ہے جس میں دنیا بھر میں پائی جانے والی انفارمیشن موجود ہوتی ہے لیکن انفارمیشن کے اس ذخیرے سے اس وقت تک استفادہ نہیں کیا جاسکتا جب تک اس تک رسائی نہ ہو۔ اگر طلبہ میں سرچ کی دلچسپی پیدا کر دی جائے تو ان میں پڑھنے کا زیادہ شعور پیدا کیا جاسکتا ہے۔

○ سکول اساتذہ کے لیے ای میل (E-mail for School Teachers)

آج کے دور میں سکول کالج اور یونیورسٹی اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ انھیں ای میل کی سہولت دستیاب ہو۔ لیکن دور حاضر میں سکول اساتذہ کو ای میل کی سہولت موجود نہیں ہے، لیکن اس کی ضرورت اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، اگر آپ کے پاس کسی شخص یا ادارے کا ای میل ایڈریس ہو تو آپ اس سے فوری رابطہ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس کسی شخص یا ادارے یا دکان سے کوئی چیز خریدنی ہو تو انٹرنیٹ آرڈر دے کر ہوم ڈیلیوری سروس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر پر اپنا ای میل ٹائپ کریں اور اپنا ای میل پیغام بھجوادیں۔ اس کے ذریعے سے آپ اپنا بھجوا ہوا پیغام اپنے کمپیوٹر میں بھی محفوظ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سے آپ اپنا ای میل پیغام جو آپ کو موصول ہوا ہے پڑھ بھی سکتے ہیں اور اس کی کاپی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ہر سکول استاد کا اپنا ای میل ہو گا تو اسے پیغام بھجوانے اور موصول کرنے میں آسانی رہے گی۔

○ کلاس روم میں سی اے ڈی (CAD in Classroom)

سی اے ڈی کمپیوٹر ایڈڈ ڈیزائن (Computer Added Design) کا مخفف ہے۔ یہ گرافک سافٹ ویئر ہوتا ہے۔ سی اے ڈی نہایت اہم اور مخصوص سافٹ ویئر ہے جس کی مدد سے کوئی وضاحت اپنے آئیڈیاز کو عملی شکل دے سکتا ہے لیکن یہ نہایت مہارت سے کرنے والا کام ہے۔



ٹیچر ایجوکیشن: ایک تقابلی تناظر

(Teacher Education : A Comparative Perspective)

تعلیمی عمل میں اساتذہ کی اہمیت کے پیش نظر تربیت اساتذہ کا شعبہ بھی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ ہمارے پاس قوت کم ہے اور حل طلب مسائل کا انبار ایسی صورت حال میں ہم صرف ذاتی تجربات کے وقت طلب اور صبر آزمایہ حاصل سے گزرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے جب کہ تعلیمی ترقی کی حامل اقوام کے نظام ہائے تربیت اساتذہ کا جائزہ و تجزیہ اس سلسلے میں ہمارا مددگار ہو سکتا ہے اور یوں معیار تعلیم میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ اسکاٹ لینڈ (یو۔ کے)، امریکہ، جاپان، چین، انڈیا، ملائیشیا، سری لنکا اور تھائی لینڈ میں تربیت اساتذہ کا نظام کیا ہے۔

8.1۔ اسکاٹ لینڈ میں ٹیچر ایجوکیشن (Teacher Education in Scotland)

جزل ٹیچنگ کونسل کے ساتھ رجسٹریشن کی اہلیت

(Qualification & Registration with the General Teaching Council)

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے پرائمری یا سیکنڈری سکول میں مستقل ملازمت مل جائے تو اسے کالج آف ایجوکیشن سے پری سروس ٹریننگ کورس کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو جزل ٹیچنگ کونسل کے پاس رجسٹر کروانا چاہیے۔ یہ کونسل ٹیچر ایجوکیشن کے سلسلے میں قائم ہونے والا اپنی طرز کا مندرجہ ہے جو 1965ء میں اسکاٹ لینڈ میں ٹیچنگ ایجوکیشن ایکٹ 1965ء کے تحت قائم کیا گیا۔ یہ ادارہ اسکاٹ لینڈ میں اساتذہ کی فراہمی اور تربیت کے سلسلے میں ہر قسم کے حوالے سے سیکریٹری آف سٹیٹ کا مشیر ہے۔ اس ادارے کے 49 ارکان ہوتے ہیں جن میں سے 30 براہ راست شعبہ تعلیم سے تعلق رکھنے والے منتخب ارکان ہوتے ہیں۔ یہ ارکان کالج آف ایجوکیشن کی نمائندگی کرتے ہیں جب کہ ان میں پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کے اساتذہ بھی ہوتے ہیں۔ باقی 15 ارکان کو ایسوسی ایشن آف ڈائریکٹرز آف ایجوکیشن یونیورسٹیوں اور چرچوں میں سے تعینات کیا جاتا ہے جب کہ چار ارکان کو سیکریٹری آف سٹیٹ نامزد کرتے ہیں۔

کونسل کے بنیادی فرائض میں تعلیمی معیار، اساتذہ کی تربیت اور اساتذہ کی فٹنس اور مضامین پڑھانے کی صلاحیت کے بارے میں سیکریٹری آف سٹیٹ کو مشورے دینا ہے۔ یہ ادارہ اساتذہ کو رجسٹر کر کے ان کے کوائف بھی اکٹھے کرتا ہے۔ یہ ادارہ انہی کوائف کی بنیاد پر اساتذہ کی فراہمی، ان کی تنخواہ اور دیگر معاملات کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے سیکریٹری آف سٹیٹ کونسل کا مشورہ نہ مانے تو وہ اس بات کا پابند ہو گا کہ وہ کونسل کی تجویز اور اپنی رائے کو شائع کرے اور کونسل کا مشورہ تسلیم نہ کرنے کی وجہ بتائے۔ اس ایکٹ کے تحت کونسل اس بات کی پابند ہو گی کہ وہ سیکریٹری آف سٹیٹ کو اساتذہ کی تربیت کے بارے میں آگاہ رکھے۔ اس مقصد کے لیے سیکریٹری آف سٹیٹ کالج آف ایجوکیشن کا دورہ کرنے کے لیے ایک کمیٹی تعینات کر سکتا ہے،

جو اس کی نمائندگی کرتے ہوئے کالج کا معائنہ کرتے ہیں لیکن اس کمیٹی کو کالجوں میں دی جانے والی تربیت اور اختانات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

کونسل میں تحقیقاتی اور ڈسپلن کمیٹیاں قائم ہیں۔ اگر کسی رجسٹرڈ استاد پر کسی جرم میں ملوث ہونے کا الزام ہو تو پہلے مرحلے میں تحقیقاتی کمیٹی اس کی تحقیق کرتی ہے۔ اگر استاد پر جرم ثابت ہو تو معاملہ ڈسپلن کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اسے اساتذہ کی کونسل سے رجسٹریشن منسوخ کرنے کے اختیار بھی ہوتے ہیں لیکن استاد کو کورٹ آف سیشن میں اپیل کرنے کا حق حاصل ہے۔

اساتذہ کی تربیت ٹیچر ریگولیشن 1967ء کے تحت سپروائزنگی جاتی ہے۔ یہ تربیت پرائمری، سیکنڈری اور ہائر ایجوکیشن کے لیے دی جاتی ہے۔ آغاز میں استاد کو کونسل کی عارضی رکنیت دی جاتی ہے جب کہ ہیڈ ٹیچر کی جانب سے وہ اچھی رپورٹوں کے بعد اسے کونسل کی مکمل رکنیت دے دی جاتی ہے۔ کونسل کے ساتھ رکنیت کا ابتدائی مرحلہ (Probation) جس پر کونسل بہت سختی سے عمل کرتی ہے، وہ ہے دو سال کورسز میں داخلوں کے لیے درکار تعلیمی قابلیت اور اس کے عرصے کا تعین سیکریٹری آف سٹیٹ جزل ٹیچنگ کونسل کی مشاورت سے کرتا ہے۔ ہر کورس میں پڑھایا جانے والا انصاب کالج کا پرنسپل طے کرتا ہے جس کے لیے اسے بورڈ آف سٹڈیز کی مشاورت حاصل ہوتی ہے۔

کالج آف ایجوکیشن (The Colleges of Education)

یورپ اسکاٹ لینڈ میں دس کالج آف ایجوکیشن ہیں۔ ان کالج کے قیام اور ان کے کام کو ٹیچرز کالجز آف ایجوکیشن (اسکاٹ لینڈ ریگولیشنز 1967ء کے تحت تشکیل دیا گیا ہے۔ ان کالج بورڈ آف گورنرز ایک مکمل اور خود مختار ادارہ ہے کیوں کہ سیکریٹری آف سٹیٹ کی خواہش ہوتی ہے کہ اساتذہ کو بہتر تربیتی سہولتیں اور اچھا نصاب پڑھایا جائے لہذا بورڈ آف گورنرز میں کالج کے سٹاف کے ارکان کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان میں کالج کے اساتذہ کی جانب سے منتخب کیے جانے والے استادوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ چرچ کے نمائندوں اور عوامی نمائندگی کے لیے سیکریٹری آف سٹیٹ کے تجویز کردہ نمائندے بھی بورڈ آف گورنرز میں شامل ہوتے ہیں۔ ہر کالج میں بورڈ آف سٹڈیز ہے جس میں پرنسپل کے علاوہ پرنسپل لیکچرار کے عہدے پر فائز تمام استاد اور جو نیئر لیکچرز کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ حال ہی میں بورڈ آف گورنرز اور بورڈ آف سٹڈیز میں شامل کرنے کے بارے میں پیش کی گئی تجویز پر غور ہو رہا ہے۔ تمام کالجوں کے مابین رابطے کو فعال بنانے کے لیے جوائنٹ کمیٹی آف کالجز موجود ہے۔ جس میں تمام کالجوں کے سابق پرنسپل / وائس چانسلرز شامل ہوتے ہیں۔ اس کمیٹی کمال میں دوبار اجلاس ہوتا ہے جب کہ اس کی ذیلی کمیٹیاں بھی ہوتی ہیں جس میں کمیٹی آف پرنسپلز بھی ہے جس کا اجلاس ہر ماہ ہوتا ہے۔ سیکریٹری آف سٹیٹ کا مسلسل رابطہ جوائنٹ کمیٹی اور کمیٹی آف پرنسپلز کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ رابطہ دو عہدیداروں کے ذریعے سے ہوتا ہے جن میں محکمے کے ایڈمنسٹریٹو آفیسر اور ایچ ایم چیف انسپکٹر آف سکولز شامل ہیں۔

ترتیبی کورسز (Training Courses)

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جو طلبہ تین شعبوں پر انٹری، سیکنڈری اور اعلیٰ تعلیم میں تربیت حاصل کرنا چاہتے ہیں انھیں مختلف قسم کے کورسز آفر کیے جاتے ہیں۔ ان کورسز کی ہیئت اور دورانیہ ان کورسز میں داخلہ حاصل کرنے والے اساتذہ کی اپنی تعلیمی قابلیت پر ہے۔ وہ طلبہ جو براہ راست سکولوں سے آتے ہیں انھیں پیشہ ورانہ تربیت اور طالب علم کی جنرل ایجوکیشن میں موقع دیا جاتا ہے۔ گریجویٹس کی ٹریننگ اور سپیشلسٹ ڈپلومہ یافتہ طلبہ کی تربیت کے دوران پیشہ ورانہ تربیت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ وہ طالب علم جو سیکنڈری یا اعلیٰ تعلیم کی طرف جانا چاہتے ہیں انھیں خصوصی مضامین کو پڑھانے کے طریقہ کار کے بارے میں تربیت دی جاتی ہے۔

پرائمری ٹیچنگ (Primary Teaching)

پرائمری ایجوکیشن کے سلسلے میں دی جانے والی تعلیم کے لیے تین اہم کورسز متعارف کرائے جاتے ہیں۔ پہلا کورس جو طلبہ میں نہایت مقبول ہے وہ تین سالہ کورس ہے جو نوجوان خواتین و مرد اساتذہ کے لیے ہوتا ہے جو براہ راست سکولوں سے آتے ہیں۔ اس کورس میں داخلے کے لیے کم سے کم عمر کی حد 17 سال اور تعلیمی قابلیت کم از کم دو ہائر گریڈز بشمول انگریزی اور چار آرڈینری گریڈز پاس بشمول ریاضی یا الجبرا ہے لیکن 75-1974ء میں اس کورس میں داخلے کی تعلیمی قابلیت کو تین ہائر گریڈز پاس کر دیا گیا ہے۔ دوسرا کورس گریجویٹس کے لیے ہے اور یہ ایک سال دورانیہ کا ہے۔ تیسرا کورس چار سالہ ڈگری آف ایجوکیشن ہے جس کا آغاز 1965ء میں کیا گیا۔ اس وقت یہ کورس نوہیں سے چھ کالجوں میں کرایا جاتا ہے۔ یہ کورس شعبہ تعلیم میں بطور استاد شامل ہونے کے لیے نہایت موزوں ہے خاص طور پر مردوں کے لیے۔

سیکنڈری ٹیچنگ (Secondary Teaching)

سیکنڈری ایجوکیشن کے لیے چار کورس کرائے جاتے ہیں۔ پہلا کورس گریجویٹس کے لیے ایک سالہ کورس ہے جس کا مقصد اساتذہ کو سکولوں میں کوئی ایک خاص مضمون انگریزی یا ریاضی پڑھانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ الگ الگ کورسز میں داخلے کے لیے دو سینیئر ڈگریز جن میں سے ایک مضمون کا آئز ویول ڈگری ہے جو کہ یونیورسٹی کا دو سالہ کورس ہو۔ دوسرا کورس ایک سالہ ہے جس میں داخلے کی قابلیت ڈپلومہ آف سٹرنل انشٹی ٹوشن ہے۔ اس کورس کی تکمیل کے بعد اساتذہ پریکٹیکل یا آرٹ کے مضامین پڑھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ان مضامین میں ہوم آئٹمز اور آرٹ شامل ہیں۔ اس میں داخلے کے لیے تعلیمی قابلیت اسی معیار کی ہے جو پرائمری ٹیچنگ کے لیے ہے۔ تیسرا کورس ایک چار سالہ کورس ہے۔ یہ ٹیکنیکل مضامین کا کورس ہے اور اس میں تین سالہ فزیکل ایجوکیشن کا کورس بھی شامل ہے۔ اس میں ڈرامہ اور موسیقی بھی پڑھائی جاتی ہے۔ یہ

کورس عام طور پر سکولوں سے آنے والی نوجوان خواتین اور مرد اساتذہ کے لیے ہیں۔ آخری کورس چار سالہ کورس ہے جو پچھلے آف ایجوکیشن کی ڈگری دیتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیم (Higher Education)

اعلیٰ تعلیم کے لیے پیش کیا جانے والا کورس سینڈوچ کورس ہے جو دو ماہ کا فل ٹائم سٹڈی ہے جو جوڑن ہل کالج آف ایجوکیشن میں کروایا جاتا ہے، جس کے بعد ایک سالہ سپروائزڈ ٹیچنگ ہوتی ہے اور آخر میں دو ماہ کی ایک اور فل ٹائم سٹڈی ہوتی ہے۔ یہ کورسز ان سروس اساتذہ کرتے ہیں۔

ان سروس ٹریننگ (In-Service Training)

سیکریٹری آف سٹیٹ نے 1967ء میں ان سروس ٹیچر ٹریننگ کے لیے ایک قومی کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی میں 22 ارکان تھے جو تعلیمی حکام پر مشتمل تھے ان ارکان میں کالج آف ایجوکیشن، ٹیچرز ایسوسی ایشن، یونیورسٹیاں اور وفاقی ادارے شامل تھے۔ اس کمیٹی کی ذمہ داریوں میں ان سروس ٹریننگ کی ضروریات کا تعین کرنا اور اس کے لیے درکار وسائل کا تعین کرنا تھا۔ اس سلسلے میں چار ذیلی کمیٹیاں، ایڈن برگ، گلاسگو، ایبرڈین اور ڈنڈی میں بھی قائم کی گئیں جن کے ذمے مقامی اور علاقائی سطح پر رابطہ کرنا تھا۔ ان کالجوں میں دی جانے والی تربیت ٹیچرز (کالج آف ایجوکیشن) سکاٹ لینڈ ریسولوشن 1967ء کے تحت دی جاتی ہے۔ اس قانون کے تحت کالجوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ رجسٹرڈ اساتذہ کو تربیت دیں اور انھیں پرائمری، سیکنڈری اور اعلیٰ تعلیم کے شعبوں میں خصوصی تربیت دیں۔ ان کورسز میں ایک سالہ فل ٹائم کورس کرائے جاتے ہیں جو پرائمری اور چھوٹے بچوں کی تعلیم کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ یہ کورس گریجویٹس اور سر دیوں کی چھٹیوں کے دوران میں چھ ہفتوں کے لیے ہوتا ہے۔

ان کورسز کے ذریعے سے اساتذہ کو نصاب میں شامل کی گئی نئی چیزوں کے بارے میں آگہی دی جاتی ہے۔ جس کے ذریعے سے اساتذہ کی اپنی تعلیمی قابلیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سکاٹ لینڈ میں سیکنڈری ایجوکیشن میں گریجویٹس کی تربیت

(The Training of Graduates for Secondary Education in Scotland)

1971ء میں جنرل ٹیچنگ کونسل نے ایک ورکنگ پارٹی بنائی جس کے ذمے مندرجہ ذیل کام لگایا گیا۔

”ایجوکیشن سروس کی ضرورت اور دوسرے ممالک میں جاری پریکٹس کی روشنی

میں اس بات کا جائزہ لے اور پوسٹ گریجویٹ اور پوسٹ ڈپلومہ ٹیچنگ کو بہتر بنانے کے

لیے سفارشات مرتب کرے۔“

آنے والے سالوں میں ٹیچر ٹریننگ کے لیے چار مزید کورسز کو اس میں شامل کیا گیا۔

رپورٹ کا خلاصہ (Summary of the Report)

رپورٹ میں چار باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جس میں اساتذہ اور طلبہ کی ضروریات کے حوالے سے ابتدائی خیالات شامل ہیں۔ ابتدائی تربیت کے اغراض و مقاصد، موجودہ کورسز ان اغراض و مقاصد کو کہاں تک پورا کرتے ہیں اور سفارشات۔ ہر نقطے کی ذیل میں تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

ابتدائی خیالات

ورکنگ پارٹی اس بات پر متفق تھی کہ کوئی بھی سفارش اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک اس میں طلبہ کے مفادات کا خیال نہ رکھا جائے۔ انھوں نے سکول کے تصور کو سینڈری ایجوکیشن دینے والے ادارے کے طور پر اپنایا اور اس بات پر زور دیا کہ ایسا نصاب تیار کیا جائے جو نہ صرف یہ کہ سینڈری ایجوکیشن کی ضروریات کو پورا کرے بلکہ طلبہ کو مستقبل میں ذمہ دار شہری کے طور پر ابھرنے کا موقع بھی دے۔ یہ خیال بھی تقویت پارہا ہے کہ طلبہ اپنے سکول کے تجربات کی روشنی میں سکول کے ماحول اور نصاب سازی میں مدد دیں۔ اس سلسلے میں سکول حکام، استاد اور طلبہ مل جل کر ایسا نظام وضع کریں جو نہ صرف سکول کے اندر بلکہ سکول سے باہر بھی ان کی مدد کرے۔ اس آئیڈیا کے ذریعے سے استاد اور طالب علم کے مابین رابطہ مضبوط اور دوستانہ ہو گا اور استاد اور طالب علم کا سکول میں داخل ہونے سے لے کر زندگی کے آخری سانسوں تک برقرار رہے گا۔ سینڈری سکول نیچر کی تربیت کے حوالے سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ یہ تربیت سکول کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر کی جائے۔ اس تربیت کی ذمہ داری کالج آف ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ اساتذہ، کالجوں، سکولز اور تعلیمی حکام کے باہم مشورے سے کی جائے۔

ابتدائی تربیت کے اغراض و مقاصد (The Aims and Objectives of Preliminary Training)

ورکنگ پارٹی نے پیشہ ورانہ تربیت کے چار اہم اغراض و مقاصد طے کیے۔ پہلا یہ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ گریجویٹس کو ایسی تربیت فراہم کی جاسکے کہ وہ تربیت مکمل کرنے کے بعد پیشہ ورانہ طور پر انتہائی کارآمد استاد ثابت ہوں۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد استاد اپنے آپ کو سکول مضامین کو پڑھانے کا اہل سمجھے، اس مضمون کی اہمیت کو سمجھے اور سینڈری ایجوکیشن میں اس مضمون کی حیثیت کو پہچان سکے۔ دوسرا یہ کہ تربیت ایسے ذرائع اور وسائل حاصل کرنے کا بہتر سمجھا دے کہ جنہیں استعمال کر کے وہ بہتر طریقے سے پڑھا سکے۔ تربیت کے بعد اس کے پاس پڑھانے کے طریقوں کے کئی انداز ہوں اور مختلف حالتوں میں وہ ان کو موثر انداز سے استعمال کر سکے اور چانک رہ نہ ہوئے والے مسائل سے نمٹنے میں مدد دے سکیں۔ تیسرا تربیت کے بعد استاد کو فیصل ایجوکیشن سسٹم میں اپنے مقام کا اندازہ ہو سکے۔ چوتھا یہ کہ تعلیمی نظام میں استاد پڑھنے اور تحقیق کرنے کا بہتر سیکھ لے اور اسے جاری رکھتے ہوئے بطور استاد اپنی صلاحیت میں اضافہ کر سکے۔

موجودہ کورسز ان اغراض و مقاصد کو کس حد تک پورا کرتے ہیں

حالانکہ کالج آف ایجوکیشن نے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق بہت کچھ کیا ہے لیکن اس کے باوجود روایتی تربیت کے طریقے موجود ہونے کے باعث ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جس میں کورسز کی تکرار اور مضامین کے کورس نصاب میں تبدیلی بھی شامل ہے۔ جہاں تک کالجوں کا تعلق ہے تو ایجوکیشن اور نفسیات میں پیشہ ورانہ سنڈری اور دوسرے اداروں کے ساتھ رابطے، سیمینار کا انعقاد اور گروپ مباحثوں کے انعقاد کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پڑھانے کے انداز پر مجموعی نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ سینڈری ایجوکیشن میں نئے آئیڈیاز کی آمد کے لیے کالج اور سکول سٹاف کو عارضی بنیادوں پر لیا جائے۔ پی سی سروس ٹریننگ اور پروبیشن (Probation) کے عرصے کو باہم مربوط کر کے اسے دو سال کر دیا جائے۔

سفارشات (The Recommendations)

ورکنگ پارٹی کے خیال میں ”سینڈویچ کورس“ کی طرز پر کورسز کو ترتیب دیا جائے۔ جس میں پہلے مرحلے میں تربیت کالج آف ایجوکیشن کے ذریعے ہو۔ دوسرے مرحلے میں زیر تربیت عارضی ٹیچر لگا دیا جائے اور انھیں ماہانہ جیب خرچ بھی دیا جائے جب کہ تیسرے مرحلے میں واپس اسی کالج آف ایجوکیشن میں مکمل کروایا جائے لیکن چند مسائل ایسے ہیں جو اس سینڈویچ کورس کو عملی طور پر ناکام بنادیتے ہیں۔ مثال کے طور پر پورے سکال لینڈ میں اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا ہے جس میں دوسرے حصے میں نارتھ سکال لینڈ میں بھیجا جاتا ہے تو اس کے لیے واپس پہلے والے کالج میں آنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر ان کی واپسی ممکن ہو بھی جائے تو ان کی واپسی کے باعث کالج کے وسائل اتنے نہیں ہوتے کہ وہ انھیں تربیت دے سکے لہذا ورکنگ پارٹی نے اس کا متبادل تلاش کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ تربیت کے تیسرے مرحلے کو ضرور مکمل کروایا جائے۔

ورکنگ پارٹی نے سینڈری ایجوکیشن میں تربیت حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے مندرجہ ذیل تربیتی کورس تجویز کیا۔ ابتدائی تربیت کا مرحلہ (فیز I) عارضی سروس جس میں استاد بطور زیر تربیت استاد کے پڑھائے (فیز II) اور آخری تربیت کا مرحلہ (فیز III) یہ تینوں فیزز دو مکمل سیشن (Sessions) پر مشتمل ہوں گے اور طالب علم کو تمام فیز کی تربیت کو کامیابی سے مکمل کرنا لازمی ہے۔

فیز I (Phase I)

پری سروس ٹریننگ کے اس فیز میں تمام ذمہ داری کالج آف ایجوکیشن کی ہوتی ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد طالب علم کو جنرل ٹیچنگ کونسل میں عارضی رجسٹریشن دی جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ عارضی رجسٹریشن ہوتی ہے لہذا طالب علم کو اس پیشے میں داخل ہونے کا اہل تصور کیا جاتا ہے لہذا وہ سپروائزڈ ٹیچنگ شروع کر سکتا ہے۔ فیز I کا آغاز ستمبر سے ہوتا ہے اور یہ اپریل تک چلتا ہے، جس میں ایک تعارفی پیریڈ بھی ہوتا ہے۔ جہاں تک

فیزا I کے مندرجات کا تعلق ہے تو اس میں ٹیچنگ کا تعارف، مسائل کی اقسام کے علاوہ چند مضامین جن میں رہنمائی، مشاورت، نصاب کی تیاری، آؤٹ ڈور ایجوکیشن، فلاحی ایجوکیشن (Remedial Education) شامل ہیں۔

فیزا 1 دو ٹرمز پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر ٹرم کم از کم چار ہفتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر اسائنمنٹ کی تکمیل کے لیے استاد طلبہ کی مدد کرتے ہیں لیکن طالب علم کے فیزا کی کامیاب تکمیل اور فیزا II میں داخل ہونے کی اجازت کالج اور سکول کے نمائندے دیتے ہیں۔

فیزا II (Phase II)

فیزا II بطور استاد عارضی تقرری پر مشتمل ہے اور یہ عرصہ تربیت میں شامل تصور کیا جاتا ہے۔ یہ فیزا تین ٹرمز پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے سال کی تربیت کے دوران میں موسم گرما کا ٹرم اور دوسرے سال میں موسم بہار اور موسم سرما کے ٹرم، فیزا II کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب زیر تربیت استاد کو کسی سکول میں بطور سیکنڈری سکول ٹیچر کے پڑھانے کی اجازت مل جائے۔ اس ٹیچنگ پوسٹ پر کام کرتے ہوئے زیر تربیت استاد کو وہ تمام مراعات اور سہولیات حاصل ہوں گے جو سکول کے ایک ریگولر استاد کو حاصل ہوتی ہیں۔ جس کے دوران میں وہ دو سال تک بطور استاد خدمات سر انجام دیتا ہے۔ دوران سروس وہ سکول کی تمام سرگرمیوں میں مکمل حصہ لینے کا حق رکھتا ہے۔ اسے باقاعدہ ہدایات سکول انتظامیہ کی جانب سے ملتی ہیں اور سکول ریکارڈ اور سکول رپورٹس کو پڑھنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر سکولوں میں کام کرنے والے زیر تربیت اساتذہ کو مل بیٹھنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے مشترکہ مسائل پر تبادلہ خیال کر سکیں۔ اس طرح ادارہ، لوکل اتھارٹی مشیر، ہیڈ ٹیچر، ٹیچر ز اور کالج ٹیوٹرز مل کر زیر تربیت استاد کی ویلفیئر اور تربیت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

فیزا III (Phase III)

یہ لازمی فیزا درحقیقت فیزا I اور فیزا II کے دوران میں سیکھے گئے طریقوں کو ایک بار پھر دہرانے کا فیزا ہے۔ اس فیزا کے دوران میں طالب علم کو نئی تھیوری اور نئے آئیڈیاز کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ اس فیزا کے دوران میں نصابی امور کو تفصیل سے پڑھایا جاتا ہے جو فیزا I میں نہیں پڑھائے گئے تھے۔ فیزا III میں داخلہ بیڈ ٹیچر کی جانب سے فیزا II کی کامیاب تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔ اس فیزا میں پڑھنے کے لیے استاد کو سکول حکام سے آٹھ ہفتوں یا چالیس روز کی چھٹی لینی پڑتی ہے۔ سکول میں حاضری کی شرح کم از کم چالیس روز ہوتی ہے۔ کورس کی تکمیل کی ذمہ داری کالج آف ایجوکیشن کی ہوتی ہے۔ جسے لوکل کمیٹی کے نمائندے کی ہدایت ملتی ہے۔ یہ کمیٹی کالج کا سیکنڈری و آف سٹڈی بھی ہوتا ہے۔ یہ کمیٹی کورس کے اختتام پر طالب علم کی کارکردگی کا جائزہ لیتی

ہے اور کالج کے لیے سفارشات مرتب کرتی ہے جو بعد میں جرنل ٹیچنگ کونسل کو بھجوائی جاتی ہیں۔ فیزا III میں کورس کا انداز بھی بدل جاتا ہے اور اس دوران میں دو کورس کروائے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا دورانیہ چار ہفتے ہوتا ہے۔ اس فیزا کے دوران میں اسائنمنٹ بھی مختلف ہوتی ہیں لیکن حتمی رجسٹریشن کے لیے تینوں فیزا کامیاب شکل لازمی ہے۔

ان کورسز کے علاوہ دیگر کورسز بھی کروائے جاتے ہیں جن میں ٹیکنیکل ایجوکیشن، فزیکل ایجوکیشن، سپیچ (Speech) ڈراما اینڈ میوزک شامل ہیں جن کی تکمیل کے بعد طالب علم کو فی ایڈ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ سٹرلنگ یونیورسٹی اپنے طالب علم کو سائنس سمسٹر مکمل کرنے کے بعد بی اے کی ڈگری دیتی ہے جب کہ نو سمسٹر مکمل کرنے کے بعد بی اے (آنرز) کی ڈگری دی جاتی ہے۔ ان سمسٹرز کی خاص بات یہ ہے کہ انھیں فیزا I کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ طالب علم اس کی تکمیل کے بعد براہ راست فیزا II میں داخل ہو سکتے ہیں۔

8.2- ٹیچر ایجوکیشن برطانیہ میں (Trends in Teacher Education in UK)

مختلف تعلیمی سطحوں کے اعتبار سے برطانیہ میں اساتذہ کی درجہ بندی حسب ذیل کی جاتی ہے:

- تربیت یافتہ اساتذہ
- ڈگری یافتہ اساتذہ
- استاد برائے خصوصی مضمون
- اساتذہ برائے اعلیٰ تعلیم

برطانوی وزارت تعلیم اساتذہ کے تقرر کے لیے معیار مقرر کرتی ہے۔ وہ ٹریننگ کالجوں میں داخلہ کی شرائط کا تعین بھی کرتی ہے۔ وہ کورس اور سلیبس کا تعین بھی کرتی ہے۔ یہ سب کچھ برطانیہ میں ٹیچر کی ضروریات کے پیش نظر کیا جاتا ہے، ٹیچر کی بھرتی اور تربیت کے لیے ایک ایڈوائزری کونسل ہے۔

برطانیہ میں اساتذہ کی تربیت کا اپنا خاص طریقہ کار ہے۔ 1944ء کے مٹر ایکٹ سے پہلے اساتذہ کی تربیت کے لیے کوئی معیار متعین نہیں تھا مگر اب برطانیہ میں انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن ہے جہاں امتحانات منعقد کیے جاتے ہیں۔ ٹریننگ کالج اور تربیت یافتہ اساتذہ کے دوسرے اداروں سے الحاق کیے جاتے ہیں:

برطانیہ میں تربیت یافتہ اساتذہ کے ادارے دو اقسام کے ہیں:

- لوکل ایجوکیشن اتھارٹی کے زیر انتظام ادارے
- پرائیوٹ ایجنسیوں کے زیر انتظام ادارے

آج کل برطانیہ میں اساتذہ کی تربیت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ مختلف لوکل ایجوکیشن اتھارٹیز اور رضاکارانہ تنظیمیں تربیت یافتہ اساتذہ تیار کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ مختلف ادارے تقریباً 15000 اساتذہ سالانہ تیار کرتے ہیں۔

نظامی تعلیم کا مطالعہ کرنے والے طلبہ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گا کہ مختلف ممالک میں مختلف نظام ہائے تعلیم رائج ہیں اور ہر ملک کا نظام تعلیم اس کی ضروریات کے مطابق ہونے کے سبب دوسرے ممالک کے نظام تعلیم سے کئی زاویوں سے مختلف ہے۔

ہمارا رائج الوقت نظام تعلیم برطانوی، امریکی اور مصری نظام ہائے تعلیم کے اشتراک کی جھلکیاں پیش کرتا ہے جس کا جواز ہمارے ماضی کی طویل تاریخ اور موجودہ بین الاقوامی اشتراک عمل کا حاوی رجحان ہے۔ مصری اثرات کا سبب ہمارا اسلامی تعلیمی نظریہ اور جامعہ ازہر سے تاریخی و نظریاتی وابستگی ہے۔ برطانوی نظام تعلیم کی جھلک کا موجب برصغیر پر انگریزوں کا پوری صدی پر محیط تسلط ہے اور امریکی نظام تعلیم کے اثرات کے شواہد بین الاقوامی تعلیمی پروگراموں میں امریکی امداد اور جدید تحقیقات کی دنیا میں امریکہ کی بالادستی ہے۔ ہمارے ملک کے نظام تعلیم پر ان کے نظام تعلیم کے اثرات موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نظریاتی تعلیم کی تاریخ کا اختصار ہے۔

8.3۔ ٹیچر ایجوکیشن امریکہ میں (Trends in US Teacher Education)

انیسویں صدی کے اوائل تک امریکہ میں اساتذہ کی تربیت کا کوئی باضابطہ نظام رائج نہیں تھا کیونکہ ان دونوں معلّیٰ کو پیشہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہر وہ شخص جو صاحب علم ہوتا استاد ہی کہلاتا تھا یہی وجہ ہے کہ اساتذہ کے انتخاب میں جو شرائط ابتدائی دنوں میں برطانیہ کے نظام تعلیم میں رائج تھیں ان کا امریکی نظام تعلیم سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

1839ء میں میساچوسٹس میں ایک نارمل سکول قائم کیا گیا جس کا تربیتی پروگرام ایک سالہ تدریس پر مشتمل تھا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ایک سالہ تربیت کے بعد زیر تربیت اساتذہ اس قابل ہو جاتے تھے کہ انھیں تدریسی اسناد جاری کی جا سکیں تاکہ ”بقاعدہ اساتذہ“ کی حیثیت میں ان کا تقرر عمل میں آ سکے۔

ایک وسیع تر پروگرام کے پیش نظر Illinois میں ایک نارمل یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ پرائمری سکولوں کے ساتھ ساتھ ثانوی سکولوں کے لیے بھی اساتذہ تیار کیے جائیں۔ 1866ء میں ٹیچر ایجوکیشن کے پروگرام میں ایک اور تبدیلی رونما ہوئی اور تدریس لائسنس کی مدت دو سال کر دی گئی۔

ایک طویل عرصہ تک کالج اور یونیورسٹیاں تربیت اساتذہ کے خود مختار ادارے رہے ہیں مگر جب لوگوں کو تربیت یافتہ اساتذہ اور ہنرمند افراد کی ضرورت کا احساس ہوا تو 1873ء میں University of Iowa میں جزوقتی شعبہ تعلیمی تربیت قائم کیا گیا۔ میشیکن یونیورسٹی نے بھی اس کورس کو اپنایا اور 1879ء میں کس وقت تربیت کا شعبہ عمل میں آیا۔ 1887ء میں نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں ٹیچر ٹریننگ کالج قائم کیا گیا جس نے امریکہ میں اساتذہ کی تربیت کے پروگرام کو ایک نیا رخ عطا کیا۔

پسویں صدی کے اولین عشرہ میں ٹیچر ٹریننگ پروگرام نے سائنسی انداز اختیار کیا۔ اب ایک ایسے مبدار کو جو ٹیچر ٹریننگ کالج میں داخلہ لینے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ داخلہ اور انتخاب کی شرائط پر پورا اترنا پڑتا ہے جب کہ ماضی میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔

1922ء میں کولمبیا یونیورسٹی نے اپنے ٹیچر ٹریننگ پروگرام میں اصلاح اور نیا معیار متعین کیا۔ جس نے امریکہ میں اساتذہ کی تعلیم کے پروگرام کو متاثر کیا۔ ٹیچر ٹریننگ کالج میں داخلہ لینے کے لیے کم سے کم علمی لیاقت مقرر کی گئی۔ سابقہ ادارے کے سربراہ کی سفارشات، علمی، کرداری اور ہم نصابی سرگرمیوں کا ریکارڈ دیکھا جانے لگا۔ نفسیاتی ٹیسٹ کی ابتدا ہوئی اور صرف وہ افراد جو واقعی تدریسی خدمات انجام دینے کا رجحان رکھتے ہوں، ٹریننگ کالج میں داخلہ کے اہل قرار دیے جانے لگے۔ اس طرح کولمبیا یونیورسٹی نے ٹیچر ٹریننگ پروگرام کو حرکیاتی اساس فراہم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

○ امریکہ میں دو ایسی ایجنسیاں ہیں جو تعلیم کے میدان میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی ہیں:

1- ریاست

2- پرائیویٹ سیکٹر

ان ایجنسیوں کے تحت اساتذہ کی تربیت کے درج ذیل ادارے ہیں:

1- نارمل اسکولز

2- ٹیچر کالج

3- ٹیچر اسکول آف ایجوکیشن

4- ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن

ان اداروں کا تدریسی نصاب دو حصوں پر مشتمل ہے:

(الف) عام تعلیم

(ب) طریقہ تدریس کی ٹریننگ

○ امریکہ میں ایک استاد کے تقرر کے لیے محض اسناد کو ہی کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ ضبط نفس اور سماجی شعور کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ ایسے افراد کو ترجیح دی جاتی ہے جو مسائل کے حل میں تنقیدی ذہانت کو بروئے کار لاسکیں۔

○ مختلف ریاستوں میں اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور ان کے انتخاب کا معیار مختلف ہے۔ کچھ ریاستوں میں ایک پرائمری ٹیچر کو کالج کی سطح پر دو سالہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ٹیچر ٹریننگ کالج یا نارمل سکول میں دو ماہ تربیتی کورس مکمل کرنا پڑتا ہے۔

○ بعض ریاستوں میں بی اے کی ڈگری اور چار سالہ ٹیچر ٹریننگ سرٹیفکیٹ کو معیار انتخاب سمجھا جاتا ہے۔

○ کچھ ریاستوں میں ثانوی سطح کے استاد کے تقرر کے لیے ٹی اے کی ڈگری اور چار سالہ تربیتی کورس کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جب کہ بعض ریاستوں میں ان کورسز کے علاوہ اختصاصی تربیت کی توقع بھی کی جاتی ہے۔

کورسز کی تکمیل کے بعد ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ سرٹیفکیٹ کا اجراء کرتے ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹس تدریجی صلاحیتوں کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں اور امریکہ میں اہلیت کے عارضی اور مشروط سرٹیفکیٹس دینے کا بھی رجحان پایا جاتا ہے جو ایک مخصوص مدت تک کارآمد متصور ہوتے ہیں۔

○ امریکہ میں ماہرین تعلیم اور اساتذہ تعلیمی میدان میں تحقیقی کام پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ امریکی نظام تعلیم کو بدلتی ہوئے معاشرتی ضروریات سے مربوط رکھنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اکثر یونیورسٹیاں اور کالج اساتذہ کے ریفریشر کورسز کا انعقاد عمل میں آتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ فیلوشپ کورسز کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں بارورڈ یونیورسٹی دوسری تمام یونیورسٹیوں کی سرخیل ہے جس نے ہارورڈ گریجویٹ سکول کے ذریعے سے فیلوشپ کورس شروع کیا جو ایک سال کے عرصے پر محیط ہے۔ اس کورس کے ذریعے سے تجربہ کار اور مستند اساتذہ کی رہنمائی میں اعلیٰ پیشہ ورانہ تربیت فراہم کی جاتی ہے۔

جدید دور میں نظام تعلیم کی اعلیٰ تر سطح پر تحقیق کو لازمی خیال کیا جاتا ہے۔ بعض ممالک میں تو تعلیم کا آخری سال تحقیقی تفویض کی تکمیل کے لیے مختص ہوتا ہے جب کہ اکثر ممالک میں ماسٹر ڈگری کے حصول کے لیے تحقیقی مقالہ لکھنا نصاب کی تکمیل کا لازمہ قرار پاتا ہے۔ تحقیق کی اس اہمیت کے پیش نظر، سائنسی علوم ہوں یا سماجی علوم امریکہ میں نہ صرف ہر شعبے میں اعلیٰ تر سطح پر ہر طالب علم کو تحقیق کرنا پڑتی ہے بلکہ اپنے اپنے مضامین کی جدید ترقیات سے آگاہ رہنے کے لیے اساتذہ کو بھی تحقیق سے وابستہ رہنا پڑتا ہے کیوں کہ تدریس کو تحقیق سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ امریکہ میں اساتذہ کے تحقیقی کام کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی جاتی ہے بلکہ انھیں ضروری سہولتیں اور بہتر شرائط ملازمت بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس رجحان کو پاکستان میں بھی فروغ دیا جائے تاکہ ہم اپنی تعلیمی ضروریات پورا کرنے میں خود کفیل ہو سکیں۔

8.4- ٹیچر ایجوکیشن جاپان میں (Teacher Education in Japan)

جاپان میں پیشہ تدریس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اساتذہ کو معاشرے میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ جاپان میں کل ایک کروڑ تیس لاکھ کے قریب اساتذہ ہیں۔ ہر درجے کے استاد کے لیے اس سطح کا تدریسی سرٹیفکیٹ حاصل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ تدریسی سرٹیفکیٹ تعلیمی بورڈ عطا کرتے ہیں جو ان اساتذہ کو دیا جاتا ہے جو مطلوبہ تعلیمی قابلیت کے حامل ہوں اور پیشہ ورانہ کالجوں میں مطلوبہ کرڈٹ گھنٹوں کی تربیت

مکمل کر چکے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت کی غرض سے وزارت تعلیم نے بڑا جامع اور تفصیلی نظام وضع کر رکھا ہے۔ ثانوی درجے کی سطح پر تدریس کے لیے خصوصی مضامین میں تدریسی اسناد جاری کی جاتی ہیں۔

جہاں تک اساتذہ کے تقرر کا تعلق ہے تو اس مقصد کے لیے ان کے اپنے خصوصی مضامین اور پیشہ ورانہ مضامین میں امتحان لیا جاتا ہے۔ امتحان میں کامیابی کی صورت میں انھیں تقرر نامہ دے دیا جاتا ہے۔ قومی حکومت نے اساتذہ کے لیے چار تنخواہوں کے سکیل مقرر کر رکھے ہیں۔ ان میں:

1- جامعات اور جونیئر کالجوں کے اساتذہ

2- کالجوں کے اساتذہ

3- بالائی ثانوی سکولوں کے اساتذہ

4- ادنیٰ ثانوی سکولوں اور پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تنخواہوں کے سکیل شامل ہیں۔

بلدیاتی ادارے بھی عام طور پر وہی تنخواہیں دیتے ہیں جو حکومت کی طرف سے مقرر شدہ ہیں۔ 1974ء سے اساتذہ کی جو تنخواہیں اور دیگر مروجہ الاؤنس دیے جا رہے ہیں وہ ان کے مساوی درجے کے کسی بھی سرکاری ملازم سے زیادہ ہیں۔

دوران ملازمت تربیت تمام اساتذہ کے لیے ضروری ہے اور اس کا اہتمام وزارت تعلیم کرتی ہے۔ بعض بورڈ بھی اس کام میں حکومت سے تعاون کرتے ہیں۔

8.5- ٹیچر ایجوکیشن چین میں (Teacher Education in China)

چین میں حکومت اساتذہ کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دیتی ہے۔ پرائمری سکول کے اساتذہ کو نارمل سکولوں میں تربیت دی جاتی ہے اور ثانوی تعلیم کے معلمین کالجوں یا یونیورسٹیوں میں تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اساتذہ میں پچاس فی صد پرائمری اساتذہ نارمل سکولوں کے گریجویٹ ہیں۔ باقی اکثر سینئر یا جونیئر سکولوں کے گریجویٹ ہیں۔ مجموعی طور پر اگرچہ پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تعداد ملک کی ضرورت پوری کرتی ہے، لیکن کچھ پہاڑی علاقوں میں یا دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں عموماً استادوں کی کمی ہے۔ مزید ٹیچر مہیا کرنے کے لیے سیکنڈری نارمل سکول کھولے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں دوران ملازمت تربیت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ مختلف صوبوں / میونسپلٹیوں اور خود مختار علاقوں میں تعلیمی ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ استادوں کے سکول جو دوران ملازمت تربیت دیں گے، ضلعی سطح پر قائم کر دیے گئے ہیں۔ ٹائون شپ یعنی کیپٹوں میں اپنے اپنے تربیتی مراکز ہیں۔ ان اداروں میں استاد تنخواہ کے ساتھ عارضی طور پر اپنی بروس چھوڑ کر آتے ہیں یا پھر فالو وقت میں یہاں تربیت حاصل کرتے ہیں جو اساتذہ تنخواہ کے ساتھ ملازمت چھوڑ کر آتے ہیں ان کی دوران ملازمت تربیت یا تو ایک سال ہوتی ہے یا پھر چھ مہینے۔

1982ء کی شہادت کے مطابق اعلیٰ تعلیم کے لیے اساتذہ کے 2174 ادارے تھے۔ اساتذہ کے اداروں

میں گیارہ لاکھ نو ہزار تین سو پرائمری سکول ٹیچر پڑھ رہے تھے اور جو سکول سطح پر انتظامی دفاتر چلا رہے تھے، وہاں ان کی تعداد ستر ہزار چار سو تھی۔ کمیونی سطح ٹیچرز سکولوں میں یہ تعداد گیارہ لاکھ بارہ ہزار نو سو تھی، ان میں سے مزید تعلیم کے لیے تراسی ہزار نے اپنی ملازمت چھوڑ دی۔ باقی فائز اوقات میں مطالعہ کرتے رہے۔ جزوقتی مطالعہ زیادہ تر مراسلاتی کورسوں کی صورت میں کیا جاتا ہے، لیکن نشریاتی اور ٹی وی کورس بھی ہیں۔ ملک میں پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی مجموعی تعداد کے ایک چوتھائی اساتذہ نے ریفریشنگ کورس کر رکھے ہیں۔

استاد تدریسی اور تحقیقی اجتماعوں میں بھی شرکت کرتے ہیں۔ بڑے بڑے سکولوں میں ذیلی قسم کے اجتماع ہوتے ہیں۔ ان میں ہر ایک اجتماع خصوصی مضمون کے لیے وقف ہوتا ہے۔ بہت ہی چھوٹے سکول، جن میں ایک یا دو استاد ہوں وہ ان تحقیقی جماعتوں میں شامل ہو جاتے ہیں جو ارد گرد کے کئی سکولوں نے مل کر منظم کیے ہوں۔ گروپ یا اجتماع کے ساز کے مطابق رہنمائی کے لیے ایک دو آدمیوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔ مرکزی اجتماعات زیادہ منظم ہوتے ہیں اور یہ زیادہ تر ان ماہر اور قابل افراد پر مشتمل ہوتے ہیں جو اپنی پیشہ ورانہ ہنرمندی سے ان تدریسی اور تحقیقی اجتماعات کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ایسے تمام تربیتی مراکز جو کسی نئے آباد شہر یا قصبے میں ہوں وہ منصوبہ بنائے اور رہنمائی مہیا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں تاکہ استاد اپنے اپنے علاقوں میں حسب خواہش اعلیٰ کورس لے سکیں۔ اساتذہ کی یہ سرگرمیاں جو تحقیقی اجتماعات پر مشتمل ہوتی ہے، باقاعدہ وقفوں سے جاری رہتی ہیں اور اجتماعات کے اراکین ہفتے میں ایک یا دو بار یا کم از کم مہینے میں ایک بار جمع ہوتے ہیں تاکہ بحث و مباحثہ میں شامل ہو سکیں اور جو کچھ انھوں نے تدریسی کورس یا اپنے طور پر مطالعہ کیا ہو اس پر سوالات کیے جا سکیں۔ یہاں یہ اراکین تدریسی مسائل حل کرتے ہیں اور اپنے حاصل شدہ تجربات کا تبادلہ بھی کرتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ چھٹیوں کے دوران میں باری کے طور پر اساتذہ تربیت کے لیے (شارٹ ٹرم) مختصر مدتی ہوتی ہے۔ پرائمری سکول کے اساتذہ کی ٹریننگ کی ذمیت تعلیم بالغاں کی سی ہوتی ہے لہذا جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ تربیت کی مختلف صورتوں کی سال بسال اصلاح ہوتی رہتی ہے تاکہ معیار بہتر ہوتا رہے۔

تدریسی مواد وزارت تعلیم تیار کرتی ہے جو مختلف مضامین کے تدریسی پروگرام کے مطابق ہوتا ہے۔ تدریسی مواد کی اشاعت کو خصوصی ذمہ داری سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے۔ اس کا ذمہ دار عوامی تعلیمی اشاعت گھر ہے۔ مواد کی چھان بین کی جاتی ہے اور وزارت تعلیم اس کی منظوری دیتی ہے۔ استادوں کے لیے حوالے کی کتابیں بھی مرتب کی جاتی ہیں۔ بہر حال مقامی حالات کے تحت مختلف علاقوں کو اجازت ہے کہ وہ اس قسم کی کتابیں مرتب کریں۔ ایک جیسی نصابی کتابوں کے استعمال سے معیار بندی قائم رکھنے کے لیے اس طرح مدد دینا یقینی ہو گیا ہے۔

8.6- بھارت میں ٹیچر ایجوکیشن کا ایک جائزہ

(Review of Case Study of India)

بھارت میں رسمی سکول سسٹم میں کام کرنے والے اساتذہ کی تعداد کم و بیش 3.5 ملین ہے۔ پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت دس تا بارہ سال سکول کی تعلیم اور دو سالہ پیشہ ورانہ تعلیم ہے۔ سیکنڈری ٹیچرز کے لیے تعلیمی قابلیت کی حد یونیورسٹی سے فرسٹ ڈگری اور ایک سالہ پیشہ ورانہ ایجوکیشن ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بھارت میں افرادی قوت کی کمی نہیں ہے، مسائل بہت ہیں۔ دوسری ملازمتوں کے مقابلے میں اساتذہ کی تنخواہیں کم ہیں۔ حکومت بھارت نے اساتذہ کی تیاری کے لیے درکار ضرورتوں اور وسائل کا اندازہ لگانے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس میں اساتذہ کی سروس کو بہتر کرنا بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے سفارشات تیار کر لی ہیں اور اب اس پر تعلیمی پالیسی کے مطابق عمل ہو گا۔

مسائل (Issues)

- ☆ بدلتے ہوئے حالات کے باوجود پری سروس کے نصاب کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ یہ تبدیلی ملک کی 100 سے زائد یونیورسٹیوں اور محکمہ تعلیم کے 31 محکموں میں نظر آنی چاہیے۔
- ☆ مختلف مضامین جغرافیائی علاقوں اور خصوصی گروپس اور ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے مابین کوئی ربط نہیں ہے اور یہ مختلف ہیں۔ فائن آرٹس اور سیکنڈری ٹیچر پروویشنل ایبیلیٹی کے اساتذہ کی کمی ہے۔
- ☆ یونیورسٹیوں اور یونیورسٹی آف سیکنڈری ایجوکیشن سے اچھی پوزیشنیں لے کر نکلنے والے گریجویٹس میں اس پیشے میں آنے کے لیے کوئی کشش نہیں۔ اس کے لیے کم تنخواہیں اور دیہی علاقوں میں پست معیار زندگی اس کی بڑی وجوہات ہیں۔
- ☆ سیکنڈری ایجوکیشن میں مضامین میں مہارت پر کم توجہ دی جاتی ہے اور نہ ہی نئے اساتذہ کی بھرتی کا کوئی مربوط نظام ہے۔

- ☆ ان سروس ٹیچر ایجوکیشن کے ایک ساتھ کئی نظام رائج ہیں لیکن اس کے باوجود ان تمام میں باہمی رابطہ کا فقدان ہے لہذا اپلاٹنگ، مانیٹرنگ اور جائزہ (Evaluation) کا مربوط نظام رائج کرنا چاہیے۔
- ☆ فاصلاتی نظام تعلیم خاص طور پر میڈیا کے ذریعے سے پڑھانے والے نظام کو مزید وسعت دی جائے۔

مستقبل کے منصوبے (Future Plans)

- ☆ ایلمنٹری سکول ٹیچرز، غیر رسمی سکولوں کے انٹرکٹرز اور تعلیم بالغاں پروگرام اور ان سروس ایجوکیشن آف ٹیچرز کے لیے ضلع کی سطح پر جامع ادارے بنائے جائیں گے۔ ان اداروں کو مکمل شفاف اور ضرورت کی ہر چیز مہیا کی جائے گی۔

☆ مرکزی ریاست اور ضلع کی سطح پر ان سروس ایجوکیشن کے لیے جدید ادارے بنائے جائیں گے جن کی ذمہ داری پروگرام پلاننگ مانیٹرنگ اور جائزہ لینا ہوگی۔

☆ میڈیا کے ذریعے سے دی جانے والی فاصلاتی تعلیم کا دائرہ وسیع کیا جائے گا اور میڈیا کو اس مقصد کے لیے مزید بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے گا تاکہ اساتذہ کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔

☆ ٹیچر ایجوکیشن کے اداروں کو کمپیوٹرز کی سہولت دی جائے گی تاکہ اساتذہ میں کمپیوٹر کے استعمال کو فروغ دیا جاسکے۔

☆ نیشنل کونسل آف ٹیچر ایجوکیشن کو مناسب اختیارات دیئے جائیں گے تاکہ ملک میں ٹیچر ایجوکیشن کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

8.7- ملائیشیا میں ٹیچر ایجوکیشن (Teacher Education in Malaysia)

پرائمری اور لوئر سیکنڈری ٹیچر ٹریننگ کورسز کو مربوط کرنا

1- مربوط کرنے سے پہلے کی صورت حال

1956ء کی ایجوکیشن کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق وزارت تعلیم نے پرائمری اور لوئر سیکنڈری سکول ٹیچر کی تربیت کے لیے ایک پروگرام شروع کیا۔ یہ الگ پروگرام انتظامی اور حالات کے مطابق بالکل درست تھیں کہ اس کے ذریعے سے آزادی کے ابتدائی ایام میں ہی پرائمری اور لوئر سیکنڈری سکول اساتذہ کی تربیت کا کام شروع ہو گیا۔

ابتدائی ایام میں 30 فی صد پرائمری سکول چھوڑنے والوں کو لوئر سیکنڈری تعلیم کے لیے منتخب کیا گیا۔ اساتذہ کی بھرتی کے لیے کم از کم تعلیمی قابلیت کی حد کو پرائمری ٹیچر کی تربیت کے لیے سینڈرز ڈائیو پرائمری سکول سرٹیفکیٹ سے بڑھا کر لوئر سرٹیفکیٹ آف ایجوکیشن کر دینا ایک تاریخ ساز فیصلہ تھا جس کا مقصد پرائمری اور لوئر سیکنڈری ایجوکیشن کے معیار تعلیم میں پائے جانے والے فرق کو ختم کرنا تھا جب کہ سیکنڈری ٹیچر ٹریننگ کالجوں میں زیادہ تعلیم یافتہ ٹرینرز موجود تھے جنہیں بہتر سہولتیں بھی دی گئی تھیں۔ سیکنڈری ٹریننگ کالجوں میں طلبہ کو دو اہم تدریسی مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

سیکنڈری ٹیچر ٹریننگ کے لیے تیار کیا گیا۔ نصاب اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے اور انہیں کسی خاص مضمون میں مہارت حاصل کرنے کے مقصد کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے۔ اس کے ذریعے سے اساتذہ کو اعلیٰ تعلیم اور امتحانات کے لیے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے جن میں ہائر سکول سرٹیفکیٹ یا یونیورسٹی کا انٹر میڈیٹ امتحان شامل ہے۔ ان کورسز کو کرنے کے بعد اساتذہ کی اکثریت گریجویٹ ٹیچر بن جاتی ہے۔

2- مربوط ٹریننگ پروگرام کی جانب (Towards an Integrated Training Programme)

1957ء میں آزادی حاصل کرنے کے بعد پہلی ایجوکیشن کمیٹی رپورٹ 1957ء کے مطابق وزارت

تعلیمی پالیسی اپنائی اس کا مقصد ملک میں جاری مختلف تربیتی پروگراموں کو ایک جگہ مربوط کر کے انہیں انداز کا تربیتی پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ تربیت تمام سرکاری اور سرکاری امداد سے چلنے والے سکولوں کے اساتذہ کے لیے تھی۔ 1960ء میں ایجوکیشن ریویو کمیٹی (Education Review Committee) نے اپنی رپورٹ میں سفارش کی کہ طلبہ کے لیے سکول چھوڑنے کی عمر پندرہ سال کر دی جائے اور اس کے لیے پوسٹ پرائمری سکول تعلیم شروع کی جائے جسے ”جاری سکول“ کہا جاتا ہے۔ یہ سولت ان 70 فی صد طلبہ کے لیے تھی جو پرائمری سکول چھوڑ کر اکیڈمک سیکنڈری سکول میں داخلہ حاصل کرنے کے اہل نہیں تھے۔

1964ء میں ملائیشیا کے تمام سیکنڈری سکولوں میں داخلے کا امتحان ختم کر دیا گیا۔ 1965ء طلبہ سے کوئین سالہ سیکنڈری ایجوکیشن میں کورس کے ذریعے سے پروموت کر دیا جاتا تھا جس کے باعث تعلیمی عرصہ چھ سال سے بڑھ کر نو سال ہو گیا۔ قومی تعلیمی نظام میں کیے جانے والے ان اقدامات نے پرائمری اور لوئر سیکنڈری ٹیچر ٹریننگ پروگرام کو بھی مربوط کرنے کی راہ ہموار کی۔

ایکسپٹ کمیٹی آن ٹیچر ز ایجوکیشن (Expert Committee on Teachers Education) یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل نے 5 تا 4 دسمبر 1967ء تک پیرس میں اس کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں کمیٹی نے ملک میں ٹیچر ایجوکیشن کی اہمیت کو اجاگر کیا اور کہا کہ اس مقصد کے لیے یونیسکو ہنگامی بنیادوں پر فنڈز فراہم کرے۔

ٹیچر ایجوکیٹرز (Teacher Educators) ایشیا میں علاقائی اجلاس فلپائن کے شریکوزون سٹی کے ایشین انسٹی ٹیوٹ فار ٹیچر ایجوکیٹر میں 23 ستمبر تا 13 اکتوبر 1969ء تک ہوا۔ جس کے دوران میں پورے سکول کے عرصے کو ایک مسلسل یونٹ کے طور پر زیر بحث لایا گیا۔ اس اجلاس کے دوران میں سکول پروگرام کو پرائمری اور سیکنڈری میں تقسیم کرنے کے تصور کو رد کر دیا گیا جس کے باعث مستقبل میں پرائمری اور سیکنڈری ٹیچرز کا تصور بھی ختم ہو گیا جس کے نتیجے میں یہ ایک مربوط پیشہ بن کر ابھر ا۔ اس صورت حال کے باعث ایک ایسے تربیتی پروگرام کی ضرورت محسوس کی گئی جو پرائمری اور سیکنڈری دونوں سطح کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

ٹیچنگ سروسز سے متعلق رائل کمیشن نے 1971ء میں نوٹ کیا کہ سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ کے حامل اساتذہ کی فراہمی اب ضرورت سے زیادہ ہو گئی ہے لہذا پرائمری اور سیکنڈری سکول اساتذہ کی بھرتی کے لیے کم سے کم تعلیمی قابلیت سکول سرٹیفکیٹ سمیت کسی بھی ٹیچر ٹریننگ ادارے سے پیشہ ورانہ تربیت قرار دی جائے۔ یہ اساتذہ اسی تنخواہوں کے سکیل میں بھرتی کیے جائیں گے جن میں دوسرے اساتذہ ہیں چاہے یہ ان کی بھی مضمون پڑھاتے ہوں۔

ٹیچرز ایجوکیشن کے حوالے سے قومی سیمینار 1970ء میں 3 تا 6 دسمبر تک ملائیشیا کے شہر پنانگ میں منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں ایشیا کے دوسرے ممالک میں بڑھتے ہوئے رجحان کو نوٹ کیا گیا جس میں پرائمری اور سیکنڈری ایجوکیشن کے ٹریننگ کورسز مشترکہ ہیں۔ مارچ 1971ء میں سیمینار کی سفارشات کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ 1972ء میں ٹیچرز ٹریننگ کورسز آف سٹڈیز ریویو کمیٹی جو کہ ٹیچرز ٹریننگ پالیسی کا جائزہ لینے کی ذمہ دار ہے، نے ایک موثر سکیم تیار کی جس کے تحت پرائمری اور سیکنڈری ٹیچرز کی تربیت کو مشترکہ کورسز کے ذریعے سے کرانے کا پروگرام بنایا گیا۔

یہ سکیم بہت زیادہ سنجیدہ بحث و مباحثہ اور اساتذہ، ماہرین اور محکمہ تعلیم کے غور و فکر کے بعد بہت سی تبدیلیوں کے بعد 1973ء میں حتمی شکل اختیار کر سکی جس کے بعد مغربی ملائیشیا کے ٹیچرز ٹریننگ کالجوں نے طلبہ کو دو سالہ ٹریننگ کورسز آفر کیے۔

مجوزہ سکیم (The Proposed Scheme)

پچھلے سال کے دوران میں تمام طالب علم اساتذہ مشترکہ وسیع البیاد پروگرام پر عمل درآمد کریں گے جس کے دوران میں بنیادی 9 سالہ سکول ایجوکیشن پروگرام کے مڈل یول کو کورس کرایا جائے گا۔ مڈل یول سینیئر ڈیٹا سینیئر ڈیٹا 1V تک ہوتا ہے۔ تربیت کے دوسرے سال کے دوران میں طالب علم اساتذہ کا چناؤ کر کے انھیں مخصوص مضامین میں خصوصی مہارت دی جاتی ہے۔

(i) نچھن کے ابتدائی سالوں کا یول جس میں لوئر پرائمری گریڈ شامل ہے کے دوران میں پری سکول ایجوکیشن دی جاتی ہے۔

(ii) ابتدائی لڑکین کا یول جس کے دوران میں فارم 1 اور 11 کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ مجوزہ سکیم دو اقسام کے اساتذہ پیدا کرے گی۔

گروپ الف: وہ اساتذہ جو سینیئر ڈیٹا 1 تا فارم 1 تک پڑھاسکیں۔

گروپ ب: وہ اساتذہ جو سینیئر ڈیٹا 4 تا فارم 11 تک پڑھاسکیں۔

پڑھائے جانے والے کورسز کو مندرجہ ذیل گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(i) پیشہ ورانہ تعلیمی کورسز: ایجوکیشن، صوتی و بصری ایجوکیشن، لائبریری کا استعمال اور اسے قائم کرنا اور معاشرتی علوم۔

(ii) زبان کی مہارت کے کورسز۔

(iii) سکول مضامین کورسز۔

(iv) ہم نصابی سرگرمیاں بشمول کمیونٹی سروس سرگرمیاں۔

(v) عملی تعلیم (Practical Education)

موجودہ تربیتی پروگرام میں چند تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں جو مجوزہ سکیم میں شامل کی گئی ہیں اور جن کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

☆ ٹیچرز ٹریننگ کے سلسلے میں بنائی گئی جائزہ کمیٹی کی جانب سے طے کیے گئے اغراض و مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے معاشرتی علوم کے مضمون میں دو سالہ تربیتی کورس متعارف کرایا گیا۔ اس کورس کا مقصد اساتذہ کی تعلیمی صلاحیت کو بڑھانا ہے۔

☆ ملائیشیا کی قومی زبان اور انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بنیادی لیٹریچ کورس متعارف کرایا گیا۔

☆ تربیت کے دوران میں پڑھایا جانے والا نصاب سکول میں پڑھائے جانے والے نصاب کے مطابق ہوگا نیز ان مضامین میں اساتذہ کی اپنی تعلیمی صلاحیت کو فروغ دینے کے لیے ان مضامین کو تفصیل سے پڑھایا جائے گا۔

☆ طلبہ پرائمری اور لوئر سیکنڈری سکول دونوں میں پڑھانے کی پریکٹس کریں گے۔

☆ طلبہ تجویزی گئی کم از کم ایک ٹیم میں شرکت کریں گے یا تفکیک دی گئی کلب سوسائٹی میں شامل ہو کر سوشل ویلفیئر کے کاموں میں حصہ لیں گے۔

☆ تمام طلبہ لا بھریریڈ ہینجمنٹ اور لا بھریریڈ سے استفادہ کرنے کے حوالے سے تیار کیے گئے مضمون کو پڑھیں گے۔

☆ اس ٹیچرز ٹریننگ کا اطلاق دو کیشنل سیکنڈری سکول کے اساتذہ پر نہیں ہوتا۔

ان سروس ٹریننگ کورسز (In-Service Training Courses)

ریاضی اور سائنس کی ٹیچنگ (Teaching of Mathematics and Science)

ملائیشیا میں ریاضی اور سائنس پڑھانے کے لیے اچھے اساتذہ پیدا کرنے کے مقصد کے تحت نصاب میں بنیادی تبدیلیاں کی گئی ہیں اور یہ تبدیلیاں پرائمری اور سیکنڈری سکول کی سطح پر کی گئی ہیں۔

پرائمری لیول (Primary Level)

پرائمری سطح پر خاص طور پر دیکی علاقوں میں ریاضی اور سائنس پڑھانے کے لیے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو بہتر کرنے کے لیے 1968ء میں اقدامات شروع کیے گئے۔ اس پروگرام کو سیشنل پراجیکٹ کا نام دیا گیا جس میں مندرجہ ذیل سرگرمیاں شامل تھیں۔

☆ اساتذہ کو ریاضی اور سائنس کے مضامین کی گائیڈ شیٹس (Guides Sheets) فراہم کی گئیں۔

☆ ٹیٹ لیول پر اساتذہ کی ان سروس ٹریننگ شروع کی گئی جس میں انھیں گائیڈ شیٹ کو استعمال کرتے کا

طریقہ سکھایا گیا۔

☆ سفر اور کلاس روم میں پڑھانے والے استاد کے ماہر رابطے کو مستحکم کیا گیا جس کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ اس تربیت اور گائیڈ شیٹ کی فراہمی کے باعث استاد اور طالب علم کے رویے اور برتاؤ میں کون سی واضح تبدیلی رونما ہو گئی ہے۔

اس مقصد کے لیے پورے ملائیشیا میں کام کرنے والے 5000 اساتذہ کے لیے ریاضی اور سائنس کی گائیڈ شیٹ شائع کر کے انھیں بھجوائی گئی۔ ان سروس کے علاوہ اساتذہ کی ورکشاپس، سیمینار اور مباحثے کروائے گئے۔

لوئر سیکنڈری لیول (Lower Secondary Level)

ملائیشیا میں لوئر سیکنڈری سکولوں میں عارضی طور پر جدید سائنس اور ریاضی کے مضامین میں متعارف کروائے گئے ہیں۔ کئی سائنس (Integrated Science) جس کا اصل وطن سکاٹ لینڈ ہے، کو تھوڑی بہت اور ضروری تبدیلیوں کے بعد ملائیشیا کے اپنے معاشرے کی ضروریات کے مطابق ڈھالا گیا جب کہ اس ترمیم کے ساتھ ساتھ اس میں چند نئی چیزوں کو بھی شامل کیا گیا۔ کیمسٹری اور بیالوجی ملائیشیا میں بالکل ایک نیا آئیڈیا تھا۔

اس کورس کے دوران میں بہت زیادہ زور عملی کام (Practical Work) پر دیا گیا اور ان سائنسی آلات کو استعمال کرنے پر زور دیا گیا جو سکول میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس پروگرام کے تحت سکول لیبارٹریوں میں استعمال ہونے والے آلات کی خریداری بھی کی گئی۔ اس پروگرام کے تحت نیا نصاب بھی تیار کیا گیا اور کم و بیش 75 سکولوں میں اس نصاب کو پڑھانے کا آزمائشی تجربہ کیا جا رہا ہے۔

نئی کتابیں جو نئے نصاب پر مبنی ہیں اور جو سکاٹ لینڈ کے میٹرل پر مبنی ہیں، کو پہلے دو سالوں میں انگریزی اور ملائی زبان میں شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ اساتذہ کو گائیڈ لوٹ جس ریفرنس جس، آلات کی فہرست اور امتحانی سوالات کے نمونے بھی فراہم کیے گئے۔

اوپر سیکنڈری لیول (Upper Secondary Level)

لوئر سیکنڈری سائنس میں کی جانے والی تبدیلی نے اپر سیکنڈری لیول پر تبدیلی کو ناگزیر بنادیا۔ 1968ء میں محکمہ تعلیم نے برطانیہ سے آئے ہوئے ٹیوٹرز کے ساتھ مل کر فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی کے مضامین نیو فیلڈ (Nuffield) کے اولیول کے کورسز کے مطابق بنائے۔ اس طرح سے ان مضامین کا ابتدائی میٹرل فارم IV اور V کے طالب علموں کے لیے تیار کیا گیا اور انھیں شائع کیا گیا جب کہ فارم V کا میٹرل اشاعت کے مراحل میں ہے۔ اس شعبے میں تربیت اور تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ اپر سیکنڈری اساتذہ کو نیو فیلڈ کی فلاسفی اور اپروچ کے بارے میں آگہی دی جائے اور اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ یہ میٹرل ملائیشیا کے سکولوں کی ضرورت کس حد تک پوری کرتا ہے۔ اس پوری مشق کے بعد ابتداء میں دو سالہ تعارفی کورس تیار کیا گیا، جس کا مقصد

لوئر سیکنڈری لیول پر متعارف کرائے جانے والے کورس کی توسیع کرنا تھا۔ نئے کورس کو متعارف کرانے کے باعث اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ سکولوں کے لیے اس کو اس کے مطابق سائنسی آلات بھی خریدے جائیں۔ اس میں مزید توسیع کر کے اس میں مزید تحقیق اور بیالوجیکل میٹرل تیار کرنے پر بھی توجہ دی گئی۔

دیگر سرگرمیاں (Other Activities)

نصاب میں بنیادی تبدیلیوں کے بعد وزارت نے سائنس کے فروغ کے لیے ہم نصابی سرگرمیوں پر بھی توجہ دی اور سکولوں سے باہر سائنسی نمائشوں کا اہتمام کیا۔ یہ نمائشیں ضلعی اور مقامی سطح پر لگائی جاتی تھیں۔ پرائیویٹ سیکٹر کے تعاون سے وزارت تعلیم نے ہر سال سائنسی نمائش کا اہتمام بھی کیا ہے۔

ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ایجوکیشن (Health and Nutrition Education)

اقوام متحدہ کے مالی ادارہ صحت کی تعریف کے مطابق صحت وہ جسمانی، ذہنی اور معاشرتی کیفیت ہے جس میں کوئی شخص اپنے آپ کو مکمل فٹ محسوس کرے اور جس میں کسی بھی بیماری کا ہلکا سا اثر بھی نہ ہو۔ اس تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے وزارت تعلیم نے سکولوں میں ہیلتھ ایجوکیشن اور صحت پر خصوصی توجہ دی۔ اس سلسلے میں حکومت نے اپنے طور پر پرائیویٹ سیکٹر کی شراکت سے عوام میں تصور اجاگر کیا اور کئی عملی اقدامات بھی کیے۔

سکول ہیلتھ اور ہیلتھ ایجوکیشن کو فروغ دینے کے لیے اساتذہ کی تربیت بنیادی عنصر ہے۔ اس سلسلے میں 1970ء میں ہیلتھ اینڈ فزیکل ایجوکیشن کے نصاب کو تبدیل کیا گیا جس پر 1972ء میں مزید نظر ثانی کی گئی۔ نظر ثانی شدہ نصاب کے تحت ہر سال 500 سے 1000 افراد کو تربیت دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ہر دیسی علاقے میں ایک ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ایجوکیشن سنٹر قائم کیا گیا جو لوگوں کو اس شعبے میں تربیت دے رہا ہے۔ ان مضامین میں اساتذہ کو تربیت دے کر ان مضامین کے ماہرین کے طور پر سکولوں میں تعینات کیا گیا۔

1972ء میں ملائیشیا کی پارلیمنٹ ایجوکیشن ایکٹ 1961ء میں ترمیم کی جس کے تحت ملک میں پرائیویٹ شعبے میں قائم کنڈرگارٹن سکولوں پر کنٹرول کرنے کا اختیار حکومت کو دیا گیا۔ اس ترمیم کا مقصد ان سکولوں کے لیے سرکاری ضابطہ کارکردگی اور قواعد و ضوابط بنانا تھا تاکہ ان کی تدریسی سرگرمیوں پر حکومت کا کنٹرول رہے۔

پری سکول ایجوکیشن میں ماہرین کو تربیت دی گئی اور کنڈرگارٹن کے لیے ایک گائیڈ بک تیار کی گئی۔ 1972ء میں ان سروس اساتذہ کے لیے چائلڈ ایجوکیشن کے لیے سپلیمنٹری کورسز تیار کیے گئے۔ اس سلسلے میں 1972ء میں تیس افراد کو تربیت دی گئی جب کہ ہر سال 30 افراد کو کورس میں تربیت دی جا رہی ہے۔

8.8- ٹیچر ایجوکیشن سری لنکا میں (Teacher Education in Sri Lanka)

استاد بننے کے لیے کم از کم جنرل سرٹیفکیٹ آف ایجوکیشن اولیول ضروری ہے۔ اب اس کو بڑھایا جا رہا ہے اور بارہ سال کی رسمی تعلیم ضروری ہے۔ بھرتی کے بعد دو یا تین ہفتے کی مختصر تربیت دی جاتی ہے۔ کچھ سالوں کے بعد اساتذہ کو تربیت کے لیے منتخب کر کے تربیتی کالج میں بھیجا جاتا ہے۔

پرائمری اور سینکڈری درجات ایک دوسرے کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سکول کی مردم شماری کے مطابق پرائمری درجوں میں اکٹھ ہزار ایک سو باونے استاد کام کر رہے ہیں۔ ٹیچر شاگرد کا تناسب 36.1 اور مجموعی طور پر ٹیچر، شاگرد کی نسبت 32.1 ہے۔ کلاسوں کا حجم 40 تا 35 طلبہ ہوتے ہیں۔ اس کا انحصار مجموعی داخلے پر ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بے شمار چھوٹے چھوٹے سکول ایک ٹیچر چلاتا ہے جس کے ذمے کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ پرائمری اور سینکڈری سکولوں میں تقریباً ساٹھ فی صد تعداد خواتین کی ہے۔ موجودہ پالیسی کے تحت ابتدائی سکولوں میں زیادہ تربیت یافتہ تعداد خواتین کی ہوگی۔ دور دراز کے علاقوں میں اساتذہ کا بھیجا دشار طلب ہے۔ وزارت ایسے سکولوں کو ترجیح دیتی ہے جو اساتذہ کے لیے رہائشی اور دیگر ضروریات مہیا کریں۔

فی الحال 16 تربیتی کالج ہیں۔ ان کی سالانہ پیداوار ایک ہزار ہے۔ اندازاً تیرہ ہزار پرائمری اساتذہ غیر تربیت یافتہ ہیں۔ وزارت نے قبل از ملازمت کی تربیت کا پروگرام بنایا ہے تاکہ کم سے کم وقت میں اس کمی کو دور کیا جائے۔ تربیتی کالجوں میں جو کورس پیش کیے جاتے ہیں، ان کے دورانیہ دو سال کا ہے۔ نصاب حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

1- پیشہ ورانہ کورس

- (i) اصول تعلیم
- (ii) تعلیمی نفسیت

2- عمومی تعلیم

- (i) مادری زبان، مذہب، صحت اور جسمانی تعلیم (یہ مضمون لازمی ہیں)
- (ii) انگریزی، اخلاقیات، زراعت، ثانوی زبان، گھریلو سائنس، ریاضی، سائنس اور معاشی علوم (یہ اختیاری مضمون ہیں شامل ہیں)۔

زیر تربیت استاد کو نگران کی ہدایت کے تحت عملی تدریس کا حصہ مکمل کرنا ہوتا ہے۔ 1973ء میں دوران ملازمت تربیت کا پروگرام شروع کیا گیا تھا جس کے تحت دس ہزار استادوں کی تربیتی جدید کی گئی۔ نصاب سازی کا مرکز پرائمری تعلیم سے متعلق نئے تصورات اور تجربات پر مشتمل خبرنامہ شائع کرتا ہے اور

سال میں تین بار انھیں سکولوں میں بھیجتا ہے۔ اس کام کے لیے ریڈیو اور اخبارات کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

8.9- تھائی لینڈ میں ٹیچر ایجوکیشن (Teacher Education in Thailand)

تھائی لینڈ میں تعلیم کی بنیاد اس فلاسفی اور اپروچ پر رکھی گئی ہے کہ ”ایجوکیشن سکھنے کے مسلسل عمل کا نام ہے جو شعور اور عمل کے مابین توازن پیدا کرتی ہے۔ ایجوکیشن کے ذریعے سے معاشرے اور فرد میں پرامن، پرسکون اور خوشحال زندگی کو ترتیب دینے کا شعور پیدا کیا جاسکتا ہے۔

پرامن، پر سکون اور خوشحال زندگی پر امن پوری زندگی پر محیط عمل ہے جس کے دوران میں شعور اور عمل کے درمیان ایسا پرامن توازن پیدا کیا جاتا ہے جو بنی نوع انسان کی بقا اور خوشحال کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اسی شعور کی بنیاد پر ٹیکنالوجی کو فروغ دے کر ماحول کو خوش گوار اضافے سے کیا مطلب لیا جاتا ہے؟ اس کا مطلب ہے شعور اور عمل کے مابین توازن اور خوش گوار اضافے سے کیا مطلب لیا جاتا ہے؟ اس کا مطلب ہے

انسانی اقدار کا فروغ پرامن ذہن اور ذہنی حالت اور دنیاوی ترقی۔ جب شعور اور عمل ساتھ ساتھ پرورش پاتے ہیں تو معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ذہنی طور پر متاثر افراد کم پیدا ہوتے ہیں۔ ذہنی دباؤ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

پیشہ ورانہ تعلیم (Professional Education)

پیشہ ورانہ تعلیم میں ایسے کورسز پڑھائے جاتے ہیں جن کا مقصد اساتذہ کی پیشہ ورانہ مہارت کو فروغ دینا ہے۔ اگر اساتذہ کو پرامن تعلیم دینے کے فرائض سونپے جائیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ روایتی پیشہ ورانہ تعلیمی قابلیت کو مندرجہ ذیل پرامن تعلیمی قابلیت میں ڈھالا جائے۔

- ☆ ایجوکیشن فلاسفی پر مبنی کورسز کو تربیت کر کے پرامن تعلیم کی فلاسفی میں ڈھالنا ہوگا۔
- ☆ نصاب سازی کے کورسز کو از سر نو جائزہ لے کر پرامن تعلیمی فلاسفی کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔
- ☆ ایجوکیشنل فلاسفی اینڈ میتھڈز آف ٹیچنگ کے کورسز کو روحانی معاشرتی اور میٹرل ڈیولپمنٹ میں مہارت حاصل کرنے کے حوالے سے از سر نو تشکیل دینا ہوگا۔

☆ اساتذہ کی تہذیبی روایات اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو بھی مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ علم حاصل کرنے کا عمل جھوٹے سے شروع ہو کر آخری سالوں تک جاری رہتا ہے۔ اس دوران میں ہر شخص روایتی، غیر روایتی اور غیر رسمی تعلیم حاصل کرتا ہے تھائی لینڈ کی رام خام پینگ یونیورسٹی اوپن یونیورسٹی ہے جس کے ذریعے سے 600,000 طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں اساتذہ کی تعلیمی تربیت کو بھی پیشہ ورانہ طور پر روایتی، غیر روایتی اور غیر رسمی تعلیم کی تربیت کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

لائف لانگ ٹیچر ایجوکیشن کے دو پروگرام ہیں۔

- ☆ ڈگری پروگرام جس کے بعد پچھلے آف ایجوکیشن کی ڈگری دی جاتی ہے۔
- ☆ نان ڈگری پروگرام جس کے تحت کرائے جانے والے کورسز کے سرٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں اور اس میں آبادی کے مختلف گروپ شرکت کرتے ہیں۔
- ☆ ٹیچرز لائف لائف پروگرام کو مندرجہ ذیل مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا۔
- ☆ اساتذہ کو ایسی تربیت دینا کہ وہ آگے چل کر پرامن تعلیم دے کر والدین، بچوں اور نوجوانوں کو معاشرے کا کارآمد شہری بنائیں۔
- ☆ اساتذہ کو ایسی تربیت دینا کہ وہ بالغاں کو پرامن تعلیم دے سکیں تاکہ افرادی قوت کو ترقی دے کر تغیر و ترقی کی منزل کو حاصل کیا جائے۔
- ☆ اساتذہ کو ایسی تربیت دینا کہ جس کی بنیاد پر وہ روایتی اور غیر روایتی انداز میں معاشرے کی ترقی میں ہاتھ بنا سکیں۔
- ☆ اساتذہ میڈیا کے ذریعے سے پرامن تعلیم دے سکیں۔

سائنسی تعلیم (Scientific Education)

سائنسی تعلیم میں سائنس کے شعبے میں ہونے والی ڈیولپمنٹ کے بارے میں آگہی دی جاتی ہے جس میں سائنسی نالج اور سائنسی مضامین کی سمجھ بوجھ کو فروغ دیا جاتا ہے۔ پرامن تعلیم کے پس منظر میں مسائل حل کرنے کے لیے دو طرح کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر سائنسی قواعد و ضوابط اور اصول وضع کیے جاتے ہیں۔

پہلی قسم ریگولر سائنسی طریقے ہیں جنہیں ”میسر اور سائنٹیفک میتھڈ“ (Matter-Oriented Scientific Method) کہا جاتا ہے۔ مسائل حل کرنے کا یہ طریقہ اس اعداد و شمار پر منحصر ہوتا ہے جو حواس خمسہ (Five Sensory Perceptions) کے ذریعے سے اکٹھا کیا جاتا ہے جس کے بعد میٹریل فزیکل ہیاولوجیکل دنیا کے لازائف نیچر ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

دوسرے طریقے کو ”مائینڈ اور سائنٹیفک میتھڈ“ (Mind-Oriented Scientific Method) کہا جاتا ہے۔ اس طریقے کو مذہبی اصولوں اور سوچ سے لیا جاتا ہے۔

تھائی لینڈ میں چار پاکیزہ سچائیاں مل کر اس طریقے کو بناتی ہیں۔ ان چار سچائیوں کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

- ☆ انسانی، ذہنی و جسمانی محرومیاں۔
- ☆ ان محرومیوں کی وجوہات۔
- ☆ وجوہات کو تلاش کرنے کے بعد ان کا خاتمہ۔
- ☆ محرومیوں کو ختم کرنے کے لیے آٹھ نکاتی طریقہ۔

ان چار طریقوں کو مزید دو ذیلی طریقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، یعنی:

☆ ”کیوں“

☆ ”کیسے“

یہ کیوں کے زمرے میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ”یہ محرومیاں کیوں ہیں“ لہذا اس میں تحقیق کی جاتی ہے۔

یہ کیسے کے زمرے میں ہم یہ سوال کرتے ہیں ”یہ محرومیاں کیسے ختم ہو سکتی ہیں“۔

آٹھ نکاتی راستہ مندرجہ ذیل ہے۔

- ☆ درست سوچ اور سمجھ (Right View and Understanding)
- ☆ درست خیالات (Right Thought and Volition)
- ☆ درست بات (Right Speech)
- ☆ درست ایکشن یعنی عمل (Right Action)
- ☆ درست زندگی (Right Likelihood and Vocation)
- ☆ درست کوشش (Right Effort and Attempt)
- ☆ درست احساس (Right Mindfulness and Consciousness)
- ☆ درست توجہ اور تاشی (Right Concentration and Meditation)

معاشرتی اور تہذیبی تعلیم (Social Cultural Education)

معاشرتی و تہذیبی تعلیم کے ذریعے سے طلبہ کو معاشرے کا کارآمد اور منہب شہری بنایا جاتا ہے۔ اس کے دوران میں ہر طالب علم کو معاشرے کا پرامن اور امن پسند شہری بنایا جاتا ہے۔ سوسل سائنسز میں کلچرل اور معاشرتی اصولوں کو مذہبی رنگ دے کر پڑھایا جاتا ہے۔

تھائی لینڈ میں پانچ طبقے (Communities) ایسے ہیں جو بدھ ازم کے مندرجہ ذیل نکات کو سوشل سائنسز میں استعمال کرتے ہیں۔

- ☆ نفسیات (Psychology)
- ☆ معاشیات (Economics)
- ☆ معاشرتی علوم (Sociology)
- ☆ سیاسیات (Political Science)
- ☆ ایجوکیشن (Education)

اکنامک ٹیکنیکل انوائرنمنٹ ایجوکیشن (Economic Technical Environment Education)

یہ ایجوکیشن پروگرام طلبہ میں اکنامک اور ٹیکنیکل ایجوکیشن دیتا ہے تاکہ نہ صرف یہ کہ وہ کیشنل تعلیم کو

فروع حاصل ہو بلکہ ماحولیاتی تعلیم کو بھی فروغ حاصل ہو۔ اس پروگرام کو شروع کرنے کا مقصد معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنا ہے۔ پر امن تعلیم کے طریقے مذہبی اداروں سے لیے جاتے ہیں۔ تھائی لینڈ میں بدھ ازم کی چار سچائیوں کو پر امن تعلیم کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

مذہبی اصولوں پر مبنی جنرل ایجوکیشن

(General Education Based on Wisdom of Religious Principles)

اس تعلیمی پروگرام کا مقصد طلبہ میں زندگی کے حوالے سے مثبت سوچ پیدا کرنا اور زندگی کی حقیقی مضمون میں نالج فراہم کرنا ہے۔ اس پروگرام کا مقصد طلبہ میں یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ وہ اپنے مسائل کو خود حل کرنے کے قابل ہو جائیں۔ جنرل ایجوکیشن میں عام طور پر مندرجہ ذیل شعبے ہوتے ہیں۔

☆ سینٹارز

☆ تجرباتی اور عملی ایجوکیشن

☆ انٹرنیشنل ایجوکیشن برائے امن

ان مقاصد کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹیاں اور سکول قائم ہیں۔ ان اداروں کو یونیسکو اور دیگر عالمی تعلیمی اداروں کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔

9
باب



ٹیچر ایجوکیشن اور اکیسویں صدی کے چیلنج

(Teacher Education and Challenges of 21st Century)

AIOU LEARNING
WHATSAPP 0303 8507371

9.1۔ ٹیچر؛ ٹول کٹ (The Teacher's Toolkit)

ٹیچنگ ایک مہارت (Skill) کا نام ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے کہ کارنگر (Craftsman) اور خواتین ان مہارت کی پریکٹس یا مشق کرتے ہیں۔ اگر آپ ایک ٹیچر ہیں تو پھر آپ کو ایک ہنرمند (Skillful) ہونا چاہیے اور یہ وہ چیز ہے جو شاگردوں کو سیکھنے کے قابل بناتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کارنگر اپنے آلات کی کٹ (Kit) رکھتا ہے جس کی بدولت وہ میٹرل کو ساخت (Shaping) کرتا ہے۔ بالکل یہی کام ایک ٹیچر انجام دیتا ہے۔ یہاں پر میری بات کرنے کا تعلق چاک بورڈ (Chalk Boards) کتب یا اور ہینڈ پروجیکٹر سے نہیں ہے۔ درحقیقت اساتذہ اپنے شاگردوں کے اذہان کو متاثر کرتے ہیں اور اس کام کے لیے انھیں ایسے آلات کی ضرورت ہوتی ہے جو ذہنی نشوونما کر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں پہلی چیز معائنہ (Examine) ہے جس طرح کہ ایک کاریگر کرتا ہے۔ وہ مسئلے کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، کہ اس میں درحقیقت کون سا عوامل کارفرما ہے اور حیثیت ٹیچر آپ کو بھی یہی کرنا ہوتا ہے یعنی آپ:

- اذہان کی حوصلہ افزائی کر کے علم اور مہارت کو بڑھائیں۔
- اخلاقی رویوں کو ترقی دیں (پروان چڑھائیں)۔
- آرٹس، ڈرامے یا موسیقی میں زیادہ ملوث ہوں / مشغول ہوں۔
- انفرادی صلاحیتوں اور قابلیتوں کی حوصلہ افزائی کریں۔
- ایسے تعلیم یافتہ شری پیدا کریں جو مختلف النوع ثقافت کے معاشرے میں اپنے مقام کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں۔
- اپنے شاگردوں کی شخصیت کو ترقی دے کر انھیں فرض شناس افراد بنائیں۔

آپ اب ان تمام اشیاء کے متعلق سوچیں، پیشتر اس کے کہ آپ سکول جائیں اور اپنے آپ سے سوال کریں کہ میں نے ان کو کیسے سیکھا؟ اچھا آپ نے ان کو دیکھنے، چھونے، چکھنے اور سونگھنے سے سیکھا یا پھر سنی و خطا سے سیکھا یا والدین سے سوال کر کے سیکھا۔ آپ ان اشیاء پر توجہ مرکوز کریں جو کہ بہت اہم تھیں اور آپ نے بذریعہ سوالات ان کو سیکھا۔

بچپن کی عام خصوصیت ہے کہ بچے سوال پوچھتے ہیں۔ تین اور چھ سال کی عمر کے درمیان عرصے میں بچے لاتعداد سوالات اپنے والدین سے پوچھتے ہیں اور اگر آپ والد اور بچے کی گفتگو کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بچہ اپنی ارد گرد کی دنیا کے متعلق احساس رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک روز میں نے معصوم بچوں (جن کی عمریں تقریباً چار سال تھیں) کی کلاس کا دورہ کیا اور ان میں کچھ دیر رہا۔ اس دوران میں ان سے میں نے کچھ سوالات پوچھے مثلاً:

دودھ کہاں سے آتا ہے؟

کیا میں جب بڑا ہو گیا تو آپ کی طرح ہو جاؤں گا؟

کیا وہ (میری طرف اشارہ کرتے ہوئے) تمہارا ڈیڈی ہے؟

آج عمار کی سالگرہ ہے اور کیا میری سالگرہ جلد آ رہی ہے؟

اس میں کیا ہے؟ (اپنے بریف کیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

کیا گائیں گے ہیں؟

اور یوں آپ تقریباً بچوں کو دیکھیں گے کہ ان کے ذہن کس طرح کام کر رہے ہیں اور اس سے وہ ضروری ذہنی تعلق یا ہم آہنگیوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ارد گرد کی دنیا، اپنے اساتذہ اور سکول اور دودھ اور دودھ کی بوتلوں، سالگرہ اور بڑھنے یا بڑھوتری کے بارے میں جان سکیں۔

تاہم تعلیمی زندگی کا افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ تعلیم میں جستجوئی رویے وقت کے ساتھ ساتھ مدہم پڑتے جا رہے ہیں اور بچوں میں سکول کی زندگی کے آخر تک اس کی نشوونما نہیں کی جاتی حالانکہ یہ ایک فطری خصوصیت ہے۔ اس طرح بہت سے نوجوان طلبہ ست ذہنوں کے ساتھ سکول کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا اس ضمن میں اساتذہ میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے؟ اور اگر یہ بات ہے تو واقعی یہ اساتذہ کے لیے قابل افسوس بات ہے۔

کیا آپ اس بات سے متفق نہیں ہیں کہ تعلیم کو کچھ حاصل کرنے (Finding) سے متعلق ہی ہونا چاہیے کہ اس سے بچے اپنے ذہنوں کو سوال کرنے، منظم کرنے، مقابلے اور مزاحمت کرنے کے لیے استعمال کر سکیں اور اس کے ساتھ وہ سوچنے کی مہارت کو پروان چڑھائیں۔

پس آپ کس طرح کسی چیز کی جستجو کرتے ہیں اور کس طرح کسی چیز کے بارے میں سیکھتے ہیں؟ یہاں پر آپ کے سوچنے کے لیے چند چیزیں ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کس طرح آپ سوچ سے کام لیتے ہیں؟ اور یہ کہ آپ سوچ سے کس طرح کوئی چیز تلاش کر سکتے ہیں:

- 1- جس جگہ آپ رہتے ہیں اس کے نصف میل کے اندر آپ کتنی اقسام کے پرندوں کو پا سکتے ہیں؟
- 2- مشرق سے مغرب کی جانب کراچی ساحل سے کتنا دور ہے؟
- 3- اگر آپ نے اپنے ملک میں شمال سے جنوب کی طرف سفر کیا تو اس لینڈ سکیپ (Landscape) کی کون سی بڑی خصوصیات ہوں گی؟
- 4- آپ نے آکسیجن کس طرح حاصل کی؟
- 5- آپ P-KB5 کا کیا مطلب لیتے ہیں؟
- 6- آپ کو ایک میل دوڑنے میں کتنا وقت لگے گا؟
- 7- حیاتیاتی ٹیکسٹ نامی کیا ہے؟

8- آپ ایک منٹ میں کتنے "Press ups" کر سکتے ہیں۔

ممكن ہے آپ ان میں سے بہت سے سوالوں کے جوابات جانتے ہوں، تاہم مشق کرانے کا مقصد آپ میں یہ خیال پختہ کرنا تھا کہ اگر آپ کسی چیز کی جستجو کرنا چاہتے ہیں تو اس میں کون کون سی چیزیں ملوث (Involve) ہوں گی۔ اچھا، بطور آغاز آپ کس لاہری کی کا دورہ کر سکتے ہیں اور کس مناسب ٹیکسٹ بک میں سے کچھ سوالات دیکھ سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں آپ کو لاہری میں کتب سے کچھ جوابات ضرور مل جائیں گے۔ ان میں سے بہت سی معلومات اور تصاویر بھی مل جائیں گی۔ بشرطیکہ آپ ان کو پڑھ سکیں۔

پھر کسی سے پوچھنے سے کچھ سوالات کے جوابات بہتر طور پر مل سکتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے بارے میں آپ غلطی علم رکھتے ہیں کہ ان کے پاس ضروری معلومات ہیں۔ اکثر ایک ماہر کسی چیز کی روانی سے اور فوراً وضاحت کر سکتا ہے۔ آپ فوراً ضرورت کے مطابق اس کو جان سکتے ہیں۔ آپ سوال نمبر 8 کا جواب اپنے سائنس کے ساتھیوں (Colleagues) سے پوچھ سکتے ہیں اور اگر وہ "Chess Player" ہوں تو وہ یہ بھی جان سکیں گے کہ P-KB5 کیا ہے؟

آخر میں چند چیزیں جیسے ایک میل دوڑنا یا پرندے کو دیکھنا وغیرہ کو آپ کرنے سے اور مشاہدہ کرنے سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اب یہ بات طے ہے کہ ہم نے جو کچھ سیکھا ہے وہ درج ذیل میں سے کسی ایک یا ان تینوں ذرائع سے سیکھا ہے۔

پڑھنے سے

..... کسی کے بتانے سے

..... کرنے سے (مشمول مشاہدہ)

..... اور البتہ (شاید) ہمارے ذہن اس قابل ہو جائیں کہ یہ

..... یاد کے قابل ہوں

..... یا سوچھ کے قابل ہوں

..... یا اس سے استفادہ کرنے کے قابل ہوں

مہارت اور علم ہم تکنیکوں کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، ہر ذہن میں فطرتاً ہی چیزوں کو بھانپنے اور ان کے تعلقات کو جاننے اور یاد رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

اساتذہ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی صلاحیتوں کو فروغ دیں اور ان میں تنقید اور سوچ وچار کے مادے کو وسعت دیں اور مہارت سے واقفیت کرائیں نیز اس فطری میکانیت (Mechanism) کو خصوصی توجہ دیں۔

گویا کہ ایسی حکمت عملیاں جن کو اساتذہ استعمال میں لاتے ہیں یہ ان کے آلات ہی تو ہیں۔ یہاں ایک

یاد دہاؤں جو میرے مذکورہ بالا اور خیالات جن کو میں بیان کرنے کی اب تک کوشش کر رہا ہوں؛ کی ترجمانی

بطور معلم ہمارا ہدف طلبہ میں سوچنے اور عملی مہارت کے لیے تیار کرنا ہے اور یہ ان میں دہرے ذہنی اعمال سے تشکیل پاتا ہے۔

یاد کرنا اور سمجھنا

اور ہم اپنا ہدف صرف اسی صورت حاصل کر سکتے ہیں جب ہمیں پتا ہو کہ کون سا عمل اس میں شامل ہے

- 1- سمجھنا
- 2- پڑھنا
- 3- سوال کرنا
- 4- سننا
- 5- کرنا (اس کے لیے کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے)

اس ضمن میں پڑھنے اور کرنے پر بطور وسائل خصوصی توجہ دی جائے گی تاہم اس ضمن میں دوسری چیزوں جیسے سمجھنا (Perceiving) سوال کرنا اور سننا (Listening) کی طرف بھی بعد ازاں توجہ دی جائے گی اور یہ دیکھا جائے گا کہ کون سی حکمت عملیاں طلبہ کی مہارت کی استعداد بڑھانے میں مدد ثابت ہوتی ہے۔

○ سمجھنا / مشاہدہ کرنا (Perceiving/Observing)

اگر آپ اپنے مضمون میں تصاویر، نقشہ جات، ڈایاگرام یا فلوچارٹ استعمال کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ کو کسی ایک شاگرد کی، کسی محرک مواد (Stimulus Material) کی بوی دلچسپ اور واضح کہانی دستیاب ہو جائے گی۔ اساتذہ اکثر اس وقت حیران رہ جاتے ہیں جب شاگرد ایک تصویر، چارٹ اور گراف کا مطلب نہیں دیکھتے اور یہ صورت حال ہمیں اس کمات کی طرف لے جاتی ہے کہ:

یہ فرض نہ کریں کہ آپ ایک ڈایاگرام یا تصویر کا مطلب سمجھتے ہیں اور جماعت بھی اس قابل ہو جائے کہ:

(الف) کہ آپ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ جماعت بھی دیکھے یا

(ب) جیسا آپ مواد (Material) کی ترجمانی (Interpret) کرتے ہیں، وہ جماعت بھی کر سکے۔

یہاں پر اس ضمن میں سب سے اہم تدریسی اصول یہ ہے کہ شاگردوں سے پہلی مثال میں یہ پوچھا جائے کہ اس چیز کو بیان کرو جس کو تم (شاگرد) سوچ سکتے ہو اور دیکھ بھی سکتے ہو۔

نفیات کا ایک پرانا گڑبہ ہے کہ سمجھنے کے لیے سیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم (شاگردوں کے مطالب سمجھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے بچے تصاویر کے معانی کی ترجمانی (Interpretation) بہت مشکل سے کر پاتے ہیں۔ جب پانچ یا چھ سال کی عمر کے بچوں سے پوچھا جائے کہ تصویر آخر

ہر کسی چیز کے متعلق ہے تو اکثر ان کے خیالات ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوں گے۔ کوئی اسے گھر کے

گا۔ کوئی جھنڈا تو کوئی اسے آدمی وغیرہ ظاہر کرے گا کسی بھی چیز کو تصویر میں موجود مختلف عناصر کو ایک باہمی ربط دینے کے لیے کچھ عرصہ درکار ہوتا ہے۔ جب چیز کی عمر میں کچھ پختگی آتی ہے حتیٰ کہ نودس یا گیارہ سال کی عمر والے اکثر چیز کسی تصویر کے بارے میں حتمی نتیجہ غلط ظاہر کریں گے جب کہ تصویر کا پیغام (Message) کسی اور چیز کے متعلق پہنچانا ہوتا ہے۔ نقوش، چارٹوں اور ڈایا گرام، ویسے بھی بچوں کے لیے سمجھنے کے لیے مشکل ہوتے ہیں، بالخصوص جب یہ زیادہ سے زیادہ تجریدی (Abstract) ہوں۔

○ تجربہ کار اور ماہر اساتذہ اس چیز کو بہتر جانتے ہیں کہ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کی مدد سے وہ دیکھنے کی صلاحیت کی ترقی میں بہت مدد کر سکتے ہیں۔ ان میں سے آپ نے کتنی حاصل کیں؟

1- تصاویر یا ڈایا گرامز کے ساتھ کلاس کو بتائیں کہ انھیں دیکھنے کے لیے (کسی چیز کو) ان کے پاس صرف 30 سیکنڈ ہیں۔ اس کے بعد تصویر کو کور کر لیں اور ان سے پوچھیں کہ آپ نے تصویر میں کیا دیکھا؟

شاگردوں کے مختلف النوع ٹکڑوں میں دیئے گئے جہالت کی تعریف کریں اور پھر ان سے پوچھیں کہ تصویر کس بارے میں تھی؟ اور اس میں کس کہانی کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی تھی؟

اس کے بعد تصویر کو ان کو کور کر دیں (یعنی کور ہٹا کر سامنے لائیں) اور ان سے اس تصویر کے متعلق سوالات پوچھیں جیسے یہ کیا ہے؟ تصویر یا ڈایا گرام

اسے کیا کہتے ہیں؟ یہ آدمی کیا کر رہا ہے؟ یہ مشین کیسے کام کرتی ہے؟ وغیرہ۔ ان کو متوجہ کر کے ان کی جبلت کو ابھاریں اور محرکاتی سوالات کر کے ان کے خیالات کو ترقی دیں۔

2- مذکورہ طریق کار کے تحت کام کرتے ہوئے ہم محرک مواد (Stimulates Material) سے اپنے شاگردوں میں معلومات منتقل کر سکتے ہیں اور دوسرے طریقہ بھی استعمال کر سکتے ہیں کہ نقوش، چارٹ اور گراف وغیرہ کو بتائیں۔ اس میں مواد سے آغاز ہو اور کلاس کے خیالات معلوم کیے جائیں کہ اس کو کس طرح ڈسپل کیا جائے۔ یہ طریقہ تمام قسم کے اسباق میں استعمال ہو سکتا ہے یعنی تاریخ، جغرافیہ اور بالخصوص سائنس میں۔ اس ضمن میں پختہ طلبہ اور اساتذہ کے لیے شاریاتی مواد (ڈانٹا) بہت مفید پروجیکٹ ثابت ہو سکتا ہے۔

3- دیکھنے کی صلاحیت کو زیادہ متحرک بنانے کے لیے اگلا طریقہ یہ ہے کہ بصری مواد کو پوشیدہ (Hidden) (den) تفصیلات کے ساتھ یا دانستہ اغلاط کی صورت میں یا پھر ان میں عمل دخل والے مسائل کی صورت میں پیش کیا جائے۔ اس طرح سے کلاس سے درج ذیل سوالات پوچھے جاسکتے ہیں۔

یہاں کون سی غلطی ہے؟

کیا واقعہ رونما ہو گا اگر؟

کہاں ہے؟

ایسا کیوں ہے؟

یہ اس طرف سے گول کیوں دکھائی دیتا ہے؟ وغیرہ۔

آپ جو موجودہ قسم کا میٹرل استعمال کر رہے ہیں۔ اس میں کون سی چیز آپ کو مختلف دکھائی دیتی ہے؟ یہ وہ پروجیکٹ ہے جو کہ تمام عمر کے گروپ والے بچوں کے ساتھ استعمال ہو سکتی ہے۔ اس اس ضمن میں تجربے سے ثابت ہے کہ بڑی عمر والے بچے زیادہ بہتر طور پر مسائل کے چیلنج کا جواب دے سکتے ہیں۔ محرکاتی سوالات کی سوچ پیدا کرنے کے لیے ان سے مواد سے متعلق سوالات بہت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

4- 13 سال تک کی عمر کے بچوں کے ساتھ ماحول کو بطور محرک استعمال کریں۔ انھیں چیزوں کی پیچیدگیوں میں الرٹ رہنا سکھائیں جو کہ ان کے پڑوس میں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں ماحول کے واقعات کے بارے میں واضح تجاویز دی جا رہی ہیں۔ شاگردوں کو الرٹ کریں کہ:

آدمی سڑک کو کھود رہے ہیں؟

مارکیٹ کے دن

ٹرینک کے حادثات

موسم کے حالات

درختوں کا گرنا وغیرہ وغیرہ۔

یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ مقامی ماحول کے استعمال کے لیے بہت سے طریقوں کو سوچ سکتے ہیں۔ ان کو سکھائیں کہ وہ سوال کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ چیز کس طرح ترقی کر کے اس حالت میں پہنچتی ہے؟ اور تجاویز بتائیں کہ یہ مستقبل میں کس طرح تبدیل ہو جائے گی؟ یہ چاہے کہ شاگردوں میں ”دیکھنے“ کی صلاحیت کی ترقی کے لیے کچھ خیالات ضرور ہیں۔ کیا آپ نے کبھی کسی دوسرے خیالات کے بارے میں سوچا ہے؟

اس ضمن میں یہاں اہم تدریسی اصول یہ ہے کہ کسی بھی تفصیل کے بصری میٹرل کو مست روی سے استعمال نہ کیا جائے ایسے میٹرل کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے، جیسے:

توجہ مرکوز کرنا

محرک خیال اور فعال

شمولیت (Involvement) کو ترقی دینا۔

○ اب سوال کرنے کی طرف بڑھتے ہیں۔

دیکھنے کی صلاحیت کی ترقی کے لیے وہ تمام قسم کے سوالات زیر غور آئے جن کو استاد استعمال کر سکتے ہیں تاہم اس ضمن میں ان طریقوں کے متعلق بھی سوچنا ہے کہ طلبہ بھی ان کی مدد سے سوالات کریں کیوں کہ سوالات پوچھنا ہی نوع انسان کی بنیادی سرگرمی ہے۔ چاہے آپ کسی گلی کے کنارے یا سکول یا کسی شاف روم میں بیٹھیں۔ آپ ان آوازوں میں سے جو آپ سنیں گے، درجنوں سوالات ہوں گے۔

کہاں ہے؟

کون ہے.....؟

آپ نے یہ کیا کیا.....؟

وہ کیوں ہے.....؟

کتنے.....؟

ہم کب اسے کرتے ہیں.....؟

آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے.....؟

یہ ایک عام ذہنی سرگرمی ہے کیوں کہ یہ دفاع کا مختلف چیزوں سے تعلق کا راستہ ہے اور اندر آنے والی معلومات کو بہتر انداز میں احساس دلاتا ہے۔ مثلاً مختلف چیزوں کے بارے میں، اشیاء، لوگ وغیرہ۔ بہر کیف کسی چیز کے بارے میں جاننے کے لیے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ہمیں طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ وہ سوال کریں اور یہ معلم کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ طلبہ کو سیکھنے میں سہولت بہم پہنچائے۔ گویا کہ مختلف تکنیکوں میں اساتذہ کی ٹول کٹ (Toolkit) کے ضمن میں اسے بہت موثر ساخت کردہ آلہ ہونا چاہیے۔

انگریز شاعر کپنگ نے لکھا تھا کہ :

میں نے چھ چھوٹے سروس مین رکھے وہ مجھے وہ کچھ سکھاتے تھے جو کہ میں جانتا تھا۔ ان کے نام کیا اور کیوں اور کب اور کیسے اور کہاں اور کون تھے۔

مقولہ : اپنے آپ کو استاد نہ کہیں بلکہ یہ پیش نظر رکھیں کہ میں ان کو اس بارے میں کیا بتا سکتا ہوں اور ایسے کون سے سوالات ہیں جو میرے شاگرد مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔

طلبہ میں سوال کرنے کے لیے حوصلہ اور اعتماد پیدا کریں۔ واضح رہے کہ اس ضمن میں تمام سوالات میں فہم کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ کمرہ جماعت میں پرسکون نفسیاتی ماحول کو پروان چڑھائیں تاکہ ان میں علم کی جستجو پیدا ہو اور وہ ہمیشہ سوالات پوچھنے لگیں۔

شائع شدہ مواد کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ اس کے ساتھ سرگرمی میٹھڈ منسلک ہے جو کہ طلبہ میں تجسّس بیدار کرتا ہے اور کیوں، کیا اور کیسے وغیرہ، کے بارے میں سوالات کو وسعت دیتا ہے۔ گو کہ ایسا شائع شدہ مواد آپ کو طے پانہ ملے یا یہ آپ کے مضمون کے ڈسپلن سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو پھر اس صورت میں بھی آپ کو کچھ نہ کچھ تجویز کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ناکامی کی صورت میں بھی آپ جو چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ موضوع سے متعلق طلبہ آپس میں سوالات کریں اور آپ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ مثلاً طلبہ اس میں، پچھلے ہفتے کے سبق، اس کے متن، بنیادی نکات، چارٹس یا ڈیاگرام اور یاد دہانی کے اصول وغیرہ پر سوالات کرتے ہیں۔ "B" ایک سوال 5 منٹ تک کرتا ہے اور "A" اس کا جواب کلاس میں دے سکتا ہے، جیسے :

(a) کون سے سوالات پوچھے گئے؟

(b) ان کے جوابات کیا تھے؟

اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے کافی تگ و دو کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہر کیف یہ بات ثابت ہے کہ یہ طلبہ کے لیے بہت مفید اور عملی نوعیت کی ہے۔ یہ ان کے خیالات میں تحریک پیدا کرتی ہے۔ بالخصوص یہ بہت (Mature) طلبہ کے لیے بہت کارآمد ہے جبکہ وہ امتحانات کے لیے دہرائی کرتے ہیں۔

یہ دوبارہ یاد کرنے اور نفاذ کے لیے بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

یہ بہت مفید ماحول پیدا کرتی ہے کیوں کہ طلبہ ایک دوسرے کی جانب بہت تیزی سے متوجہ ہوتے ہیں۔

○ سننا

سننا ایک فطری عمل ہے جس کا لفظوں کی دنیا میں احساس دلانے میں بڑا رول اور رجحان ہے۔ ہمارے لیے بطور اساتذہ اس کا عملی ہونا بہت ضروری ہے۔ یعنی اس ضمن میں اساتذہ کو مسلسل فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ باشعور انداز میں سبق کی تنظیم اور ربط کو مد نظر رکھنا چاہیے وگرنہ جو استاد کہیں گے وہ طلبہ کی توجہ مرکوز کرنے سے محروم رہے گا۔ سماعت یا سننا ایک مہارت ہے اور اس کے لیے بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے۔

○ ہمارا طلبہ کو سننے میں مہارت حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ :

- 1- اس قابل بن جائیں کہ وہ نہایت جلدی اور آسانی سے پیغام کو سمجھ کر، اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر سکیں اور نہایت مستعدی سے اصولوں اور نظریات کو بخوبی سمجھ جائیں۔
- 2- اس کے علاوہ حقائق، معانی و ہدایات کے سیٹ کو نوٹ کرنے اور خیالات کے مابین تعلق کو سمجھ بھی سکیں۔
- 3- مزید برآں یہ کہ وہ یہ بھی سیکھ جائیں کہ کس طرح چیزوں کو انجام دینا یا کرنا ہے اور اس کا ذکر اور 2 میں ہو چکا ہے۔ اس طرح سے وہ بہت Competent انداز میں چیزوں کو سمجھ سکتے ہیں۔
- 4- اور آخری مقصد یہ ہے کہ اس کی بدولت ان کی یادداشت کی صلاحیت و استعداد پروان چڑھے اور یہ واضح ہے کہ فعال سماعت اس کے لیے بہت موثر تکنیک ہے۔

سننے کے بارے میں یہاں چند سوالات دیئے جا رہے ہیں۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سننے کے بعد آپ کیا کرتے ہیں۔ ان کے جوابات کا اپنے ساتھیوں سے موازنہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

مشق (Exercise)

- 1- جب میں ہدایات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ کسی چیز کو کس طرح کیا جائے تو میں کوشش کرتا ہوں کہ.....
- 2- جب میں ریڈیو پر بات چیت پر توجہ دیتا ہوں تو میں کوشش کرتا ہوں کہ.....
- 3- جب کوئی طالب علم مجھے وضاحت سنارہا ہوتا ہے تو کیسے A سے B وصول کرتا ہے؟ میں عام طور پر کوشش کرتا ہوں کہ.....

کیا درج بالا سوالات کے جوابات سے کچھ سیکھنے کے لیے۔ کوئی اہم تدریسی مہارت ہیں؟ آپس میں مہارتوں پر غور کریں:

- 1- اس باب کو ختم کرنے کے بعد 1000 الفاظ پر مشتمل مختصر جائزہ۔ اساتذہ کی ذہنی ساخت کی حکمت عملیوں (Teachers Mind Shaping Strategies) پر ایک مضمون (Theme) لکھیں۔
- 2- ایل۔ ایس۔ ویگوتسکی (L.S. Vygotsky) کا بیان ہے کہ ”خیال کو محض الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ان کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ اس بیان کو اساتذہ کے کام کے تعلق کی مناسبت سے طلبہ کے سوالات کرنے کی طاقت کو ترقی دینے سے بحث کریں۔
- 3- بقول برنر (J. Bruner) ”کہ متعلم کو یہ موقع ملنا چاہیے کہ وہ مسائل حل کرے، ان کو ملائے اور ان کا مقابلہ بھی کرے کیوں کہ یہ ڈسپلن کے قلب میں سے کیے جاتے ہیں“ پر بحث کریں۔
- 4- ڈی۔ بارنرز (D. Barners) کے مطابق ”ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اکثر شاگرد سوال کا سہارا لیتے ہیں تاکہ وہ اس چیز کو بیان کریں کہ جس کے متعلق پہلے وہ کچھ نہیں جانتے تاکہ وہ فرضیہ (Hypothesis) قائم کریں اور پلان تیار کر کے اس کو آزمائیں۔
- 5- کلاس میں نفسیاتی سیفٹی (Psychological Safety) کا کیا مطلب ہے؟ یہ کن حالات (Conditions) میں ہوتا ہے؟
- 6- ”سننے کے عمل میں ضبط اور فہم بھی شامل ہیں“۔ اساتذہ اپنے شاگردوں میں ان کو توفی (Cognitive) مہارت کو کس طرح پروان چڑھا سکتے ہیں؟
- 7- زبانی سبق کو کسی بھی مضمون کی تدریس میں بہت بنیادی مقام حاصل ہے۔ تو پھر آپ کس طرح اپنی پسند انتخاب کے مطابق ایک زبانی سبق کو منظم (Organize) کریں گے؟ اس مضمون میں واضح طور پر اس کے حاصلات کو بھی بیان کریں۔
- 8- آپ کون سا ابلاغی نمونہ تعلق کے لیے اختیار کریں گے۔

(i) لیکچر کا

(ii) روایتی کمرہ جماعت کا سبق

(iii) طلبہ کی رہنمائی کے لیے گروہی بحث

(iv) لیبارٹری سرگرمی یا عملی ورکشاپ

9.2 تدریسی عملے کی نئی پیشہ ورانہ پروفائل

(New Professional Profile of Teaching Staff)

حکومت کو چاہیے کہ وہ مختلف اداروں سے مشاورت کے نتیجے میں اساتذہ کے لیے نئے پروفائل کا تعین

رتی ہے یعنی تدریسی پیش رفتوں، انتظامی مہارت، ان کی انتظامی اور پیشہ ورانہ ترقی، پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور ہاموں، ذاتی رجحانات اور منظم کنٹرول کے سلسلے میں مناسب نشوونما اور ترقی کا خیال رکھے۔

10 سی ای ای آئی ڈی (ACEID)

کانفرنس میں اساتذہ کی پرانی پروفائل کا تذکرہ ملتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اساتذہ کی مطلوبہ استعدادوں (Competencies) کا بھی ذکر ہے۔ اس میں تدریسی اعانت کے طور پر ملٹی میڈیا اور کمپیوٹر لٹریسی کے لیے بہت سی استعدادیں (Competencies) بھی شامل ہیں۔ کتاب پر انحصار کے ضمن میں نصابی کتب کے استعمال پر اساتذہ کو یہ رعایت بھی دی گئی ہے کہ وہ آزاد ہیں۔ بہر حال یہ ایسے ایڈیٹرز ہیں جو حکومت کو نئے پروفائل کی ایڈجسٹمنٹ میں آتے ہیں۔

○ ”ایک نئے معلم کو تعلیمی ترسیل کے اہم مقام پر رکھا جاتا ہے۔ نئی میلیم کے استاد کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ میں ایسے رویوں (Attitudes) اور استعدادوں (Competencies) کو پروان چڑھائے جو کہ بنیادی نوعیت کے ہوں۔ جیسے تخلیقیت (Creativity) تبدیلی اور اختراع (Innovation) کا عمل، علم میں مہارت، نئے حالات اور تقاضوں کو اپنانا، تنقیدی رویے، مسائل کی شناخت اور ان کا حل وغیرہ، کی صلاحیت (UNESCO 1990 Torres 1993)۔

○ اسی طرح کیسویں صدی کے اساتذہ میں یہ پیشہ ورانہ قابلیت ہو کہ وہ بنیادی اصول و ضوابط کے ساتھ شانہ بھانہ چلیں، ابلاغ عامہ کے مطابق بہتر سے بہتر تدریسی طریقوں کو استعمال میں لائیں۔ اپنے طلبہ کے ساتھ مکالمہ کر سکیں۔ اور تعلیم بالغاں کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو سکیں، تاکہ وہ اس غیر معمولی دنیا میں بڑے مسائل کو سمجھ سکیں۔ اسی طرح وہ معاشرے کے افراد اور والدین کے ساتھ بہتر تعلقات استوار رکھیں اور اپنی تعلیم کے جاری رکھنے کے عمل پر ضبط سے کام لیں۔“ (یونیسکو 1990) اس ضمن میں استاد کا دائرہ کار بہت وسیع اور عمیق ہے اور اس میں بچوں کے تعلم کی مینجمنٹ، کمرہ جماعت کی مینجمنٹ، کردار کی مینجمنٹ، مختلف وسائل کی مینجمنٹ اور اپنے اوقات کی صحیح تربیت اور عملی ترجیحات شامل ہیں۔

مرکزیت وسیع کرنے سے ان کا انتظامی کردار مزید وسیع ہو جاتا ہے پھر معلم کو مالی نوعیت کے وسائل کو سنبھالنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی مینجمنٹ پر پور ٹنگ ٹیم کا باقاعدہ رکن بن جاتا ہے۔ اس ٹیم کا اہم کردار پر سہل ہوتا ہے، جس کے پاس زیادہ انتظامی اختیارات ہوتے ہیں۔ جمہوری اقدار کے اپنانے سے معلم اور پرنسپل کے کرداروں میں یقیناً حوصلہ افزا اضافہ ہوتا ہے۔

اسی طرح اساتذہ کی مینجمنٹ کی تمام ضروریات کو پورا کرنا چاہیے جیسے تقرری کے ایڈجسٹمنٹ، تنخواہوں کی ادائیگی اور ایڈجسٹمنٹ کے عام حالات، ان کے مستقبل کے معاملات، تنخواہوں کی ادائیگی، اور ایڈجسٹمنٹ کے عام حالات، ان کے مستقبل کے معاملات، ترقی کے عوامل، مانیٹرنگ، اور سپروائزن وغیرہ۔

نئے پروفائل، نئے سٹمز، نئے ٹیچر ایجوکیشن سسٹم کو نئے منتظمین کی ضرورت ہوتی ہے اس نئے نظام میں ان سے مطلوبہ معیار اور قابلیت اہم عناصر ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں تازیت (Life-Long) تعلیم بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ "ACEID" کانفرنس کی سفارشات میں زندگی کی مہارت کو نئی نوع انسان کی ترقی کے لیے وقف کرنے کے لیے بہت زور دیا گیا اور تازیت تعلیم کے سیاق و سباق میں ان مہارت کو بہت نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ ان سفارشات کا تذکرہ کچھ یوں کیا گیا ہے۔

○ پالیسی ڈویلپمنٹ کے لیے سفارشات

- 1- تازیت تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے عام ضروریات اور ترجیحات کا جائزہ لینا۔
- 2- سکول اور کمیونٹیوں کے درمیان قریبی تعلق کو وسیع تر کرنا تاکہ لانگ لائف تعلیم کے ضمن میں پلاننگ، نفاذ اور جائزہ برائے پروگرام میں مدد مل سکے۔
- 3- لانگ لائف تعلیم میں اساتذہ کا بطور ٹیچر اور سہولیات پہنچانے والے کے ضمن میں جائزہ لینا۔

○ نصاب کی ڈویلپمنٹ کے لیے سفارشات

- 1- سکول کے نصاب کو حقیقی زندگی کی ضروریات اور مستقبل کی مطلوبہ ضروریات کے مطابق بنانا چاہیے۔
- 2- نصاب سازی میں لانگ ٹیجمنٹ مہارت، وسیع النظر سوچ، مسئلہ حل (Problem-Solving) اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات کے ساتھ مطابقت رکھنے والی متوازن اور موزوں مہارت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔
- 3- تدوین نصاب کو نئی تعلیمی ٹیکنالوجی، نئی معلومات اور مواصلاتی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
- 4- اس کے علاوہ تدوین نصاب کے عمل میں معلم کی جملہ ضروریات کا پوری طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ تاکہ معلم کے سکول آنے کا مقصد پوری طرح ہو سکے۔
- 5- تدوین نصاب کے عمل میں تجرباتی تعلیم (Experimental Learning) کو بنیاد بنانا چاہیے۔ اور اس ضمن میں کیس سٹڈیز، پروجیکٹ ورک، نیز عملی سرگرمیوں اور دوسری متبادل حکمت عملیوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

○ ٹیچر ایجوکیشن کے لیے سفارشات

- 1- تعلیم اساتذہ کے جملہ پروگرام اس انداز میں ہوں کہ ان سے اساتذہ کی مثبت ترقی ہو سکے اور اس کی بدولت وہ زیت تعلیم (Life-Long Learning) کو بخوبی انجام دے سکیں۔
- 2- تعلیم اساتذہ کے پروگراموں کو علم کی بنیاد اور تصوراتی مہارت سے بخوبی مطابقت رکھنی چاہیے تاکہ اساتذہ اس قابل ہو سکیں کہ وہ ٹریننگ کے بعد لانگ لائف ٹریننگ کو ٹھیک طریقے سے (بطور منتظم اور سہولیات پہنچانے کے اعتبار سے) انجام دے سکیں۔

- 3- اسی طرح ان پروگراموں کو کمیونٹی اور سوسائٹی کی تمام ضروریات اور عملی وسائل کو مد نظر رکھنا چاہیے۔
- 4- تعلیم اساتذہ کے پروگراموں مسئلہ حل کی مہارت کی ترقی میں خصوصی توجہ دینی چاہیے۔
- 5- اسی طرح تعلیم اساتذہ کے معلمین، ایسپلائز اور اساتذہ کے درمیان پارٹنرشپ کو ترقی دینی چاہیے تاکہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تعلیم میں تسلسل برقرار رہے۔

○ پیشہ ورانہ ذمہ داریاں اور فرائض منصبی (Professional Duties and Responsibilities)

پروفیشنل کی اصطلاح کا اساتذہ کی ضروریات کے استعمال کے ضمن میں تعلیم کے بدلتے ہوئے ڈھانچے (Paradigms) کی روشنی میں دوبارہ جائزہ لینا چاہیے۔ مختلف سیاق و سباق (Contexts) میں پروفیشنل کے مختلف مطالب (Meanings) ہیں۔ جہاں تک ٹیچنگ کا تعلق ہے۔ تو یہ اس کے مختلف پہلوؤں مثلاً تنخواہ، رہتے، آزادی کے بحث و مباحثوں میں مختلف طرح سے شامل رہی ہے۔

تعلیمی سیاق و سباق (Context) میں پروفیشنل ایک وسیع النظر اصطلاح ہے۔ یہ یونیورسٹی گریجویٹ کو ان ٹرینڈ اساتذہ، پرائمری کوٹانوی سے اور ان تمام کو ٹیکنیکل اور ووکیشنل اساتذہ سے جدا کر سکتی ہے لیکن ٹیچنگ کے مقابلے باقی شعبوں میں اچھے پروفیشنلز موجود ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پروفیشنل کی ضرورت وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس بارے میں بہت کوششیں جاری ہیں اور اس ضمن میں اساتذہ کی ذمہ داریوں کے بارے میں بہت تحقیق کی گئی ہے کہ کس طرح میکرو (Macro) پروفیشنل، پروفیشنل معلم، ہیلتھ ورکرز، کونسلرز، ماہرین نفسیات سوشل ورکرز اور مذہبی مشیر کی ضروریات باہم پوری ہو سکیں درحقیقت ان پروفیشنلز کا باہمی تعلق اساتذہ کے کاموں میں بہت مددگار ہو سکتا ہے۔

○ پرسنل (ذاتی) صفات (Personal Attributes)

مختلف ممالک اساتذہ کے لیے مطلوبہ صفات کی مخصوص پروفائل تو اکثر پیش کرتے ہیں لیکن اکثر یہ اساتذہ کی تقرری کی پالیسیوں اور تعلیم اساتذہ کی پریکٹس کو پورا نہیں کرتی اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ مستحکم صفات (Attribute) کو تلاش کیا جائے۔ واضح رہے کہ ACEID کی ایک گول میز کانفرنس میں غور و فکر کرنے والے منعکس (Reflective) ٹیچر پر بہت توجہ دی گئی تھی۔

اس سلسلے میں "اے سی ای آئی ڈی" (ACEID) گول میز کانفرنس میں جو سفارشات تیار کی گئیں ان کا تذکرہ کچھ یوں ہے۔

1- ٹیچر ایجوکیشن کے پالیسی سازوں کے لیے سفارشات

(Recommendations to Teacher Education Policy Makers)

(اے) تمام اساتذہ کو سروس شروع کرنے سے پہلے "ٹیچر ایجوکیشن" میں بہت اعلیٰ معیار کا حامل ہونا چاہیے

کیونکہ ٹیچنگ شروع کرنے کے لیے یہ پریکٹس کے لیے ایک بنیادی صفت (Attribute) ثابت ہوتی ہے۔

- (بی) تمام اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اعلیٰ معیار کے حامل ہونے کے لیے پیشہ ورانہ تعلیم کو جاری رکھیں۔ اس سے ان کے تجربے اور پریکٹس میں بہتری آتی ہے۔
- (سی) تمام جامعات، تعلیم اساتذہ کے انسٹی ٹیوشنز، ایمپلائرز اور اساتذہ کے لیے تعلیم اساتذہ کو اہم ذمہ داری سمجھا جائے۔

2- تعلیم اساتذہ کے لیے سفارشات (Recommendation to Teacher Education)

تعلیم اساتذہ کے پروگراموں کو اس طرح ڈیزائن کیا جائے کہ :

- (اے) وہ ریفلیکٹو پریکٹس کی حوصلہ افزائی کریں۔
- (بی) اساتذہ کی تمام تر قابلیت ان کی پریکٹس پر منعکس ہو۔
- (سی) تھیوری اور پریکٹس کا نفاذ کر سکیں۔
- (ڈی) سکول کے اندر تجربے کے ضمن میں بطور اضافی ہیریڈ کام دے سکیں۔
- (ای) تعلیم اساتذہ کے معین / منتظمین کو ریفلیکٹو پریکٹس کے لیے مدد مل سکے۔
- (ایف) یونیورسٹیوں تعلیم اساتذہ کے انسٹی ٹیوشنز، ایمپلائرز اور اساتذہ کے درمیان پارٹنرشپ کو بڑھا سکے۔

○ سکول کے لیے سفارشات (Recommendations to School)

سکول کو چاہیے کہ :

- (اے) انہیں اتنا وقت فراہم کرے کہ جس میں وہ اکٹھے مل کر بات کر سکیں اور تجربے کو تقسیم (Share) کر سکیں۔ (یعنی بڑھا سکیں)
- (بی) وہ تعاون کی فضا میں کام کر سکیں۔
- (سی) اساتذہ کے لیے جائزے کے عمل کو ترقی دے سکے کہ جس میں ذاتی جائزہ اور قابل فکر (Peer) جائزے شامل ہوتے ہیں۔
- (ڈی) کام کی ایک جمہوری فضا پیدا کر سکیں۔
- (ای) اساتذہ کی اس طرح مدد کریں کہ اس کی بدولت وہ اپنی ٹیچنگ کے لیے وسیع النظری پیدا کر سکیں اور سکول کے لیے اس کو استعمال کر سکیں۔

ٹیچرز اساتذہ کے لیے سفارشات (Recommendations to Teacher)

اساتذہ کو چاہیے کہ :

(اے) وہ اپنے کام میں اس طرح لگے رہیں کہ اس سے مسلسل طور پر وہ اپنی تدریس اور طلبہ کے تعلم کے عمل کو بہتر کر سکیں۔

(بی) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تجربات کو تقسیم (Share) کریں اور کارکردگی کو مزید بڑھانے کے لیے مزید کمک دہی تلاش کریں۔

(سی) طلبہ کے نفسیاتی اور سوشیو کلچرل (Socio-Cultural) سے پوری طرح آگاہ ہوں اور ان کے تعلم کے عمل پر اثرات کا جائزہ لیتے رہیں۔

(ڈی) کمرہ جماعت کو تخلیق اور اختراع (Innovation) کے طور پر سمجھیں۔

(ای) طلبہ کی عملی لرننگ کے لیے جدوجہد کرتے رہیں۔

درحقیقت ایک ”ریفلیکٹو معلم“ کو بہت کھلے ذہن والا، ماہر، چلک دار، تخلیقی، (Creative) نئی چیز ایجاد کرنے والا (Innovative) سوال کرنے والا (Questioning) دوسروں کے خیالات کا احترام کرنے والا، اپنی قابلیت میں با اعتماد، کمرہ جماعت کے لیے پراحساس، کمزوریوں اور گہرائیوں کو سمجھنے والا اور وسیع النظر سمجھا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ ایک ”ریفلیکٹو معلم“ انٹرکشن کو جوڑنے والا، نصاب اور طلبہ کو جاننے والا، دوسرے اساتذہ سے خیالات کا تبادلہ کرنے والا، تعاون کی فضا میں کام کرنے والا، تدریس اور تعلم کے لیے وسیع النظر اور عملی تعلم کو ترقی دینے والا ہوتا ہے۔

○ کوالٹی کنٹرول یا معیاری نظم و نسق (Quality Control)

”ACEID“ کانفرنس میں اساتذہ کی مانیٹرنگ، مینجمنٹ، اور سپروٹن پر بھی توجہ دی گئی اور اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کے لیے درج ذیل اصولوں پر بہت زور دیا گیا :

1- پیشہ تبدیل ہونے والی اساتذہ کی پیشہ ورانہ ضروریات کی جانب قلیل المدتی توجہ دینا کیونکہ علم اور کردار کے ضمن میں بہت سی نئی قسم کی توقعات سامنے آرہی ہیں۔

2- سکول میں اساتذہ کی روزانہ پیشہ ورانہ ترقی کے لیے سپروٹن (Supervision) مانیٹرنگ (Moni- toring) اور کونسلنگ (مشاورت) (Counselling) کی طرف سکول میں اور مجموعی سطح (Clust- er Level) میں خصوصی توجہ دینا۔

3- ٹیچر کی جانچ (Assessment) اور سپروٹن (Supervision) میں وزارتی معائنے کا کردار۔

اساتذہ کو ایک کیریئر ٹریک / لائن (Career Track) دے کر اس کے لیے قومی میکانیٹ (Na- tional Mechanisms) کو اساتذہ کی ترقی (Promotion) اور جائزے (Evaluation) کے لیے

بروئے کار لانا۔

1- مذکورہ بالا سفارشات کو الٹی کنٹرول کو پوری طرح بروئے کار لانے کے سلسلے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں تاہم نگرانی (Supervision) کے ضمن میں درج ذیل باتوں کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

..... پروژن کلمی (Collective) ہونی چاہیے۔

..... یہ تعاون کی فضا میں (Collaborative) ہونی چاہیے۔

..... یہ افقی (Horizontal) ہونی چاہیے۔

..... سب کو اس میں حصہ (Participating) لینا چاہیے۔

..... اس میں (Peer Evaluation) شامل ہونا چاہیے۔

..... یہ منظم (Systematic) اور باقاعدگی ہونی چاہیے۔

..... یہ عمل قابلیت کی تعمیر (Capacity Building) کرنے والا ہونا چاہیے۔

..... یہ مشاہدہ پر مبنی ہونا چاہیے۔

..... یہ سیاست سے جدا ہونی چاہیے۔

..... طلبہ کے تمام معیار اور کمیونٹی کے الپٹ کو اس میں مد نظر رکھنا چاہیے۔

..... یہ عمل اساتذہ کے لیے اور دوسروں کے لیے شفاف (Transparent) ہونا چاہیے۔

..... یہ عمل معلیٰ (Pedagogy) کا مقابلہ کرنے والا ہو۔

2- سٹمز، پالیسیوں، سکولز، ایڈمنسٹریشن اور وسائل کا استعمال اہداف کے مطابق مانیٹر اور سپروائز کرنا چاہیے۔

3- اساتذہ کو یہ اختیار ہو کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور نشوونما کو اچھی طرح کنٹرول کر سکیں۔

4- سپروائزر کا انتخاب ان کی قابلیت کے مطابق ہو اور ہر وقت ان کو نئے میٹھڈز، کتابوں، ٹیکنیک سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔

5- گورنمنٹ کو پروژن، مینجمنٹ اور مانیٹرنگ کی مکمل طور پر نگرانی خود کرنی چاہیے۔

6- موازنہ نگرانی "Content Supervision" کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

7- حکومت کی پالیسی، تدریس، مواد، اور طریقوں میں نئے حالات اور تقاضوں کے عین مطابق ہو۔

8- بنیادی چیزوں جیسے جٹ، مواد، مناسب ٹریننگ، مہارت، دورے وغیرہ کے لیے خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

9- اس ضمن میں اساتذہ کو دیگر پیشہ ورانہ اداروں کی طرح مناسب تنخواہیں دی جائیں۔

10- ریفرنسز اور جٹ معلومات کی بہتری کے لیے پروژن، مانیٹرنگ اور مینجمنٹ معلومات کو تمام رجن میں صحیح طور پر شائع کیا جائے۔

11- اساتذہ کی مناسب تنخواہ اور انعامات سے حوصلہ افزائی کی جائے۔

12- معیار، فریم ورک اور پالیسیوں وغیرہ کے ضمن میں یونیسکو (UNESCO) اور یونیسف (UNICEF) کو حکومت سے تعاون کرنا چاہیے۔

9.3- معاونت کرنے والی تدریس (Cooperative Teaching)

○ کیا ہے؟ (What?)

اس سرگرمی کے بارے میں کوئی بنیادی بات نہیں ہے تاہم سادہ لفظوں میں یہ دو اساتذہ کا ایک وقت ایک یا دو کلاسوں میں مل کر کام کرنا ہے۔ یوں تعاون / معاونت تین مرحلوں (Stages) کی صورت میں انجام دی جاتی ہے۔ پلاننگ، ٹیچنگ، جائزہ لینا۔

○ کیوں؟ (Why?)

اکثر اساتذہ اس کو فائل قسم کے سبق کی مشاہداتی سرگرمیوں میں اتنا آسان نہیں پاتے جب کہ کمرہ جماعت میں ایک استاد بطور غیر فعال (Passive) مشاہدہ کر رہا ہو۔ معاونت کی یہ سرگرمی بہت فطری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے شاگردوں کی بھدی تحقیقات (Awkward Enquiries) سے بچا سکتا ہے۔ اور یہ جملہ سرگرمیاں نیز زبان، شائل، تکنیکوں کے استعمال، پلاننگ، ٹیچنگ اور جائزے میں بڑی مدد و معاونت ثابت ہوتی ہے۔ اپنے مضمون کے علاوہ یہ سوشل ایجوکیشن اور گیمز کے اسباق نیز فزکس اور میتھ میں بڑی معاونت ثابت ہوتی ہے۔

○ کیسے؟ (How)

یہ بہت آسان طریقہ ہے وہ ایسے کہ ان کنٹریکٹ پیریڈ کو استعمال کیا جائے تیز گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران میں اس کو اپنایا جائے جب کہ امتحان کا عرصہ گزر چکا ہو۔ اسی طرح ایک ہی مضمون کے طلبہ کو ایک ہی پیریڈ میں جمع کر کے بھی اس کو ممکن بنایا جاسکتا ہے اسی طرح پیشہ ورانہ ٹیوٹرز کے ذریعے سے، ورکشاپوں، متوازن پالیسی، اور مضبوط تعلق سے تعاون کی راہ ہموار و آسان ہو جاتی ہے۔

○ پیشہ ورانہ مہارت / فن کا صلہ ایوارڈ (Rewarding the Practicing Professional)

طلبہ کی تدریس ایک بہت عالمانہ عمل ہے اور اس میں کمرہ جماعت کے ماحول کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس میں طلبہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی بھی بالیدگی اور نشوونما ہوتی ہے۔ بلاشبہ احتیاطی اور معاونت پر مبنی تدریس بڑی موثر ثابت ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے ایسے اساتذہ کو پورا معاوضہ پھر بھی نہیں ملتا، گو کہ چند پالیسیاں ضرور بنائی گئی ہیں۔ یا اس ضمن میں اساتذہ کے فرض منصبی، معاوضے اور استاد اور شاگرد کے تعلق پر بھرپور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

○ معاونت کنندہ استاد کا پروفائل (Profile of a Cooperating Teacher)

1991ء کی امریکن ایسوسی ایشن آف کالجز کی ٹیچر ایجوکیشن رپورٹ میں اساتذہ کی بڑی واضح پروفائل ملتی ہے۔ جس میں ان کے تجربے، تعلیم اور قابلیت وغیرہ پر خوبی روشنی ڈالی گئی ہے۔

○ اساتذہ کی سپرویزن کے لیے ضابطے اور پالیسیاں

(Policies and Regulations for Supervising Teachers)

بہت سے ممالک خصوصاً امریکہ نے موثر تدبیریں کے لیے انتخاب اور قابلیت کے لیے بڑے واضح ضابطے اور پاکستان بنائی ہیں یہ بھی واضح ہوا ہے کہ کوآپریٹو اساتذہ کے لیے قابلیت کے ضمن میں ریسرچ کی جائے قانونی پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اسی طرح با معنی مکالمے کے مقابلے میں سیاسی پہلوؤں پر زیادہ توجہ مبذول کی گئی ہے۔

کوآپریٹو اساتذہ پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کی کارکردگی کا بہت زیادہ انحصار بھی اسی ذمہ داری سے منسلک ہے۔ اور اس بات کو ان کی ٹریننگ کی بدولت بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کوآپریٹو (Cooperative) ٹیچر ہوتے ہوئے مختلف صلوں (Rewards) کو قبول کیوں کرتے ہیں؟

ذاتی صلے (Intrinsic Rewards)

اساتذہ کی ذمہ داریوں کے ضمن میں بہت ریوارڈز (Rewards) یا صلے ہیں۔ طلبہ استاد کے آپس میں مل کر کام کرنے کے لحاظ سے بنیادی طور پر ذاتی صلے (Intrinsic Rewards) ہوتے ہیں۔ ان کی بدولت اساتذہ کو اپنی کارکردگی کو جانچنے اور ان کو اپنی پیشہ ورانہ قابلیت کو بڑھانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم کار اور سپروائزر کی نظر میں ان احترام اور وقار بھی بڑھتا ہے۔

بائیدگی نما ریوارڈز یا صلے (Developmental Rewards)

طلبہ استاد کے تعلق کو متحرک کرنے میں بائیدگی نما ریوارڈز بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک طالب علم کی ترقی، استاد کے کردار میں وسعت اور استاد کا اپنے خیالات اور رجحانات کا جائزہ لینے کے مواقع کی دستیابی بڑے اہم محرکاتی عوامل ہیں۔ اس لحاظ سے اساتذہ کا مختلف پروگراموں اور کلاس روم کے ماحول کی بہتری کے لیے خاصی تحقیق اور بائیدگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

○ مادی صلے (Tangible Rewards)

کوآپریٹو ٹیچنگ کے بارے میں مختلف اساتذہ کے مختلف رویے ہیں۔ کچھ مالی منفعت اور کچھ نئی تکنیکوں

کے بہتر استعمال اور کچھ پیشہ ورانہ قابلیت میں اضافے کے حامل ہیں۔ بہر کیف مالی منفعت اہم محرک ہے لہذا کوآپریٹو ٹیچر کا بطور بنیادی انٹرکٹر کے کردار اور ریوارڈز پر بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے اس ضمن میں تجربے اور قابلیت میں نکھار پیدا کرنے کے لیے مختلف یونیورسٹی پروگراموں اور ان اساتذہ کے درمیان بڑا قریبی تعلق ہونا ضروری ہے۔

ذاتی (Intrinsic) اور بائیدگی نما (Developmental) ریوارڈز کو ترقی دینے کے طریقے سکول اور کالج ان ریوارڈز کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ لہذا وہ ان کی ترقی کے لیے کوآپریٹو ٹیچنگ پر بہت زور دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بدولت نئے میٹھڈز متعارف ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے تجربے میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی پیشہ ورانہ قابلیت و کارکردگی میں نمایاں بہتری آسکتی ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل طریقے خاصہ مدد و معاون ہو سکتے ہیں۔

..... بڑے مالی ریوارڈز

..... ٹیوشن کے معاوضہ جات

..... خراج تحسین پیش کرنا، دعوتیں اور استقبال (Receptions) دینا

..... سہولیات میں اضافہ کرنا

..... مختلف ثقافتی سرگرمیوں سکول سپانسر یا مفت یا کم اخراجات کی سہولت۔

..... یونیورسٹی بک سٹور کے استعمال کی سہولت

..... کالج اور یونیورسٹی کے جملہ، سینیٹروں، ورکشاپوں اور کافر نسوں میں شرکت کی سہولت۔

..... خصوصی سیاحتی دورے

..... جدید لائبریری کی ٹیکنالوجی اور لائبریری پاس کی سہولت، پارکنگ پاس، پیشہ ورانہ ترقی کے لیے جدید

..... تکنیکوں اور علم سے آگاہی۔

ذاتی (Intrinsic) اور بائیدگی نما ریوارڈز کی حوصلہ افزائی کے طریقے

سکول اور کالج میں ان ریوارڈز کی ترقی کے لیے خصوصی پالیسی اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اساتذہ کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کی مالی منفعت کی جائے۔ ٹریننگ کے طریقوں میں جدت پیدائی جائے اور ان کی پیشہ ورانہ ترقی کی طرف خاصی توجہ دی جائے اس کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں:

..... کوآپریٹو ٹیچنگ اساتذہ کے لیے ہفتہ وار سیمینار (Seminars)

..... کار سپانڈنس کو رزمہ جدید ٹیکنالوجی

..... کورس ورک

..... ملڈنگ لیول، ٹریننگ

یونیورسٹی اور سکولز کے مابین گہرا رابطہ

مختصر یہ کہ کوآپریٹنگ اساتذہ (Cooperating Teachers) کا تمام انٹرکشنل (ہدایاتی) ارباب
میں مابہر ہونا ضروری ہے۔

9.4- معالجاتی تدریس (Remedial Teaching)

سکول کے شعبہ جات اور کلیات تدریسی مواد اور طریقوں کو ترقی دینے میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان کے ذمے پرنٹ میڈیا اور ورک شیٹ کی مشکلات کا احاطہ کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے متعلقہ افراد شاف گروپ، سیشن گروپ اور سکول ہیڈ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور ان سروس ٹریننگ کے لیے بہت معاونت کر سکتے ہیں۔ لہذا تمام اساتذہ کو طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ نیز سیشنل ایجوکیشن کو بہتر ان سروس ٹریننگ کا اہتمام کرنا چاہیے نیز اس ضمن میں بچوں کے لیے تمام نصابی ضروریات پورا کرنے کے لیے اساتذہ کو تمام ذرائع مہیا کیے جانے چاہئیں۔

سکول میں معالجاتی تدریس کا سربراہ قاعدہ گروپ میننگ (کہ جس میں تمام شعبہ جات کے نمائندے شامل ہوں اور معالجاتی رابطہ کار (Remedial Coordinators) بھی (اور دوسرے دلچسپی رکھنے والے شاف ممبران بھی) کی تشکیل کر سکتا ہے۔ پھر وہ خاص شعبے یا کلیے کے جملہ ممبران کی انفرادی میننگ کا بندوبست بھی کر سکتا ہے۔ کورس کی بدولت مختلف شعبہ جات یا کلیات کے شرکاء کلاس میں بہتر تکنیکوں اور میتھڈز (Methods) کا بخوبی استعمال کر سکتے ہیں بہر کیف اس قسم کی ٹریننگ کی کامیابی کا انحصار بہت حد تک معالجاتی تدریس (Remedial Teaching) کے ہیڈ کی قابلیتوں پر بھی ہوتا ہے۔

معالجاتی (Remedial) شاف کے شرکاء کو سست رفتار طلبہ (Slow Learners) کی مشکلات کا اندازہ لگانے کے لیے مشاہدہ اور دورے (Visits) کرنے چاہئیں اور ہر ایک طالب علم کی طرف انفرادی توجہ دینی چاہیے۔

معالجاتی رابطہ کاروں (Remedial Coordinators) کو تمام شعبہ جات، کلیات اور اساتذہ سے قریبی رابطہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ مختلف تکنیکوں اور میتھڈز کے استعمال کو ممکن بنانے کا جائزہ لے سکیں۔ اس طرح وہ پورے سال کے لیے گروپ بناتے ہیں اور مینے میں ایک مرتبہ سکول ٹائم کے بعد ملاقات کرتے ہیں اس طرح وہ مسلسل جائزے سے مسائل اور کام کی جانچ کرتے رہتے ہیں اور اپنے خیالات کو ترقی (Pro-mote) دیتے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ مواد اور مختلف کلیات کے مسائل اور میڈیا پر بحث کر سکتے ہیں علاوہ ازیں مستقبل کا لائحہ عمل بنا سکتے ہیں۔

9.5- شراکت کی تعمیر کرنا (Establishing Partnerships)

اساتذہ کے تربیتی اداروں کو قومی سکولوں کے ساتھ اچھے تعلقات کیوں قائم کرنے چاہئیں؟ اس سوال

مختلف النوع یعنی گونا گوں دلائل ہیں۔ اس کی اہم دلیل یہ ہے کہ اساتذہ کی نشوونما ایک مسلسل عمل ہے۔ لہذا یہ ذمہ داری تربیت اساتذہ کے مختلف اداروں اور کالجوں اور ایجنسیوں کو نبھانی چاہیے۔

نئے اساتذہ کلاس دوم کے ماحول میں بہتر تکنیکوں کے استعمال کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ بعد میں اپنے کام کا بخوبی جائزہ بھی لے سکتے ہیں کہ اس عمل کے کتنے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ لہذا اساتذہ کی نشوونما کے ساتھ ساتھ طلبہ کی بہتر تدریس کے لیے بھی بصیرت اور نئے علم کی جستجو کرنی چاہیے۔

اس سلسلے میں مختلف اداروں کے درمیان مکالمے کا عمل بڑے مفید نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ لہذا تمام شرکاء کو سکول کے شاف اور تربیت اساتذہ کی سروس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ مالی وسائل کو بروئے کار لا کر تمام چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے مقامی سکولوں اور انڈر گریجویٹ اور گریجویٹ تعلیمی اداروں کے درمیان وسیع تعلق ہونا ضروری ہے، اور اس کا مسلسل جائزہ بے حد اہم اور لازم ہے۔ نیز موثر انٹریشنل تکنیکیں اور معاونت کر سکتے ہیں۔ لہذا تمام اساتذہ کو طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ مین اس چیز کو تربیتی اداروں سے بخوبی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور پھر پختگی اور تجربہ عمر کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ اساتذہ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے تمام اداروں کا قریبی تعلق / رابطہ بہت ضروری ہے۔

اساتذہ کی بہتر تیاری کے اس پروگرام میں پہلے چار سال کنونشنل لبرل آرٹس (Conventional Liberal Arts) کے لیے ہونے چاہیے۔ اس ضمن میں مقامی ایجوکیشن ایجنسی تربیتی اداروں سے بہتر تعلق قائم کر کے اس میں بہتری پیدا کر سکتی ہے۔ بہر کیف ایسا پانچ سالہ پروگرام سکول کی بنیاد پر ہونا چاہیے سکول سے اساتذہ کو تدریس، بچے کا نمائند اور نفسیات کو مد نظر رکھنا چاہیے نیز تحقیق اور تیسوری کو بخوبی بروئے کار لایا جائے۔

پہلے چار سال کے تجربے کو پانچویں سال آزمایا جائے اور اس میں ٹیچنگ کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا جائے۔

○ استاد کی ترقی کے مراحل (Phases of Teacher Development)

اگرچہ انڈر گریجویٹ تعلیم اور گریجویٹ سٹڈیز ٹیچر ٹریننگ کے اہم پہلو ہیں تاہم ٹیچنگ کے شعبے میں کافی وسعت آرہی ہے اور پروفیشنل ڈیولپمنٹ کی بہتری کے لیے اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

لہذا پہلا مرحلہ سکولوں میں سٹوڈنٹ ٹیچنگ کے دوران پیشہ ورانہ معلومات اور تکنیکل تدریس (Clinical Teaching) ہوتا ہے، یہاں تیسوری اور پریکٹس کے عمل کے دوران میں سکول اور تربیتی ادارے کے مابین باہمی ربط اور تعاون کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے مرحلے کو عموماً استقرار (Induction) بھی کہتے ہیں۔ اس میں پیشہ ورانہ ترقی کے لیے تمام عوامل جیسے کمرہ جماعت میں بہتر تکنیکوں کا استعمال، نصاب، مہارت، اساتذہ کا گزشتہ علم، حکمت عملیاں، سکول، معاشرے اور کلاس روم کا باہمی ربط، طلبہ کی حاصلات وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

تیسرے اور چوتھے مرحلے میں عمومی اور گونا گوں ٹیچنگ کو تعلیم کے عمل (Learning Process) پر مرکوز کیا جاتا ہے۔ جس میں ایلمنٹری اور سیکنڈری سٹوڈنٹ ہوتے ہیں۔ نیز طلبہ کے گروپ اور انفرادی طلبہ کے لیے موثر تعلم کے تجربات کی تشخیص (Diagnose) کی جاتی ہے۔

○ اساتذہ کی مسلسل نشوونما کو ترقی دینا

(Promoting the Continuing Development of Teachers)

اس ضمن میں مقامی تعلیمی ایجنسیوں، تربیتی اداروں اور تعلیمی گریجویٹ سکولوں کو اپنے کردار اور ذمہ داری میں کا از سر نو جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ انڈر گریجویٹ پروگرام نئی تحقیق اور تاثر پر مبنی ہوں۔ سکولوں کو حوصلہ افزا حوالہ مہیا کرنا چاہیے تاکہ موثر ٹیچنگ کی راہ ہموار ہو سکے۔

تعلیمی گریجویٹ سکولوں کو اس ضمن میں بہت گہرا تعلق قائم رکھنا چاہیے تاکہ اساتذہ کی مسلسل نشوونما میں مدد مل سکے۔

استقرار اساتذہ کی نشوونما کے پہلے مرحلے میں تشکیل پاتا ہے۔ جو باقی سالوں کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اس ضمن میں مقامی تعلیمی ایجنسیوں کو موثر رول کرنا چاہیے بالخصوص نئے اساتذہ کو ماڈل رول ادا کرنے کے لیے سازگار ماحول اور مکمل دہی مہیا کرنا چاہیے۔ یوں استقرائی عمل کی جانب توجہ مبذول گرنا تدریس کے پیشے میں استعداد کی نشوونما کا اہم عنصر ہے۔ مقامی تعلیمی ایجنسیوں اور گریجویٹ سکولوں کو لبرل آرٹس پروگرام مہیا کرنے چاہئیں۔ اور اس میں تھیوری، ریسرچ اور پریکٹس شامل ہوں علاوہ ازیں مختلف ایریا جیسے بچے کی نشوونما، تعلیمی نفسیات خصوصی نصابی ایریا اور ٹیسٹ اور پریلیمز اور پیشہ ورانہ سٹڈیز میں اساتذہ کی تربیت کے لیے متن سے متعلق عملی تجربات مہیا کیے جانے چاہئیں چنانچہ تربیتی اداروں اور مقامی ایجنسیوں میں خاطر خواہ تعلقات استوار ہونے چاہئیں۔ مقامی ایجنسیوں کو چاہیے کہ وہ ماہر افراد مہیا کریں تاکہ تربیتی اساتذہ کو صحیح ملک دہی (Feed Back) دستیاب ہو سکے تدریسی مشق کی نگرانی کو تھیوری اور ریسرچ سے مربوط ہونا چاہیے۔

اس سلسلے میں پہلے مرحلے میں سیکنڈری سکول سنٹر کے شاف ممبران، وزنگ اساتذہ پر نپل اور پیر وائزر شامل ہوں۔

دوسرے مرحلے میں براہ راست شمولیت ہو اور تمام سرگرمیوں کے لیے خصوصی تعلیم یافتہ افراد تعلیم دیں۔

تیسرے مرحلے میں اساتذہ کو خصوصی مہارتوں اور علم کی تربیت دی جائے جسے اعلیٰ پایہ کا شاف، ہینار ز اور اعلیٰ ماڈلز سے مہیا کرے۔

9.6- العنطانی مشق (Reflective Practice)

بہتر تدریس کی اصطلاح بہت مثبت انداز فکر، اعتماد اور یقین کا نام ہے اور اس کی بدولت رویوں،

نصورت افکار، عقائد قابلیوں اور کردار میں مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے تعلیمی تحقیق نے اس کو بہت حد تک ثابت بھی کر دیا ہے۔ تبدیلی لانے کے عوامل مختلف النوع اور کثیر تعداد میں ہیں۔ اور ان میں اکثر خاص حالات کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اساتذہ اپنے آپ پر اور اپنی پریکٹس پر بخوبی اثر چھوڑتے ہیں۔ تاہم اس کو ایک منظم انکوائری کے عمل سے مربوط ہونا چاہیے۔ العنطانی (Reflection) اور انکوائری میں گروپ کے ممبران میں مکمل مطابقت ضروری ہے۔

موثر ٹیچنگ کے لیے تین رہنما اصول

- 1- بذریعہ رفاقت (Collaborative)
 - 2- انکوائری (Inquiry)
 - 3- منظم العنطانی (Systematic Reflection)
- رہنما اصول: 1

موثر ٹیچنگ کا موثر تعلم سے قریبی ربط ہے۔ اور اس بات کو بہت سے محققین نے تسلیم کیا ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تعلم کے عمل کو طلبہ کو براہ راست "ایکٹو انکوائری" کے ذریعے سے بہت موثر اور پیداواری (Productive) بنایا جاسکتا ہے۔ اور اس میں جائزہ، العنطانی اور عمل تینوں حصہ لیتے ہیں۔ انھیں کمرہ جماعت میں موثر انداز میں لاگو کرنے سے اور ضبط و تسلسل سے ان میں رابطے سے بہتری لائی جاسکتی ہے۔ تعلم کا یہ فعال خیال "موثر ٹیچنگ پریکٹس" کے لیے بہت بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اچھی ٹیچنگ کا تعلق بہت حد تک فعال انکوائری کی رنگ سے منسلک ہے۔ اساتذہ کو معلم کی تمام ضروریات اور قابلیوں، حکمت عملیوں اور رسائیوں (اپروچز) کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے کیوں کہ یہ سب چیزیں موثر ٹیچنگ کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ سکول کے سیاق و سباق اکثر اساتذہ کو ان کے کام اور انکوائری سرگرمی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ یہی حال یونیورسٹی کا ہے کہ جہاں ریسرچ کو پریکٹس سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ٹیچنگ کو ریسرچ سے بہت مربوط ہونا ضروری ہے۔ گویا کہ ٹیچنگ، لرننگ اور ریسرچ مشترکہ پروسیس ہیں۔

رہنما اصول: 2

مناسب وقت، موقع، رہنمائی اور سپورٹ کے ذریعے سے تبدیلی..... انفرادی نشوونما کے لیے بہت جتنی وقت اور موقع کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سپورٹ اور رہنمائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسائل کی نشاندہی کریں اور معلومات حاصل کریں، پھر قدم اٹھائیں۔

رہنما اصول: 3

العنطانی تعلم ذاتی اور پیشہ ورانہ نشوونما کے لیے بنیادی ہتھیار ہے؛ یہ بہت باشعور، مد خیالاتی اور با مقصد

عملیہ ہے۔ اس سے نتائج کا جائزہ لینے اور فیصلہ سازی میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس سے شعور اور کنٹرول کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس سے بہتر سمجھ اور پریکٹس کے لیے تجربہ ملتا ہے۔ لہذا اس کا پریکٹس کے عملیہ سے منطبق ہونا بہت ضروری ہے۔ بہت سے ماہرین اس کو ٹیچنگ کی پریکٹس میں مرکوز کرتے ہیں۔

○ رہنماء اصول کے ضمن میں تحقیقی طریق کار ایک اہم ایٹھ سے متعارف کراتا ہے جو کہ حاصلات سے برآمد ہوتا ہے اور اس کی بدولت چیٹنگ کے نظریے یا تصور کی ترقی میں مدد ملتی ہے چنانچہ یہ چیز کلاس روم کی پریکٹس پر انعطاف کے ضمن میں اساتذہ کے تجربے اور مہارت کو بڑھاتی ہے اور اساتذہ کا مشاہدہ بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ اس سے ٹیچنگ کے اتار چڑھاؤ کا بخوبی علم ہوتا رہتا ہے۔ اس سے طلبہ کو تعلیم کے عمل میں تجربہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ اس سے اساتذہ کو تحریک اور اطلاق کے سلسلے میں بڑی مدد ملتی ہے اور وہ مختلف تکنیکوں کو بہتر انداز میں استعمال کر سکتے ہیں۔

○ اسے مد نظر رکھ کر اساتذہ اپنے کام کا بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس سے اساتذہ اور طلبہ کے کام کا جائزہ لے کر نصابی مقاصد کا حصول ممکن بنایا جاتا ہے کیوں کہ اس سے بہت اور اعلیٰ ٹیچنگ و لرننگ میں مدد مل سکتی ہے۔

○ اس عملیہ میں اساتذہ اور طلبہ مل کر تحقیق اور بحث کرتے ہیں۔ اس سے ان کی کارکردگی میں بہتری آتی ہے۔ اس سے تبدیلی کے لیے ان میں ایک معاہدے کی صورت میں موافقت ہو جاتی ہے اور آسان زبان اور آسان انسٹرکشن دی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے ہفتے بعد کارکردگی کا جائزہ لے کر مزید بہتری کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ اس معاہدے سے ان میں تبدیلی کے لیے بذریعہ تحقیق مل کر کام کرنے کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔

○ اس میں آسان سوالات کے ذریعے سے انعطافی طریق کار پر بحث کی جاتی ہے اور مختلف وقفوں سے اپنے ذاتی خیالات کو ترقی دی جاتی ہے۔ اس طرح سے زیادہ تفصیلی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ذاتی تجربے اور انعطاف میں احتیاط پر توجہ دی جاتی ہے۔

○ لرننگ اور ٹیچنگ کے عملیہ میں فطری انداز سے جذباتی (Effective) اور ذہنی (Cognitive) پہلوؤں میں بہت منظم طرز سے غور کیا جاتا ہے جب کہ چیٹنگ کے اس تصور سے مزید انکوائری کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

○ تدریس اور تعلم میں چیٹنگ (Challenge in Teaching and Learning)

چیٹنگ کے دو اہم پہلوؤں وقوفی (Cognitive) اور احساساتی (Affective) میں استاد اور طالب علم کے لیے ”لیول آف چیٹنگ“ کو بخوبی مد نظر رکھتا ہے۔ اس سے وقوفی اور احساساتی (Affective) پہلوؤں کے عناصر کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس میں کام اور سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

طلبہ کو اپنے اطلاقی کام کے سلسلے میں بہت عدم دلچسپی اور بد ریت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاہم چیٹنگ کا تصور

ان میں جامع احساس پیدا کرتا ہے۔ وقوفی اور احساساتی (Affective) عناصر کے ضمن میں طلبہ کو بہت عملی کردار دیا کرتا ہے۔ لہذا ضرورت اور دلچسپی کے مطابق توازن میں احتیاط برتی جاتی ہے۔

9.7- عملی تحقیق (Action Research)

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ عملی تحقیق کئی سالوں سے تعلیمی کاموں کا حصہ رہی ہے۔ 1930ء میں امریکہ میں اس اصطلاح کو ذریعہ پلاننگ کے لیے استعمال کیا گیا اور جمہوری اقدار کے فروغ کے لیے بھی اس کو اپنایا گیا۔ معاشرتی صورت حال میں اس کے تحت تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا۔ اس سے ہمیں عملی تحقیق کا دوسرے میدانوں سے تعلق کا بھی آسانی پتا چل سکتا ہے، جسے آرگنائزیشنل ڈیولپمنٹ وغیرہ۔ عملی تحقیق کو تعلیم میں معاشرتی سائنس میں تبدیلیاں اور صنعت کیونٹی ڈیولپمنٹ اور ملٹری میں تبدیلیوں کے لیے بھی استعمال میں لایا گیا۔

تعلیم میں اس کی کھوج لگانا بہت وسعت کا حامل ہے۔ مثلاً امریکہ میں عملی تحقیق کی کوششیں بہت ڈھیلے طور پر ”پروگریو ایجوکیشن“ سے ایسوسی ایٹ ہیں۔

تاہم پچھلے دو عشروں سے عملی تحقیق کے مطالب اور اصطلاح کے استعمال میں مختلف دلچسپی کا رجحان ابھر رہا ہے۔ ان میں نصابی اور ٹیچنگ اصطلاحات اور طلبہ کا تعلم کے عمل میں شامل ہونا بھی ہے۔ اس طرح برطانیہ میں کمرہ جماعت، ان سروس ٹیچر ایجوکیشن، نصابی ترقی وغیرہ کے ضمن میں عملی تحقیق کے استعمال میں بہت وسعت سامنے آئی ہے۔ آسٹریلیا میں تنقیدی تھیوری کے ذریعے سے نصابی منصوبہ بندی اور معاشرتی انصاف کے بارے میں عملی تحقیق کے استعمال میں بہت وسعت پائی جاتی ہے۔ اس قسم کے نظریات بنیادی ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے علاوہ سٹاف ڈیولپمنٹ میں بھی استعمال ہو رہے ہیں اور یہ تعلیم کے علاوہ دیگر میدانوں میں بھی ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ عملی تحقیق ایک ٹیکنالوجی ہے جس کی بدولت نئی نوع انسان کی بہتری کے لیے تمام چیزیں شامل کی جاتی ہیں۔ ریسرچ میٹھڈ کے برعکس عملی تحقیق دائروی (Cyclical) ہے۔ یہ خیالات اور عمل (Action) میں مکمل فہم سے عبارت ہے۔ اس سے تعلیم میں منطقی فکر اور سمجھ میسر ہوتی ہے۔ یہ طلبہ کے نتائج اور تدریس پر بہت توجہ مرکوز کرتی ہے۔

○ کیا ایکشن ریسرچ سے سکولوں کی بہتری ممکن ہے؟

(Can Action Research Make Schools Better?)

اس ضمن میں بہت سی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ عملی تحقیق کی بدولت سکولوں میں جمہوری اقدار کی ترقی ممکن ہے۔ امریکہ اور دوسرے ممالک میں معاشرتی انصاف کے لیے عملی تحقیق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس کی بدولت کمرہ جماعت کے ماحول کو جاندار بنایا جاسکتا ہے۔ سکول کے ماحول میں جمہوری اقدار پیدا کرنے میں عملی تحقیق بہت موثر ثابت ہوتی ہے۔ عملی تحقیق پری سروس اور ان سروس کی صلاحیت

میں خاطر خواہ اضافہ کرتی ہے اور اساتذہ کو متبادل مہارتیں میسر آتی ہیں۔ اس سے تدریسی مشق کے عمل میں مفید رہنمائی اور مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔ اس کی بدولت کام کرنے والے افراد کو اپنے پیشے اور کام کے سیاق و سباق سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

○ تعلیمی عملی تحقیق میں ایجادات

یہ بات واضح ہے کہ عملی تحقیق کی بدولت پری سروس اور ان سروس اساتذہ کو یہ مواقع ملتے ہیں کہ وہ تعلیمی ایشوز کو بہتر انداز میں سمجھ سکیں۔ مثلاً اس سے 1- کمرہ جماعت کے ماحول میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔ 2- کمیونٹی کے تصور میں وسعت آتی ہے۔

- 3- مختلف ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مناسب رہنمائی ملتی ہے۔
- 4- جمہوری اقدار کو اپنانے سے طلبہ اور اساتذہ کے تعلقات میں بہتری آتی ہے۔
- 5- نصابی ضروریات بطریق احسن پوری ہو سکتی ہیں۔

○ طلبہ کی تدریس میں عملی تحقیق (Action Research in the Student Teaching)

ٹیچر ایجوکیشن پروگرام کے سیاق و سباق میں انعطافی تدریس مشق کے ضمن میں عملی تحقیق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہ پورے پروگرام میں طلبہ و ٹیچر کا بطور لرنر (معلم) اور انکوائری ایروچ کی طرف خصوصی توجہ مبذول کراتی ہے۔

ایکشن ریسرچ کا سٹوڈنٹ ٹیچر کے دوسرے کاموں سے بھی کافی گہرا تعلق ہے۔ مثلاً پریکٹس میں بہتری، صورت حال میں تبدیلی وغیرہ۔ اس طرح عملی تحقیق کی بدولت مسائل کی صحیح رہنمائی ملتی ہے اور ان کے حل کے لیے مناسب طریقہ کار اپنانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

○ طلبہ اساتذہ کے ریسرچ منصوبے (Student Teacher's Research Projects)

انعطافی تدریسی مشق میں ”طلبہ اساتذہ“ کی رپورٹوں کے ذریعے سے عملی تحقیق کے کردار کو معلوم کرنے کی بڑی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں تین صورتوں میں منصوبے ظاہر ہوئے۔

- 1- پہلا چھوٹے گروپ میں، اخلاقی اور سیاسی ایشوز“ منصوبے کے لیے لازم قرار پائے۔
- 2- دوسرے بڑے گروپ میں کچھ تعلق تو نظر آئے مگر خیالات بہتر نہ ہوئے۔
- 3- تاہم تیسرے گروپ میں اخلاقی اور سیاسی ایشوز کے بارے میں تعلق ظاہر نہ ہوئے۔

○ ”ایلیمنٹری ٹیچر ایجوکیشن پروگرام“ میں ان ایشوز سے دیگر بہت سے عوامل کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

○ عملی تحقیق کی بدولت ”طلبہ اساتذہ“ کو نئے ایشوز تلاش کرنے میں مدد ملتی ہے تاہم یہ واضح ہے کہ

انعطافی تدریس کی مثالیں طلبہ کے پروجیکٹ میں غالب نہیں رہی ہیں۔ طلبہ کے جوابات کئی موقعوں پر مختلف

رہتے ہیں تاہم اس سے ان کے شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔